امداد الفتاویٰ جدید

فتاویٰ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان

خلیفۂ اجل حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

جدید مطول حاشیہ

شبیر احمد القاسمی

خادم الافتاء والحدیث جامعہ قاسمیہ

مدرسہ شاہی مرادآباد الہند

بقية النكاح، المحرمات، الأولياء و الكفائة الطلاق، فسخ نكاح، خلع، ظهار، ايلاء، عدة، رجعة، نسب، حضانة، نفقات، حدود، تعزير، ايمان، نذور، الوقف

ناشر:

زکریا بک ڈپو انڈیا الہند

امداد الفتاویٰ جدید

فتاویٰ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان

خلیفہ اجل حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

جدید عنوان و حاشیہ .... مفتی شبیر احمد قاسمی

محشی:— شبیر احمد القاسمی 9412552294

مالک: .... مکتبہ زکریا — 01336-223223

ZAKARIA BOOK DEPOT DEOBAND

فون دکان: ۰۱۳۳۶-۲۲۳۲۲۳، مکان: ۰۱۳۳۶-۲۲۴۲۲۳، فیکس: ۰۱۳۳۶-۲۲۵۲۲۳
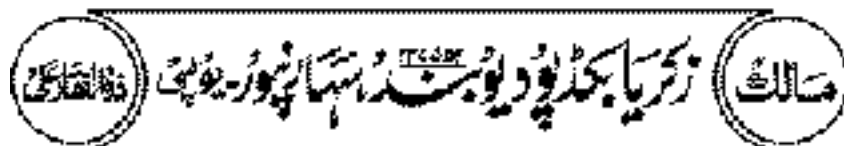
ZAKARIA BOOK DEPOT
DEOBAND SAHARANPUR (U.P)

Ph.:(01336) 223223(O) 2232..(R)
Fax :(01336) 225223
Mob. 09897353223, 09319861123

اجمالی فہرست ایک نظر میں

المجلد السابع	۱۸۱۴ – ۲۰۹۵	بقية الربوا، وكالة، كفالة، حوالة، وديعة، ضمان، عارية، إجارة، دعوى، صلح، مضاربة، قضاء، شهادة، شفعة، غصب، رهن.
المجلد الثامن	۲۰۹۷ – ۲۴۰۳	بقية الرهن، هبة، شركة، قسمة، مزارعة، شرب، ذبائح، أضحية، صيد، عقيقة، الحظر والإباحة.
المجلد التاسع	۲۴۰۴ – ۲۷۴۸	بقية الحظر والإباحة، وصايا، فرائض.
المجلد العاشر	۲۷۴۹ – ۳۰۰٦	بقية الفرائض، مسائل شتى، ما يتعلق بتفسير القرآن.
المجلد الحادى عشر	۳۰۰۷ – ۳۳۳۴	بقية ما يتعلق بتفسير القرآن، ما يتعلق بالحديث، سلوك، رؤيا، بدعات، عقائد وكلام.
المجلد الثاني عشر	۳۳۳۵ – ۳۵۱۴	بقية كتاب العقائد والكلام.

فہرست مضامین

بقیۃ کتاب النکاح

۳/ بابُ المحرّمات وغیرھا

۴/ باب الأولياء والأكفاء

۸/ کتاب الطّلاق

۱ / باب الطلاق الصريح والكناية

۲/ باب في فسخ النكاح والخلع

۳/ باب في الظهار والإيلاء

۴/ باب في العدّة والرجعة

۵ / باب في النسب والحضانة والنفقات

۹ / کتابُ الحُدود والتَّعْذیر

۱۰ / کتاب الأیمان

۱۱ / کتاب النُّذُور

۱۲ / کتاب الوقف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بقية كتاب النكاح

۳/ بابُ المحرّمات وغیرها

اپنی مزنیہ کی لڑکی سے نکاح کا حکم

سوال (۱۱۴۵): قدیم ۲/ ۳۰۵ - ہندہ زید کی مزنیہ فرع ہے جس کا باپ عمرو ہے زید کا نکاح اُس سے جائز ہے یا نہیں؟

بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ جائز نہیں ہے؛ کیونکہ حنفیہ کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے لیکن زید کہتا ہے کہ اگر ہندہ سے میرا نکاح ہوجائے تو میں تمام کبائر سے جس میں اب مبتلاء ہوں تائب ہوجاؤں گا ایسی صورت میں اگر اور کسی امام کے مذہب پر جن کے نزدیک زنا موجب حرمت مصاہرت نہ ہو عمل درآمد کیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: چونکہ ترک تقلید شخصی بلا ضرورت شدیدہ بدلائل صحیحہ ناجائز ثابت ہوچکی ہے اور زید کا یہ عذر حد ضرورت شدیدہ میں داخل نہیں؛ لہٰذا حنفی کو اس باب میں دوسرے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں (۱) اور یہ عجب بات ہے کہ اگر اس کی اجازت ہوجائے تو سب کبائر سے توبہ کرلوں اول تو یہ خود کبیرہ ہے پس یہ کہنا ایسا ہے کہ اگر رشوت کی اجازت ہوجائے تو سود سے توبہ کرلوں، دوسرے توبہ کرلے گا تو کس پر احسان ہے اور نہیں کرے گا تو کس کا نقصان ہے معاذ اللہ یہ تو گویا شریعت پر دباؤ ڈالنا ہوا سو عمل بالشرع اپنی فلاح کے لئے ہے شرع مستغنی محض ہے۔

---

(۱) **وقد نصوا أنه لابأس بتقليد غير إمامه عند الضرورة؛ لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام؛ لأن الحكم الملفق باطل بالإجماع؛ ولهذا أفتوا ببعض أقوال الإمام مالكؒ ضرورة كما في المفقود.** (قواعد الفقه اشرفي ص:۵۷۶)

ولابأس بالتقليد عند الضرورة؛ لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام لما قدمنا أن الحكم الملفق باطل بالإجماع. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، قبيل باب الأذان، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ٤٦، كراچي ۱/ ۳۸۲) ←

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (١) يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا. (٢)

تیسرے اگراس وقت بھی توبہ نہ کرے تو کوئی کیا کرلے گا نفع موہوم کے لئے یقینی ضرر کی اجازت دیکر کون وبال میں گرفتار ہو۔ فقط

۱۸ر شعبان ۱۳۲۱ھ (امداد ص ۴۸، ج ۲)

شوہر کی موجودگی میں عورت کا دوسرے مرد سے نکاح کا حکم

سوال (۱۱۴۶): قدیم ۲/ ۳۰۶- ایک عورت اپنے مرد سے چھپ کر دوسرے مرد کو لے کر دوسری جگہ چلی گئی اور اس کے ساتھ نکاح کرلیا چندروز کے بعد اس عورت کو اُس کے مرد نے تلاش کرنے سے پایا اپنے مکان پر لایا اب وہ عورت اس بُرے فعل سے توبہ کرتی ہے اب وہ مرد کس طرح رکھ سکتا ہے نکاح پھر کرنا چاہئے یا بغیر نکاح رکھنا چاہئے اور اس کے واسطے کیا کفارہ ہے جیسا شرع شریف سے حکم ہو عمل میں لایا جائے؟

الجواب: چونکہ بدفعلی سے نکاح نہیں ٹوٹا اور غیر شوہر سے جو نکاح کرلیا تھا وہ نکاح بھی صحیح نہیں ہوا اس لئے شوہر اول کا نکاح باقی ہے پس اب اس کو پھر نکاح کرنے کی ضرورت نہیں بغیر تجدید نکاح اپنی بی بی کو رکھ سکتا ہے (۳) اور اس کا کفارہ صرف توبہ خالصہ ہے کہ جو حق تعالیٰ کے روبرو خوب عاجزی اور پشیمانی سے عذر کرے اور آئندہ پختہ عہد کرے کہ ایسی حرکت نہ کرے البتہ اسی شوہر کے لئے مستحب ہے کہ جب سے وہ عورت اُس غیر مرد کے پاس سے علیٰحدہ ہوئی ہے اُس وقت سے جب اس کو حیض آچکے تب اس سے صحبت کرے لیکن اگر حیض آنے کا انتظار نہ کرے تب بھی گناہ نہیں صرف بہتر ہے۔

في الدرالمختار: وكذا لاعدة لو تزوج امرأة الغير و وطئها عاملا بذلك. و في نسخ المتن: ودخل بها ولا بد منه وبه يفتىٰ؛ ولهذا يحد مع العلم بالحرمة لأنه زنا والمزني بها لا تحرم على زوجها. وفي شرح الوهبانية: لو زنت المرأة لا يقربها زوجها

← حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، دارالكتاب ديوبند ص:١٧٩۔

(١) سورة الكهف، جزء الآية:٢٩۔

(٢) سورة الحجرات، جزء الآية:١٧۔

(٣) **أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة، إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد.** (شامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٧٤، كراچي ٣/ ١٣٢)

حتٰی تحیض لاحتمال علوقه من الزنا فلا یسقی ماء ہ زرع غیرہ فلیحفظ لغرابته. اہ
وفي رد المحتار: قوله: والمزنی بها لا تحرم علی زوجها فله وطیها بلا استبراء عندهما. وقال محمد: لا أحب له أن یطأها مالم یستبرأ ها کما مر في فصل المحرمات قوله فلیحفظ لغرابته أمر بحفظه لا لیعتمد بل لیجتنب بقرینة قوله: لغرابته أي قوله: فقد ظهر بما قررناہ الفرق بین جواز وطء الزوجة إذا رأها تزنی و بین عدم جواز التی تزوجها وهی حبلی من زنا فاغتنمه اہ. (۱)

البتہ اگر اس دوسرے غیر مرد کو خبر نہ ہوتی کہ یہ عورت کسی کی منکوحہ ہے اور پھر اس سے نکاح کر لیتا تو اس صورت میں گو اس شوہر اول کے پاس آتی تو اس کو تین حیض آنے کے بعد صحبت درست ہوتی۔

وفي الدر المختار: عقیب القول المذکور بخلاف ما إذا لم یعلم حیث تحرم علی الأول إلا أن تنقضی العدة. (۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب الدخول في النکاح الأول، مکتبه زکریا دیوبند ۵/۲۱۲، کراچي ۳/۵۲۷۔

وإن تزوج منکوحة الغیر ووطئها إن کان لا یعلم أنها منکوحة غیرہ تجب العدة وتحرم علی الأول إلی أن تنقضي العدة. وإن علم أنها منکوحة لاتجب العدة ولا تحرم علی الأول؛ لأنه حینئذٍ یکون زنا محضا. (الجوهرة النیرة، کتاب العدة، دارالکتاب دیوبند ۲/۱۵۲)

لو تزوج امرأة الغیر عالما بذلک ودخل بها لا تجب العدة علیها حتی لا یحرم علی الزوج وطؤها وبه یفتی لأنه زنا والمزني بها لا تحرم علی زوجها. وفي شرح المنظومة: إذا زنت المرأة لا یقربها زوجها حتی تحیض لا حتمال علوقها من الزنا فلا یسقی ماء ہ زرع غیرہ، ویجب حفظه لغرابته بخلاف ما إذا لم یعلم کما في الذخیرة والخانیة. (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة، مکتبه زکریا دیوبند ۴/۲۳۵، کوئٹه ۴/۱۳۹)

مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۴۸۵۔

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب الدخول في النکاح الأول، مکتبه زکریا دیوبند ۵/۲۱۲، کراچي ۳/۵۲۷۔

أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة، إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازہ فلم ینعقد أصلا. (شامي، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب في النکاح الفاسد، مکتبه زکریا دیوبند ۴/۲۷۴، کراچي ۳/۱۳۲)

وفيـه أيـضًـا الموطوء ة بشبهة ومنه تزوج امرأة الغيرغير عالم بحالها (إلىٰ قوله) ولم يكتف بحيضة احتياطاً اه هذه العبارات كلهافي باب العدة. (۱)

۱۴/ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ (امداد ج۲ص۵۰)

حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے شہادت ضروری ہے

سوال (۱۱۴۷): قدیم۲/۳۰۷ - ہندہ نے ایک یا دومرد اور ایک یا دوعورت سے کہا کہ سُسر نے میرے ساتھ بُرا فعل کیا ہے وہ لوگ اس کی زبان کے شاہد ہیں اوراب ہندہ خود منکر ہے اور ایسا ہی ہندہ کی ساس نے بھی کہا کہ میرا خاوند اپنی بہو سے بدفعلی کرتا ہے جن سے کہا وہ لوگ مقر ہیں مگر ہندہ کی ساس منکر ہے۔ ایک شخص عادل طالب علم شہادت دیتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ شہوۃ کے ساتھ ہندہ کے سُسر نے ہندہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور ایک دوسرا شخص کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ دن میں دروازہ بند کر کے ہندہ اورسُسر اس کا ایک لحاف میں غلطاں ہیں اور قرائن خارجیہ سے بھی اس شخص کا حال ایسا ہی معلوم ہوتا ہے موضع کے لوگ اکثر جو ثقات ہیں وہ ان امور کے وقوع کے قائل ہیں تو ایسی صورت میں کہ چند عورت اور چند مرد تنہا تنہا متفرق اوقات اور متفرق ایام کی شہادت دیں اور لامس اور ملموسہ دونوں منکر ہیں تو کیا حرمت مصاہرت ثابت ہوکر تفرقہ ہوگا یا نہیں ودواعی زنا کے لئے کیا زنا کا ثبوت جس پر ہوتا ہے ایسا ہی ہوگا یا کم اور تفریق قاضی کے حکم سے ہوگی یا کیا یہ تفریق فسخ ہے یا طلاق اگر چہ یہ مسئلہ درمختار کے اشعار:

فـرق الـنكاح أتتک جمعا نافعا　　فسخ الطلاق وهذا الدريحكيها (۲)

---

(۱) الـدر الـمـختـار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۱۹۸-۱۹۹، كراچي ۳/۵۱۷۔

أن الـمـنـكـوحة إذا وطـئـت بشبهة بـأن تزوجها رجل ودخل بها تجب عليها العدة وتـحـرم على الأول ما هو المختار، واختار خواهر زاده أن العدة لا تجب ولا يحرم وطؤها عـلـى الأول. وقيل: إذا كان الثاني عالما فكما اختاره خواهر زاده، وإن لم يعلم فكالأول.

(تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، امدادية ملتان ۳/۱۷۲، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۶۱۰) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) الـدر الـمـختـار مـع رد الـمـحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب في فرق النكاح، مكتبه زكرياديوبند ۴/۱۷۹، كراچي ۳/۷۲۔

سے بخوبی منکشف ہوتا ہے مگر بعض عبارات قوم موہمہ خلاف کی بھی ہیں۔ فقط

الجواب: في الدرالمختار: قبّل أم امرأته حرمت امرأته مالم يظهر عدم الشهوة وفي المس لاتحرم مالم تعلم الشهوة؛ لأن الأصل في التقبيل الشهوة بخلاف المس والمعانقة كالتقبيل وفيه بحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج بآخرإلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. وفي رد المحتار: إلا بعد تفريق القاضى أو بعد المتاركة. وفي در المختار: إن ادعت الشهوة في تقبيله أوتقبيلها ابنه وأنكرها الرجل فهو مصدق لاهى إلا أن يقوم إليها منتشراً آلته فيعانقها لقرينة كذبه أو يأخذ ثديها أويركب معها الخ وفيه تقبل الشهادة على الإقرار باللمس والتقبيل عن شهوة. وكذا تقبل على نفس اللمس والتقبيل والنظر إلىٰ ذكره أو فرجها عن شهوة في المختار تجنيس لأن الشهوة مما يوقف عليها في الجملة بانتشار أو آثار . (١)

ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے۔

(۱) اگر ہندہ منکر بھی نہ ہوتی تب بھی صرف عورت کا دعویٰ مقبول نہ ہوتا۔(۲)

(۲) ہندہ کی ساس صرف شاہد ہے اور قبول شہادت کے شرائط مفقود ہیں۔(۳)

---

(١) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ١١٢/٤ تا ١١٥، كراچي ٣٥/٣ تا ٣٨۔

(٢) **لو أدعت المرأة أن مس ابن الزوج إياها عن شهوة لم تصدق والقول قول ابن الزوج. كذا في السراج الوهاج.** (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني، مكتبه زكرياديوبند قديم ٢٧٦/١، جديد ٣٤٢/١)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل السابع، أسباب التحريم، مكتبه زكريا ديوبند ٥٥/٤، رقم:٥٥١٣۔

(٣) **وما سوى ذلک من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أورجل وامرأتين سواء كان الحق مالا أو غير مال مثل النكاح والطلاق والوكالة والوصية ونحو ذلک.** (هندية، كتاب الشهادة، مكتبه اشرفية ديوبند ١٥٤/٣)

(۳) طالب علم مس کا شاہد اور وجود شہوت پر اس کے پاس کوئی دلیل کافی نہیں اور مس بدون علم شہوت کے موجب حرمت نہیں۔(۱)

(۴) محض دروازہ بند کرنے سے استدلال تو کافی نہیں اور اگر ایک لحاف میں دونوں کو دیکھا ہے تو یہ البتہ مثل رکوب معہا کے کافی قرینہ شہوت کا ہے (۲)؛ لیکن نصاب شہادت کافی نہیں اور دوسرے ثقات کی شہادت کی کیفیت مذکور نہیں ورنہ اُس میں نظر کی جاتی لہٰذا حرمت مصاہرت قضاءً ثابت نہیں ہوسکتی؛ البتہ اگر صاحب واقعہ کو اس کا علم ہے، تو دیانۃً حرمت ثابت ہوجاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹ رمحرم الحرام ۱۳۲۶ھ (تتمہ اولیٰ ص ۷۳)

---

(۱) **قبل أم امرأته حرمت امرأته ما لم يظهر عدم الشهوة وفي المس لا ما لم تعلم الشهوة.** (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۴۸۳)

واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة (كنز) وتحته في البحر: وقيد بكون اللمس عن شهوة؛ لأنه لو كان عن غير شهوة لم يوجب الحرمة. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۷۷، كوئٹه ۳/۱۰۰)

(۲) **والمراهق كالبالغ ووجود الشهوة من أحدهما كاف فإن ادعتها وأنكرها فهو مصدق إلا أن يقوم إليها منتشرًا فيعانقها؛ لأنه دليل الشهوة كما في الخانية وزاد في الخلاصة في عدم تصديقه أن يأخذ ثديها أو يركب معها.** (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۷۷، كوئٹه ۳/۱۰۰)

خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، جنس آخر في الملامسة والمجامعة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/۹۔

ولو ادعت الشهوة وأنكرها الرجل فهو مصدق إلا أن يقوم إليها منتشرًا فيعانقها أويركب معها. (الدر المنتقي مع مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۴۸۲)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حرمت مصاہرت میں مراہق مثل بالغ کے ہے

سوال (۱۱۴۸): قدیم۲/ ۳۰۸- کیا حکم ہے اس صورت میں کہ زید و ہندہ حالت مراہقت میں مرتکب دواعی شہوت مثل تقبیل ومباشرت فاحشہ وغیرہ ہوئے صحبت نہیں ہوئی بعد بلوغ زید کا نکاح زاہدہ سے اور ہندہ کا نکاح عزیز الدین سے ہوا زید کے بطن زاہدہ سے ساجدہ متولد ہوئی اور ہندہ کے صلب عزیز الدین سے محمد حسن۔ زید کی اولاد کے ہمراہ زاہدہ کا شیر میمونہ نے حالت طفولیت میں پیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ محمد حسن کا نکاح جوکہ ہندہ کے بطن سے ہے ساجدہ دختر زید سے یا میمونہ رضیعہ زید سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ حالت مراہقت میں دواعی شہوت سے مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا زنا شرط ہے؟ اُمید ہے کہ سند کتاب درج فرمائی جائے ضرورت ہے؟

الجواب (*): چونکہ حرمت مصاہرت میں مراہق کا حکم مثل بالغ کے ہے۔

كما في رد المحتار: عن فتح القدير مس المراهق كالبالغ. وفي البزازية: المراهق كالبالغ حتىٰ لو جامع امرأة أولمس بشهوة تثبت حرمة المصاهرة. اھ ۲/ ۴۶۱. (۱)

اس لئے محمد حسن اور ساجدہ نسب ومصاہرت سے اور محمد حسن اور میمونہ رضاع ومصاہرت سے باہم بھائی بہن ہیں اور تناکح ان میں درست نہیں۔ (**)

۲۵/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ۲، ص ۱۰۱)

(*) یہ جواب بعض روایات کے موافق ہے، جس میں احتیاط کی جانب لی گئی ہے، بعض روایات دیگر کے موافق جواب یہ ہے، محمد حسن اور ساجدہ کا نکاح درست ہے؛ کیونکہ مزنیہ کا رضاع حکم نسب میں نہیں ص: ۲۱۵/ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ منہ

(**) جب ابن زوجہ کا نکاح بنت زوج سے بالاتفاق بلاشبہ درست ہے تو ابن مزنیہ کا نکاح بنت زانی اور رضیعۂ زانی سے بطریق اولیٰ صحیح ہوگا۔ ۱۲ رشید احمد عفی عنہ

---

(۱) شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ١١١، كراچي ٣/ ٣٥۔

بزازية على هامش الهندية، كتاب النكاح، ما يثبت به حرمة المصاهرة، مكتبه زكريا ديوبند قديم٤/ ١١٢، جديد ١/ ٧٦۔ ←

حرمت مصاہرت کے لئے مس کے وقت شہوت شرط ہے

سوال (۱۱۴۹): قدیم۲/ ۳۰۹- زید کا رشتہ ایک جگہ ہوا ہے زید ایک روز چاولوں کا نمونہ باہر سے گھر لے گیا اور اپنے خسر صاحب کو چاول اپنے ہی ہاتھ میں لئے دکھا رہا تھا اتنے میں زید کی خوشدامن بھی آگئی اُس نے بھی چاول زید ہی کے ہاتھ میں سے اُٹھا کر دیکھے بس تو زید کے دل میں کچھ ذرا وسوسہ سا پیدا ہوا تھا اور شہوت وغیرہ کچھ نہیں تھی تو یہ لمس میں داخل ہوکر کچھ شرعی حد تو قائم نہیں ہوئی یعنی زید کا نکاح جو اس خوشدامن کی دختر سے ہوگا اس میں کچھ فرق تو نہیں ہے؟

الجواب: في الدر المختار: والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدهما وحدها فيهما تحرك آلته أو زيادته به يفتى. وفي امرأة ونحو شيخ كبير تحرك قلبه أو زيادته. وفي رد المحتار: قال في الفتح: ثم هذا الحد في حق الشاب أما الشيخ والعنين فحدهما تحرك قلبه أو زيادته إن كان متحركا لا مجرد ميلان النفس، فإنه يوجد فيمن لا شهوة له أصلا كالشيخ الفاني، ثم قال: ولم يحدوا الحد المحرم منها أي من المرأة وأقله تحرك القلب على وجه يشوش الخاطر. اه (۱)

وفي الدر المختار: وأصل ممسوسته بشهوة وأصل ماسته وفروعهن. في رد المحتار: قوله: وأصل ماسته أي بشهوة. قال في الفتح: وثبوت الحرمة بلمسها مشروط وبأن يصدقها ويقع أكبر رائه صدقها. (۲)

← منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند۳/ ۱۷۶، کوئٹه۳/ ۹۹۔

النهر الفائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۱۹۱۔
شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۰۸-۱۰۹، كراچي ۳/ ۳۳۔

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۰۷-۱۰۸، كراچي ۳/ ۳۲-۳۳۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ زید کی تندرستی اگر ایسی ہے کہ شہوت کے وقت اس کا آلہ منتشر ہوتا ہے تو وقت مس کے انتشار آلہ اگر ہوا ہے تو اس کو شہوت کہا جائے گا اور انتشار نہیں ہوتو شہوت نہ کہا جائے گا اور اگر اس کی تندرستی ایسی نہیں ہے تو اگر قلب کو ایسی حرکت ہوئی کہ طبیعت مشوش ہوگئی تو شہوت کہیں گے ورنہ نہیں کہیں گے یہ تو زید میں حد شہوت ہے اسی طرح اگر اس خواشدامن کو مس کے وقت قلب میں حرکت ہوگی تو اس کی شہوت ظاہر ہوگی غرض زید یا خوشدامن کا حال اُس کے بیان سے کسی کے اندر بھی شہوت پائی گئی تو لڑکی حرام ہوگی ورنہ حلال ہوگی (۱) اور خوشدامن کا حال اُس کے بیان سے معلوم ہوسکتا ہے اگر کسی قرینہ سے اس کا شبہ ہوتو دریافت کرنا ضروری ہے ورنہ کچھ حاجت نہیں۔ واللہ اعلم

۲۰/ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ (امداد جلد۲ ص۲۳)

---

(۱) **والزنا يوجب حرمة المصاهرة. وكذا المس بشهوة من أحد الجانبين (ملتقي الأبحر) وتحته في مجمع الأنهر: فلو مس بغير شهوة ثم اشتهى عن ذلك المس لا تحرم عليه. وما ذكر في حد الشهوة من أن الصحيح إن تنتشر الآلة أو تزداد انتشارا كما في الهداية وغيرها. وفي الخلاصة: وبه يفتى فكان هو المذهب وكثير من المشايخ لم يشترطوا سوى أن يميل إليها بالقلب ويشتهى أن يعانقها وفي الغاية وعليه الاعتماد، وفائدة الاختلاف تظهر في الشيخ والعنين والذي ماتت شهوته فعلى الأول لا تثبت وعلى الثاني تثبت كما في الذخيره، هذا في حق الرجال، وأما في حق النساء فالاشتهاء بالقلب.** (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۴۸۱-۴۸۲)

البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب النكاح، باب المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۷۸/۳، كوئٹه ۱۰۱/۳۔

ومن مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها وابنتها (هداية) وفي الفتح: وقوله بشهوة في موضع الحال فيفيد اشتراط الشهوة حال المس فلو مس بغير شهوة، ثم اشتهى عن ذلك المس لا تحرم عليه، وما ذكر في حد الشهوة من أن الصحيح أن تنتشر الآلة أو تزداد انتشارًا . هو قول السرخسي وشيخ الإسلام: وكثير من المشايخ لم يشترطوا سوى أن يميل قلبه إليها ويشتهى جماعها (إلى قوله) ثم هذا الحد في حق الشاب. أما الشيخ العنين فحدها تحرك قلبه أو زيادة تحركه، إن كان متحركا لا مجرد ميلان النفس، فإنه يوجد فيمن لا شهوة له أصلا كالشيخ الفاني (إلى قوله) ثم وجود الشهوة من أحدهما كاف ←

سوال (۱۱۵۰): قدیم ۲/ ۳۱۰ - زید کو ہندہ کے ساتھ ایک عورت نے متہم کیا زید رات میں روشنی گل کر کے جس جگہ ہندہ سوتی ہے آتا ہے مگر عورت مذکورہ نے زید کو ہندہ کے ساتھ کسی فعل ناجائز کا مرتکب نہیں پایا محض شبہ بیان کیا جب زید کی لڑکی نے یہ بات سُنی عورت مذکورہ کو شور وغل سے باز رکھا اور خود لڑکی مذکورہ کو تشویش پیدا ہوئی کہ آیا زید واقعی ہندہ کے ساتھ کسی امر ناجائز کا مرتکب ہے یا عورت نے محض شک سے متہم کیا ہے اور لڑکی مذکورہ نے شک کی وجہ سے ہندہ کو لعنت و ملامت کیا اور تاکید کی کہ اب جب زید تیرے پاس شب کو آئے تو شور کر چنانچہ ہندہ نے ویسا ہی کیا کہ ایک روز بآواز بلند کہا کہ دیکھو زید میرا پیر پکڑتا ہے اور آواز کی وجہ سے بنت زید کی آنکھ کھل گئی اور کیا دیکھا کہ زید ہندہ کے سونے کی جگہ سے ایک دو گز کے فاصلے سے جا رہا ہے جو کچھ ظاہری حالت تھی عرض کیا باقی باطنی حالت اللہ خوب جانتا ہے آیا ان واقعات معروضہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں (واضح رہے کہ زید نابینا ہے) اور ابن زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ درست ہوگا یا نہیں؟ خود زید نے ہی ہندہ کے ساتھ اپنے لڑکے عمرو کی منگنی بھیجا ہے واضح رائے عالی ہو کہ عمرو بن زید اور اب ہندہ کو ان واقعات کی خبر نہیں اور نہ کوئی شخص خبر دینا چاہتا ہے کیونکہ اس میں بڑی بدنامی کا خوف ہے اور نہ کوئی گواہ معتبر موجود ہے سوائے بنت زید کے کیونکہ جس عورت نے اولاً متہم کیا تھا اس کا انتقال ہو گیا باقی رہی بنت زید فقط حرمت مصاہرت زنا سے امام شافعی کے یہاں ثابت نہیں یہ قول امام شافعی صاحبؒ کا کیسا ہے؟

الجواب: اگر ہندہ اُس وقت نو سال سے کم تھی تب تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

في الدر المختار: وبنت سنها دون تسع ليست بمشتهاة به يفتى. (۱)

← **ولم يحد والحد المحرم منها في حق الحرمة وأقله تحرك القلب على وجه يشوش الخاطر. هذا وثبوت الحرمة بمسها مشروط بأن يصدقها أويقع في أكبر رأيه صدقها.** (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۱۳، كوئٹه ۳/ ۱۲۹- ۱۳۰) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۱۴، كراچي ۳/ ۳۷۔

نص الحنفية على أن حرمة المصاهرة تنتشر بوطء المشتهاة أو مسها بشهوة، وقالوا: بنت سنها دون تسع بمشتهاة وبه يفتى. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۷/ ۳۱۳) ←

اوراگرنوسال سے زائد تھی تو زید سے اور ہندہ سے دریافت کیا جائے اگرایک بھی کہے کہ اس وقت مجھ کوشہوت تھی تو حرمت مصاہرت ثابت ہوگی۔

في الدر المختار: وتكفي الشهوة من أحدهما. (۱)

اوراگر دونوں شہوت کے منکر ہوں اور بجز مس قدم کے اگرکوئی اور بات نہ ہوئی ہوتو حرمت مصاہرت نہ ہوگی۔

في الدر المختار: وفي المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة. (۲)

اوراگرکوئی اور بات بھی مرد کے یا عورت کے بیان سے معلوم ہوتو اس کے متعلق دوبارہ استفسار کرنا چاہئے اور امام شافعیؒ کے مذہب کی تحقیق کا یہ موضع نہیں ہے۔ واللہ اعلم

۵/ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ (امداد، ج ۲، ص ۴۱)

← **وقال الفقهيه أبو الليث مادون تسع سنين لا تكون مشتهاة وعليه الفتوى.** (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۷٦، كوئٹه۳/۹۹)

خانية على هامش الهندية، كتاب النكاح، باب في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند قديم۱/۳٦۱، جديد ۱/۲۱۹۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/۱۱۳، كراچي ۳/۳٦۔

والزنا يوجب حرمة المصاهرة، وكذا المس بشهوة من أحد الجانبين. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت ۱/٤۸۱-٤۸۲)

ثم وجود الشهوة من أحدهما كاف. (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۲۱۳، كوئٹه۳/۱۳۰)

وجود الشهوة من أحدهما يكفى عند المس أو النظر. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳٦/۲۱٤)

هندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات القسم الثاني، مكتبه زكريا ديوبند قديم۱/۲۷۵، جديد ۱/۳٤۱۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/۱۱۳، كراچي ۳/۳٦۔

سكب الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت ۱/٤۸۳۔ ←

سوال (۱) (۱۱۵۱): قدیم ۲/ ۳۱۱ - شخصے بشب بعد نماز عشا بر بستر خود خوابیدہ بعد ازاں بجہت تنگی جائے گاہ دخترش مراہقہ منکوحہ باجازت زنش کہ مادر دختر مذکورہ شدہ بر بوریۂ بر آں بستر شخص مذکور شدہ خفتہ وشخص مزبور در خواب رفتہ واورا ایں امر بالکلیہ ہیچ معلوم نشد ناگاہ درشب چناں گردید کہ ہر دو پایش بر ہر دو ساق دختر شدہ وآلہ تناسلش انتشار یافت یعنی ہرگاہ بیدار شدہ آلہ اش از پیش منتشر بود یعنی درحالت منتشر شدہ ودرحالت خواب بیداری منتشر یافتہ وبعد بیدار شدن درا انتشار زیادتی پیدا نہ گشت؛ لیکن ہیچ خطرۂ از شہوت ولذت دردلش بجانب دختر نیافت وفی الفور پا کشیدہ اورا از دست خود مس نمودہ بنام اُوپرسید کہ تو فلاں ہستی دخترش جواب داد جی ہاں بعد ازاں از دختر روتافتہ پشت داد۔ آیا درنکاحش نقصانے افتاد یا نہ؟ چونکہ ایں امر بوقوع آمدہ وبس کہ درگرداب حیرانی وغمم لہٰذا دررمضان خصوصاً ایام اعتکاف تصدیع میدہم از عبارت۔

← **واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة (كنز) وتحته في البحر: وقيد بكون اللمس عن شهوة؛ لأنه لو كان عن غير شهوة لم يوجب الحرمة.** (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۱۷۷، كوئٹه ۳/ ۱۰۰) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) **ترجمۂ سوال**: ایک شخص عشاء کی نماز کے بعد اپنے بستر پر لیٹا، اس کے بعد جگہ کی تنگی کی وجہ سے اس کی منکوحہ مراہقہ بیٹی اپنی ماں کی اجازت سے اس کے بستر پر آلیٹی، باپ سویا ہوا تھا، اس کو اس واقعہ کا علم بالکل ہی نہ تھا، رات میں جب کروٹ لی تو اچانک اس کے دونوں پیر لڑکی کی دونوں پنڈلیوں پر پڑے، آلۂ تناسل کو منتشر پایا یعنی جب بیدار ہوا تو آلۂ تناسل پہلے سے منتشر تھا، یعنی سونے کی حالت میں منتشر ہوا اور بیداری کی حالت میں منتشر پایا اور بیدار ہونے کے بعد انتشار آلہ میں زیادتی بھی نہ ہوئی، اس کے دل میں لڑکی کی طرف سے شہوت ولذت کا کوئی خطرہ نہیں گذرا اور فوراً پیر کھینچ لیا، اور اس لڑکی کو چھوکر نام لے کر پوچھا کہ تو فلاں ہے؟ اسنے کہا کہ جی ہاں! اس کے بعد باپ لڑکی سے پشت پھیر کر سوگیا، اس سے کیا اس کے نکاح میں کوئی خرابی آئی یا نہیں؟ جس وقت سے یہ واقعہ پیش آیا ہے حیران و پریشاں ہوں؛ اس لئے رمضان میں خاص طور پر ایام اعتکاف میں میرے لئے باعث تکلیف ہے، درمختار کی عبارت ''**فلو أيقظه**'' سے دل میں اضطراب و بے چین ہوتی ہے اور شامی کی عبارت ''**وقال الفتح: وفرع عليه**'' سے دل کو کچھ تسلی ملتی ہے، مکرر یہ ہے کہ '' قولہ: مس نمودہ بنام او پرسید'' میں مس مذکور پوچھنے کے لئے تھا، کوئی دوسرا مقصد نہ تھا۔

درمختار : فلو أيقظ زوجته. الخ و كذا لوفزعت فدخلت الخ. (١)

دردل اضطرار وبیقراری بہم رسید واز عبارت شامی: و قال الفتح: و فرع عليه ما لوا نتشر و طلب امرأة فأولج بين فخذي بنتها خطأ لا تحرم. (٢)

ودردل قدرے تسلی می آید مکرر ایں کہ مس مذکور برائے پرسیدن شدہ نہ کہ امرے دیگر فی قولہ مس نمودہ بنام او پرسید الخ ۱۲ منہ۔

الجواب (٣): دریں صورت حرمت مصاہرت ثابت نشدہ۔

في الدر المختار : وحد ها (أي الشهوة) فيهما (أي المس والنظر) تحرك آلته أو زيادته وبه يفتى. و في رد المحتار : وفرع عليه مالوا نتشر وطلب امرأته (إلىٰ قوله) لاتحرم أمها ما لم يزد دالإنتشار جلد ٢، ص ٤٥٩. (٤)

۲۵/شوال ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص ۹۵)

---

(١) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ١١٢/٤-١١٤، كراچي ٣/ ٣٥-٣٧۔

(٢) شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ١٠٩/٤، كراچي ٣٣/٣۔

(٣) **ترجمۂ جواب**: اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوئی۔

(٤) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ١٠٨/٤-١٠٩، كراچي ٣٣/٣۔

وما ذكر في حد الشهوة من أن الصحيح إن تنشر الآلة أو تزداد انتشارًا هو قول السرخسي وشيخ الإسلام ...... وفرع عليه ما لو انتشر فطلب امرأته فأولج بين فخذي بنتها خطأ لا تحرم عليه الأم ما لم يزدد الإنتشار. (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٢١٢/٣، كوئٹه ١٢٩/٣)

وحد الشهوة أن تنتشر آلته أو تزداد انتشارًا إن كانت منتشرة حتى قيل: أن من انتشرت آلته وطلب امرأته وأولجها بين فخذي ابنتها لا تحرم عليه أمها ما لم تزدد انتشارًا. (تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٤٧٢/٢ امدادية ملتان ١٠٧/٢) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

خسر کے بہو کو صرف ہاتھ لگانے کا حکم

سوال (۱۱۵۲): قدیم۲/۳۱۲- بکر پسر زید جس کی عمر ۱۷ سال کی ہے بظاہر نابالغ معلوم ہوتا ہے اُس کی زوجہ ہندہ دعویٰ کرتی ہے اور حلفاً بیان کرتی ہے کہ میرا خسر زید بوقت نصف شب میری چارپائی پر اپنے مکان سے جو متصل میرے مکان سے ہے روشن راستہ سے جو دونوں مکان کے درمیان میں آمد برآمد کے لئے کھلا ہوا ہے آیا اور بارادۂ زنا مجھ کو ہاتھ لگایا جب میں یکا یک چیخ اٹھی تو کہا چپ رہ میں ہوں پھر میں نے چیخ ماری تب ہمسایوں کو خبر ہوئی زید اپنے مکان میں چلا گیا ہمسایوں سے کسی نے کہد یا کہ چور تھا دروازہ کو ذرا ہلا کر بھاگ گیا زید سے معلوم کیا کہ تو نے یہ فعل کیا؟ زید نے حلف اُٹھا کر بیان کیا کہ میں نے نہیں کیا اور نہ میں اس مکان میں گیا، یہ میرے اوپر بہتان دیا ہے، تو صرف ہندہ کے حلفی دعویٰ پر باوجود حلفاً انکار کرنے زید کے ہندہ اپنے شوہر پر حرام پر ہوگئی یا نہیں؟ فقط بینواتوجروا

الجواب: **في الدر المختار: فصل المحرمات وفي المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة؛ لأن الأصل في التقبيل الشهوة بخلاف المس اھ.** (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صرف ہاتھ لگانے سے دعویٰ شہوت کا کرنا صحیح نہیں جب شہوت ثابت نہیں تو حرمت نہیں ہوئی (۲) البتہ اگر زید شہوت سے ہاتھ لگانے کا اقرار کرے تو حرمت ہوجائے گی۔ (۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، مکتبہ زکریا دیوبند ۴/۱۱۳، کراچي ۳/۳٦۔

(۲) **قبل أم امرأته حرمت امرأته ما لم يظهر عدم الشهوة، وفي المس لا ما لم تعلم الشهوة.** (سکب الأنهر مع مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۴۸۳)

واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة (كنز) وتحته في البحر: وقيد بكون اللمس عن شهوة؛ لأنه لو كان عن غير شهوة لم يوجب الحرمة. (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/۱۷۷، کوئٹہ ۳/۱۰۰)

وفي المس والنظر إلى الفرج لا يفتى بالحرمة إلا إذا تبين أنه فعل بشهوة؛ لأنه الأصل في التقبيل الشهوة بخلاف المس والنظر. (المحیط البرهاني، کتاب النکاح، الفصل الثالث عشر، المجلس العلمي بیروت ۴/۸۹، رقم: ۳۷۱۵)

(۳) **وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها ويقع في أكبر رأيه صدقها.** (شامي، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، مکتبہ زکریا دیوبند ۴/۱۰۸، کراچي ۳/۳۳) ←

صغیر یا صغیرہ کے مس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

سوال (۱۱۵۳): قدیم ۲/۳۱۲ - زید کی عمر گیارہ سال تین مہینے یا کچھ کم و بیش غرض بارہ سال سے کم تھی، ایک مکان میں دو پلنگ بچھے ہوئے تھے، ایک پلنگ پر زید کی چچی لیٹی ہوئی تھی، اور دوسرے پلنگ پر زید کا چچا لیٹا ہوا تھا اور زید اپنے چچا کے پاس لیٹا ہوا تھا پچھلی رات جو زید بیدار رہوا تو چچا کو اپنی چچی کی چارپائی پر دیکھا زید نے یہ کہہ کر کہ کیا کر رہے ہو؟ اپنا ہاتھ اُن کی چارپائی پر ڈالا تو وہ ہاتھ شاید چچا کے بدن پر لگا یا شاید چچی کے بدن پر لگا اور دوسری بات یہ ہے کہ ان ہی ایام میں ایک روز دن کو ایک مکان میں زید کا چچا اور چچی دونوں تھے زید جو اچانک گھر میں گیا تو دیکھا کہ چچا اور چچی دونوں ایک چارپائی پر ہیں اور چچی کا بدن بالکل ننگا نظر آیا تو زید یہ حالت دیکھ کر باہر گیا تھوڑی دیر کے بعد دیوار کے اوپر کو زید نے جھانکا تو اس وقت بدن وغیرہ چچی کا کچھ نظر نہیں پڑا کیونکہ اس وقت زید کا چچا ہم بستری میں مصروف تھا پس نہیں دیکھا اب زید جوان ہوگیا اور زید کا رشتہ اسی چچی کی لڑکی سے ہوا ہے تو اب شریعت سے کوئی حد زید پر قائم نہیں ہوئی کہ جس سے نکاح جائز نہ ہو مفصل جواب مع دلائل شرعیہ بیان فرمایئے؟

الجواب: في الشامية عن الفتح: مس المراهق كالبالغ وعن البزازية المراهق كالبالغ حتى لو جامع امرأته أو لمس بشهوة تثبت حرمة المصاهرة وبعد سطر لا بد في كل منهما من سن المراهقة وأقله للأنثى تسع وللذكر اثنا عشر الخ جلد ثاني ص ۴۶۱.(۱)

← البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۷۷/۳، كوئٹه ۱۰۰/۳۔

فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، مكتبه زكريا ۲۱۳/۳، كوئٹه ۱۳۰/۳۔

لكن ثبوت الحرمة بالمس مشروط بأن يصدقها الرجل أنه بشهوة فإنه لو كذبها وأكبر رأيه إنه بغير شهوة لم تحرم. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت ۴۸۱/۱) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۱۱/۴-۱۱۲، كراچي ۳۵/۳۔ ←

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بارہ برس سے کم عمر والے لڑکے کا لمس وغیرہ قابل اعتبار نہیں، علاوہ اس کے صورت مسؤلہ میں خود بھی شک ہے کہ چچی کو ہاتھ لگایا یا نہیں، اور برہنہ بدن دیکھنا جب تک کہ فرج داخل کو نہ دیکھے موجب حرمت نہیں (۱) غرض کسی طرح یہ لمس موجب حرمت مصاہرت نہیں اس لئے زید کا نکاح اس چچی کی دختر سے جائز اور درست ہے۔ فقط

۲۰/ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ (امداد، ص ۱۶ جلد ۲)

سوال (۱۱۵۴): قدیم ۲/۳۱۳- ایک شخص اپنی چار پانچ برس کی عمر کی لڑکی کو ساتھ لے کر سویا نیند میں اپنی بیوی سمجھ کر اس لڑکی کا بوسہ لیا اور اس کو لپٹایا؛ لیکن ایک بڑا تکیہ بیچ میں رکھ کر سویا تھا، اب اس کی بیوی اس پر حلال ہے یا نہیں ہے؟

الجواب: اس سے حرمت مصاہرت نہیں ہوئی بیوی حلال ہے لانہا صغیرۃ جداً۔ (۲)

۳۰/ رمضان ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ ص ۹۳)

---

(۱) **وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها ويقع في أكثر رأيه صدقها.** (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۱۰۸، كراچي ۳/۳۳)

البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۷۷، كوئٹه ۳/۱۰۰۔

فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في محرمات، مكتبه زكريا ۳/۲۱۳، كوئٹه ۳/۱۳۰۔

وأصل ماسته وناظره إلى ذكره والمنظور إلى فرجها المدور الداخل (الدر) وفي الشامية: قيد الفرج لأنه ظاهر الذخيرة وغيرها أنهم اتفقوا على أن النظر بشهوة إلى سائر اعضائها لا عبرة به ما عدا الفرج وحينئذٍ فإطلاق الكنز في محل التقييد بحر قوله: المدور الداخل اختاره في الهداية وصححه في المحيط والذخيرة وفي الخانية: وعليه الفتوى (إلى قوله) ولا يتحقق ذلک إلا إذا كانت متكئة، فلو كانت قائمة أو جالسة غير مستندة لا تثبت الحرمة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۱۰۸، كراچي ۳/۳۳)

البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۷۷، كوئٹه ۳/۱۰۰ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **ويشترط أن تكون المرأة مشتهاة، قال أبوبكر محمد بن الفضل: بنت تسع سنين مشتهاة من غير تفصيل وبنت خمس ومادونها غير مشتهاة من غير تفصيل ...... ولو جامع صغيرة ←**

لمس سے انزال ہوجانے کی صورت میں حرمت مصاہرت ثابت نہ ہونا

سوال (۱۱۵۵): قدیم ۲/۳۱۳- بہشتی زیور میں ایک مسئلہ ہے کہ جو شخص کسی عورت کو جوش جوانی کے ساتھ بدنیتی سے ہاتھ لگائے تو اس کی ماں اور لڑکی اس مرد پر حرام ہوجاتی ہیں(۱) تو اب زید علماء دین سے استفتاء عرض کرتا ہے کہ اپنی خوشدامن سے ران اور کمر کی مالش تیل سے کرائی خوشدامن نے اس کی بہ نیت پاک بغرض علاج مالش کی اور زید کو بحالتِ مالش ران و کمر حظ نفس ہوتا رہا اور بار بار اس کی خوشدامن کا ہاتھ اس کے اعضاء تناسل سے مالش کرنے میں لگتا رہا جس سے زید کو زیادہ حظ نفس ہوا یہاں تک کہ جوش ہوکر انزال ہوگیا لیکن زید نے اس جوش کے ساتھ میں اپنی خوشدامن کو ہاتھ نہیں لگایا اور نہ اپنی خوشدامن سے عضو تناسل کی مالش کرائی اور نہ اس کی خوشدامن کی نیت میں کچھ فتور پیدا ہوا اور نہ زید نے بُرے فعل کے ارادے سے اپنی خوشدامن کو ہاتھ لگایا تو اب ایسی صورت میں زید کی زوجہ جو اس کی خوشدامن کی بیٹی ہے زید کے واسطے حلال ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار : و تكفي الشهوة من أحد هما وفي رد المحتار هذا إنما يظهر في المس(۲). و في الدرالمختار: فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة به يفتى.(۳)

← **فأفضاها لاتحرم عليه أمها.** (تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۴۷۳، امدادية ملتان ۲/۱۰۷-۱۰۸)

الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني، مكتبه زكريا ديوبند قديم۱/۲۷۵، جديد ۱/۳۴۰۔

ويشترط كونها مشتهاة حالا أو ماضيا فتثبت بمس العجوز بشهوة ولاتثبت بمس صغيرة لا تشتهى خلافا لأبي يوسف. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلملية بيروت ۱/۴۸۱) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) اختری بہشتی زیور، جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کا بیان، چوتھا حصہ ص:۵۲، اشاعتی بہشتی زیور۴/۱۸۹۔

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۱۱۳، كراچي ۳/۳۶۔

(۳) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۱۰۹، كراچي ۳/۳۳۔

پس صورتِ مسئولہ میں جب کہ انزال ہو گیا اب زید پر اس کی زوجہ حرام نہیں ہوئی (۱) البتہ اگر کبھی اور بھی مالش کرانے کا اسی طرح اتفاق ہوا اور اس میں انزال ہوا اس سے زوجہ زید پر حرام ہو جائیگی۔ واللہ اعلم

۱۹/ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ (امداد، ص ۳۴، ج ۲)

ثانی : امدادالفتاویٰ جلد ۲، ص ۳۴ میں مسئلہ عدم ثبوت مصاہرت الخ کا ہے اس میں اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ اگر مس سے انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ (۲) (تتمہ ثالثہ، ص ۲۳۳)

رضاعی بھتیجی سے نکاح کی حرمت

سوال (۱۱۵۶): قدیم ۲/ ۳۱۴- دو عورتیں ہیں ایک کا نام عظیمن ہے دوسری کا نام رحیمن، عظیمن کا لڑکا پانچ چھ ماہ کا ہے رحیمن کا لڑکا چار پانچ یوم کا ہے اور کچھ بیمار بھی ہے وہ اپنی ماں کا دودھ بوجہ اس کے کہ پستان میں دودھ بہت ہے اس کی منہ میں آسانی سے پستان نہیں آسکتا دودھ نہیں پی سکتا رحیمن نے اس غرض سے کہ پستان کچھ ہلکی ہو جائیں عظیمن کے لڑکے کو دودھ پلا دیا اب اس وقت میں عظیمن کا لڑکا جوان ہو گیا اور اس کی شادی بھی ہو گئی اور اس کے گھر میں ایک لڑکی بھی پیدا ہو گئی اور رحیمن کے بھی آٹھ سات اولادیں ہوئیں اب رحیمن اپنے آٹھویں لڑکے کی شادی عظیمن کے اس لڑکے کی لڑکی کے ساتھ کرنا چاہتی ہے جس کو دودھ پلایا تھا کیا یہ از روئے شرع شریف ہو سکتا ہے؟

---

(۱) **والزنا يوجب حرمة المصاهرة. وكذا المس بشهوة من أحد الجانبين (وقوله ولو أنزل مع المس لا تثبت الحرمة هو الصحيح.** (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دار الكتب العلمية بيروت ١/ ٤٨٠- ٤٨٢)

(۲) **ووجود الشهوة من أحدهما يكفي وشرطه أن لا ينزل، حتى لو أنزل عند اللمس أو النظر لم يثبت به حرمة المصاهرة؛ لأنه ليس بمفض إلى الوطء لانقضاء الشهوة.** (تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٤٧٢، امدادية ملتان ٢/ ١٠٧)

الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني، مكتبه زكريا ديوبند ١/ ٢٧٥، جديد ١/ ٣٤١۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: عظیمن کی یہ پوتی ہے رحیمن کے اس فرزند کی رضاعی بھتیجی ہے؛ لہٰذا یہ نکاح شرعاً حرام اور باطل ہے۔

لقوله عليه السلام: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب. (۱) فقط

۲۰/ جمادی الاُخریٰ ۱۳۲۶ھ (تتمہ اولیٰ ص ۷۶)

رضاعی چچا اور رضاعی ماموں سے نکاح حرام ہے

سوال (۱۱۵۷): قدیم ۲/۳۱۴- زید نے اپنی بہن حقیقی ہندہ کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے اب زید چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کا عقد ہندہ کے لڑکے کے ساتھ کرے اور یہ لڑکا ہندہ کا جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا زید عقد کرنا چاہتا ہے ہندہ کا وہ لڑکا نہیں ہے جس کے ساتھ زید نے ملکر ہندہ کا دودھ پیا ہے بلکہ ہندہ کا یہ دوسرا لڑکا ہے تو یہ نکاح شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: ہندہ کا یہ لڑکا اس زید کی لڑکی کا رضاعی چچا ہے مثل حقیقی چچا کے حرام ہے؛ لہٰذا یہ نکاح حرام ہے۔ (۲)

---

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم في بنت حمزة، لا تحل لي، يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب، هي بنت أخي من الرضاعة.

(صحيح البخاري، كتاب الشهادت، باب الشهادت على الأنساب والرضاع المستفيض، النسخة الهندية ۱/۳۶۰، رقم: ۲۵۷۱، ف: ۲۶۴۵)

صحيح مسلم، كتاب الرضاع، فصل يحرم من الرضاع ما يحرم من الرحم، النسخة الهندية ۱/۴۶۷، بيت الأفكار الدولية رقم: ۱۴۴۷۔

سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، النسخة الهندية ص: ۱۳۹، دارالسلام رقم: ۱۹۳۸۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم في بنت حمزة، لا تحل لي، يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب، هي بنت أخي من الرضاعة.

(صحيح البخاري، كتاب الشهادة، باب الشهادة على الانساب والرضاع المستفيض، النسخة الهندية ۱/۳۶۰، رقم: ۲۵۷۱، ف: ۲۶۴۵) ←

اور زید کے ساتھ دودھ پینے نہ پینے کو اس میں کچھ دخل نہیں۔(۱)

۱۵/شوال ۱۳۲۱ھ (امداد ص ۵۱، ج ۲)

سوال (۱۱۵۷): قدیم ۲/۳۱۵ -(۱) میرے چچا کی لڑکی ہے اُس لڑکی نے دو چار روز بحالت مجبوری میری بیوی کا دودھ پیا ہے تو وہ لڑکی میرے چھوٹے بھائی کے عقد میں آسکتی ہے یا نہیں یعنی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور وہ لڑکی میرے حقیقی سالے کو ہوسکتی ہے یا نہیں۔؟

(۳) میرے ماموں صاحب نے میری والدہ کا یعنی اپنی ہمشیرہ کا دودھ پیا ہے تو اس ماموں کی لڑکی سے ہمارا نکاح جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب: (۱) نہیں کیونکہ وہ چھوٹا بھائی اس لڑکی کا عم رضاعی ہے۔(۲)

← صحیح مسلم، کتاب الرضاع، فصل یحرم من الرضاع ما یحرم من الرحم، النسخة الهندية ۱/۴٦۷، بيت الأفكار الدولية رقم:۱۴۴۷۔

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا ...... وأخو الرجل عمه وأخته عمته. (الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۳۴۳، جديد ۱/۴۰۹)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۳٦۲، رقم:٦۴۲۲

(۱) **ولا حل بين رضيعي امرأة؛ لكونها أخوين وإن اختلف الزمن.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۴۱۰، كراچي ۳/۲۱۷)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاع ما يحرم من الولادة.** (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة، النسخة الهندية ۱/۲۸۰، دارالسلام رقم:۲۰۵۵)

سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، النسخة الهندية ص:۱۳۹، دارالسلام رقم:۱۹۳۷۔

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا ...... وأخو الرجل عمه وأخته عمته. (الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۳۴۳، جديد ۱/۴۰۹) ←

(۲) نہیں کیونکہ وہ سالا لڑکی کا خال رضاعی ہے۔(۱)

(۳) نہیں کیونکہ آپ اس لڑکی کے عم رضاعی ہیں۔(۲)

۹/ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص ۹۶)

مرضعہ کی لڑکی جو کہ دوسرے شوہر سے ہو نکاح جائز نہیں

سوال (۱۱۵۸): قدیم ۲/ ۳۱۵- کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وحارث حقیقی بھائی ہیں دونوں کی شادی ہوئی اور ایک ہی وقت میں بفضل خدا صاحبِ اولاد ہوئے زید کا لڑکا زندہ رہا اور حارث کا لڑکا بعد کئی مہینے فوت ہوا، زوجہ حارث کے جس وقت دودھ اترا جوڑی بخار اعضاء شکنی پیدا ہوئی قیامت کا سامنا ہوا سبھوں نے رائے دی کہ دودھ زید کے لڑکے کو برائے دفع گرانی پلا دیا جاوے

← الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٦٢، رقم: ٦٤٢٢۔

(۱) **عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاع ما يحرم من الولادة.** (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة، النسخة الهندية ١/ ٢٨٠، دارالسلام رقم: ٢٠٥٥)

سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، النسخة الهندية ص: ١٣٩، دارالسلام رقم: ١٩٣٧۔

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا ...... **وأخو الرجل عمه وأخته عمته وأخو المرضعة خاله وأختها خالته.** (الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٣٤٣، جديد ١/ ٤٠٩)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٦٢، رقم: ٦٤٢٢۔

(۲) **عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم في بنت حمزة، لا تحل لي، يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب، هي بنت أخي من الرضاعة.** (صحيح البخاري، كتاب الشهادة، باب الشهادة على الانساب والرضاع المستفيض، النسخة الهندية ١/ ٣٦٠، رقم: ٢٥٧١، ف: ٢٦٤٥)

صحيح مسلم، كتاب الرضاع، فصل يحرم من الرضاع ما يحرم من الرحم، النسخة الهندية ١/ ٤٦٧، بيت الأفكار الدولية رقم: ١٤٤٧۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

لہٰذا بچہ مذکور دودھ پلایا گیا مگر تھوڑا کسی قدر تکان دفع ہوا دو چار بار ایسا کیا گیا اتفاق سے حارث کا انتقال ہوگیا زوجۂ حارث نے بعدعدّت دوسرا نکاح کرلیا شوہر دیگر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی زید کے لڑکے کا اس لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

یہ خیال رہے کہ یہ کام جوکیا گیا ہے بطور دوا جس طرح سے کسی کو تین دن فاقہ ہو کچھ کھانے کو میسر نہ ہوتو کتابلّی بندر جو ملے کھالیوے مگر شکم پُر نہ کرے ایسی حالت میں وہ اسلام سے خارج نہیں ہوسکتا نہ مسلمان اُس سے تعرض وتحرز کریں گے مثال اسی کی ہے جواب باصواب جلد عنایت کیجئے گا تکلیف اترنے دودھ تحقیقات کرلیجئے گا اس وقت مستوراتوں کو کیسا معلوم ہوتا ہے اور نہ اس ارادہ سے کیا گیا محض دفع تکلیف؟ بینوا توجروا

الجواب: یہ نکاح جائز نہیں(۱) رضاعت کے احکام ہر حالت میں دودھ پینے سے ثابت ہوجاتے ہیں گو وہ دودھ پینا کسی طور پر ہو۔

في الدرالمختار: و مخلوط بماء أو دواءٍ الخ. (۲)

۴/رجب ۱۳۳۶ھ (تتمہ خامسہ ص ۶۱)

---

(۱) **عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاع ما يحرم من الولادة.** (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۰، دارالسلام رقم: ۲۰۵۵)

سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، النسخة الهندية ص: ۱۳۹، دارالسلام رقم: ۱۹۳۷۔

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا ...... وأخو الرجل عمه وأخته عمته. (الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۳۴۳، جديد ۱/ ۴۰۹)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۳۶۲، رقم: ۶۴۲۲۔

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۴۱۱، كراچي ۳/ ۲۱۸۔

وإذا جعل لبن امرأة في دواء فأوجر منه صبيا أو اسعط منه واللبن غالب فهذا رضاع؛ لأنه إنما يجعل في الدواء ليصل بقوة الدواء إلى ما لا يصل إليه وحده، فكان هذا أبلغ ←

پھوپھی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت

سوال (۱۱۵۹): قدیم ۲/۳۱۶- زید صاحب اولاد ہے اور متقی ہے اور چالیس برس کا ہے اور زوجہ اولیٰ زندہ ہے من بعدہ وہ یعنی زید اپنی زندہ زوجہ کی سوتیلی پھوپھی (یعنی عمّہ) سے نکاح کرتا ہے آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور جب اس کوٹو کا گیا تو اپنے فعل پر اصرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں ایسا نکاح ناجائز نہیں دیکھا کیا ایسا شخص متقی ہے کیا اس کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے کیا یہ کفر کی حد تک پہنچتا ہے؟ آپ فتویٰ دیں۔

الجواب: في الدر المختار: باب المحرمات و عمته و خالته (إلیٰ قوله) ویدخل عمة جده وجدته و خالتهما الأشقاء وغيرهن. وفي رد المحتار: قوله: الأشقاء وغيرهن لا يختص هذا التعميم بالعمة والخالة، فإن جميع ما تقدم سویٰ الأصل و الفرع كذلك كما أفاده الإطلاق الخ ج۲، ص ۴۵۵. (۱)

وفي الدر المختار: وحرم الجمع إلیٰ قوله بين امرأتين أيتهما فرضت ذكرا لم تحل للأُخرى ابداً لحديث مسلم لا تنكح المرأة علیٰ عمتها و هو مشهور يصلح مخصصا للكتاب. وفي رد المحتار: قوله: وهو مشهور فإنه ثابت من صحيحی مسلم وابن حبان رواه أبو داؤد، والترمذی، والنسائي. وتلقاه الصدر الأول بالقبول من الصحابة والتابعين ورواه الجم الغفير منهم أبوهريرة، وجابر، وابن عباس، وابن عمر، وابن مسعود، وأبوسعيد الخدری إلیٰ آخر ما قال و أطال. جلد ۲ صفحه ۴۶۶. (۲)

← في حصول معنى التغذي به؛ فلهذا تثبت به الحرمة. (المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح، باب الرضاع، دارالكتب العلمية بيروت ۵/ ۱۴۰)

يشترط أن يصل اللبن إلى المعدة بارتضاع أو إيجار أو إسعاط، وإن كان الطفل نائما؛ لأن المؤثر في التحريم هو حصول الغذاء باللبن وإنبات اللحم وإنشاز العظم وسد المجاعة لتحقق الجزئية ولايحصل ذلك إلا بما وصل إلى المعدة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۲/ ۲۴۵) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۰۱ تا ۱۰۳، كراچي ۳/ ۲۹- ۳۰۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۱۶- ۱۱۷، كراچي ۳/ ۳۸- ۳۹۔

روایت اولیٰ سے معلوم ہوا کہ پھوپی خواہ سگی ہو یا سوتیلی یعنی باپ کی علاتی بہن یا اخیافی سب حرام ہیں(۱) اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ جن عورتوں میں ایک کو مرد فرض کرنے سے دوسری سے نکاح حرام ہو ان کو جمع کرنا حرام ہے(۲) اور صورۃ مسئولہ میں جن عورتوں کو جمع کیا ہے یہ پھوپی بھتیجی سے جن میں ایک کو مرد فرض کرنے سے اُس کا نکاح دوسرے سے حرام ہے "للروایة الأولیٰ" پس دونوں کو جمع کرنا لامحالہ حرام ہوگا "للروایة الثانیة" ایسا شخص ہرگز متقی نہیں اگر وہ اس فعل سے توبہ کرکے پھوپی کو چھوڑ نہ دے تو فاسق ہے(۳) اور یہ فسق قریب بکفر ہے امامت اس کی جائز نہیں۔(۴) فقط ۲۵/شوال ۱۳۲۶ھ (تتمہ اولیٰ ص ۷۶)

---

(۱) **قوله تعالیٰ: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ.** [النساء:۲۳]
وتحته في تفسير المظهري: وعماتكم وخالاتكم تعم أخوات الأب لأحد الأبوين أولهما.
(تفسير المظهري، سورة النساء تفسير رقم الآية:۲۳، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/۵٦، جديد۲/۲٦۵)

يحرم على الرجل أمه وجدته...... وعمته وخالته لأب وأم أو لأحدهما لقوله تعالیٰ وعماتكم وخالاتكم. [سورة النساء:۲۳]

وتدخل في العمات والخالات أولاد الأجداد والجدات وإن علو. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت ۱/٤٧٦-٤٧٧)

(۲) **عن جابرؓ قال: نهي رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تنكح المرأة على عمتها أو خالتها.** (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لاتنكح المرأة على عمتها، النسخة الهندية ۲/٧٦٦، رقم:٤٩١٧، ف:۵١٠٨)

صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها، النسخة الهندية ۱/٤۵۳، بيت الأفكار الدولية رقم:١٤٠٨۔

وحرم أيضًا الجمع بين امرأتين بنكاح أو ملك يمين وطئا أية أي أية امرأة منهما فرضت ذكرا حرم النكاح بينهما كالمرأة وعمتها إذ لو فرضت المرأة ذكرا حرم عليه نكاح عمته أو العمة كذلك حرم عليه نكاح بنت أخيه فحرم الجمع. (النهر الفائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند۲/١٩٠)

(۳) **من استحل حراما قد علم حرمته في دين النبي صلى الله عليه وسلم كنكاح ذوي المحارم أو شرب الخمر أو أكل ميتة أو دم أو لحم خنزير من غير ضرورة فهو كافر، وفعله هذه الأشياء فسق دون الاستحلال.** (الفتاوى التاتارخانية، باب أحكام المرتدين، فصل في ردالأوامر الشرعية، مكتبه زكريا ديوبند٧/٣١٣، رقم:١٠۵٧٢)

(۴) **يكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى، وفي الشامية: (قوله فاسق) من الفسق** ←

نکاح کے بعد ساس کا اپنے حمل کو داماد کا بتانا

سوال (۱۱۶۰): قدیم ۲/ ۳۱۶ - ایک لڑکی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کیا گیا اُس کی ماں بیوہ تھی اس کو حمل ظاہر ہوا پورا پوچھنے پر اس نے یہ کہا کہ حمل فلاں شخص سے ہے جس سے اس لڑکی کا نکاح کر دیا گیا تھا نکاح کئے ہوئے مہینہ دو مہینہ ہوئے اور حمل چھ ماہ کا ہے۔ اب لڑکی کے نانا نے رخصتی سے انکار کر دیا ہے، پس آیا نکاح سابق صحیح ہوا یا کہ نانا کو اختیار ہے کہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح پڑھوا دے؟

استفتاء مولوی محمد رشید صاحب نسبت سوال مذکور

ایک مسئلہ ارسال خدمت خدام والا ہے اس کی نسبت بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوا؛ اس لئے کہ فقہاء نے جو یہ لکھا ہے کہ نکاح حرمت مصاہرت سے مرتفع نہیں ہوتا اُس سے بظاہر یہ مراد ہے کہ نکاح کے بعد جو حرمت پیش آوے۔

وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح. الخ درمختار. (۱)

نکاح فاسد و باطل کی تحقیق درمختار و شامی بھی قابل غور ہے اُس میں نکاح اختین میں لکھا ہے کہ ایک کے بعد اگر دوسرے سے عقد ہو تو متاخر باطل ہے (۲) تو جب زنا کی وجہ سے لڑکی حرام ہوگئی ہے

← **هو الخروج عن الاستقامة لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني، وأكل الربا. ونحو ذلك.** (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۹۸، كراچي ۱/ ۵۵۹-۵۶۰)

كذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مكتبه اشرفية ديوبند ۱/ ۱۲۲ ۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۱۴، كراچي ۳/ ۳۷۔

(۲) **نكاح الأختين معا فإن الظاهر أنه لم يقل أحد بجوازه؛ ولكن لينظر وجه القيد بالمعية. والظاهر أن المعية في العقد لا في ملك المتعة؛ إذ لو تأخر أحدهما عن الآخر فالمتأخر باطل قطعًا.** (شامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۷۴-۲۷۵، كراچي ۳/ ۱۳۲)

تو نکاح باطل ہو جانا چاہئے لیکن فقہاء نے نکاح محارم کے فاسد یا باطل ہونے میں اختلاف کیا ہے جیسے کہ شامی نے نکاح فاسد و باطل میں لکھا ہے (۱) آیا اس میں کون قول صحیح ہے اور فاسد میں غالبًا طلاق کی یا جُدائی کی ضرورت ہوگی اور باطل میں ضرورت نہ ہوگی اور بحر نے جو لکھا ہے کہ نکاح فاسد وہ ہے جس میں فقہاء کا اختلاف ہو اور باطل وہ ہے جس میں اتفاق ہو (۲) اس سے یہ شبہ پڑتا ہے کہ یہ نکاح فاسد ہو اس لئے کہ اس میں امام شافعیؒ کا خلاف ہے ان کے نزدیک حرمت مصاہرت زنا سے ثابت نہیں ہوتی۔ غرضیکہ شبہات پڑتے ہیں اس میں اعلیٰ حضرت کی کیا رائے ہے؟

الجواب: میرے خیال میں یہ آتا ہے کہ باطل وہ ہے جہاں محل ہی صالح نہ ہو (۳) اور فاسد وہ ہے جہاں محل صالح ہو؛ لیکن کوئی شرط جواز کی مفقود ہو۔ (۴)

---

(۱) **نعم في البزازية: حكاية قولين في أن نكاح المحارم باطل أو فاسد.** (شامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٧٤، كراچي ٣/١٣٢)

(۲) **كل نكاح اختلف العلماء كالنكاح بلا شهود فالدخول فيه يوجب العدة، أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة، إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة؛ ولهٰذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زني كما في القنية وغيرها.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٤٢، كوئٹه ٤/١٤٤)

شامي، كتاب الطلاق، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٧٤، كراچي ٣/١٣٢۔

(۳) **أن نكاح المحارم باطل أو فاسد والظاهر أن المراد بالباطل ما وجوده كعدمه، ولهذا لا يثبت النسب ولا العدة في نكاح المحارم أيضاً.** (شامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٧٤، كراچي ٣/١٣٢)

(۴) **المراد بالنكاح الفاسد النكاح الذي لم تجتمع شرائطه كتزوج الأختين معا والنكاح بغير شهود ونكاح الأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة.** (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢٩٤، كوئٹه ٣/١٦٩)

وهو (النكاح الفاسد) الذي فقد شرطًا من شرائط الصحة كشهود ومثله تزوج الأختين معًا ونكاح الأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة. (شامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٧٤، كراچي ٣/١٣١)

سو باطل تو منعقد ہی نہ ہوگا (۱) اور فاسد منعقد ہوکر مثبت بعض احکام ہوگا مگر تفریق واجب ہوگی (۲) اورما اختلف العلماء في جوازه میرے نزدیک صحیح نہیں اسی طرح فاسد و باطل میں فرق نہ کرنا بھی مأول ہے اس کے ساتھ کہ بعض کے کلام میں باطل کو فاسد سے تعبیر کردیا ہے سو مطلب یہ ہے کہ اس بعض کے کلام واصطلاح میں کچھ فرق نہیں نہ یہ کہ دونوں کے معنوں میں بھی فرق نہیں پس اس بناء پر چونکہ یہ نکاح محرم سے ہوا ہے جس میں محل ہونے کی صلاحیت ہی نہیں اس لئے یہ نکاح باطل بمعنی غیر منعقد ہوگا اور بلا طلاق یہ لڑکی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے مگر اس شرط سے کہ زید اس کا مقر بھی ہو کہ ہندہ سے میں نے زنا یا مس بالشہوۃ کیا ہے اور اگر وہ انکار کرتا ہو تو لڑکی کو اپنے ظن پر ایک حق ثابت ظاہراً کا رفع جائز نہ ہوگا۔ (۳) واللہ اعلم

۵/ رمضان ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ ص ۸۶)

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة، إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٧٤، كراچي ٣/١٣٢)

(٢) وفي النكاح الفاسد إنما يجب مهر المثل ...... والمراد بالنكاح الفاسد الذي لم تجتمع شرائطه ...... ويجب على القاضي التفريق بينهما كيلا يلزم إرتكاب المحظور اغترارًا بصورة العقد وذكر في المحيط: من باب نكاح الكافر ولو تزوج ذمي مسلمة فرق بينهما؛ لأنه وقع فاسدًا فظاهره أنهما لا يحدان وأن النسب يثبت فيه والعدة، إن دخل بها. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند٣/٢٩٤-٢٩٥، كوئٹه٣/١٦٩)

(٣) مستفاد: رجل قبل امرأة أبيه بشهوة أو قبل الأب امرأة ابنه بشهوة وهي مكرهة وأنكر الزوج أن يكون بشهوة. فالقول قول الزوج وإن صدقه الزوج وقعت الفرقة. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني، مكتبه زكريا ديوبند قديم١/٢٧٦، جديد ١/٣٤٢)

حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات كوئٹه٢/١٧۔

قيل له ما فعلت بأم امرأتک فقال جامعتها تثبت الحرمة ولا يصدق أنه كذب ولوهازلا .

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/١١٥، كراچي ٣/٣٨۔

خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثالث، قبيل الفصل الرابع في الرضاع، مكتبه اشرفية ديوبد ٢/١٠۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

استفتاء مکرر مولوی محمد رشید صاحب نسبت سوال مذکور

جو کچھ اعلیٰ حضرت نے ترقیم فرمایا ہے سب بجا و درست ہے لیکن مسئلہ اوّل کی نسبت پھر یہ تردد ہوتا ہے کہ محرمات سے نکاح کرنے کے متعلق شامی نے اختلاف نقل کیا ہے اور کسی کو ترجیح نہیں دی حدود میں درمختار میں لکھا ہے کہ نسب ثابت ہوجا تا ہے(۱) اس لئے ظاہر ہے کہ باطل نہیں ورنہ وجود وعدم برابر ہوتا پس اعلیٰ حضرت نے باطل ہونے کو کس روایت کی وجہ سے ترجیح دی ہے؟

الجواب: شامی نے اس پر بھی کلام نقل کیا ہے اور ایسے ہی نکاح فاسد کی بحث میں لکھا ہے:

لا يثبت النسب ولا العدة في نكاح المحارم الخ. (۲)

اور اگر یہ فاسد بھی ہو تب بھی زوجین میں سے ہر ایک کو بدون رضاء آخر فسخ وتفریق کا اختیار ہے جیسا کہ شامی نے چلپی سے نقل کیا ہے تحت قول درمختار:

من وقت التفريق أي تفريق القاضي و مثله التفرق و هو فسخهما أو فسخ أحدهما ج ۲ ص ۵۷۶۔(۳)

پس ثبوت نسب بھی متفق علیہ نہ رہا اور میں نے جو باطل ہونے کو ترجیح دی ہے وہ درایت سے ہے اور پھر باطل وفاسد(*) اس امر مسئول عنہ میں مساوی بھی ہیں کما مر۔

(*) قابل اظہار یہ امر ہے کہ مجھ کو باوجود اس بسط کے اس بحث میں شرح صدر نہیں ہوا ناظرین اپنی طور پر تحقیق فرمالیں ۔۱۲ منہ

---

(۱) **ولا حد أيضا بشبهة العقد أي عقد النكاح عنده أي الإمام كوطء محرم نكحها ...... وحرر في الفتح: أنها من شبهة المحل وفيها يثبت النسب كما مر.** (الدر المختا مع رد المحتا، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد، مكتبه زكريا ديوبند۶/۳۲ تا ۳۴، كراچي ۴/۲۳-۲۴)

(۲) شامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۲۷۴، كراچي ۳/۱۳۲۔

(۳) شامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۲۷۶، كراچي ۳/۱۳۳۔

نکاح فاسد وباطل کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس بارے میں دار العلوم دیوبند کے شعبۂ افتاء کے ایک طالب علم کے سوال کے جواب میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے دار الافتاء سے تحقیقی فتوی لکھا گیا تھا، جو فتاوی قاسمیہ میں بھی شامل کیا گیا ہے، اس کو یہاں بھی نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

نکاح فاسد و باطل کی تحقیق سے متعلق ایک جامع فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم لوگ ایک مسئلہ میں بہت الجھے ہوئے ہیں، بحث ومباحثہ کے بعد بھی ابھی تک کوئی حل نہیں نکل رہا ہے، وہ یہ ہے کہ نکاح فاسد اور باطل میں کیا فرق ہے؟ براہ کرم مثال سے اس کی تعریف کو واضح فرمائیں۔

المستفتی: محمد مسعود احمد، آندھرا پردیش، متعلم افتاء دار العلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح فاسد اور نکاح باطل میں حد امتیاز قائم کرنے میں کتب فقہ کے جزئیات مختلف انداز سے ملتے ہیں، جن سے آسانی کے ساتھ کھل کر بات واضح نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے مختصر انداز سے اس طرح سے سمجھنے کی ضرورت ہے، جس سے زیادہ الجھاؤ اور گنجلک پیدا نہ ہو؛ لہٰذا اس کو یوں سمجھیں کہ اس میں تین درجات ہوں گے:

(۱) نکاح باطل مجمع علیہ . (۲) نکاح فاسد مجمع علیہ . (۳) مختلف فیہ بعض وجوہ سے باطل ہے اور بعض وجوہ سے فاسد ہے؛ اس لئے اس شکل کو بعض لوگوں نے باطل کہا ہے اور باطل کا حکم لاگو کیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کو فاسد کہا ہے؛ اس لئے فاسد کا حکم جاری کیا ہے۔

اب ہر ایک کی مختصر وضاحت یہ ہے:

(۱) **نکاح باطل مجمع علیہ**: وہ ہے جس میں رکن نکاح اور محل نکاح ہی مفقود ہو مثلاً کسی کی منکوحہ عورت ہے جب تک اس کے نکاح میں رہے گی، وہ دنیا کے کسی بھی مرد کے لئے محل نکاح نہیں رہے گی، اس سے جان بوجھ کر نکاح کرنے سے نکاح باطل ہے، اس کی اولادیں اس مرد سے ثابت نہ ہوں گی، اور نہ ہی اس مرد پر مہر واجب ہوگا اور نہ ہی اس عورت پر عدت واجب ہوگی؛ بلکہ وہ بدستور اپنے پہلے شوہر کی بیوی ہے اور واطی کے اوپر حد شرعی جاری ہوجائے گی۔ اسی طرح غیر کی معتدہ ہے، اس سے جان بوجھ کر نکاح کیا ہو،

تو اس پر بھی وہی احکام جاری ہو جائیں گے- اسی طرح حقیقی محرم عورت کے ساتھ جان بوجھ کر نکاح کر لے تو یہ نکاح بھی مجمع علیہ باطل ہے؛ اس کے اوپر بھی وہی سارے احکام جاری ہو جائیں گے جو اوپر ذکر کیے گئے، اسی طرح مسلمہ عورت کے ساتھ کسی کافر کا نکاح ہو جائے، تو یہ نکاح بھی باطل ہوگا، اس کافر سے اولاد کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر مہر لازم ہوگا، اس کے لئے یہ چند عبارات بطور نظیر پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة، إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، قال: فعلى هذا يفرق بين فاسده و باطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنىٰ. (شامي، زكريا ٤/ ٢٧٤، شامي، زكريا ٥/ ١٩٧، كراچي ٣/ ٥١٦، البحرالرائق، كوئٹه ٤/ ١٤٤، زكريا ٤/ ٢٤٢)

(۲) إن نكاح المحارم باطل، أو فاسد والظاهر أن المراد بالباطل ماوجوده كعدمه، ولذا لا يثبت النسب ولاالعدة في نكاح المحارم أيضاً. (شامي، زكريا ٤/ ٢٧٤، كراچي ٣/ ١٣٢)

(۳) أما إذا لم تكن هناك شبهة تسقط الحد، بأن كان عالماً بالحرمة، فلايلحق به الولدعند الجمهور، وكذلك عند بعض مشايخ الحنفية؛ لأنه حيث وجب الحد فلا يثبت النسب. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٨/ ١٢٤)

(۴) نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه، ولاتجب العدة؛ لأنه نكاح باطل. (شامي، زكريا ٤/ ٢٧٤، كراچي ٣/ ١٣٢)

(۲) نکاح فاسد مجمع علیہ: یہ ایسا نکاح ہے جس میں عورت محل نکاح ہے؛ لیکن شرائط نکاح مفقود ہیں، مثلاً نصاب شہادت پورا نہیں ہے، تو ایسی صورت میں بالاتفاق یہ نکاح فاسد ہے، اس سے مرد کے اوپر مہر بھی واجب ہوتا ہے، اور علیحدگی کی صورت میں عدت بھی واجب ہو جاتی ہے، اور اولاد کا نسب بھی مرد سے ثابت ہوتا ہے اور اس مرد کے اوپر حد جاری نہیں ہوگی- اسی طرح دو بہنوں سے ایک ساتھ ایک عقد میں نکاح کیا -یا بیوی کو طلاق دی اور اس کی عدت کی حالت میں اس کی بہن سے نکاح کرلیا- یا چار بیویوں میں سے ایک کو طلاق دی اور اس کی عدت کی حالت میں پانچویں سے نکاح کرلیا، ان صورتوں میں جو دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کیا ہے وہ نکاح فاسد ہے، اور فساد کی علت معیت فی العقد ہے؛ لہٰذا اگر آگے پیچھے نکاح کرے گا، تو پہلا والا صحیح اور دوسرا والا باطل ہوکر پہلی شکل میں شامل ہو جائے گا۔

والحاصل أنه لا فرق بينهما في غير العدة، أما فيها فالفرق ثابت، وعلى هذا فيقيد قول البحرهنا: ونكاح المعتدة بما إذا لم يعلم بأنها معتده؛ لكن يرد على ما في المجتبىٰ، مثل نكاح الأختين معاً، فإن الظاهر أنه لم يقل أحد بجوازه؛ ولكن لينظر وجه التقييد بالمعية، والظاهر أن المعية في العقد لا في ملك المتعة، إذلو تأخر أحدهما عن الآخر فالمتأخرباطل قطعاً. (شامي، زكريا ٤/ ٢٧٤، كراچي ٣/١٣٢)

یا اپنی بیوی کوطلاق دی اوراس کی عدت کی حالت میں اس کی بہن سے نکاح کرلیا، تو یہ نکاح بھی فاسد ہے، محیط سرخسی کے حوالہ سے ہندیہ میں جوعبارت لکھی گئی ہے، اس کا یہی حاصل ہوسکتا ہے؛ اس لئے کہ اس عبارت کا آخری حصہ اسی کی طرف اشارہ کررہا ہے اوراس عبارت کا پہلا حصہ مشتبہ ہے۔

وإن تزوجهما في عقدتين، فنكاح الأخيرة فاسد، ويجب عليه أن يفارقها، ولو علم القاضي بذلك يفرق بينهما، فإن فارقها قبل الدخول لا يثبت شيئ من الأحكام، وإن فارقها بعد الدخول فلها المهر، و يجب الأقل من المسمىٰ، ومن مهر المثل وعليها العدة، ويثبت النسب، ويعتزل عن امرأته حتى تنقضي عدة أختها، كذا في محيط السرخسي. (هندية، زكريا ١/ ٢٧٧ - ٢٧٨ جديد ١/ ٣٤٣)

چار بیویوں میں سے ایک بیوی کوطلاق دینے کی صورت میں پانچویں بیوی سے جونکاح کیا ہے وہ نکاح فاسد ہے باطل نہیں ہے؛ لہٰذا چار کی موجودگی میں پانچویں سے نکاح کرے گا، تو پانچویں کا نکاح باطل ہوکر پہلی شکل میں داخل ہوجائے گا، اس لئے کہ چار بیویوں کی موجودگی میں اس مرد کے لئے مزید دنیا کی کوئی عورت محل نکاح نہیں رہتی ہے۔ اور چوتھی کی عدت کی حالت میں محل نکاح مشتبہ ہوجاتا ہے۔

اب چند جزئیات بطورنظیر پیش کئے جارہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ويجب مهر المثل في نكاح فاسد، وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود (در مختار) وتحته في الشامية: ومثله تزوج الأختين معاً، ونكاح الأخت في عدة الأخت، ونكاح المعتدة، والخامسة في عدة الرابعة، والأمة على الحرة. (شامي، زكريا ٤/ ٢٧٤، كراچي ٣/ ١٣١)

(۲) ويتفقون كذلك على وجوب العدة، وثبوت النسب في النكاح المجمع على فساده بالوطء كنكاح المعتدة، وزوجة الغير والمحارم إذاكانت هناك شبهة تسقط الحد، بأن كان لا يعلم بالحرمة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٨/ ١٢٣)

(۳) والصحيح أنها شبهة عقد، لأنه روي عن محمدؒ أنه قال: سقوط الحد عنه لشبهة حكمية فيثبت النسب، وهكذا ذكر في المنية، وهذا صريح بأن الشبهة في المحل و فيها يثبت النسب. (شامي، زكريا٦/ ٣٤، كراچي ٤/ ٢٤)

(۴) والمراد بالنكاح الفاسد: النكاح الذي لم تجتمع شرائطه كتزوج الأختين معاً، والنكاح بغير شهود، ونكاح الأخت في عدة الأخت، ونكاح المعتدة، والخامسة في عدة الرابعة، و الأمة على الحرة. (البحرالرائق، کوئٹہ ٣/ ١٦٩، زكريا٣/٤ ٢٩)

(۳) مختلف فيه: یہ تیسری شکل کوئی مستقل شکل نہیں ہے؛ بلکہ پہلی اوردوسری شکل کا اختلاط ہے، پہلی شکل کو جان بوجھ کرکرنے کی صورت میں نکاح باطل ہے اور عدم علم کی صورت میں نکاح فاسد ہے؛ اس لئے فقہاء کی عبارتیں اس سلسلے میں مخلوط ہوگئی ہیں، کہیں تو ایسا کہہ دیا گیا ہے کہ معتدۃ الغیر سے نکاح کرنا اورمحرم سے نکاح کرنا نکاح فاسد ہے۔اور کہیں ایسا کہہ دیا گیا ہے کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنا، یا معتدۃ الغیر سے نکاح کرنا نکاح باطل ہے اور باطل اورفاسد کے لئے جو قیودات ہیں ان کو واضح نہیں کیا گیا؛ اس لئے ان عبارات میں اشتباہ پیدا ہوگیا؛ چنانچہ بعض لوگوں نے یہی کہا ہے کہ:

حكم الباطل والفاسد واحد في الغالب. (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة، دارالفكر بيروت ٤/ ١١٨)

اس اشتباہ کی اصل وجہ یہ ہے کہ قیودات وشرائط کا ذکرنہیں کیا جاتا؛ اس لئے یہ کوئی مستقل قسم نہیں اوراسی وجہ سے ایسی مشتبہ بات بھی لکھی ہے کہ فیصلہ کرنا بھی واجب ہوتا ہے، نسب بھی ثابت ہوتا ہے، اورعدت بھی واجب ہوتی ہے؛ لیکن اس اشتباہ کی وجہ سے لکھ دیا کہ مہر واجب ہے، نسب ثابت ہے؛ لیکن عدت واجب نہیں جیسا کہ کتاب الفقہ کی عبارت ہے:

النكاح الفاسد قسمان: قسم يوجب المهر، وثبت به نسب، ولا تجب به عدة، ويقال له باطل، وذلک كما تزوج محرماً من محارمه، فإن العقد على واحدة منهن، وجوده كعدمه، مثله العقد على متزوجة، أو معتدة إن علم أنهاللغير، فهذا العقد كعدمه، وهو عقد باطل يوجب الوطء به الحد، إن كان عالماً بالحرمة. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، دارالفكر بيروت ٤/ ١١٦)

اس عبارت میں جو ”یوجب المهر وثبت به نسب“ لکھا ہے یہ درست نہیں ہے؛ کیونکہ یہ نکاح باطل ہے اوراس میں نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی مہر واجب ہوتا ہے؛ بلکہ حد جاری ہوتی ہے، اس میں مہر واجب نہیں ہوتا اور یہاں پر حد بھی جاری کررہے ہیں اور مہر بھی واجب کررہے ہیں؛ اس لئے اس عبارت میں مسامحت ہے اوراس کی عبارتوں کی وجہ سے ناظرین کو شبہ پیدا ہوتا ہے؛ اس لئے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس طرح کی عبارتیں معتبر نہیں؛ لہٰذا جن طلباء میں لمبی لمبی بحثوں کے باوجود مسئلہ حل نہیں ہورہا ہے، وہ اسی قسم کی عبارتوں سے ہے؛ اس لئے اس قسم کی عبارتوں کا اعتبار نہ کیا جائے؛ بلکہ اس بات کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے اور بحث کا حاصل اس کو سمجھ لیا جائے کہ محل نکاح میں جو نکاح ہوا ہو وہ شرائط کے مفقود ہونے کی صورت میں فاسد ہوتا ہے اور غیر محل نکاح میں ناواقفیت اور عدم علم کی وجہ سے جو نکاح کیا جاتا ہے، وہ بھی نکاح فاسد ہے اور غیر محل میں جان بوجھ کر جو نکاح کیا جاتا ہے وہ نکاح باطل ہے، اور نکاح فاسد میں احکام نکاح جاری ہوجاتے ہیں، مثلاً مہر، نسب اور عدت-اور نکاح باطل میں احکام نکاح جاری نہیں ہوتے؛ لہٰذا مہر، عدت اور نسب میں سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوگی، خدا کرے اس تفصیل سے شبہات کا ازالہ ہوجائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۰۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۱/۴/۲۱ھ

خسر کا اپنی بہو کو لڑکے کے نکاح کرنے کے بعد بیٹی کہنے کا حکم

سوال (۱۱۶۱): قدیم ۲/ ۳۱۸- میرے والد نے میری والدہ کے مرنے کے بعد دوسرا نکاح کیا اُس عورت کے ساتھ ایک لڑکی جوان تھی جس وقت وہ لڑکی جوان ہوگئی تو میرے ساتھ اس کا نکاح کرایا بروقت نکاح کے قاضی وکیل گواہان کے سامنے میرے والد نے بیان کیا کہ یہ لڑکی دوسرے خاوند سے ہے اس کا نکاح میں اپنے لڑکے سے کرتا ہوں قاضی جی نے جائز کردیا تو میرا نکاح پڑھایا گیا چند مدّت کے بعد مجھ سے ایک لڑکی پیدا ہوگئی اور میرے نکاح کو ایک سال کا عرصہ ہوگیا ہے اور بعد ایک سال کے میرے ماں باپ مجھ سے برخلاف ہوگئے اور تجویز کرتے ہیں کہ کوئی صورت ایسی ہو کہ لڑکی کو علیٰحدہ کرلیں یہ کہتے ہیں کہ یہ لڑکی مجھ سے پیدا ہوئی ہے جب یہ جانتے تھے تو مجھ سے نکاح کیوں کیا ہے مجھ کو فتویٰ عنایت کرو۔

الجواب: آپ کے والد کی یہ دوسری بات کہ یہ لڑکی میرے نطفہ سے ہے آپ کے حق میں معتبر و قابل التفات نہ ہوگی آپ کا نکاح بدستور باقی ہے بےفکر رہیں۔

في الدر المختار: وشرط العدالة في الديانات. وفي رد المحتار: أي المحضة درر. إحترازه عما إذا تضمنت زوال ملك كما إذا أخبرعدل أن الزوجين ارتضعا من امرأة واحدة لا تثبت الحرمة؛ لأنه يتضمن زوال ملك المتعة فيشترط العدد والعدالة جميعاً اتقانی اھ (۱).

أقول: فإذا كان هذا حال خبر العدل في ذلك فكيف بخبر غير العدل.

۲/ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ ص ۸۹)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۴۹۸-۴۹۹، كراچي ۶/ ۳۴۶۔

ومنها أي من الديانات الحل والحرمة إذا لم يكن فيه زوال الملك، يعنى يقبل في الحل والحرمة خبر الواحد إذا لم يكن فيه زوال الملك كما إذا قال: هذا الطعام أو هذا الشراب حلال أو حرام فإذا تضمن زوال الملك لا يقبل إلا بشهادة رجلين أو رجل وامرأتين كما إذا أخبر امرأة أو رجل عدل أن الزوجين ارتضعا من امرأة واحدة لا تثبت الحرمة؛ لأن ثبوتها زوال ملك المتعه فيشترط العدد والعدالة جميعًا، فإذا كان ذلك فلايجب التفريق، ولا يقبل خبرها إلا على قول أحمدؒ، والحسن البصريؒ: أن يقبل ←

بیوی کو نیند میں بیٹا بیٹی کہنے کا حکم

سوال (۱۱۶۲): قدیم ۲/ ۳۱۹- ایک شخص نے نیند میں اپنی بیوی کو بیٹا یا بیٹی کہا اور اس کو بیٹوں کی طرح پیار کیا اس کا نکاح بھی رہا یا نہیں؟

الجواب: نکاح باقی ہے۔(۱)

۳۰/ رمضان ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ ص ۹۳)

مزنیہ بہن کی اولاد سے اپنی اولاد کی شادی کا حکم

سوال (۱۱۶۳): قدیم ۲/ ۳۱۹- زید نے اپنی بہن ہندہ کے ساتھ اپنی زوجہ کے دھوکے سے یا بالقصد جبراً یا برضامندی زنا کیا لیکن ہندہ زید سے حاملہ نہ ہوئی زمانۂ زنا سے چار پانچ سال کے بعد ہندہ کے شوہر سے ہندہ کے اولاد پیدا ہوئی تو دریافت طلب یہ ہے کہ زید اپنی اولاد کا عقد ہندہ کی اولاد سے کر سکتا ہے یا نہیں؟

← **خبر المرضعة فقط.** (البناية شرح الهداية، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس، مكتبه اشرفية ديوبند ۱۲/ ۷۸-۷۹)

عناية مع فتح القدير، كتاب الكراهية، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰/ ۱۱-۱۲، كوئٹه ۸/ ۴۴۷۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **ويكره قوله: أنت أمي ويا ابنتي ويا أختي ونحوه (الدر) وتحته في الشامية: جزم بالكراهة تبعًا للبحر والنهر، والذي في الفتح: و في أنت أمي لايكون مظاهرًا، وينبغي أن يكون مكروها فقد صرحوا بأن قوله: لزوجته مكروه. وفيه حديث رواه أبوداؤد، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلاً يقول لامرأته يا أخية فكره ذلك ونهى عنه ومعنى النهي قربه من لفظ التشبيه ولو لا هذا الحديث لأمكن أن يقال هو ظهار ...... ومثله أن يقول لها يا بنتي أو يا أختي ونحوه.** (شامي مع الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۳۱، كراچي ۳/ ۴۷۰)

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۶۵-۱۶۶، كوئٹه ۴/ ۹۸۔

فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۲۵-۲۲۶، كوئٹه ۴/ ۹۱۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: کرسکتا ہے کیونکہ ان دونوں کی اولاد کو اس صحبت کے اعتبار سے ایسی نسبت ہے جیسے مرد کی اولاد کو اُس کی منکوحہ کی پہلے شوہر سے اولاد کے ساتھ نسبت ہے۔(۱) (تتمہ اولیٰ ص ۹۵)

نکاح فاسد سے حرمت مصاہرت کا عدم ثبوت

سوال (۱۱۶۴): قدیم ۲/ ۳۱۹ - کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عورت سے معاذ اللہ پوشیدہ زنا کچھ مدت تک کیا اس کے بعد اسی کی دختر نابالغ سے نکاح کرلیا زن منکوحہ سے وطی نہیں کی اب ان دونوں عورتوں میں اس شخص پر کون سی حلال اور کون سی حرام ہے اور کس شرط اور قاعدہ پر؟

الجواب: جب اس عورت سے زنا کیا اس کی دختر اُس پر حرام ہوگئی اب جو اُس دختر سے نکاح کیا وہ نکاح صحیح نہیں ہوا اور نکاح غیر صحیح سے حرمت مصاہرت نہیں ہوتی جب تک لمس بالشہوت وغیرہ نہ ہو۔

لما في الدر المختار: وحرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأم زوجته وجداتها مطلقاً بمجرد العقد الصحيح، وإن لم توطء الزوجة. الخ وفي رد المحتار: قوله: الصحيح احتراز عن النكاح الفاسد، فإنه لايوجب بمجرده حرمة المصاهرة؛ بل بالوطء أو مايقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة؛ لأن الإضافة لا تثبت إلا بالعقد الصحيح بحر. (۲)

---

(۱) **لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ...... ويتزوج ابنه ابنتها.** (هندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات، قبيل القسم الثالث، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۲۷۷، زكريا جديد ۱/ ۳۴۲)

فلذا جاز التزويج بأم زوجة الابن وبنتها، وجاز للابن التزوج بأم زوجة الأب وبنتها. (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۰۱، كوئٹه ۳/ ۱۲۰)

ولاتحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۱۰۵، كراچي ۳/ ۳۱) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۱۰٤، كراچي ۳/ ۳۰۔

پس اگر اس شخص نے اس دختر سے شہوت (*) سے ہاتھ لگایا ہو ماں بھی حرام ہوگئی اور اگر صرف نکاح ہی ہوا تھا تو اس کو طلاق دیکر اس کی ماں سے نکاح کرسکتا ہے جیسا اوپر مذکور ہوا کہ نکاح فاسد سے دختر کی ماں اس شخص کی ساس نہیں ہوئی۔ (۱)

۱۵/ ج ۲، ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص ۴۴)

بیوی کی سوتیلی ماں سے زنا کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

سوال (۱۱۶۵): قدیم ۲/ ۳۲۰- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ زید کے دو بیبیاں اور دونوں سے اولاد تھیں اور باہمی دونوں میں یہ اتفاق تھا کہ اگر ایک اُن میں سے اپنا لڑکا چھوڑ کر کسی کام کو جاتی تو دوسری اُس کے لڑکے کو دودھ پلاتی محل ثانی کی لڑکی کی شادی ہوئی چونکہ زید کا انتقال ہوگیا تھا داماد کو اپنے ہی مکان پر دیکھ بھال کے لئے رکھا بعد چندروز کے محل اوّل سے ربط ضبط ہوکر بذریعہ زنا لڑکا پیدا ہوا۔ اب ایسی صورت میں محل ثانی کی لڑکی کا نکاح باقی رہا کہ نہیں؟ بینوا توجروا

(*) بشرط کونها مشتبهاة ۱۲ رشید احمد عفی عنہ

---

(۱) وأم امرأته بيان لما ثبت بالمصاهرة. لقوله تعالىٰ: وأمهات نسائكم. [النساء: ۲۳] أطلقه فلا فرق بين كون امرأته مدخولا بها أولا، وهو مجمع عليه عند الأئمة الأربعة ...... وقيد بالمرأة فانصرف إلى النكاح الصحيح، فإن تزوجها فاسدًا فلا تحرم أمها بمجرد العقد؛ بل بالوطء أو ما يقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة؛ لأن الإضافة لا تثبت إلا بالعقد الصحيح ...... وبنتها إن دخل بها لقوله تعالىٰ: وربائبكم اللاتي في حجوركم. [سورة النساء: ۲۳] (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۱۶۵، كوئٹه ۳/ ۹۳)

فيحرم على الرجل أم زوجته بنص الكتاب العزيز، وهو قوله عزوجل: وأمهات نسائكم ...... سواء دخل بزوجته أو كان لم يدخل بها عند عامة العلماء ...... ثم إنما تحرم الزوجة وجداتها بنفس العقد إذا كان صحيحًا. فأما إذا كان فاسدًا فلا تثبت الحرمة بالعقد بل بالوطء أو ما يقوم مقامه من المس عن شهوة والنظر إلى الفرج عن شهوة على ما نذكر؛ لأن الله تعالىٰ حرم على الزوج أم زوجته مضافا إليه والإضافة لاتنعقد إلا بالعقد الصحيح فلا تثبت الحرمة إلا به وأما بنت زوجته فتحرم عليه بنص الكتاب العزيز إذا كان دخل بزوجته. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل: وأما النوع الثاني فالمحرمات بالمصاهرة، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۵۳۱-۵۳۴، كراچي ۲/ ۲۵۸-۲۵۹) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: نکاح باقی ہے۔

لأنه لما جاز الجمع في النكاح بين المرأة وامرأة ابيها لم تثبت حرمة المصاهرة بوطی أحدهما للأخریٰ. (ا)

۱۸/ شعبان ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص ۶۵)

خسر سے زنا کا اقرار شوہر کی تصدیق کے بغیر موجب مصاہرت نہیں

سوال (۱۱۶۶): قدیم ۲/۳۲۰- (ا) زید نے بکر کی بیوی ہندہ سے زنا یا لوازمات زنا کیا ہندہ مقر ہے اور زید منکر ہے اور گواہ ہندہ کا کوئی نہیں ہے اس صورت میں کس کا قول معتبر ہے آیا ہندہ مقر کا یا زید منکر کا؟

(ا) **عن قثم مولى عباسؓ قال: تزوج عبد الله بن جعفر ابنة عليّ وامرأة عليّ النهشلية.** (سنن الدار قطني، كتاب النكاح، قبيل كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۲۲۰، رقم: ۳۸۲۲)

عن ابن عباسؓ حرم من النسب سبع ومن الصهر سبع، ثم قرأ حرمت عليكم أمهاتكم الآية. وجمع عبد الله بن جعفر بين ابنة عليّ وامرأة عليّ. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يحل من النساء وما يحرم، النسخة الهندية ۲/ ۷۶۵، رقم: ۴۹۱۴، ف: ۵۱۰۵)

ويحرم الجمع بين امرأتين لو فرضت إحداهما ذكرًا تحرم عليه الأخرىٰ ...... بخلاف الجمع بين امرأة وبنت زوجها، فإنه يجوز لأنه لو فرضت المرأة ذكرًا جاز له أن يتزوج بنت الزوج؛ لأنها بنت رجل أجنبي، أما لو فرضت بنت زوج ذكرًا كان ابن الزوج فلم يجز له أن يتزوج بها لأنها موطؤة أبيه. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۴۸۰)

وحرم الجمع بين امرأتين أية فرضت ذكرًا حرم النكاح (كنز) وفي البحر: وقيد بقوله: أية فرضت لأنه لو جاز نكاح إحداهما على تقدير مثل المرأة. وبنت زوجها أو امرأة ابنها فإنه يجوز الجمع بينهما عند الأئمة الأربعة وقد جمع عبدالله بن جعفر بين زوجة علی وبنته ولم ينكر عليه أحد. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۱۷۳، کوئٹہ ۳/ ۹۸)

فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، مكتبه زكريا ديو بند ۳/ ۲۰۹- ۲۱۰، کوئٹہ ۳/ ۱۲۵- ۱۲۶۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) ہندہ زید کے لڑکے کے نکاح سے بدون لفظ طلاق نکاح سے باہر ہوسکتی ہے یا یہ فعل باعث طلاق ہوگیا؟ اور بدون حاصل کئے طلاق نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :(۱) ہندہ مدعی حرمت ہے جس سے حق بکر کا زائل ہوتا ہے اس لئے صرف دعویٰ کافی نہیں اور ہندہ کا قول معتبر نہ ہوگا۔

نظیره مافي الدر المختار : وإن ادعت الشهوة في تقبيله أو تقبيلها ابنه و أنكر ها الرجل فهو مصدق. الخ وفي رد المحتار: أي ادعت الزوجة أنه قبل أحد أصولها أوفروعها بشهوة أو أن أحد أصولها أو فروعها قبله بشهوة الخ قوله فهو مصدق؛ لأنه ينكر ثبوت الحرمة والقول للمنكر.(۱)

البتہ اگر شوہر بھی ہندہ کی تصدیق کرے تو حکم حرمت کا کیا جائے گیا۔

نظيره مافي الدر المختار عن الخلاصة: قيل له مافعلت بأم امرأتک فقال جامعتها تثبت الحرمة ولا يصدق أنه كذب ولوها زلاً. (۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۱۴/۴-۱۱۵، كراچي ۳۷/۳۔

رجل قبل امرأة أبيه بشهوة أو قبل الأب امرأة ابنه بشهوة وهي مكرهة وأنكر الزوج أن يكون بشهوة فالقول قول الزوج، وإن صدقه الزوج وقعت الفرقة. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني، مكتبه زكرياديوبند قديم ۲۷۶/۱، جديد ۳۴۲/۱)

حاشية الطحطاوي على الدر المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كوئٹه ۱۷/۲۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۱۵/۴، كراچي ۳۸/۳۔

خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثالث، قبيل الفصل الرابع في الرضاع، مكتبه اشرفية ديوبند ۱۰/۲۔

قيل لرجل: ما فعلت بأم امرأتک؟ قال: جامعتها؟ قال: تثبت حرمة المصاهرة، قيل: إن كان السائل والمسئول هازلين؟ قال: لا يتفاوت ولا يصدق أنه كذب. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الرابع، أسباب التحريم، مكتبه زكريا ديوبند ۵۹/۴، رقم:۵۵۲۶)

اور جس صورت میں ہندہ کی تصدیق نہ کی جاوے لیکن ہندہ واقع میں سچی ہو تو ہندہ کو چاہئے کہ جہاں تک قدرت ہو شوہر کو جماع سے باز رکھے (۱) اور جب مجبور ہو جاوے تو خیر یہ تفصیل زنا کے دعویٰ میں ہے اور لوازم زنا میں اور بھی تفصیل ہے اُس لازم کی تعیین کر کے سوال کرنا چاہئیے۔

(۲) في الدر المختار: وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتىٰ لايحل لها التزوج باٰخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اس فعل سے نکاح نہیں ٹوٹا اور طلاق نہیں ہوئی بدون طلاق کے نکاح ثانی جائز نہیں۔ (۳)

(تتمہ اولیٰ، ص۱۱۳، ۱۱۴)

زانی اور مزنیہ کے اقرار سے حرمت مصاہرت کا حکم

سوال (۱۱۶۷): قدیم۲/۳۲۱- (۱) زید نے اپنے بیٹے بکر کی بیوی سے زنا یا لوازمات زنا کیا اور زانی و مزنیہ ہر دو مقر ہیں اب ہندہ بیوی بکر کے نکاح میں رہی یا نہیں؟

(۲) اور جو اس کے نکاح سے باہر ہو گئی آیا بدون حاصل کئے طلاق نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) أن المرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا علمت منه ما ظاهره خلاف مدعاه.

(شامي، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب لا اعتبار بالإعراب هنا، مكتبه زكريا ديوبند ۵۳۸/۴، كراچي ۳۰۵/۳)

فتح القدير، كتاب الطلاق، قبيل باب تفويض الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ۶۵/۴، كوئٹه ۴۰۸/۳۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۱۴/۴، كراچي ۳۷/۳۔

(۳) وبثبوت حرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا تملك المرأة التزوج بزوج آخر إلا بعد المتاركة، وأن تمضىٰ عليها سنون. (النهر الفائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۳۰۷/۲)

البحر الرائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۴۰۰/۳، كوئٹه ۲۳۰/۳۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب :(۱) نکاح نہ ٹوٹنے کی تحقیق تو سوال بالا کے جواب میں گزری ہے، پوچھنا یہ چاہئے کہ ہندہ بکر پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ سواس کا جواب یہ ہے کہ لوازم زنا کے متعلق اگر سوال کرنا ہو تو اُس لازم کی تعیین کر کے پوچھنا چاہئیے اور اگر زنا کا اقرار ہے تو دیکھنا چاہئیے کہ بکر ان دونوں کے اس اقرار کی تصدیق کرتا ہے یا نہیں؟ اگر تصدیق کرتا ہے تو ہندہ بکر پر حرام ہوگئی اور اگر تصدیق نہیں کرتا تو ہندہ حرام نہیں ہوئی۔

مأخذه الأصل الذي ذكر في رد المحتار: تحت قول درالمختار: و شرط العدالة في الديانات ما نصه أي المحضه درر احتراز عما إذا تضمنت زوال ملك كما إذا أخبر عدل أن الزوجين ارتضعا من امرأة واحدة لا تثبت الحرمة لأنه يتضمن زوال ملك المتعة فيشترط العدد والعدالة جميعاً و هذا بخلاف الإخبار بان ما اشتراه ذبيحة مجوسی؛ لأن ثبوت الحرمة لايتضمن زوال الملك كما قد مناه فتثبت لجواز اجتماعها مع الملك جلد ۵ ، ص ۳۳۹. (۱)

(۲) اس کا جواب اوپر ہو چکا۔

۲/ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ٩/٤٩٨-٤٩٩، كراچي ٦/٣٤٦۔

ومنها أي من الديانات الحل والحرمة إذا لم يكن فيه زوال الملك يعني يقبل في الحل والحرمة خبر الواحد إذا لم يكن فيه زوال الملك كما إذا قال: هذا الطعام أو هذا الشراب حلال أو حرام فإذا تضمن زوال الملك لا يقبل إلا بشهادة رجلين أو رجل وامرأتين كما إذا أخبر امرأة أو رجل عدل أن الزوجين ارتضعا من امرأة واحد لاتثبت الحرمة؛ لأن ثبوتها زوال ملك المتعة فيشترط العدد والعدالة جميعًا، فإذا كان ذلك فلايجب التفريق ولا يقبل خبرها. (البناية شرح الهداية، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس، مكتبه اشرفية ديوبند ١٢/ ٧٨-٧٩)

ومنها أ ي من الديانات الحل والحرمة يقبل فيها خبر الواحد العدل إذا لم يتضمن زوال الملك كالإخبار بحرمة الطعام والشراب يقبل فيها قول العدل فلايحل الأكل ولا الإطعام لأنها حق الله تعالىٰ فيثبت خبر الواحد ولا يخرج عن ملكه؛ لأن بطلان الملك لايثبت بخبره، وليس من ضرورة ثبوت الحرمة بطلان الملك، وأما إذا تضمن زواله ←

حرمت مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا

سوال (۱۱۶۸): قدیم ۲/۳۲۲- میری نوجوان لڑکی خوش وخرم ایک دو بچہ اور خاوند کے ساتھ گزارا کررہی تھی کہ ایک شب وہ نیند سے بیدار ہوئی تو شوہر کو اپنے ہمراہ بستر پر نہ پایا چراغ جلا کر ڈھونڈا تو شوہر کو اپنی ماں سے عین مباشرت جماع میں دیکھا اور پکڑا اور ہم کو خبر کری اور ہم شرم کے مارے کچھ نہ کہہ سکتے شوہر کے پاس رہنے دیا وہاں سسرال میں رہی اس شوہر نے جو صحبت دار علماء ہیں پوچھ کر اس سے برکنار ہو گیا مگر گھر سے نہ نکالا اور اس جوان کو کالمعلقہ سے بدتر بند کر رکھا باپ نے جو دریافت کیا تم زوجہ سے کیوں صحبت نہیں رکھتے صاف کہہ دیا کہ مجھ سے اپنی ساس یعنی والدہ زوجہ سے جماع ہوا یہ مجھ پر حرام ہے باپ نے کہا کسی سے یہ ذکر نہ کرنا کہ ہماری بے عزتی ہے لڑکی جوان تقاضاء جوانی سے آٹھ برس تاب لائی اور یہ بات کنبہ میں اور مجھ کو یقینی طور پر حرمت معلوم ہوگئی مولوی صاحب کے پاس گیا اور یہ قصہ بیان کیا اُس نے کہا کہ یہ خاوند پر حرام ہے چونکہ وقت نازک ہے اور بہت عورتیں مفرور ہوگئی ہیں اپنی عزت سے شرع کے موافق خود ایک قابل ہم کفو کو بلا کر نکاح کر کے ہم بستر کر دیا سسرال والوں نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکی ہمارے اختیار میں ہے ہم مالک ہیں ہم خود کسی اور کو بیاہ دیں گے ایک طمع دار عالم کے پاس گئے اُس نے کہا اب طلاق کراؤ اور پھر دوسرے شخص سے نکاح کر دو، زوج اول نے مطلقہ کر دیا اور بعد دو تین ماہ شاید عدت گزاری یا کیا کیا اس لڑکی کو بہانے سے ملاقات برادرانہ پر لے گئے اور نکاح جبراً کر کے دوسرے شخص کے حوالہ کر دیا اور وہ لڑکی میرے خراب در عذاب ہے اور سفید پوش امام قصبہ ہوں اور جس نے جبراً نکاح کیا شیطان آدمی ہے اور جس سے میں نے نکاح کیا تھا برضا مندی لڑکی خود کیا تھا وہ رئیس عزت دار ہے ضرور مقدمات سرکاری ہوں گے لہذا میں بنام خدا و رسول پوچھتا ہوں کہ جس طرح حکم شرعی ہو لکھیں کہ اسی طرح فیصلہ کروں۔ فقط خلاصہ طول طویل عبارت خام سے اگر نہ سمجھیں یہ ہے حرمت مصاہرت ثابت کر کے میں نے اپنی لڑکی جوان کی رضا سے نکاح کر کے ہم بستر کر دیا بعد وقوع حرمت گزرنے آٹھ سال کے جو خوف فرار ہونے کا بھی تھا؟

← فلا يقبل كما إذا أخبر رجل أو امرأة عدل للزوجين بأنهما ارتضعا من امرأة واحدة؛ بل لابد فيها من شهادة رجلين أو رجل وامرأتين لأن الحرمة ههنا مع بقاء النكاح غير متصور فكان متضمنا لزوال الملك. (عناية مع فتح القدير، كتاب الكراهية، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰/۱۱-۱۲، كوئٹه ۸/۴۴۷) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب : السلام علیکم :. وفي الدرالمختار وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتیٰ لایحل لها التزوج بآخرإلا بعد المتارکة و انقضاء العدة. وفي ردالمحتار : قوله: إلا بعد المتارکة أي وإن مضی علیها سنون کما في البزازیة وعبارة الحاوی إلا بعد تفریق القاضی أو بعد المتارکة اه وقد علمت أن النکاح لایر تفع بل یفسد و قد صرحوا في النکاح الفاسد بأن المتارکة لا یتحقق إلا بالقول إن کانت مدخولا بها کترکتک أو خلیت سبیلک و اما غیرالمدخول بها إلیٰ قوله وقیل لا تکون إلا بالقول فیهما الخ جلد۲ ، ص ۴۶۳. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب تک زوج (*) قولاً متارکت نہ کرے اور اُس کے بعد عدت بھی گزرنا شرط ہے اُس وقت تک دوسرا نکاح درست نہیں لہٰذا جو نکاح آپ نے کیا تھا وہ بھی ناجائز رہا اور جو سُسرال والوں نے کیا وہ اس وجہ سے بھی اور دوسرے بلا اذن منکوحہ ہونے سے باطل رہا اب جس طور سے ممکن ہو زوج سے طلاق دلوایا جاوے یا کوئی دال علی الترک لفظ کہلوایا جاوے اور اُس کے بعد عدّت بھی گزر جاوے پھر اس کے اذن سے کہیں نکاح ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔(۲)

۸/ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ تتمہ ثانیہ، ص ۱۲۴)

(*) زوجہ کی طرف سے فسخ نکاح فاسد بالاتفاق صحیح ہے، متارکت میں اختلاف ہے۔ ابن عابدین نے اس کو ترجیح دی ہے کہ فسخ اور متارکت میں کوئی فرق نہیں، دونوں زوجہ کی طرف سے صحیح ہیں۔

وهذا خلص ما هو مشروح في شرح التنویر وحاشیة ابن عابدین ، فصل في المحرمات ص: ۳۸۹، وفي باب المهر ص: ۴۸۳- ۴۸۴، وفي باب العدة ۸۴۱-۸۴۲.

حضرت قدس سرہ نے حیلہ ناجزہ میں یوں تطبیق دی ہے کہ حرمت اصلیہ یعنی موجودہ قبل العقد میں متارکت من الزوجہ صحیح ہے اور حرمت طاریۂ بعارض بعد العقد میں متارکت من الزوجہ صحیح نہیں، مگر شامیہ کی عبارت اسی تطبیق سے اباء کرتی ہے۔ فلیتأمل۔ ۱۲ رشید احمد عفی عنہ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، مکتبه زکریا دیوبند ۴/ ۱۱۴، کراچي ۳/ ۳۷۔

(۲) قال في البزازیة: وبثبوت حرمة المصاهرة وحرمة الرضاع لا یرتفع النکاح حتی لاتملک المرأة التزوج بزوج آخر إلا بعد المتارکة، وأن تمضي علیها سنون. انتهی. ←

رضاعی ساس سے زنا کرنے سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا

سوال (۱۱۶۹): قدیم۲/۳۲۳ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کے کہ نظیر کا نکاح خاتون سے ہوا خاتون کی دو ماں حقیقی شافیہ سوتیلی کافیہ خاتون کی سوتیلی ماں نے خاتون کو اپنا دودھ پلایا تو خاتون کی کافیہ رضاعی ماں بھی ہوئی اور نظیر کی رضاعی ساس، نظیر نے اپنی اس رضاعی ساس یعنی کافیہ سے زنا کیا اور لڑکا بھی پیدا ہوا اب نظیر کا نکاح خاتون سے باقی رہا یا خاتون نظیر پر حرام ہوئی اور خاتون بمقابل علماء کے یا کہ اپنی برادری کے پنچ کے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے یا کہ نہیں؟ فقط بینوا توجروا

الجواب (*): في رد المحتار عن الذخيرة ذكر محمدؒ في نكاح الأصل أن النكاح لايرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل يفسد. ۱۵ ج: ۲، ص: ۴۶۳. (۱)

(*) رضیعۂ مزنیہ بلاشبہ حلال ہے، شامیؒ نے اس کی تعلیل یوں بیان فرمائی ہے۔ ←

← **والحاصل أن المذهب عندنا كما قاله الشارح في اللعان: أن النكاح لايرتفع بحرمة الرضاع والمصاهرة؛ بل يفسد، حتى لو وطئها قبل التفريق لا يجب عليه الحد، اشتبه الأثر أو لم يشتبه نص عليه في الأصل. وفي الفاسد لابد من تفريق القاضي أو المتاركة بالقول في المدخول بها وفي غيرها يكتفى بالمفارقة بالأبد ان كما مر.** (النهر الفائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۳۰۷-۳۰۸)

البحر الرائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۴۰۰، كوئٹه ۳/۲۳۰۔

لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكرًا كانت أو ثيبًا. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، مكتبه زكريا ديوبند ۱/۲۸۷، زكريا جديد ۱/۳۵۳)

وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم يعقد عليها ولي بكرًا كانت أو ثيبًا. (هداية، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/۳۱۳) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۱۱۴، كراچي ۳/۳۷۔

وفيه قد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولا بها كتركتك أو خليت سبيلك وأما غير المدخول بها. فقيل: تكون بالقول و بالترك على قصد عدم العود اليها. و قيل: لا تكون إلا بالقول فيهما حتىٰ لو تركها ومضى على عدتها سنون لم يكن لها إن تتزوج بآخر فافهم اھ ج ۲ ، ص ۴۶۳. (۱)

ان رویات سے معلوم ہوا کہ صورۃ مسئولہ میں خاتون نظیر پر حرام تو ہوگئی اور نکاح فاسد ہوگیا لیکن نکاح مرتفع نہیں ہوا جب تک نظیر متارکۃ نہ کرلے یعنی زبان سے کہدے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اس سے تو بالاتفاق نکاح مرتفع ہوجاوے گا اور ایک قول پر بوجہ غیر مدخول بہا ہونے خاتون کے متارکۃ کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ نظیر عزم کرے کہ کبھی اس کو اپنے پاس نہ رکھوں گا اور اس سے متمتع نہ ہوں گا اور اس عزم کی اطلاع دوسروں کو اس کے کہنے سے ہوگی غرض جب تک متارکۃ نہ پائی جاوے خاتون کا نکاح کسی دوسرے سے نہیں ہوسکتا اور یہ سب جب ہے کہ خاتون کی عمر دودھ پینے کے قابل ہو ورنہ کچھ بھی نہ ہوگا۔

۱۵/صفر ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ ۱۲۶)

← لأن الحرمة من الزنا للبعضية وذلك في الولد نفسه؛ لأنه مخلوق من مائه دون اللبن إذ ليس اللبن كائنا من منيه لأنه فرع التغذي وهو لايقع إلا بما يدخل من اعلىٰ المعدة من أسفل البدن كالحقنة فلا انبات فلا حرمة بخلاف ثابت النسب لأن النص أثبت الحرمة منه. الخ

پس صورت سوال میں حرمت ثابت نہ ہوگی؛ بلکہ مزید بریں رضیعۂ زوجہ بھی حلال ہے۔

(إذا كان لبنها من غيره) قال في العلائية: طلق ذات لبن فاعتدت وتزوجت بآخر فحبلت وأرضعت فحكمه من الأول. الخ وفي الشامية: أن الرضيعة بلبن غير الزوج لا تحرم على الزوج كما تقدم في قوله طلق ذات لبن. الخ ۱۲ رشید احمد عفی عنہ

---

(۱) شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۱۵، كراچي ۳/ ۳۷۔

حضرتؒ نے مذکورہ عبارت کے پیش نظر خاتون کو نظیر کے لئے حرام قرار دیا ہے؛ لیکن شامی، فتح القدیر، البحر الرائق وغیرہ کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتون نظیر پر حرام نہیں ہوئی ہے؛ اس لئے کہ خاتون نے اپنی سوتیلی ماں کافیہ کا دودھ پیا ہے اور کافیہ کے ساتھ نظیر نے بدکاری کی ہے اور بدکاری کے اس دودھ سے حرمت ثابت نہ ہوگی؛ کیونکہ اس سے جزئیت اور بعضیت کا تعلق نہیں ہوتا ہے، بہرحال یہ مسئلہ کچھ اختلافی ہے۔ ←

رضاعی پھوپھی اور بھتیجے کے نکاح کا حکم جبکہ رضاع لبن زنا سے ہو

سوال (۱۱۷۰): قدیم ۲/۳۲۵- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسماۃ ہندہ کے ساتھ زنا کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کے بنت زید ہونے کا خود مسماۃ ہندہ کو اعتراف ہے اور اسی بار کا دودھ مسماۃ عائشہ بکر کی لڑکی نے پیا تو آیا زید کے پوتے خالد کا عقد مسماۃ عائشہ کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ رضاعت جو زید کے زنا کرنے کی بار کی عائشہ کے ساتھ واقع ہوئی مانع نکاح زید کے بیٹے یا پوتے کی ہوگی یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب: یہ دونوں لڑکا لڑکی رضاعی پھوپی بھتیجا ہیں مگر رضاع لبن زنا سے ہوا ہے جس کے موجب حرمت ہونے میں اختلاف ہے۔

في الدرالمختار: و بنت أخيه و أخته و بنتها ولو من زنا و فيه و حرم الكل ممامر تحريمه نسباً و مصاهرةً و رضاعاً. و في رد المحتار: مقتضى قوله: والكل رضاعاً مع قوله سابقاً ولو من زنا حرمة فرع المزنية و أصلها رضاعاً وفيه و مقتضى تقيده بالفرع و الأصل أنه لا خلاف في عدم الحرمة على غيرهما من الحواشى كالأخ والعم (إلىٰ قوله) قلت: و هذا مخالف لما مر من التعميم في قول الشارح: ولو من زنا. اه (۱)

← ملاحظہ فرمائیے: **لأن الحرمة من الزنا للبعضية و ذلک في الولد نفسه؛ لأنه مخلوق من مائه دون اللبن إذ ليس اللبن كائنا من منيه لأنه فرع التغذي بخلاف الولد التغذي لايقع إلا بما يدخل من أعلىٰ المعدة من أسفل البدن كالحقنة فلا انبات فلا حرمة بخلاف ثابت النسب لأن النص اثبت الحرمة منه.** (فتح القدير، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند جديد ۳/۴۳۱، شامي، باب الرضاع زكريا ۴/۴۱۷)

البحر الرائق، كوئٹه ۳/۲۲۶، منحة الخالق ۳/۲۲۶-۲۲۷

حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۶۳۷، امدادية ملتان ۲/۱۸۴۔ *شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ*

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۱۰۱-۱۰۵-۱۰۶، كراچي ۳/۲۹ تا ۳۱۔ ←

اور چونکہ معاملہ فروج کا احتیاط کا ہے؛ لہٰذا حرمت پر عمل کرنا بہتر ہے۔(۱)

یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۲۸)

←أن لبن الزنا ليس كالحلال حتى لو ولدت من الزنا أرضعت به صبية لا يجوز لأصول الزاني وفروعه التزوج بها ولا تثبت الحرمة إلا من جانب الأم ذكره القاضي الأسبيجابي واختاره الوبري وصاحب الينابيع. وفي المحيط خلافه وفي الخانية والذخيرة وغيرهما: وهو الأحوط الذي ينبغي أن يعتمد والأول أوجه ...... وظاهر كلامهم أن هذه الصبية لا تحرم على عم الزاني وخاله اتفاقًا (البحر) وتحته في منحة الخالق: قوله (وظاهر كلامهم) أي كما يستفاد من التقييد السابق بأصول الزاني وفروعه ومن التعليل للحرمة بالبعضية وفي الفتح عن التجنيس: لا يجوز للزاني أن يتزوج بالصبية المرضعة ولا لأبيه وأجداده ولا لأحد من أولاده وأولادهم ولعم الزاني أن يتزوج بها كما يجوز أن يتزوج بالصبية التي ولدت من الزاني لأنه لم يثبت نسبها من الزاني حتى يظهر فيها حكم القرابة والتحريم على آباء الزاني وأولاده لاعتبار الجزئية والبعضية ولا جزئية بينها وبين العم وإذا ثبت هذا في حق المتولدة من الزنا فكذا في حق المرضعة بلبن الزنا. قلت: وهذا مخالف لما نقله المؤلف في فصل المحرمات من أنه تحرم عليه أخته من الزنا وبنت أخيه وبنت أخته. (البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٩٤ تا ٣٩٦، كوئٹه ٣/٢٢٦-٢٢٧)

(١) قال مشايخنا رحمهم الله تعالىٰ: ويحتاط في باب الفروج في جميع المواضع نحو العتق في الجواري والطلاق في النساء في الشهادة وغير ذلک. (الفتاوى الهندية، كتاب أدب القاضي، قبيل الباب الثالث والعشرون، مكتبه زكريا ديو بند قديم ٣/٣٨٠، زكريا جديد ٣/٣٣٤)

المحيط البرهاني، كتاب القضاء، الفصل الثاني والعشرون، المجلس العلمي ١٢/٣١٥، رقم:١٤٤٥٤

الفتاوى التاتارخانية، كتاب أدب القاضي، الفصل الثاني والعشرون، مكتبه زكريا ديوبند ١١/١٩٧۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

دولڑکوں کی باہم شادی اوراس کی رسومات کی حرمت

(۱) **سوال** (۱۱۷۱): قدیم ۲/ ۳۲۵ - امردان راشل دختران باہم دیگرنکاح و برسوم شادی تمام رسومات ادامی کنند دریں باب حکم شرع چیست؟

الجواب (۲): قال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ.(۳)

وقال تعالیٰ: وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا(۴) وَ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا.(۵)

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعن اللّٰہ المتشبهين من الرجال بالنساء و المتشبهات من النساء بالرجال. رواه البخاری مشکوٰۃ باب الترجل نصوص.(۶)

مذکوره صریح است در حرمت این فعل و موجب لعنت بودن او.

اپنی اولاد کا نکاح داماد کی اولاد سے جبکہ اپنی لڑکی سے نہ ہو

سوال (۱۱۷۲): قدیم ۲/ ۳۲۵ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے

---

(۱) **ترجمۂ سوال**: لڑکیوں کی طرح لڑکوں کی باہم شادی کرتے ہیں اور شادی کی تمام رسمیں پوری کرتے ہیں شریعت میں اس کا کیا حکم؟

(۲) **ترجمۂ جواب**: آیات واحادیث اس فعل کے حرام اور موجب لعنت ہونے میں صریح ہیں۔

(۳) سورة الأعراف رقم الآية: ۸۱۔

(۴) سورة الأعراف رقم الآية: ۱۸۹۔

(۵) سورة الروم رقم الآية: ۲۱۔

(۶) مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، النسخة الهندية ۲/ ۳۸۰۔

صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۴، رقم: ۵۶۵۶، ف: ۵۸۸۵۔

سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لباس النساء، النسخة الهندية ۲/ ۵۶۶، دارالسلام رقم: ۴۰۹۷۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اپنی دختر کی شادی بعقد نکاح عمرو کے ساتھ کردی کچھ عرصہ کے بعد عمرو کی عورت یعنی دختر زید اولاد چھوڑ کر مرگئی عمرو نے اپنا نکاح ایک اور عورت سے کرلیا اس سے بھی اولاد ہوگئی اُس طرف زید نے بھی اپنی بی بی کے مرجانے پر اپنا نکاح اور عورت سے کرلیا اُس کے بھی اولاد ہوگئی اور یہ دونوں عورتیں جو اس وقت زید وعمرو کے نکاح میں ہیں باہم کسی طرح کا بھی رشتہ نہیں رکھتی اب ان دونوں کی اولاد کا رشتۂ مناکحت آپس میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: زید کی اولاد کا عمرو کی اس اولاد سے جو کہ دختر زید سے نہیں ہے کوئی علاقہ حرمت کا نہیں ہے اس لئے ان میں باہم مناکحت جائز ہے۔(۱)

۳/ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص۲۶)

ساس کو چھونے سے بیوی کی حرمت اور شبہ کا جواب

سوال (۱۱۷۳): قدیم ۲/ ۳۲۶- بہشتی زیور(۲) میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا ہاتھ زوجہ کی ماں یا بہن پر بخیال اپنی عورت کے رات کو شبہ میں پڑ جائے تو اُس کی عورت تمام عمر کے لئے اس مرد پر حرام ہوگئی اگر ہاتھ پڑ گیا ہو اور ہاتھ یا پیر کو ہاتھ لگنے پر معلوم ہوجاوے اور مردنا کام واپس ہو جاوے تو کس گناہ کا مرتکب سمجھا جاوے اور اس گناہ سے کیونکر سبکدوش ہوسکتا ہے اور حرکت کرنے سے یہ گناہ لازم آتا ہے یا صرف ہاتھ پاؤں ایسے خیال میں لگنے سے بھی؟ مفصل مطلع فرماویں چونکہ اکثر لوگ ایسی حالت میں اصلی عورت کو بے قصور کہتے ہیں کیا اس عورت سے پھر کسی طرح نکاح دوبارہ کچھ کفارہ وغیرہ دیکر حلالہ وغیرہ سے جائز ہے یا نہ؟

---

(۱) قال الله تعالیٰ: **وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ**. [سورة النساء: ٢٤]

أي ما عدا من ذكرنا من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير، سورة النساء: اللآية: ٢٤، مكتبه زكريا ديوبند)

وقال القرطبي: فكأنه قال: أحلت لكم ماوراء ما ذكرنا في الكتاب وماوراء أكملت به البيان على لسان محمد صلى الله عليه وسلم. (تفسير قرطبي، سورة النساء الآية: ٢٤، دارالكتب العلمية بيروت ٥/ ٨٢)

وأحل لكم ماوراء ذلكم يعني ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (تفسير مظهري، سورة النساء الآية: ٢٤، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٦٦) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) اختری بہشتی زیور، جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کا بیان، حصہ چہارم ص:۵۲ ←

الجواب: جائز نہیں۔(۱) اور گناہ صرف قلت تحقیق کا ہوا زیادہ نہیں ہوا لیکن زوجہ حرام ہوگئی(۲) اس کا حرام ہونا کسی قصور کی وجہ سے نہیں بلکہ جب سبب پایا جاتا ہے مسبب پایا جاتا ہے(۳) کوئی شخص بھولے سے زہر کھائے گناہ تو نہیں مگر مرتو جاوے گا اور یہ حکم ساس کے ہاتھ لگانے میں ہے اور اگر زوجہ کی بہن کو اس طرح لگ گیا تو زوجہ حرام نہ ہوگی۔(۴) (تتمہ ثالثہ، ص ۳۴)

رضاعی پھوپھی سے نکاح حرام ہے

سوال (۱۱۷۴): قدیم ۲/ ۳۲۶- زید کی زوجۂ اولیٰ کا دودھ بکر نے پیا اور بکر کی حقیقی بہن کی لڑکی ہندہ نے زید کی زوجۂ ثانیہ کا دودھ پیا تو آیا بکر کے لڑکے عمرو کیساتھ ہندہ کا عقد شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور رضاعت کا تعلق ایسی صورت میں مانع عقد ہوتا ہے یا نہ؟

← اشاعتی بہشتی زیور حصہ چہارم ص: ۱۸۹

(۱) **لأن حرمة المصاهرة إذا ثبتت لا تسقط أبدًا.** (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ١٠٩، كراچي ٣/ ٣٤)

عناية مع فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٢١٦، كوئٹه ٣/ ١٣١

(۲) **لو أيقظ زوجته ليجامعها فوصلت يده ابنته منها فقرصها بشهوة وهي ممن تشتهى لظن أنها أمها حرمت عليه الأم حرمة مؤبدة.** (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٤٨١)

البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ١٧٦، كوئٹه ٣/ ١٠٠

الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/ ٢١٥

(۳) **متى وجد السبب تحقق المسبب.** (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٩/ ٢٧٠)

(۴) **وطئ أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ١٠٩، كراچي ٣/ ٣٤)

خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثاني فيمن يكون محلا للنكاح، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/ ٧

المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٠٢۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: اس صورت میں عمرو اور ہندہ رضاع کے علاقہ سے باہم پھوپی بھتیجے ہوئے اور یہ رشتہ جس طرح نسب سے حرام ہے اسی طرح رضاع سے بھی حرام ہے پس ان دونوں میں نکاح حرام ہے۔(۱)

۲۴/ ربیع الاول ۳۴ھ (تتمہ اربعہ، ص ۲۰)

بیوی کی رضاعی ماں سے زنا کی وجہ سے بیوی کی حرمت

سوال (۱۱۷۵): قدیم ۲/ ۳۲۶- زید کو ایک عورت سے ناجائز تعلق ہو گیا جس نے زید کی زوجہ کو دودھ پلایا تھا یعنی زید نے اپنی زوجہ کی رضاعی ماں سے زنا کیا آیا زید پر زوجہ حلال رہی یا حرام ہو گئی خلاصہ سوال یہ کہ حرمت مصاہرت مزنیہ کے اصول وفروع رضاعیہ کی طرف متعدی ہو گی یا نہیں؟

الجواب(*): في الدرالمختار بيان المحرمات وحرم الكل مما مر تحريمه نسباً و مصاهرةً ورضاعاً. الخ. في رد المحتار تنبيه: مقتضى قوله والكل رضاعاً مع قوله سابقاًو لو من زنا حرمة فرع المزنية و أصلها رضاعاً. وفي القهستانی عن شرح الطحاوی عدم الحرمة

(*) ابن ہمامؒ نے اس صورت کی حلت تحریر فرمائی ہے اور حدیث "یحرم من الرضاع مایحرم من النسب" کی عجیب تقریر فرمائی ہے جو قابل دید ہے، اس کی تفصیل بندہ کے فتاوی کے مجموعہ ''احسن الفتاوی'' میں ملاحظہ ہو۔۱۲ رشید احمد عفی عنہ

(۱) **عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاع ما يحرم من الو لادة.** (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة، النسخة الهندية ١/ ٢٨٠، دار السلام رقم: ٢٠٥٥)

سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب ما يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، النسخة الهندية ص: ١٣٩، دار السلام رقم: ١٩٣٧

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا. (الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ١/ ٣٤٣، جديد ١/ ٤٠٩)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٦٢، رقم: ٦٤٢٢

فيحرم به أي الرضاع ما يحرم من النسب. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الرضاع، دار الكتب العلمية بيروت ١/ ٥٥٢) ←

ثم قال لكن في النظم أو في غيرها انه يحرم كل من الزانى والمزنية على أصل الأخر وفرعه رضاعاً اه ج ۲ ، ص ۴۵۶ ، ۴۵۷. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں زید کی بی بی زید پر حرام ہوگئی۔

۱۳/ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ (تتمہ ۵، ص ۹)

سوال (۱۱۷۶): قدیم ۲/ ۳۲۷ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے محمودہ سے جو زاہدہ کی دودھ پلائی ہے مباشرت بیجا کی اور اب زید زاہدہ سے عقد کرنا چاہتا ہے تو عقد جائز ہوگا یا نہیں اور اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا کیا قول ہے؟

الجواب: **في رد المحتار مقتضىٰ قوله والكل رضاعاً مع قوله سابقا ولو من زنا حرمة فرع المزنية و أصلها رضاعاً اه. تحت قول الدر المختار و حرم الكل مما مر تحريمه نسباً و مصاهرة رضاعاً اھ ج ۲. ص ۴۵۶ ، ۴۵۷.(۲)**

اس روایت سے معلوم ہوا کہ زید کا زاہدہ سے عقد جائز نہیں۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ (تتمہ خامسہ ص ۲۰۰)

← حضرتؒ نے مذکورہ عبارت کے پیش نظر خاتون کو نظیر کے لئے حرام قرار دیا ہے؛ لیکن شامی، فتح القدیر، البحرائق وغیرہ کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتون نظیر پر حرام نہیں ہوئی ہے؛ اس لئے کہ خاتون نے اپنی سوتیلی ماں کافیہ کا دودھ پیا ہے اور کافیہ کے ساتھ نظیر نے بدکاری کی ہے اور بدکاری کے اس دودھ سے حرمت ثابت نہ ہوگی؛ کیونکہ اس سے جزئیت اور بعضیت کا تعلق نہیں ہوتا ہے، بہرحال یہ مسئلہ کچھ اختلافی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

لأن الحرمة من الزنا للبعضية وذلک في الولد نفسه لأنه مخلوق من مائه دون اللبن إذ ليس اللبن كائنا من منيه لأنه فرع التغذي بخلاف الولد، والتغذي لا يقع إلا بما يدخل من أعلى المعدة لا من أسفل البدن كالحقنة فلا إنبات فلا حرمة. (فتح القدير، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند جديد ۳/ ۴۳۱، شامي، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۴۱۷، كراچي ۳/ ۲۲۲)

البحر الرائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۹۴، کوئٹہ ۳/ ۲۲۶

حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۶۳۷، امدادية ملتان ۲/ ۱۸۴۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) رد المحتار مع الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۰۵، كراچي ۳/ ۳۱

(۲) شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۰۵، كراچي ۳/ ۳۱۔ ←

جوازنکاح زانی اززوجہ پسرمزنیہ

سوال (۱۱۷۷): قدیم۲/ ۳۲۷-کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ایک مرد (الف) جس کا ایک ناجائز تعلق ایک عورت (ب) سے تھا یعنی وہ مرد (الف) اس عورت (ب) سے زنا کرتا تھا اور عورت (ب) کا شوہر (ج) اچھا خاصہ مرد تھا یعنی وہ سُست نہیں تھا تو اس عورت سے لڑکا (د) پیدا ہوا اور وہ (د) جوان ہوگیا اور اس لڑکے (د) کی شادی کی اس کی ماں (ب) باپ (ج) نے اب اس لڑکے نے طلاق دیدی یا وہ لڑکا مرگیا اب ان صورتوں میں اس لڑکے (د) کی بی بی (ہ) سے اس مرد (الف) کا جو اس لڑکے کی ماں سے برافعل کرتا تھا۔ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار و بنت أخيه وأخته و بنتها ولو من زنا إلىٰ قوله و زوجة أصله و فرعه مطلقاً وفي رد المحتار قوله و لو من زنا أي بأن يزني الزاني ببكر و يمسكها حتىٰ تلد بنتا بحر عن الفتح قال الحانوتي ولا يتصور كونها ابنته من الزنا إلا بذلك اذ لا يعلم كون الولد منه إلا به اه أي لأنه لو لم يمسكها يحتمل ان غيره زنى بها بعدم الفراش النافي لذلك الاحتمال. اه

قوله و زوجة أصله و فرعه (إلىٰ قوله) و ذكر الأصلاب (أي في الاية) لإسقاط حليلة الابن المتبنى لا لإحلال حليلة الابن رضاعاً فإنها تحرم كالنسب بحر وغيره. اه (۱)

قلت و كذا حليلة الابن من زنا كما مر في بنت أخيه و أخته و بنتها.

بناء برروایات مذکورہ جواب یہ ہے کہ چونکہ اس لڑکے کا اس زانی کے نطفہ سے ہونا یقینی نہیں اس لئے اس کی بیوہ بیوی سے بعد انقضاء عدّت نکاح کرنا جائز ہے۔ (۲) ۲۰/صفر ۱۳۴۴ھ

← يحرم فرع المزنية رضاعا وكذا فرع الممسوسة والماسة والمنظور إلى فرجها الداخل بشهوة وأصلهن رضاعا. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۴۷۸) شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۰۱-۱۰۲-۱۰۵

(۲) وكذا أخته من الزنا وبنت أخيه وبنت أخته أو ابنه منه بأن زني أبوه أو أخوه أو أخته ←

ایک خط مشتمل بر سوال وجواب آیا

حرام شدن زوجہ بسبب زنا کردن پدر شوہر باوے

سوال (۱۱۷۸): قدیم ۲/ ۳۲۸ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ سوال اوّل: زید کے باپ سے بدفعلی صادر ہوئی زید کی زوجہ کے ساتھ اور اس معاملہ کو زید نے بچشم خود دیکھا اب آیا زید پر وہ زوجہ حرام ہے یا نہیں اور اگر حرام ہوگئی تو پھر بعد نکاح کے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب بینوا تو جروا

سوال دوم: ایک مفتی سے یہ سوال بالا کیا انھوں نے یوں فتویٰ دیا۔

الجواب: حرام نہیں۔ لقوله تعالیٰ: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ . (۱)

الجواب صحیح: عبداللہ عفی عنہ	کتبہ: احمد علی عفی عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ	۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ آیا جواب صحیح ہے یا غلط؟ بینوا بالکتاب توجروا من اللّٰہ الوهاب.

یہاں سے اس کا یہ جواب دیا گیا

الجواب: حنفیہ کے مذہب پر غلط جواب ہے اور یہ "ما وراء ذلکم" میں نہیں ہے بلکہ "مانکح اٰباء کم" میں داخل ہے۔ (۲)

← أو ابنه فأولدوا بنتا فإنها تحرم على الأخ والعم والخال والجد وصورته في هذه المسائل أن يزني ببكر ويمسكها حتى تلد بنتا (البحر) وتحته في منحة الخالق: قال الحانوتي: ولايتصور كونها بنته من الزنا إلا بذلك إذ لا يعلم كونه الولد به إلا منه كذا في حاشية مسكين. آه

وفي البحر: وامرأة أبيه وابنه وإن بعدا ......وأما حليلة الابن فبقوله تعالىٰ: و حلائل ابنائكم الذين من أصلابكم. [سورة النساء:۲۳]

وذكر الأصلاب في الآية لإسقاط حليلة الابن المتبنى. (البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ۳/ ۱۶۳ تا ۱۶۷، كوئٹہ ۳/ ۹۲-۹۴) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) سورة النساء: ۲۴۔

(۲) قوله تعالیٰ: ولاتنكحوا مانكح أبائكم من النساء. [النساء: ۲۲] ←

اوراگر"ماوراء ذلکم" میں داخل بھی مان لیا جاوے تب بھی ماعام مخصوص البعض ہے چنانچہ جمع بین المرأة و خالتھا یا بینھا و بین عمتھا ما وراء ذلکم میں داخل ہیں اورحرام ہیں۔(۱)

۸/ جمادی الاخریٰ ۳۷ھ (تتمہ خامسہ، ص ۸۵)

رضاعت کے شبہ کی صورت میں نکاح کا حکم

سوال (۱۱۷۹): قدیم ۲/ ۳۲۹- ایک لڑکی کا صغرسنی میں بولایت اپنے چچا کے کیونکہ اس کے والدین کا انتقال ہوگیا تھا اس کے حقیقی ماموں زادلڑکے سے نکاح کردیا نکاح کے وقت بھی خودلڑکے کے والدین یعنی دختر کے ماموں نے یہ کہا کہ اس لڑکی نے اپنی ممانی کا دودھ پیا ہے نکاح میں تعویق کی گئی لیکن پھرمشکوک ہوکر پختہ طریقہ پر یہ کہا کہ اگرلڑکے کی ماں زندہ ہوتی تو تحقیق ہوجاتی شاید نہ پیا ہو خیرنکاح اس کے ایمان پر چھوڑکرکردیا گیا ازاں بعد کنبہ کی ایک عورت نے یہ کہا کہ واقعی میں نے بچشم خودلڑکی کو دودھ پیتے ہوئے اپنی ممانی کا دیکھا ہے کیونکہ لڑکی اورلڑکا دونوں صغیرسن تھے لڑکی کو اُس کے چچا نے اسی وجہ سے کہ دودھ کا قصہ ہے رخصت نہیں کیا لڑکی اب جوان ہے اورلڑکا بھی۔ لڑکے کا باپ متقاضی ہے کہ رخصت کردو اوراپنے پہلے قول سے منکر ہے کہ دودھ نہیں پیا۔ جنھوں نے بچشم خود دیکھا تھا ان عورتوں کا انتقال ہو گیا سماعی مشکوک کہنے والے موجود ہیں ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں رخصت لڑکی کو کردیا جاوے یا نہیں جلد جواب باصواب مرحمت فرما کر مطمئن فرمایئے کہ کیا کیا جاوے؟

← **وقال العلامة الآلوسي تحت تفسير الآية: فقد قال الزيلعي: الآية تتناول منكوحة الأب وطءًا وعقدًا صحيحًا.** (روح المعاني، سورة النساء تفسير الآية:۲۲، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۸۶)

تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۴۶۲، امدادية ملتان ۲/ ۱۰۳ـ

(۱) **قوله تعالىٰ: وأحل لكم ماوراء ذلكم......وهذا يقتضي ألا يحرم من النساء إلا من ذكر وليس كذلك، فإن الله تعالىٰ قد حرم على لسان نبيه من لم يذكر في الآية فيضم إليها، قال الله تعالىٰ: وما آتاكم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا.** [سورة الحشر:۷]

روي مسلم وغيره عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يجمع بين المرأة وعمتها ولا بين المرأة وخالتها. (تفسير قرطبي، سورة النساء: رقم الآية: ۲۴، دار الكتب العلمية بيروت ۵/ ۸۲) **شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ**

الجواب: ماموں کا جب اپنے قول پر اصرار نہ رہا وہ قول تو کالعدم ہو گیا۔

في الخانية: إذا أقر رجل أن امرأته أخته من الرضاع ولم يصر على إقراره كان له أن يتزوجها كذا في البحر الرائق. ج:۳، ص:۲۳۳. (۱) قلت إذا كان الحكم في عدم إصرار الزوج هذا ففي عدم إصرار غير الزوج بالأولىٰ.

باقی اس کے بعد جو کنبہ کی ایک عورت نے اپنا مشاہدہ بیان کیا تو صرف اس کا قول توجہ نہیں۔

فی البحر الرائق: والحاصل ان الرواية قد اختلفت في اخبار الواحدة قبل النكاح فظاهر المتون انه لا يعمل به و كذا الإخبار برضاع طار فليكن هو المعتمد في المذهب. ۲/ ۲۳۳. (۲)

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ زوجین یعنی یہ لڑکا اور لڑکی اُس عورت کی تصدیق کرتے ہیں یا دونوں تکذیب کرتے ہیں یا لڑکا تکذیب کرتا ہے اور لڑکی تصدیق یا اس کا عکس، یہ چار صورتیں ہیں صورتِ اولیٰ میں نکاح مرتفع ہو جائے گا اور صورتِ ثانیہ میں نکاح رہے گا لیکن اگر زیادہ دل کو اس کا صدق لگتا ہو تو احتیاطاً اس کو چھوڑ دے اور تیسری صورت میں نکاح باقی ہے لیکن عورت مرد سے قسم لے سکتی ہے کہ بخدا مجھے خبر نہیں کہ تو میری رضاعی بہن ہے اور چوتھی صورت میں بھی نکاح مرتفع ہو جائے گا۔ **كذا في البحر الرائق عن خزانة الفقه ج ۲، ص ۲۳۳. (۳)**

خلاصہ یہ کہ خود اس عورت کے قول سے تو کچھ ثابت نہ ہوگا اسی طرح منکوحہ کی تصدیق سے بھی کچھ نہ ہوگا ہاں مرد سے قسم لے سکتی ہے باقی اگر مرد نے تصدیق کر لی یا مرد کے جی کو لگ گیا تو طلاق دیدینا چاہئے۔

وهو الاحتياط في العمل بقوله يرتفع النكاح.

۱۱/ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ (تتمہ خامسہ، ص ۱۶۴)

---

(۱) البحر الرائق، كتاب الرضاع، قبيل كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۴۰۶، كوئٹه ۳/ ۲۳۳۔

خانية على هامش الهندية، كتاب النكاح، باب الرضاع، قبيل فصل في الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۴۲۱- ۴۲۲، جديد ۱/ ۲۵۲۔

(۲) البحر الرائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۴۰۶، كوئٹه ۳/ ۲۳۳۔

(۳) وفي خزانة الفقه، رجل تزوج بامرأة فقالت امرأة: أنا أرضعتهما فهي على أربعة أوجه: إن صدقها الزوجان أو كذباها أو كذبها الزوج وصدقتها المرأة أو صدقها الزوج وكذبتها المرأة، أما إذا صدقاها ارتفع النكاح بينهما ولا مهر إن لم يكن دخل بها، ←

ربیبہ سے زنا کے متعلق احکام

سوال (۱۱۸۰): قدیم۲/۳۳۰- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمیٰ عمرو نے اپنی بیوی کی بیٹی ربیبہ سے جو دوسرے شخص کے نطفہ سے تھی زنا کیا آیا مذہب شافعیہ اور مالکیہ کی روسے یہ شخص مسلمانان متنفران کے ساتھ جو حنفی مذہب ہیں پاک ہوسکتا ہے یانہیں؟ گواس نے اس حرکت سے سخت توبہ کی اور نادم ہوا؛ لیکن حنفی لوگ اب اس کو بلاقطع تعلق بیوی کے مسلمان نہیں سمجھتے ہیں اگراس مسئلہ میں مالکیہ وشافعیہ کی تقلید کی جاوے تو اس کی بیوی جس کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتا ہے اس پر حلال ہوگی یا حرام ہی مطابق مذہب حنفیہ کے رہے گی قطع تعلق جوسخت مشکل ہے بیوی سے اور غیر ممکن ہے کیونکر درست ہوگا اور کوئی صورت اس کی بیوی کے حلال ہونے کی شریعت میں ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: قولہ پاک ہوسکتا ہے جواب توبہ گناہ سے پاک کردیتی ہے(۱) قولہ مسلمان نہیں سمجھتے۔

← **فإن كان قد دخل بها فلها مهر المثل، وإن كذباها لايرتفع النكاح؛ ولكن ينظر إن كان أكبر رأيه أنها صادقة يفارقها احتياطًا وإن كان أكبر رأيه أنها ما تعلم أني أختك من الرضاع، فإن نكل فرق بينهما وإن حلف فهي امرأته وإن صدقها الزوج وكذبتها المرأة يرتفع النكاح.** (البحر الرائق، كتاب الرضاع، قبيل كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٠٦، كوئٹه ٣/٢٣٣)

في الهندية: تزوج امرأة فقالت امرأة: أرضعتكما فهو على أربعة أوجه: إن صدقاها فسد النكاح ولامهر، إن لم يدخل وإن كذباها وهي عدلة فالتنزه المفارقة......وكذا لو شهد غير عدول أو امرأتان أو رجل وامرأة، وإن صدقها الرجل وكذبتها فسد النكاح والمهر بحاله وإن بالعكس لا يفسد ولها أن تحلفه ويفرق إذا نكل. (شامي، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٢٠، كراچي ٣/٢٢٤)

الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٣٤٧، جديد ١/٤١٣۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **عن أبي عبيدة بن عبد الله عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له.** (سنن ابن ماجة، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية ص:٣١٣، دار السلام رقم: ٤٢٦٠)

السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الشهادات، باب شهادة القاذف، دارالفكر العلمية بيروت ٤/٤٨، دار الكتاب العربي رقم: ٤٦٠٧۔

جواب: حرام کو حرام سمجھے تب تک کافر نہیں ہوا(۱) کا فر سمجھنا گناہ ہے (۲) قولہ تقلید کی جاوے۔
جواب: ضرورت تقلید کی کیا ہے بجز نفس پرستی کے سوشرعاً یہ ضرورت نہیں (۳) قولہ چھوڑ نا نہیں چاہتا۔ جواب: وجہ؟
ربیع الاول ۱۳۳۹ھ (تتمہ ۵،ص ۱۸۵)

اپنی مزنیہ کے لڑکے کی مزنیہ سے شادی کا حکم

سوال (۱۱۸۱): قدیم ۲/ ۳۳۰ - ایک مرد (زید) نے ایک عورت (ہندہ) سے زنا کیا تھا پھر وہ عورت (یعنی ہندہ) اس مرد (یعنی زید) سے جدا ہوگئی اور چند سال اور ایک عرصہ کے بعد اُس (یعنی ہندہ)

---

(۱) **من استحل حرامًا قد علم حرمته في دين النبي صلى الله عليه وسلم كنكاح ذوي المحارم أو شرب الخمر أو أكل ميتة أو دم أو لحم خنزير من غير ضرورة فهو كافر وفعله هذه الأشياء فسق دون الاستحلال.** (الفتاوى التاتارخانية، باب أحكام المرتدين، فصل في رد الأوامر الشرعية، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۳۱۳، رقم: ۱۰۵۷۲)

إن الكبيرة التي هي غير الكفر لا تخرج العبد المؤمن من الإيمان ......ولاتدخله في الكفر ...... نعم إذا كان بطريق الاستحلال والاستخفاف كان كفرًا لكونه علامة للتكذيب. (شرح العقائد، مبحث الكبيرة، مكتبه نعيمية ديوبند ص: ۱۰۷-۱۰۸)

(۲) **عن أبي ذر رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول لايرمي رجل رجلا بالفسوق ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك.** (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، النسخة الهندية ۲/ ۸۹۳، رقم: ۵۸۱۰، ف: ۶۰۴۵)

مسند إمام أحمد بن حنبل بيروت ۵/ ۱۸۲، بيت الأفكار الدولية رقم: ۲۱۹۰۴۔

(۳) **وقد نصوا أنه لا بأس بتقيلد غير إمامه عند الضرورة لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام لأن الحكم الملفق باطل بالإجماع.** (قواعد الفقه، اشرفي ص: ۵۷۶)

الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، قبيل باب الأذان، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۴۶، كراچي ۱/ ۳۸۲۔

حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، دارالكتاب ديوبند ص: ۱۷۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

نے کسی اور مرد (بکر) سے زنا کیا اُس مرد سے لڑکا (خالد) پیدا ہوا اس لڑکے (خالد) نے ایک عورت (نادرہ) سے زنا کیا اور اس عورت (نادرہ) کو جدا کردیا اب یہ عورت (نادرہ) اس اول الذکر مرد (زید) سے نکاح کرنا چاہتی ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب : في رد المحتار عن الخير الرملي: ولا (تحرم) زوجة الربيب ولازوجة الراب. اھ (۱) قلت: وظاهر ان ابن المزنية لا يفوق الربيب و مزنية الربيب لا تفوق زوجة الربيب فلما حلت زوجة الربيب فمزنية ابن المزنية بالأولىٰ.

حاصل یہ کہ زید کا نکاح نادرہ سے حلال ہے۔ (۲) ۱۳؍ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ

زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت کی قرآنی دلیل

سوال (۱۱۸۲): قدیم ۲/۳۳۱ - کیا حنفیہ کے پاس حرمت بالزنا کے مسئلہ میں کوئی وجہ استنباط کی قرآن مجید سے بھی ہے؟

الجواب : قال اللّٰه تعالیٰ: وَرَبائِبُکُمُ اللاتی فِی حُجُورِکم مِنْ نسائِکُم اللّاتی دَخلتم بِهن فَان لَم تَکُونوا دَخلتم بِهِن فَلا جُناح عَلیکم. الآیة (۳)

آیت اس بات میں تو نص ہے کہ حرمت مصاہرت بنت المنکوحہ کی موقوف ہے اُس منکوحہ سے دخول پر اور اس حرمت کے لئے اس سے صرف نکاح کافی نہیں رہی، یہ بات کہ صورت دخول میں مؤثر اس حرمت میں کیا چیز ہے آیا نکاح محض یا نکاح بشرط دخول یا دخول محض یا دخول بشرط نکاح یا دونوں کا مجموعہ سو یہ سب احتمالات ہیں

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰۵/۴، كراچي ۳۱/۳۔

منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۶۸/۳، كوئٹه ۹۵/۳۔

(۲) **وبنت زوجة الابن لا تحرم على الأب وبنت زوج الأم لا تحرم على ابنه و لا أمه ...... ولازوجة الربيب** . (الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، مبحث فيما تثبت به حرمة المصاهرة، دارالكتب العلمية بيروت ۶۳/۴) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۳) سورة النساء: ۲۳۔

کیونکہ تتبع احکام سے سب میں صلاحیت علت مؤثرہ ہونے کی معلوم ہوتی ہے چنانچہ بعض احکام میں صرف نکاح کو بلا دخول مؤثر پایا جاتا ہے جیسے امہات نساء کی حرمت اور جیسے حلائل ابناء یا نساء آباء کی حرمت (۱) اور بعض احکام میں صرف دخول کو بلا نکاح مؤثر پایا جاتا ہے جیسے موطوءہ بالشبہ کا عقر (۲) اور بعض احکام میں احدہما بشرط الآخر مؤثر دیکھا جاتا ہے جیسے نکاح کے بعد خلوت صحیحہ سے وجوب مہر کامل (۳) اور بعض احکام میں مجموعہ مؤثر پایا جاتا ہے جیسے رجم کہ اس کے لئے نہ صرف نکاح موجب ہے نہ صرف دخول (۴)

---

(۱) و(یحرم) أم امرأته حرامًا مطلقًا أي لم یقید بشرط الدخول بالمرأة بل تحرم بنفس العقد الصحیح. لقوله تعالیٰ: وأمهات نسائكم. [النساء:۲۳] وامرأة أبیه وإن علا أي امرأة أجداده. لقوله تعالیٰ: ولاتنكحوا مانكح آباؤكم. [النساء:۲۲] دخل بها أو لم یدخل ...... وامرأة ابنه وإن سفل دخل بها أو لم یدخل لقوله تعالیٰ: وحلائل أبنائكم الذین من أصلابكم. [النساء:۲۳] (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۴۷۷)

(۲) لو وطئت بشبهة كان العقرلها. (المبسوط للسرخسي، كتاب المكاتب، باب مالايجوز من المكاتبة، دارالكتب العلمية بيروت۸/۹)

بدائع الصنائع، كتاب الحدود، بيان ما يسقط الحد بعد وجوبه، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۵۳۲، كراچي۷/۶۲۔

الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۴/۴۷۔

(۳) عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلا: من كشف خمار امرأة ونظر إليها فقد وجب الصداق دخل بها أو لم يدخل. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصداق، دارالفكر بيروت ۱۱/۵۱، رقم: ۱۴۸۵۰)

وإذا خلا الرجل بامرأته وليس هناك مانع من الوطء، ثم طلقها فلها كمال المهر. (الهداية، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/۳۲۵)

(۴) إحصان الرجم الحرية والتكليف والإسلام والوطء بنكاح صحيح حال وجود الصفات المذكورة فيهما (ملتقي الأبحر) وفي مجمع الأنهر: (والوطء بنكاح صحيح) حتى لو وطئ بنكاح فاسد أو ملك يمين لم يرجم وكذا من لم يتزوج أو تزوج ولم يدخل بها لايكون محصنًا. (مجمع الأنهر، كتاب الحدود، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۳۴۰)

البحر الرائق، كتاب الحدود، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۱۶-۱۷، كوئٹہ۵/۱۰۔ ←

اوراس میں یہ احتمال غیر ناشی عن دلیل ہے کہ مؤثر نکاح ہومگر بشرط دخول کیونکہ نکاح مجرد کا کوئی اثر اس عقوبت کی جنس میں کہیں پایا نہیں گیا بخلاف وجوب مہر کامل بعد النکاح والدخول کے کہ وہاں یہ احتمال موجود ہے کیونکہ صرف نکاح بھی نصف مہر کے وجوب میں مؤثر پایا گیا ہے تو مہر میں اس احتمال کی دلیل موجود ہے اور یہاں نہیں اور احتمال غیر ناشی عن دلیل غیر معتبر ہے؛ لہٰذا رجم میں صرف نکاح بشرط دخول کو مؤثر نہ کہیں گے اور اسی طرح دخول کے مؤثر کہنے کا بھی کوئی قرینہ نہیں لہذا اس کو بھی مؤثر نہ کہیں گے پس مجموعہ ہی مؤثر ہوا اس سے ثابت ہوگیا کہ علیت کی صلاحیت ان سب میں ہے نکاح میں بھی دخول میں بھی بالاشتراط بھی بلا اشتراط بھی مجموعہ میں بھی اس لئے بنت منکوحہ کی حرمت کی علت میں سب مذکورہ احتمالات ہوئے اور نص سے احتمال اوّل تو باطل ہے پس چار احتمال باقی رہے اور نص ہی سے یہ بھی یقینی ہے کہ مجموعہ کے وجود کے بعد ترتیب حرمت کا دخول ہی کے متصل ہوا ہے اور اصل نسبت حکم کی ہے جزو قریب کی طرف جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو اور یہاں اُس کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے جیسے عنقریب واضح ہوگا لہذا حرمت کو دخول ہی پر مرتب کیا جاوے گا پس احتمال اخیر بھی ساقط ہوا پس ترجیح اسی کو ہوئی کہ اصل علت حرمت کی دخول ہے خواہ بشرط نکاح یا بلا شرط نکاح اور اصل علت کی مؤثریت میں عدم اشتراط ہے''إلا أن يدل عليه دليل'' اور یہاں کوئی دلیل نہیں کیونکہ اس اشتراط کی دلیل بھی وہی ہوسکتی تھی جو صرف دخول کی طرف حکم حرمت کے منسوب نہ ہونے کی دلیل ہو سکتی تھی سو اس کے متعلق اوپر اس قول میں تحقیق کا وعدہ کیا گیا ہے کہ عنقریب واضح ہوگا پس ایک یہی احتمال متعین ہوگیا کہ ربائب کی حرمت مصاہرت کی علت صرف دخول ہے اور جب دخول کا علت مؤثرہ ہونا مورد نص میں ثابت ہوگیا تو غیر ربائب میں یعنی بنات الموطوءہ میں بھی قیاس سے حکم متعدی ہوگیا اور چونکہ موطوءہ کے تمام اصول وفروع میں اسی طرح تمام اصول وفروع کے موطوءات میں کوئی فصل کا قائل نہیں اسلئے بنات الموطوءہ میں حرمت مصاہرت کا حکم کرنے سے سب میں حکم کر دیا جاوے گا مگر چونکہ اس دلیل کے بعض مقدمات ظنیہ ہیں اس لئے اس حکم کو ظنی کہا جاوے گا۔ اب صرف وعدہ مذکورہ قول واضح ہوگا کا ایفا باقی رہا، سو مراد اس سے وہ روایات ہیں جن سے جمہور نے اس میں تمسک کیا ہے کہ صرف وطی سے حرمت مصاہرت نہیں ہوتی اگر یہ تمسک متکلم فیہ نہ ہوتا تو اس

← الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحدود، مطلب: شرائط الإحصان، مکتبہ زکریا دیوبند ٦/ ٢٢، کراچي ٤/ ١٧۔

سے یہ بھی ثابت ہوجاتا کہ دخول میں علت ہونے کی صلاحیت نہیں اسی طرح یہ بھی ثابت ہوجاتا کہ دخول کے ساتھ نکاح شرط ہے لیکن وہ روایات متکلم فیہ ہیں جیسا اعلاء السنن میں اُس کی تحقیق کی گئی ہے(۱) اس لئے ان کی دلالت حنفیہ پر حجت نہیں اور یہ وجہ مسئلہ کی من حیث المعقول ہے اوراس کی تائید منقول سے بھی ہوتی ہے جو اعلاء السنن میں مذکور ہے۔(۲)

۱۸/ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ (تتمہ خامسہ،ص ۲۵۵)

---

(۱) أخرج الدار قطني والطبراني من حديث عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم سئل عن الرجل يتبع المرأة حرامًا، ثم ينكح ابنتها أو البنت ثم ينكح أمها؟ قال: لايحرم الحرام الحلال إنما يحرم ماكان بنكاح حلال وفي إسنادهما عثمان بن عبد الرحمن الوقاصي وهو متروك قلت: وهذا كما ترىٰ لا يصلح للمعارضة. وفي كنز العمال عن عائشة رضي الله عنها مرفوعًا لا يفسد حلال بحرام، ومن أتي امرأة فلا عليه أن يتزوج أمها أو ابنتها فأما نكاح فلا رواه ابن عدي والبيهقي. وعن عائشة رضي الله عنها مرفوعًا أيضًا: لايحرم الحرام الحلال إنما يحرم ماكان بنكاح حلال رواه العقيلي والبيهقي. قلت: فهذه الأخبار باطلة عند أهل المعرفة ورواتها غير مرضيين قاله الجصاص في أحكام القرآن له (۲/۵ ۱ ۱) على أنهم متفقون أن التحريم غير مقصور على النكاح ولا على الوطء المباح؛ لأنه لا خلاف أن من وطأ أمته حائضًا أن هذا وطء حرام في غير نكاح وأنه يوجب التحريم قاله الجصاص أيضًا. (إعلاء السنن، كتاب النكاح، باب من زنى بامرأة حرمت أمها وبنتها، دارالكتب العلمية بيروت ۱۱/۱ ٤، مكتبه اشرفية ديوبند ۱۱/ ۳۱)

(۲) عن أم هاني رضي الله عنها مرفوعًا: من نظر إلي فرج امرأة لم تحل له أمها ولابنتها الخ عن الحسن البصري عن عمران بن حصين قال فيمن فجر بأم امرأته: حرمتا عليه الخ عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت: اختصم سعد بن أبي وقاص وعبد بن زمعة في غلام فقال سعد: هذا يا رسول الله ابن أخي عتبة بن أبي وقاص عهد إلى أنه ابنه انظر إلى شبهه فرأي شبها بينا بعتبة فقال: هو لک يا عبد الولد للفراش وللعاهر الحجر واحتجبي منه يا سودة بنت زمعة: قالت: فلم يرسودة قط رواه مسلم في صحيحه (۲/ ۴۷۰- ۴۷۱) (إعلاء السنن، كتاب النكاح، باب من زني بامرأة حرمت عليه أمها وبنتها، دارالكتب العلمية بيروت ۱۱/ ۴۰ تا ۴۲، مكتبه اشرفية ديوبند ۱۱/ ۳۰ تا ۳۲، رقم: ۳۱۰۴ تا ۳۱۰٦)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

رضاعی بہن کی فروع سے نکاح کی حرمت

سوال (۱۱۸۳): قدیم ۲/۳۳۲- ایک عجوزہ نے بعد سن ایاس وانقطاع حیض ونفاس وغیرہ کے یعنی بعد ساٹھ برس کے اپنی ایک بیٹی کے فرزند شیر خوار کو گود میں لیا اور اس کی پرورش کرنے لگی قدرت خدا سے اتفاقاً اس کے پستان میں دودھ پیدا ہوگیا اور اس فرزند شیر خوار نے پیا اور اسی عجوزہ کی دوسری بیٹی کی ایک دختر یعنی نواسی ہے سوال یہ ہے کہ اس دوسری بیٹی کی دختر کا نکاح اس فرزند رضیع کے ساتھ (جو کہ اس نواسی کی نانی کا اخ رضاعی ہوا) ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ دوسری بیٹی اس کی دختر اس فرزند رضیع کی اخت رضاعی کے فروع میں سے ہے اور اخت کے فروع اور فروع الفروع اخ پر سب حرام ہیں اور اس قربت کی حرمت میں نسب ورضاع کا ایک حکم ہے؛ لہٰذا ان میں نکاح نہیں ہوسکتا(۱) اور ارضاع میں آئسہ وغیر آئسہ برابر ہیں۔

في الدر المختار: باب الرضاع هو مص من ثدی اٰدمية و لو بكرا أو ميتة أو ائسة. في رد المحتار: قوله: أو ائسة ذكره في النهر أخذا من إطلاقهم قال و هو حادثة الفتویٰ.(۲) واللّٰہ اعلم

۷/ شعبان ۱۳۲۲ھ (امداد ج ۲، ص ۵۱)

---

(۱) **عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب.** (سنن الترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء يحرم من الرضاع، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۷، دارالسلام رقم: ۱۱۵٦)

عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاع ما يحرم من الولادة. (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۰، دار السلام رقم: ۲۰۵۵)

وحرم الكل مما مر تحريمه نسبا ومصاهرة رضاعا (الدر) وتحته في الشامية: يعني يحرم من الرضاع أصوله وفروعه وفروع أبويه وفروعهم، وكذا فروع أجداده و جداته الصلبيون. الخ (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰۵/۴، كراچي ۳/ ۳۱)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۳۸۹/۴ تا ۳۹۲۔ ←

ماموں، بیٹے، بھانجے، بھتیجے کی بیویوں سے بعد وفات نکاح کا حکم

سوال (۱۱۸۴): قدیم ۲/۳۳۳- ماموں کی بیوی اور بیٹے کی بیوی سے بعد طلاق یا وفات کے نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور نیز بھانجے کی بیوی اور بھتیجے کی بیوی سے بعد طلاق یا وفات کے نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب: ماموں کی بیوی سے بعد طلاق یا وفات نکاح درست ہے۔ اور بیٹے کی بیوی سے نکاح باطل وحرام ہے اور بھانجے کی بیوی اور بھتیجے کی بیوی سے بھی نکاح حلال ہے۔

في الدر المختار: وزوجة أصله وفرعه مطلقا. اھ (۱) قلت: فالخال وابن الأخ وابن الأخت ليسوا بأصول ولا فروع. فقط واللہ اعلم.

۲۲ / ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

← **هو (الرضاع) مص الرضيع اللبن ولو قليلا من ثدى الأدمية ولو بكرًا أو ميتة كما سيأتي أو آيسة كما هو مقتضى الإطلاق وهي حادثة الفتوى.** (النهر الفائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۲۹۸)

هو مص الرضيع حقيقة أو حكما اللبن ولو قليلا أو مختلطا غالبًا من ثدى الآدمية ولو بكرًا أو ميتة أو آيسة كما يفيد الإطلاق. (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب الرضاع، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۵۵۱) *شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ*

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۱۰۵، كراچي ۳/۳۱

و (**يحرم**) **امرأة أبيه وإن علا وابنه وإن سفل.** (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۴۷۷)

قال رحمه الله: وامرأة أبيه وابنه وإن بعد أي تحرم عليه امرأة أبيه وامرأة ابنه وإن بعد الأب والإبن بأن كان أب الأب أو أب الأم أو أب أم الأب وإن علا أو كان ابن الابن وإن سفل. (تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، متكبة زكريا ديوبند ۲/۴۶۲، امدادية ملتان ۲/۱۰۳)

النهر الفائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۱۸۷۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

رضاعت میں عورتوں کی شہادت اور مرضعہ کے قول کا معتبر نہ ہونا

سوال (۱۱۸۵): قدیم ۲/۳۳۳- ایک عورت نے اپنے داماد سے بچپن کی شیر خواری کا دعویٰ کیا اور اس کی صرف دو عورتیں شاہد ہیں اور کوئی نہ مرد گواہ ہے نہ کوئی عورت بلکہ اکثر مرد عورت یہ کہتے ہیں کہ ہم ضامن ہیں کہ اس نے شیر خواری نہیں کی ہے؟

الجواب: في الدرالمختار: وشرط العدالة في الديانات كالخبر عن نجاسة الماء فيتيمم إن أخبر بها مسلم عدل. وفي رد المحتار في الديانات: أي المحصنة درر احتراز عما إذا تضمنت زوال الملک كما إذا أخبر عدل أن الزوجين ارتضعا من امرأة واحدة لا تثبت الحرمة لأنه يتضمن زوال ملک المتعة فيشترط العدد والعدالة جميعاً.اه ج: ۵، ص: ۳۳۹. (۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں اس عورت کا بیان کافی نہیں بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں معتبر شاہد ہوں تب معتبر ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم

یکم صفر ۱۳۲۵ھ (امداد، ج و ص ۵۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۴۹۸-۴۹۹، كراچي ۶/۳۴۶۔

(۲) ومنها أي من الديانات الحل والحرمة إذا لم يكن فيه زوال الملک يعني يقبل في الحل والحرمة خبر الواحد إذا لم يكن فيه زوال الملک كما إذا قال: هذا الطعام أو هذا الشراب حلال أو حرام فإذا تضمن زوال الملک لا يقبل إلا بشهادة رجلين أو رجل وامرأتين كما إذا أخبر امرأة أو رجل عدل أن الزوجين ارتضعا من امرأة واحدة لا تثبت الحرمة لأن ثبوتها زوال ملک المتعة فيشترط العدد والعدالة جميعًا فإذا كان ذلک فلا يجب التفريق ولا يقبل خبرها. (البناية شرح الهداية، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس، مكتبه اشرفية ديوبند ۱۲/۷۸-۷۹)

ومنها أي من الديانات الحل والحرمة يقبل فيهما خبر الواحد العدل إذا لم يتضمن زوال الملک الإخبار بحرمة الطعام والشراب يقبل فيها قول العدل فلا يحل الأكل ولا الإطعام لأنها حق الله تعالىٰ فيثبت بخبر الواحد ولا يخرج عن ملكه لأن بطلان الملک لا يثبت بخبره ←

رضاعی بہن کی نسبی بہن سے نکاح کا جواز

سوال (۱۱۸۶): قدیم ۲/۳۳۴- مسماۃ ہندہ کی دولڑکیاں مسماۃ کلثوم ومسماۃ زینب ہوں اور مسماۃ راویہ کے ایک لڑکا مسمیٰ زید ہے اور مسماۃ کلثوم اور زید برادر رضاعی اس طرح پر ہوں کہ مسماۃ کلثوم نے مسماۃ راویہ کا دودھ پیا ہو تو زید کا عقد ساتھ زینب کے جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب: صورتِ مسئولہ میں زینب زید کی رضاعی بہن یعنی کلثوم کی نسبی بہن ہے اس لئے نکاح جائز ہے۔

في الدر المختار: و تحل أخت أخيه رضاعا يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية و بالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعا أخت نسبا و بهما وهو ظاهر. اھ (ا)

۲/ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ (امداد، ص۵۲، ج۲)

← **وليس من ضرورة ثبوت والحرمة بطلان الملك، وأما إذا تضمن زواله فلا يقبل كما إذا أخبر رجل أو امرأة عدل للزوجين بأنهما ارتضعا من امرأة واحدة؛ بل لابد فيها من شهادة رجلين أو رجل وامرأتين لأن الحرمة هاهنا مع بقاء النكاح غير متصور فكان متضمنًا لزوال الملك.** (عناية مع فتح القدير، كتاب الكراهية، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰/۱۱-۱۲، كوئٹه ۸/٤٤٧) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(ا) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤١٠، كراچي ٣/٢١٧۔

وتحل أخت أخيه رضاعا يصح اتصاله بكل من المضاف والمضاف إليه وبهما فالأول أن يكون له أخ من النسب؛ ولهذا الأخ أخت رضاعية. والثاني: أن يكون له أخ من الرضاع له أخت نسبية. والثالث ظاهر. (البحر الرائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٩٦، كوئٹه ٣/٢٢٧)

النهر الفائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٣٠٢۔

سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب الرضاع، دارالكتب العلمية بيروت ١/٥٥٤۔

ويجوز أن يتزوج الرجل بأخت أخيه من الرضاع لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب (هداية) وتحته في البناية: وعلى هذا أخت الأخت من الرضاع وأخت الأخت من النسب ←

سوال (۱۱۸۷): قدیم ۲/۳۳۴- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے مدت رضاعت میں ہندہ کی والدہ کا دودھ پیا اور ہندہ نے مدت رضاعت کے اندر زید کی والدہ کا دودھ پیا پس زید کا ایک بھائی حقیقی عینی مسمیٰ عمرو اور عمر میں زید سے چھوٹا ہے اور ہندہ کی ایک بہن مسماۃ بہ زینب حقیقی عینی مسمی ہے پس آیا درمیان عمرو زینب کے نکاح درست ہے یا نہیں بموجب حکم شرع شریف کے؟ بینوا توجروا

الجواب: **في الدرالمختار: و تحل أخت أخيه رضاعاً يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية و بالمضاف إليه كأن تكون لأخيه رضاعا أخت نسبا أو بهما وهو ظاهر. اھ** (۱)

پس چونکہ صورت مسئولہ میں عمرو اور زینب میں علاقہ یہ ہے کہ زینب اخت نسبی ہے ہندہ کی جوکہ اخت رضاعی ہے عمرو کی اور عمرو اخ نسبی ہے زید کا جو اخ رضاعی ہے زینب کا اس لئے بنا بر روایت بالا عمرو اور زینب میں باہم نکاح درست ہے۔ (۲)

۲۳/ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ (تتمہ ۲، ص ۹۷)

← **وكان ينبغي أن يقول: أخت أخيه أو أخته من الرضاع ويقول: أخته أخيه وأخته من النسب؛ لكن اكفتى بذكر الأخ لظهور ذلك.** (البناية شرح الهداية، كتاب الرضاع، مكتبه اشرفية ديوبند ۵/۲٦۸) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤١٠، كراچي ۳/۲۱۷۔

(۲) **وتحل أخت أخيه رضاعا يصح اتصاله بكل من المضاف والمضاف إليه و بهما، فالأول أن يكون له أخ من النسب؛ ولهذا الأخ أخت رضاعية. والثاني: أن يكون له أخ من الرضاع له أخت نسبية والثالث ظاهر.** (البحر الرائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۳۹٦، كوئٹه ۳/۲۲۷)

النهر الفائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۳۰۲۔

سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب الرضاع، دارالكتب العلمية بيروت ۱/٥٥٤۔

ويجوز أن يتزوج الرجل بأخت أخيه من الرضاع؛ لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب (هداية) وتحته في البناية: وعلى هذا أخت الأخت من الرضاع وأخت الأخت من النسب. (البناية شرح الهداية، كتاب الرضاع، مكتبه اشرفية ديوبند ۵/۲٦۸) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

باب بیٹے کا دو حقیقی بہنوں سے نکاح کا جواز

سوال (۱۱۸۸): قدیم ۲/۳۴۴- ہندہ وزینب دونوں حقیقی بہن ہیں اور زید وعمر دونوں باپ اور بیٹے حقیقی دونوں کا نکاح زینب اور ہندہ سے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: جائز ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

۱۳۲۵ھ (امداد، ج ۲،ص ۵۳)

ان دونوں کی اولاد کا آپس میں نکاح کا حکم

سوال متعلق سوال بالا اور ان دونوں سے لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئے ان دونوں کی شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب (*): حرام ہے۔(۲)

۱۳۲۵ھ (امداد، ج ۲،ص ۵۳)

(*) کیونکہ اگر باپ کے لڑکا اور بیٹے کی لڑکی پیدا ہوں تب تو وہ آپس میں چچا اور بھتیجی ہوئے اور اگر بالعکس ہوں تو وہ باہم پھوپی بھتیجے ہوئے اور حرمت نکاح ان کی ظاہر ہے۔۱۲ منہ

---

(۱) **قال اللہ تعالیٰ: وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ.** [سورۃ النساء: ۲۴]

قال الخیر الرملي: ولاتحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب و لابنتها.

(شامي، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، مکتبه زکریا دیوبند ٤/١٠٥، کراچي ٣/٣١)

ولابأس بأن یتزوج الرجل امرأة ویتزوج ابنه ابنتها أو أمها کذا في محیط السرخسي.

(هندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثاني قبیل القسم الثالث، مکتبه زکریا دیوبند ١/٢٧٧، جدید ١/٣٤٢)

مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات، دارالکتب العلمیة بیروت ١/٤٨١۔

البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، مکتبه زکریا دیوبند ٣/١٧٣، کوئٹه ٣/٩٨۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) **قال اللہ تعالیٰ: حرمت علیکم امهاتکم وبناتکم وأخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الأخ.** [النساء: ٢٣] ←

زید کی مرضعہ کی سب لڑکیاں زید پر حرام ہیں

سوال (۱۱۸۹): قدیم ۲/۳۳۵- زید نے ہندہ کے ہمراہ ہندہ کی حقیقی والدہ کا دودھ پیا اب صرف ہندہ ہی کا زید سے نکاح از روئے شرع شریف ناجائز اور حرام ہے یا اس کی کل بہنوں کا بھی؟ فقط

الجواب: في الدرالمختار: ولا حل بين رضيعى امرأة لكونهما أخوين و إن اختلف الزمن والأب ولا حل بين الرضيعة و ولد مرضعتها الخ مع ما يتعلق به من رد المحتار. ۲/۲۷۰ (۱)

بنابر روایت مذکورہ جواب یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں ہندہ کی والدہ کی تمام لڑکیاں زید پر حرام ہیں۔ (۲) فقط

۹/ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۹۶)

← المحرمات بالنسب وهن الأمهات والبنات والأخوات والعمات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت فهن محرمات نكاحا ووطأ ودواعيه على التأبيد ...... وأما الأخوات فالأخت لأب وأم والأخت لأب والأخت لأم وكذا بنات الأخ والأخت وإن سفلن وأما العمات فثلاث عمة لأب وأم وعمة لأب وعمة لأم. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات، القسم الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۲۷۳، جديد ۱/۳۳۹)

حرم تزوج أمه وبنته وإن بعدتا وأخته وبنتها وبنت أخيه وعمته وخالته (كنز) وتحته في البحر: للنص الصريح ودخل فيه الأخوات المتفرقات وبناتهن وبنات الإخوة المتفرقين والعمات والخالات والمتفرقات؛ لأن الإسم يشمل الكل. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند۲/۶۰ ٤، امدادية ملتان ۲/۱۰۲) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤١٠، كراچي ۳/۲۱۷ ـ

(۲) ولاحل بين رضيعي ثدي وولد مرضعته سواء أرضعت ولدها أولا، وإلا كانت داخلة تحت الأولىٰ. (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب الرضاع، دارالكتب العلمية بيروت ۱/٥٥٤)

ولاحل بين رضيعي ثدي وبين مرضعة وولد مرضعتها و ولد ولدها (كنز) وتحته في البحر: ولا فرق بين كون ولد التي أرضعت رضيعا مع المرضعة أو كان سابقًا بالسن بسنين كثيرة أو مسبوقا بارتضاعها بأن ولد بعده بسنين......ولو كانت أم البنات أرضعت إحدىٰ البنين ←

ناک، کان میں عورت کے دودھ ڈالنے سے حرمت رضاعت کا حکم

سوال (۱۱۹۰): قدیم ۲/ ۳۳۵- ایک لڑکا جس کی عمر پورے ڈھائی برس کی ہے وہ بیمار رہوا اور محلّہ میں سے کسی عورت کا دودھ اُس کے ناک کان میں ڈالا گیا یا مغز میں لگایا گیا تو اس کے استعمال سے شرعاً وہ عورت اس کی رضاعی ماں قرار دی جاوے گی یا نہیں؟

الجواب (*): في الدرالمختار: ولا الإحتقان والإقطار في أذن وإحليل وجائفة و امّة. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں وہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں نہ ہوگی۔

۵/ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۹۳)

سوال (۱۱۹۱): قدیم ۲/ ۳۳۵- ایک عورت نے اپنے شوہر کی اجازت سے اپنا دودھ اپنے چچا زاد بھائی کو بطور دوا ناک میں ڈالنے کو دیا اس بھائی نے اس دودھ کو خالصاً یا دوسری ادویات میں شامل کر کے ناک میں سعوط کیا اُس وقت ایک لڑکی حالت رضاعت میں تھی جو کچھ عرصہ بعد فوت ہوگئی استعمال دودھ کے کچھ عرصہ بعد اُس عورت کے اولاد ہوئی؟ اور اس کے چچازاد بھائی مذکور کے بھی اولاد ہوئی۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ آیا اس عورت کے لڑکوں کا عقد نکاح اُس کے چچازاد بھائی مذکور کی لڑکیوں کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

(*) ناک میں دودھ ڈالنا موجب حرمت ہے، مگر صورت مسؤلہ میں دودھ مدت رضاعت کے بعد ڈالا گیا؛ اس لئے حرمت ثابت نہ ہوگی۔ ۱۲ رشید احمد عفی عنہ

← وأم البنين أرضعت إحدىٰ البنات لم يكن للإبن المرتضع من أم البنات أن يتزوج واحدة منهن. (البحر الرائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكرياديوبند ۳/ ۳۹۷، كوئٹه ۳/ ۲۲۸)

المبسوط للسرخسي، كتاب الرضاع، باب تفسير لبن الفحل، دارالكتب العلمية بيروت ۳۰/ ۳۰۱۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤١٣، كراچي ۳/ ۲۱۹۔

الجواب (*): چونکہ یہ شخص رضیع نہیں اس لئے حرمت نہ ہوئی۔(۱)

(تتمہ خامسہ ص ۱۵۱)

سوال (۱۱۹۲): قدیم ۲/ ۳۳۵ - الامداد بابت ماہ جمادی الاولیٰ صفحہ ۳ میں رضاعت کے متعلق سوال ہے سوال سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بعد مدت رضاعت خود اس کے بھائی نے سعوط کیا ہے تو کیا بعد مدّت رضاعت کے بھی سعوط سے حرمت ثابت ہوگی جیسا کہ جواب سے معلوم ہوتا ہے، یا کیا؟

الجواب: واقعی سوال ہی کے سمجھنے میں مجھ سے غلطی ہوئی سائل کی عبارت میں میری نظر سعوط پر رہی اور ذہن میں یہ رہا کہ سعوط میں سائل کو شبہ ہے کہ یہ حکم رضاع میں ہے یا نہیں بس اس بناء پر جواب دیدیا اس طرف مطلق التفات نہ ہوا کہ سعوط کرنے والا رضیع نہیں اب سوال کا مفہوم معلوم ہوا اس لئے اب رجوع کرتا ہوں اور جواب کی تصحیح اس طرح کرتا ہوں کہ گو سعوط بحکم رضاع ہے۔(۲)

(*) رسالہ الامداد ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ میں جو جواب درج ہے، اس میں یہ غلطی ہوگئی تھی کہ ذہن میں اس شخص کے رضیع ہونے کا خیال رہا؛ لہٰذا یہاں صحیح جواب درج کیا گیا ہے۔۱۲ شبیر علی عفی عنہ

---

(۱) **عن جابر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا رضاع بعد فصال ولا يتم بعد إحتلام. الحديث** (مسند أبي داؤد الطيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۳۵۹، رقم:۱۸۷٦)

عن علي رضي الله عنه قال: لا رضاع بعد فصال. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الرضاع، باب رضاع الكبير، دارالفكر بيروت ۱۱/٤٦٤، رقم:۱٦۰۸۲)

وإذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم لقوله عليه السلام: لا رضاع بعد الفصال. (الهداية، كتاب الرضاع، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۵۰)

الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۳٤۳، جديد ۱/٤۰۹۔

ويثبت التحريم في المدة فقط، أما بعدها فإنه لا يوجب التحريم. (شامي، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/۳۹۷، كراچي ۳/ ۲۱۱) ***شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ***

(۲) **هو (الرضاع) مص من ثدي آدمية ولو بكرًا أو ميتة أو آيسة، والحق بالمص الوجور والسعوط.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۳۹۱-۳۹۲، كراچي ۳/ ۲۰۹)

سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب الرضاع، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۵۵۱۔

مگر اس صورت میں خود رضاع ہی موجب حرمت نہ ہوتا کہ مدت رضاع کے بعد ہے اس لئے نکاح مسئولہ عنہ جائز ہے۔(۱) فقط

(ترجیح ۵،ص ۱۱۵)

لبنِ فحل سے حرمت کا حکم

سوال (۱۱۹۳): قدیم ۲/ ۳۳۶-ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔ زید کے اُس کی منکوحہ زینب کے بطن سے ایک پوتا خالد اور ایک نواسی صالحہ ہے خالد نے ایام رضاعت میں زید کی دوسری منکوحہ خدیجہ کا دودھ پیا تو اب خالد کا نکاح صالحہ سے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: صالحہ رضاعی بھانجی ہے خالد کی پس حسب قاعدہ: ''**یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب** (۲)'' ان میں باہم نکاح جائز نہیں۔(۳)

---

(۱) **عن جابر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لارضاع بعد فصال ولايتم بعد إحتلام. الحديث** (مسند أبي داؤد الطيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٣٥٩، رقم:١٨٧٦)

عن علي رضي الله عنه قال: لارضاع بعد فصال. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الرضاع، باب رضاع الكبير، دارالفكر بيروت ١١/٤٦٤، رقم:١٦٠٨٢)

وإذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم لقوله عليه السلام: لارضاع بعد الفصال. (الهداية، كتاب الرضاع، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٣٥٠)

الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٣٤٣، جديد ١/٤٠٩۔

ويثبت التحريم في المدة فقط، أما بعدها فإنه لايوجب التحريم. (شامي، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٩٧، كراچي ٣/٢١١) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) الهداية، كتاب الرضاع، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٣٥١۔

(۳) **عن عائشة رضـ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب.** (سنن ابن ماجه، أبواب النكاح، باب ما يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، النسخة الهندية ص:١٣٩، دارالسلام رقم:١٩٣٧)

سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة، النسخة الهندية ١/٢٨٠، دارالسلام رقم:٢٠٥٥۔ ←

شرح اس کی یہ ہے کہ ہر چند کہ خالد کا اور صالحہ کی ماں کا اشتراک ایک مرضعہ میں نہیں ہے؛ لیکن چونکہ دونوں عورتوں کا دودھ زید ہی سے ہے؛ لہٰذا یہ دونوں مرضعہ بحکم مرضعہ واحدہ ہیں۔

كما في الهداية: لبن الفحل تتعلق به التحريم (إلىٰ قوله) ويصير الزوج الذى نزل لها منه اللبن أبا للمرضعة، ثم قال لأنه سبب لنزول اللبن منها فيضاف اليه في موضع الحرمة. (۱) فقط

۲۹/ رمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۷۲)

محض پستان منھ میں ڈالنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال (۱۱۹۴): قدیم ۲/ ۳۳۷- اگر محض چھاتی سے بچہ کا منہ کسی طرح پر لگایا گیا ہو ارادۃً یا سہواً خواہ کسی طور پر ہو جس کا اثر بھی مطلق نہ ہوا ہو دودھ پلانا مان لیا جاوے گا اگر شرعاً عقد ممنوع ہو یا بصورت ادائے کفارہ وغیرہ جائز ہوسکتا ہو تو کس طریقہ پر ادا کرنا چاہئے ؟

← **يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا.** (الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۳٤۳، كراچي ۱/ ٤۰۹)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۳٦۲، رقم: ٦٤۲۲ـ

(۱) الهداية، كتاب الرضاع، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۵۱ـ

(زوج مرضعة لبنها منه أب لرضيع وابنه أخ وبنته أخت وأخوه عم وأخته عمة) بيان؛ لأن لبن الفحل يتعلق به التحريم لعموم الحديث المشهور وإذا ثبت كونه أبًا له لا يحل لكل منهما موطوءة الآخر، والمراد به اللبن الذي نزل من المرأة بسبب ولادتها من رجل زوج أوسيد. (البحر الرائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند۳/ ۳۹۳، كوئٹه ۳/ ۲۲٦)

وأما الحرمة في جانب زوج المرضعة التي نزل لها منه لبن فثبت عند عامة العلماء وعامة الصحابة ...... وهي المسألة الملقبة عند الفقهاء بلبن الفحل ...... وتفسير لبن الفحل أن المرضعة تحرم على زوج المرضعة؛ لأنها بنته من الرضاع. وكذا على أبناءه الذين من غير المرضعة؛ لأنهم أخوتها لأب من الرضاعة، وكذا على أبناء أبناءه وبأبناء بناته من غير المرضعة؛ لأنهم أبناء إخوة المرضعة وأخواتها لأب من الرضاعة. (بدائع الصنائع، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۹۷، كراچي ٤/ ۲)

الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۲/ ۲٤۸ـ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: اگر دودھ منہ میں دینے والی یقین کے ساتھ کہتی ہو کہ بچہ نے بالکل دودھ نہیں لیا اور ایک قطرہ دودھ بھی اس نے نہیں پیا تو محض چھاتی منہ میں لینے سے سے حکم رضاعی ثابت نہیں ہوتا۔

في الدر المختار: ان علم و صوله بجوفه من فمه أو أنفه لا غير فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن في حلقه أم لا لم يحرم لأن في المانع شكاً والوالجية، في رد المحتار: وفي الفتح: لو أدخلت الحلمة في في الصبي و شكت في الإرتضاع لا تثبت الحرمة بالشك. ص ٦٦٤. (١)

۱۲/ رمضان ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ، ص۹۳)

سوال (۱۱۹۵): قدیم ۲/ ۳۳۷- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام وفقہائے عظام اس بارہ میں کہ ایک عورت کے دس بچے ہیں اور سب میں سے جو آخر کا بچہ ہے اُس کے چھ بچے پیدا ہوئے ان چھ بچوں میں سے بھی جو آخری لڑکا پیدا ہوا اس کی ماں فوت ہوگئی اور اس کی بڑھیا دادی نے یعنی وہ پہلی عورت جس کی یہ سب اولاد ہوئی اس لڑکے کو اپنی پستانوں پر لگایا مندرجہ بالا تفصیل اولاد اور نیز مزید معلومات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بڑھیا کی عمر اس وقت قریباً (۱۰۰) برس کو پہونچ چکی ہوگی ورنہ ۸۰ برس سے کم ہرگز نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ اس کی پستانوں میں کوئی دودھ پیدا ہوا ہو اور نہ ایسا امکان ہی ہے تاہم لوگ اس لڑکے کو رضاعی بچہ تصور کر کے اس بڑھیا کی ساری اولاد سے شادی کرنا شرعاً جائز نہیں سمجھتے ہم نے جن بعض چھوٹے چھوٹے ملاؤں سے استفسار کیا ہے تو وہ سب نفی میں جواب دیتے ہیں حالانکہ از روئے قانون طبیہ جب یہ عمر دودھ پیدا ہونے سے خارج معلوم ہوتی ہے اور معلومات سے بھی یوں ہی ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پیدا نہ ہوا تھا تو پھر رضاعی بچہ شمار کرنا کیسا؟ للہ مصرح جواب سے آگاہ فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا

---

(١) الدرالمختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٩٩ تا ٤٠٢، كراچي ٣/ ٢١٢۔

الفتاوى الولوالجية، كتاب النكاح، الفصل الرابع في الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ١/ ٣٦٤۔

فتح القدير، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٤١٨، كوئٹه ٣/ ٣٠٤۔

لو أدخلت حلمة ثديها في فم مرضع و لاتدري أدخل اللبن في حلقه أم لا؟ لايحرم النكاح لأن في المانع شكا. (النهر الفائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٢٩٨)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٦٨، رقم: ٦٤٤٠۔ ←

الجواب : في الدر المختار: فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن في حلقه أم لا لم يحرم لأن في المانع شكا والولوالجية. وفي رد المحتار: قوله: فلوا التقم الخ تفريع على التقييد بقوله وإن علم وفي القنية امرأة كانت تعطى ثديها صبية واشتهرذلک بينهم، ثم تقول لم يكن في ثديي لبن حين القمتها ثديي ولم يعلم ذلک إلا من جهتها جاز لابنها أن يتزوج بهذه الصبية اه ط وفي الفتح لو أدخلت الحلمة في الصبي و شكت في الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشک اه ج ۲ ، ص ۶۶۴. (۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر دودھ اترنا اور حلق میں جانا اس دودھ پلانیوالی کے قول سے یا دوسری کسی دلیل سے ثابت ہو تب تو رضاع معہ اپنے احکام کے ثابت ہوگا اور جو کوئی ثبوت نہ ہو تو صرف پستان منہ میں دینے سے رضاع ثابت نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ دودھ پینے کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے دودھ نہ پینے کے لئے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲)

۱۶/ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ (تتمہ خامسہ، ص ۱۶۸)

← المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل الثالث عشر، نوع آخر في الرضاع، المجلس العلمي ٤/١٠٣، رقم: ٣٧٥١ ۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٠١-٤٠٢، كراچي ٣/٢١٢۔

(۲) **ثم اعلم أن هذه القاعدة إنما هي فيما إذا كان في المرأة سبب محقق للحرمة فلوكان في الحرمة شک لم يعتبر ولذا قالوا: لو أدخلت المرأة حلمة ثديها في فم رضيعة ووقع الشک في وصول اللبن إلى جوفها لم تحرم لأن في المانع شكا كما في الولواجية. وفي القنية: امرأة كانت تعطي ثديها صبية واشتهر ذلک فيما بينهم ثم تقول: لم يكن في ثديي لبن حين القمتها ثديي ولا يعلم ذلک إلا من جهتها جاز لابنها أن يتزوج بهذه الصبية. وفي الخانية: صغير وصغيرة بينهما شبهة الرضاع ولايعلم ذلک حقيقة. قالوا: لابأس بالنكاح بينهما.** (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الثالثة، قاعدة: الأصل في الأبضاع التحريم قديم ص:١١٧، جديد ١/٢١٢-٢١٣۔

البحر الرائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٨٧، كوئٹہ ٣/٢٢۔

الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٢/٩٣ ۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

عدم حکم رضاعت کی صورت

سوال (۱۱۹۶): قدیم ۲/ ۳۴۸ - بچہ پیدا ہونے کے بعد اگر کسی عورت کا دو تین قطرے دودھ لیکر اُس کے منہ وحلق میں لگادیا جاوے تو اس سے رضاعت کے بارہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب: في الدر المختار: فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن في حلقه أم لا لم يحرم لأن في المانع شكا. في رد المحتار عن الفتح: لو أدخلت الحلمة في في الصبى وشكت في الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشک ج ۲، ص ۶۶۴. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ثبوت حرمت کے لئے شرط یہ ہے کہ جوف تک پہنچنا متقین ہو پس اگر صورت مسئولہ میں یہ وصول یقینی ہواگر چہ قلیل ہی کا ہوتو حرمت ثابت ہوگی ورنہ شک میں حرمت نہ ہوگی۔(۲)

یکم جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ

---

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٠١-٤٠٢، كراچي ٣/٢١٢۔

(۲) **ثم اعلم أن هذه القاعدة إنما هي فيما إذا كان في المرأة سبب محقق للحرمة فلوكان في الحرمة شک لم يعتبر ولذا قالوا: لو أدخلت المرأة حلمة ثديها في فم رضيعة ووقع الشک في وصول اللبن إلى جوفها لم تحرم لأن في المانع شكا كما في الولواجية. وفي القنية: امرأة كانت تعطي ثديها صبية واشتهر ذلک فيما بينهم ثم تقول: لم يكن في ثديي لبن حين القمتها ثديي ولا يعلم ذلک إلا من جهتها جاز لابنها أن يتزوج بهده الصبية. وفي الخانية: صغير وصغيرة بينهما شبهة الرضاع ولايعلم ذلک حقيقة. قالوا: لابأس بالنكاح بينهما.** (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الثالثة، قاعدة: الأصل في الأبضاع التحريم قديم ص:۱۱۷، جديد ۱/۲۱۲-۲۱۳)

البحر الرائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٨٧، كوئٹه ٣/٢٢۔

الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٢/٩٣۔

الفتاوى الوالوالجية، كتاب النكاح، الفصل الرابع في الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ١/٣٦٦۔

ويشترط في اللبن شروط: الأول أن يكون مائعا ...... الثاني: أن يصل إلى جوف الطفل بواسطة مص الثدي أو بصبه في حلقه ...... فإذا وصل اللبن إلى الجوف بالصب في الحلق ←

باپ کی منکوحہ کی رضاعی بیٹی سے نکاح کا حکم

سوال (۱۱۹۷): قدیم ۲/ ۳۳۸- کیا حکم صادر فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد وفات زوجہ اولیٰ کے اپنا دوسرا عقد ہندہ کے ہمراہ کیا اور زید کے زوجۂ اولیٰ سے ایک لڑکا ہے اور ہندہ کی ایک چھوٹی بہن ہے جس کو اس نے زید کے نکاح میں آنے کے قبل دودھ پلایا پس اس صورت میں اگر پسر زید کا عقد ہندہ کی بہن کے ہمراہ کر دیا جاوے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ نیز اس وقت عرصہ اس رضاعت کو قریب تیرہ سال کے گزرا ہے پس صورۃ مذکورہ میں عقد مذکورہ جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: وہ دودھ چونکہ زید کا نہیں لہذا ہندہ کی اس بہن کا کوئی رشتہ رضاعت کا پسر زید کے ساتھ نہیں اس لئے ان دونوں میں مناکحت حلال ہے۔(۱)

۲۸/ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ (تتمہ خامسہ ص ۱۷۱)

← **أو بالصب في الأنف ترتب عليه التحريم سواء كان قليلا أو كثيرًا ولو قطرة واحدة ...... الشرط الثالث: أن يصل اللبن إلى الجوف في مدة الرضاع المتقدم ...... الشرط الرابع: أن يكون وصوله يقينا فلو التقم الحلمة ولم يعلم هل وصل لبن إلى جوفه أولا فإنه لا يعتبر لأن المانع شک، فلو أعطت المرأة ثديها لطفل وقالت: إن ثديها فيه لبن فإنها تصدق.** (الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، شروط الرضاع، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٥٤)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **لا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أوبنتها لأنه لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها.** (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ١٧٣، كوئٹه ٣/ ٩٨)

فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٢١٠، كوئٹه ٣/ ١٢٦۔

لا بأس بأن يتزوج المرأة ويزوج ابنه أمها أو ابنتها فإن محمد بن الحنفية رضـ **تزوج امرأة وزوج ابنتها من ابنه.** (المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح، قبيل باب نكاح الصغير والصغيرة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٢١٢) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حائضہ کی پنڈلی اور ہاتھ سے اخراج منی کا حکم

سوال (۱۱۹۸): قدیم ۲/ ۳۳۹ - زید کو جماع کی سخت ضرورت ہے اور اس کی زوجہ حائضہ ہے اس صورت میں وہ کیا کرے گا؟

الجواب: بی بی کی ساق وغیرہ سے رگڑ کر نکال دے یا اس کے ہاتھ سے خارج کرا دے لیکن اس کی ران وغیرہ کو مس نہ کرے۔

في الدر المختار: ويمنع (أي الحيض) حل دخول المسجد (إلىٰ قوله) و قربان ما تحت الإزار يعنى مابين سرة و ركبة ولو بلا شهوة وحل ماعداه مطلقاً. (۱) فقط واللہ اعلم۔

۱۰/ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ (امداد ج۲، ص۱۶۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب لو أفتى مفت بشيئ، مكتبه زكريا ديو بند ۱/ ٤٨٦، كراچي ۱/ ۲۹۱-۲۹۲۔

ويمنع (الحيض) قربان ماتحت الإزار كالمباشرة والتفخيذ ويحل القبلة وملامسة مافوق الإزار. (مجمع الأنهر، كتاب الطهارة، باب الحيض، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۸۰)

ويمنع (الحيض) أيضًا حل قربان أي مباشرة ما أي الموضع الذي هو كائن تحت الإزار وهو ما بين السرة إلى الركبة، أما السرة وما فوقها والركبة وما تحتها فيحل الاستمتاع بهما. (النهر الفائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، مكتبه زكريا ديوبند ۱/۱۳۱-۱۳۲)

ويحرم بالحيض والنفاس الجماع والاستمتاع بما تحت السرة إلى تحت الركبة لقوله تعالىٰ: ولا تقربوا هن حتى يطهرن. وقوله صلى الله عليه وسلم: لك ما فوق الإزار (مراقي الفلاح) وفي حاشية الطحطاوي: قوله: "والاستمتاع بما تحت السرة" أما السرة وما فوقها فيحل الاستمتاع به بوطء أو غيره ولو بلا حائل. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، دارالكتاب ديوبند ص: ١٤٥)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

رسالہ جلائل الانباء في حُرمة حلائل الابناء

سوال (۱۱۹۹): قدیم ۲/ ۳۳۹- بعد الحمد و الصلوٰۃ ایک صاحب نے الہ آباد سے ایک اشتہار بشکل استفسار بھیجا جس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص نے اپنی صلبی فرزند کی بیوی سے جو بیوہ تھی نکاح کرلیا لوگوں نے اعتراض کیا اور آیت ''وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ'' کو پیش کیا اس شخص نے جواب میں غایت بددینی سے احکام میں انتہا درجہ کی تحریفات کیں اور کچھ تحریفات اُن کی تائید میں مشتہر نے کیں گو ان تحریفات کا بطلان اس قدر ظاہر ہے کہ اس کے اظہار سے شرم آتی ہے پھر تحریف بھی واضح اور قطعی امر میں پھر بناء بھی اس کی جہل بیّن جس میں کوئی درجہ شبہ تک کا بھی نہیں لیکن زمانہ کا رنگ دیکھ کر کہ شاید کسی ہوا پرست کو آڑ نہ مل جاوے ضروری تنبیہ کے لئے سادہ الفاظ میں کچھ مختصراً لکھدینا مناسب معلوم ہوا اوّل اشتہار نقل کیا جاتا ہے جس کی نقل کے وقت تمام قلب ظلمت اور وحشت سے بھرا جاتا ہے پھر اُس کا جواب نقل کیا جائے گا۔

استفسار

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ط کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی صلبی فرزند کی جورو سے جو بیوہ تھی نکاح کرلیا جب یہ بات ہر خاص و عام میں مشہور ہوئی تو اکثر معترض ہوئے کہ یہ نکاح ناجائز ہے بیٹوں کی ازواج کو باپ کے اوپر پاک پروردگار نے حرام کیا ہے، سورۂ نساء کی آیت پیش کی گئی کہ:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ إلىٰ اٰخر البيان، وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ. (۱)

ترجمہ: اُردو قرآن شریف مطبوعہ، حرام کی گئیں تم لوگوں پر جورویں تمھارے فرزندوں کی جو تمھاری نسل سے ہیں اس آیت کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ اپنے صلبی فرزندوں کی جورویں مطلقاً حرام ہیں۔

اس کا جواب وہ شخص (جس نے اپنے فرزند کی زوجہ بیوہ سے نکاح کرلیا ہے) یہ دیتا ہے کہ اللہ پاک نے اس آیت میں یعنی (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ) میں بیٹوں کی جوروں کو

(۱) سورۃ النساء:۲۳۔

من حیث الزوجیت حکم حرمت کا نہیں فرمایا ہے اس آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ حرام کی گئیں او پر تمھارے حلال ہونے والی عورتیں تمھارے فرزندوں کی وہ کہ تمھارے اصلاب سے ہیں۔ دیکھئے حلائل ابناء دو طرح پر ہیں ایک وہ عورتیں جو تمھارے اصلاب سے ہیں جیسے بھتیجیاں و بھانجیاں وہ صرف تمھارے بیٹوں کے لئے حلال ہیں اور تمھارے لئے حرام اور دوسرے حلائل ابناء جو تمھارے غیر اصلاب کی ہیں وہ تمھاے بیٹوں کے لئے حلال ہیں اور تمھارے لئے بھی حلال ہیں جس کی تفسیر اللہ پاک خود فرماتے ہیں کہ (الذین من اصلابکم) یعنی کی گئیں تم لوگوں پر حلائل تمہارے بیٹوں کی وہ کہ تمھارے اصلاب سے ہیں جبکہ اللہ پاک نے حکم حرمت کا تمھارے بیٹوں کے ان حلائل پر جو تمھارے اصلاب سے ہیں خاص کر دیا تو وہ حلائل تمھارے بیٹوں کی جو تمھارے غیر اصلاب سے ہیں حلال تمھارے لئے ہیں تحقق خاص بے عام محال ہوتا ہے حرام ہونا حلال ہونا، نکاح کرنا، علیحدہ علیحدہ معنی رکھتے ہیں جو شے حرام ہے ہمیشہ حرام ہے اور جو شے حلال ہے ہمیشہ حلال ہے حلائل کے معنی ازواج کے نہیں ہیں جن اشخاص نے (حلائل ابنائکم) کے معنی تمھارے بیٹوں کی ازواج سمجھا غلط سمجھا (حلائل ابنائکم) اور (أزواج أبنائکم) میں کس قدر تفاوت ہے جو ادنیٰ تأمل سے ظاہر ہوسکتا ہے اگر تمھارے صلبی فرزندوں کی ازواج حرام ہیں تو یہ بھی ضرور مدنظر کرنا پڑے گا اور کہنا ہوگا کہ کون کون شخصوں کی ازواج حلال ہیں یہ امر مخفی نہ رہے کہ جورویں کسی شخص کی حلال نہیں ہیں چاہے بھائی ہو چاہے چچا ہو چاہے بیٹا ہو چاہے بھتیجا ہو چاہے متبنیٰ ہو کسی شخص کی جورو پر حکم حلال ہونے کا نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ کسی کی جورو ہے ہاں بعد فوت شوہر یا بعد طلاق نسبت زوجیت کو قطع نظر کر کے دیکھنا چاہیئے کہ اب ہمارے ساتھ کیا رشتہ وتعلق ہے اگر اُن حرام شدہ عورتوں میں سے ہے جن کو ہمارے اوپر اللہ پاک نے بالتفصیل بیان فرمادیا ہے وہ بیشک حرام ہیں اور اگر علاوہ ہیں بحکم ’’واحل لکم ما وارء ذلکم (۱)‘‘ بیشک حلال ہیں دیکھئے اور منصب ہو کر ملاحظہ فرمایئے آباء کے منکوحہ سے نکاح کرنے کی ممانعت اللہ پاک ان لفظوں سے کرتا ہے ’’لا تنکحوا مانکح آبائکم من النساء. (۲)‘‘ اور رسول اللہ ﷺ کے ازواج کے ساتھ نکاح کرنے کی ممانعت ان الفاظوں سے فرماتا ہے کہ: ’’وَمَا كَانَ لَكُمُ اَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا اَن تَنكِحُوا اَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ اَبداً.(۳)‘‘ دونوں آیتوں میں لفظ (لاتنکحوا) اور لفظ (ازواج) اور (ما نکح آبائکم من النساء) قابل توجہ ہے۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۲٤۔

(۲) سورۃ النساء: ۲۳۔

(۳) سورۃ النساء: ۵۳۔

اگر بیٹوں کی جوروں سے باپ کو نکاح کرنے کی ممانعت اللہ پاک کو کرنا ہوتا تو یہ فرماتا: ''لاتنکحوا ازواج ابنائکم'' یا یہ فرماتا کہ: ''لاتنکحوا ما نکح ابنائکم من النساء'' نہ یہ کہ ''حرمت علیکم حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم'' لہٰذا اس آیت شریفہ سے یہ مفہوم لینا کہ تمھارے بیٹوں کی ازواج تمھارے اوپر حرام کی گئیں اللہ پاک کے حکم میں تحریف لازم آتی ہے۔ اور اگر کوئی صاحب اس امر میں مدعی ہوں کہ حلائل کے معنی ازواج ہی کے ہیں تو کوئی آیت قرآنی یا حدیث نبوی اس معنی کے ثبوت میں بطور مثال کے تحریر فرماویں جس سے یہ امر واضح اور روشن ہو جاوے کہ لفظ حلائل اور لفظ ازواج میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں لفظ ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسے لفظ ازواج کے ثبوت میں یہ آیتیں ہیں پہلی مثال '' اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ الخ(۱)'' دوسری مثال: ''هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلَالٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْن(۲)'' تیسری مثال: 'وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ اَبَدًا''. (۳)

اسی طرح چاہیے کہ لفظ حلائل کے ثبوت میں آیت قرآنی یا حدیث نبوی بطور مثال کے تحریر کریں اور ذیل کے دو فقرہ جو زبان اُردو میں لکھے جاتے ہیں عربی فصیح میں لکھیں۔ فقرۂ اوّل تمھارے بیٹے جو تمھارے اصلاب سے ہیں ان کی جوروئیں تمھارے اوپر حرام کی گئیں۔ فقرۂ دوم تمھارے بیٹوں کی حلال ہونے والی عورتیں جو تمھارے اصلاب سے ہیں تمھارے اوپر حرام کی گئیں۔

ختم ہوا بیان اس شخص کا جس نے لفظ ''حلائل ابناء'' اور لفظ ''ازواج ابناء'' میں فرق بیان کیا اور اپنے خاص صلبی پسر متوفی کی زوجہ سے جو اس شخص کے اصلاب سے نہیں ہے عقد کرلیا؛ لہٰذا علمائے محققین کے حضور میں عرض ہے کہ شخص مذکور کے بیان کو ملاحظہ فرما کر اللہ و رسول کا جو حکم اس مسئلہ کے متعلق ہو تحریر فرماویں کیا شخص مذکور کا بیان صحیح سمجھا جائے کیا بعد فوت شوہر یا بعد طلاق نسبت زوجیت ازروئے قانون شرع شریف عورت کے اوپر سے حادث و ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ شخص مذکور کا بیان ہے کہ بعد فوت شوہر یا بعد طلاق نسبت زوجیت قطع نظر کر کے دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے ساتھ کیا رشتہ و تعلق ہے اگر ان عورتوں میں سے ہے جن کو بالتفصیل آیت حرمت علیکم میں اللہ پاک نے حرام کر دیا ہے وہ حرام ہیں اور اس کے علاوہ حلال ہیں چاہے بیٹے کی زوجہ ہو چکا ہے متبنیٰ وغیرہ کی نہ بالکل ازواج ابناء حرام ہیں اور نہ بالکل ازواج متبناء و بھتیجا و بھانجا وغیرہ کی حلال جس کا فرق اللہ پاک کے اس حکم سے ظاہر ہے کہ:

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۳۵۔

(۲) سورۃ یٰسٓ: ۵۶۔

(۳) سورۃ الأحزاب: ۵۳۔

حرمت علیکم حلائل ابنائکم الذین من أصلابکم.

اگر حکم شرع شریف سے نسبتِ زوجیت بعد فوت شوہر یا بعد طلاق ساقط ہو جاتی ہے تو حکم حرمت کا ازواج ابناء پر کس طرح باقی رہ سکے گا۔ آج دن ازواج ابناء سے اس پر حکم حرمت کا اس کے آباء پر ہوا بعد فوت شوہر یا بعد طلاق متبنیٰ کے ساتھ نکاح کر کے متبنیٰ کی زوجہ بن گئی اور اسی طرح بھتیجا یا بھانجا کی یا اور کسی کی زوجہ ہوگئی اوروں کے ازواج کو اردو ترجمہ قرآن شریف سے حلال ہونا سمجھا یا جاتا ہے اور صرف ابناء جو ہمارے اصلاب سے ہیں اُن کے ازواج پر حکم حرمت کا لگایا جاتا ہے کہ اگر نسبت زوجیت بعد فوت شوہر یا بعد طلاق ساقط نہیں ہوتی تو غیروں کے ساتھ اُس کا نکاح کیسے جائز سمجھا گیا۔ کیا ہندوؤں کے مذہبی قانون کی طرح مذہب اسلام میں بھی ہے کہ جب عورت کا عقد کسی شخص سے ہوگیا تو شوہر مر بھی جائے تا بزیست عورت نسبت زوجیت اس کے اوپر سے ساقط نہیں ہوسکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جوان کے یہاں دوسرا عقد عورت کا نہیں ہوسکتا۔ اصل حکم شرع شریف کا اس مسئلہ میں کیا ہے۔

جواب اشتہار بالا

تحریف اوّل : حلائل ابناء دو طرح پر ہیں ایک وہ عورتیں جو تمھارے اصلاب سے ہیں جیسے بھتیجیاں اور بھانجیاں وہ صرف تمھارے بیٹوں کے لئے حلال ہیں اور تمھارے لئے حرام اور دوسرے حلائلِ ابناء جو تمھارے غیر اصلاب کی ہیں وہ تمھارے بیٹوں کے لئے حلال ہیں اور تمھارے لئے بھی حلال ہیں (نعوذ باللّٰه) الیٰ قولہ اللہ پاک نے حکم حرمت کا تمھارے بیٹوں کے اُن حلائل پر جو تمھارے اصلاب سے ہیں خاص کر دیا۔

اصلاح: اللہ بچائے جہل سے اس شخص نے صریح الفاظ میں الذین من اصلابکم کو حلائل کی صفت قرار دیا ہے جس کا جہل ہونا نحو میر والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ حلائل کی صفت ہوتی تو بجائے الذین کے الاتی ہوتا لغت میں بھی ایجاد ہونے لگا نا للّٰہ اور اگر ایجاد نہیں ہے تو کسی اردو ترجمہ میں دیکھ کر بے سمجھے گمراہ ہوا ہے جیسا اشتہار بالا میں دو جگہ شروع کے قریب اور ختم کے قریب اردو ترجمہ کا حوالہ اس کا قرینہ بھی ہے اگر اس شخص کا اور کوئی جہل بھی نہ ہوتا یہ ایک جہل ہی اس کے جاہل ہونے اور کسی فتوے یا استدلال کے اہل نہ ہونے پر کافی شاہد تھا مگر مزید اظہار جہل کے لئے بقیہ جہالات آئندہ کا بھی اظہار منا سب مقام معلوم ہوا

یہ تو لغت کے خلاف ہوا اور حس کے خلاف اس لئے ہے کہ بھتیجی بھانجی کا چچا یا ماموں کے صلب سے کہاں ہے اگر بھتیجی بھانجی کا صلب سے ہونا حقیقت ہے تو نعوذ باللہ قرآن میں کذب کا وقوع لازم آتا ہے اور اگر آیت میں مجاز ہے تو تعذر حقیقت کی دلیل اور مجاز کا قرینہ کہاں ہے اور عقل کے خلاف اس لئے ہے کہ بھتیجی بھانجی کی حرمت اوپر تصریحاً بنات الاخ و بنات الاخت میں مذکور ہوچکی ہے گو وہ حلال ابناء بھی نہ ہوں پھر اس عنوان سے ذکر کرنا جس کو حکم میں کوئی دخل نہیں محض عبث ہوا حاشا کلامہ تعالیٰ من ذلک اس سے صاف معلوم ہوا کہ ان کی حرمت صرف حلائل ابناء ہونے کی وجہ سے ہے گو اُن سے اور کوئی رشتہ بھی نہ ہو۔

تحریف دوم : جو شے حرام ہے ہمیشہ حرام ہے جو شے حلال ہے ہمیشہ حلال ہے۔

اصلاح : اس کے خلاف کا جو خود یہ شخص اپنی تحریر میں قائل ہو گیا کیونکہ منکوحات الآباء کو حرام مانا تھا حالانکہ وہ قبل نکاح آباء حلال تھیں نکاح کے بعد حرام ہوگئیں اور ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئیں پھر یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ قبل نکاحِ ابناء حلال تھیں اور بعد نکاحِ ابناء ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئیں۔

تحریف سوم : بعد فوت شوہر یا بعد طلاق نسبت زوجیت کو قطع نظر کر کے دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے ساتھ کیا رشتہ و تعلق ہے الخ

اصلاح : یہ تقریر تو منکوحات الآباء میں بھی جاری ہے پھر ان کو محرمات مؤبدہ میں کیوں مانا جاتا۔

تحریف چھارم : اگر بیٹوں کی جوروؤں سے باپ کو نکاح کی ممانعت اللہ پاک کو کرنا ہوتا تو فرماتا:

لا تنکحوا ازواج ابناء کم یا فرماتا لا تنکحوا مانکح ابنائکم من النساء.

اصلاح : جب ازواج اور حلائل کا ہم معنی ہونا لغت سے ثابت ہے تو دونوں عنوان برابر ہیں جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔

في القاموس حليلتک امرأتک وأنت حليلها. (۱)

رہا نکتہ ترجیح کا سوال تو ہر جگہ ضروری نہیں پھر یہاں ایک لطیف نکتہ بھی ہوسکتا ہے (چونکہ وہ علمی نکتہ ہے اس لئے عربی حاشیہ میں ملاحظہ کرلیجئے) (*)

(*) السر في التعبير بها هنها دون الأزواج أو النساء أن الرجل ربما يظن أن مملوكة ←

---

(۱) القاموس المحیط، باب اللام، فصل الحاء، المطبعة المصرية ۳۵۹/۳، مطبع فتح الکریم ۲۱۵/۳۔

تحریف پنجم : اگر کوئی صاحب مدعی ہوں کہ حلائل کے معنی ازواج ہی کے ہیں تو کوئی آیت قرآنی یا حدیث نبوی اس معنی کے ثبوت میں بطور مثال تحریر فرماویں۔

اصلاح : اول تو آیت واحادیث کی دلالت میں خود لغت کی نقل شرط ہے نہ کہ لغت کی دلالت میں قرآن وحدیث کی نقل شرط ہو۔ دوسرے حدیث میں یہ معنی وارد بھی ہیں۔

ان تزني حليلة جارک مشکوٰۃ باب الکبائر. (۱)

تحریف ششم : اگر حکم شرع شریف سے نسبت زوجیت بعد فوت شوہر یا بعد طلاق ساقط ہوجاتی ہے تو حکم حرمت کا ازواج ابناء پر کس طرح باقی رہ سکے گا۔

اصلاح :تحریف سوم کی اصلاح میں اس کا الزامی جواب گزر چکا ہے اور حقیقی جواب یہ ہے کہ نکاح ابناء اگر حرمت موقتہ کی علت ہوتی جیسے غیر اصول وغیر فروع کا نکاح تو یہ تقریر صحیح تھی لیکن نکاح مذکور حرمت مؤبدہ کی علت ہے اس لئے نفس حدوث نکاح سے حرمت مؤبدہ متحقق ہوجائیگی اس نکاح کا بقاء شرط نہیں جیسے نکاح آباء میں نفس حدوث نکاح کا بھی اثر خود اس مدعی کو بھی مسلم ہے (۲) جیسا اوپر گزرا اور اسی سے ایک۔

← الابن رقبةً ملک الأب بناء على العرف أو بناء على حديث أنت ومالک لأبيک وأن مملوكته متعة كمملوكة رقبة فلا يبالي بالاستمتاع بها فأشار بمادة الحلائل ويكون الإضافة للتخصيص إلى كونهن مخصوصة بالابناء في أنها تحل مع زوجها في فراش واحد أو تحل معه حيث كان أو أن زوجها يحل إزارها أو أنها حلال لزوجها على أقوال محتملة في مادة الحل على ما نقلت في روح المعاني ولم تكن نقطة الأزواج أو النساء مفيدة لهذه الإشارة. واللہ اعلم ۱۲ منہ

---

(۱) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أي الذنب أكبر عند الله قال: أن تدعو الله ندا وهو خلقک، قال ثم أي قال: أن تقتل ولدک خشية أن يطعم معک قال ثم أي قال: أن تزني حليلة جارک. الحديث (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر، النسخة الهندية ۱/ ۱۶-۱۷)

صحيح البخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالىٰ ومن يقتل مؤمنًا متعمدًا النسخة الهندية ۲/ ۱۰۱۴، رقم: ۶۵۹۷، ف: ۶۸۶۱۔

(۲) اتفقوا على أن حرمة التزوج بحليلة الابن بنفس العقد كما أن حرمة التزوج بحليلة الأب تحصيل بنفس العقد، وذلک لأن عموم الآية يتناول حليلة الابن سواء كانت مدخولا بها أو لم تكن. أما ما روي سئل عن قوله: وحلائل أبنائكم الذين من اصلابكم ←

تحریف ہفتم : کا بھی جواب ہو گیا جس کو آخر میں بصورت الزام ظاہر کیا گیا ہے کہ کیا ہندوؤں کے مذہبی قانون کی طرح مذہب اسلام میں بھی ہے کہ جب عورت کا عقد کسی شخص سے ہو گیا تو شوہر مر بھی جاوے تا بزیست عورت نسبت زوجیت اُس کے اوپر سے ساقط نہیں ہو سکتی۔

اصلاح : کی وجہ حقیقت مذکورہ سے ظاہر ہے کیونکہ بقاء حرمت سے بقاء زوجیت کا لازم نہیں آتا یہ تو جواب ہو گیا ان تحریفات کا جن میں دو آخر کی مشتہر کی ہیں مگر شاید اس جواب کے سمجھنے سے بعض لوگ بے علمی کا عذر کریں جس کا اس زمانہ میں احتمال کچھ بعید نہیں اس لئے ایسے لوگوں کے لئے دو باتیں جو نہایت ہی عام فہم ہیں معروض ہیں۔

پہلی بات : جب حضور اقدس ﷺ نے اپنے متبنیٰ حضرت زیدؓ کی منکوحہ مطلقہ حضرت زینبؓ سے نکاح کیا اور کفار نے اس بناء پر طعن کیا کہ وہ فرزند صلبی اور متبنیٰ کا یکساں حکم سمجھتے تھے تو حق تعالیٰ نے اس طعن کا جواب اس طرح دیا کہ زید آپ کے فرزند صلبی نہیں ہیں چنانچہ سورۂ احزاب کی آیات (*) میں یہ مضمون مذکور ہے نیز آیت زیر بحث کا سبب نزول بھی بعض روایات میں یہی واقعہ (**) کہا گیا ہے اس جواب سے صاف معلوم ہوا کہ اگر زید فرزند صلبی ہوتے تو یہ طعن صحیح ہوتا اور معلوم ہوا کہ فرزند صلبی متبنیٰ کا ایک حکم نہیں ہے سو اگر اس محرف کا دعویٰ صحیح ہوتا تو حضرت زید کے فرزند صلبی نہ ہونے کو جواب میں کچھ بھی دخل نہ ہوتا کیونکہ فرزند صلبی ہونے کی حالت میں بھی یہی حکم ہوتا تو معاذ اللہ اس جواب کا لغو ہونا لازم آتا ہے۔ تعالیٰ کلامه عن ذلک

(*) قال الله تعالیٰ: وَمَا جَعَلَ اَدۡعِیَآئَکُمۡ اَبۡنَآئَکُم الآیة: وقال تعالیٰ: زَوَّجۡنَاکَهَا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِهِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَرًا .الآیة: وقال تعالیٰ: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنۡ رِجَالِکُمۡ. [سورة الأحزاب:٤، ٣٧، ٤٠] ۱۲۔منہ

(**) في الدر المنثور أخرج عبد الرزاق في المصنف وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم عن عطاء في قوله تعالیٰ وحلائل ابنائکم قال کنا نتحدث أن محمدا صلی الله علیه وسلم لما نکح امرأة زید قال المشرکون بمکة في ذلک فأنزل الله تعالیٰ وحلائل ابناء کم الذین من اصلابکم ونزلت وما جعل أدعیاء کم ونزلت ما کان محمد ابا أحد من رجالکم وأخرج ابن المنذر من وجه آخر عن ابن جریج قال لما نکح النبي صلی الله علیه وسلم امرأة زید قالت قریش نکح امرأة ابنه فنزلت وحلائل ابناء کم الذین من اصلابکم. (الدر المنثور، سورة النساء الآیة:٢٣، دارالکتب العلمیة بیروت ٢/٢٤٣)

← أنه تعالیٰ لم یبین أن هذه الحکم مخصوص بما إذا دخل الابن بها أو غیر مخصوص

بذلک فقال ابن عباس: أبهموا ما أبهمه الله فليس مراده من هذا الإبهام كونها مجملة مشتبهة بل المراد من هذا الإبهام التأبيد. (تفسير كبير، سورة النساء:۲۳، ۳۵/۱۰)

دوسری بات: جواس سے بھی سہل ہے (اورآج کل خصوصیت کے ساتھ عوام کے لئے دین کی حفاظت میں دستورالعمل بنانے کی قابل ہے) یہ ہے کہ نزول قرآن مجید کے وقت سے اس وقت تک امت محمدیہ میں بے شمار علماء مفسرین محدثین اصولین متکلمین فقہاء ومجتہدین جن میں حضرات صحابہ اورتابعین اورتبع تابعین بھی ہیں گزرگئے مگرآیت سے کسی نے یہ حکم نہ سمجھا حتیٰ کہ خودحضوراقدس ﷺ بھی باوجود وعدۂ الٰہیہ '' ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه '' (۱) نہ سمجھے اوراگرسمجھے توباوجودامرالٰہی '' بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْکَ مِنْ رَبِّکَ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ '' (۲) آپ نے اس کوکبھی ظاہرنہیں فرمایااس صورت میں عقل اورشرع آیااس نئی بات نکالنے والے کوگمراہ کہیں گی یانعوذ باللہ ان تمام مقبولین کوجن میں خودحضور ﷺ بھی ہیں، اوریہ بات بھی قابل تنبیہ کے ہے کہ یہ گمراہی محض حدبدعت تک نہیں بلکہ صریح کفرہے کیونکہ اس میں انکارہے قطعی ضروری کا۔(۳)

اللّٰهم لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من لد نک رحمة إنک أنت الوهاب واهدنا إلىٰ طريق الصواب في کل باب يامن إليه المرجع والمآب.

کتبہ اشرف علی عفی عنہ غرۃ

ذیقعدہ ۴۹ھ (النورجمادیٰ الاُخریٰ ۱۳۵۰ھ)

---

(۱) سورة القيمة رقم الآية:۱۹۔

(۲) سورة المائدة رقم الآية:۶۷۔

(۳) **لايكفر أحد من أهل القبلة إلا فيما فيه نفي الصانع القادر العليم أوشرک او إنكار للنبوة أو ما علم مجيئه بالضرورة أو المجمع عليه كاستحلال المحرمات.** (شرح فقه الأكبر، المسئلة المتعلقه بالكفر إذا كان لها تسع و تسعون احتمالا، مكتبه اشرفية ديوبند ص:۱۹۹)

والأصل أن من اعتقد الحرام حلالا، فإن كان حراما لغيره كمال الغير لا يكفر وإن كان لعينه فإن كان دليله قطعيًا كفر وإلا فلا. (شامي، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب في إنكار الإجماع، مكتبه زكريا ديوبند ۳۵۷/۶، كراچي ۲۲۳/٤)

البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢٠٦،
کوئٹہ ٥/ ١٢٢۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مخطوبہ لڑکی کی ماں کی حرمت پر استدلال

سوال (۱۲۰۰): قدیم ۲/ ۳۴۶ - جمیع کتب فقہ میں لکھا ہے کہ خطبہ نکاح نہیں بلکہ استنکاح ہے مگر ہدایہ مولانا عبدالحی چھاپ کی کتاب العدۃ میں "**قوله ولا ينبغي أن تخطب المعتدة**" کے نیچے بحوالہ عینی لکھا ہے:

الخطبة التزوج و نكاح المعتدات لا يجوز. (۱)

اس کا جواب کیا ہوسکتا ہے یہاں کے بعض بعض مولوی اسی عبارت سے خطبہ کو نکاح سمجھ کر طرح بطرح کے مباحث اور جدال برپا کررہے ہیں اور بنت کے خطبہ کو نکاح جان کر اُس کی والدہ کو حرام کہہ رہے ہیں جناب اس میں کوئی کافی تحریر بحوالہ کتب عنایت فرمائیں یہ عبارت ساری کتب معتبرہ سے مخالف ہے؟

الجواب: آپ اس عبارت کو خود دیکھ کر پوری لکھئے میرے پاس کتاب نہیں ہے؛ اس لئے عبارت معلوم نہیں کرسکا لیکن مطلب یہ ہے کہ خِطبہ حکم تزوج میں ہے اور تزوج معتدہ کا جائز نہیں؛ لہٰذا خِطبہ اس کا جائز نہیں اور جو من کل الوجوہ اُس کو نکاح کہتے ہیں اُن سے پوچھئے کہ نکاح کی تعریف کیا ہے اور آیا وہ خطبہ پر صادق ہے یا نہیں۔

ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ (تتمہ ۵، ص ۱۷)

---

(۱) الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/ ٤٢٨۔

البناية شرح الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل قال: وعلى المبتوتة والمتوفي عنها زوجها، مكتبه اشرفية ديوبند ٥/ ٦٢٣۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴/ باب الأولياء والأكفاء

در تحقیق بعض تخالف در عبارات دو رسالہ

سوال (۱۲۰۱): قدیم ۲/ ۳۴۷ - بہشتی زیور(۱) حصہ چہارم ص۹ دربیان ولی، ماں پھر دادی پھر نانی پھر نانا پھر حقیقی بہن وغیرہ تحریر ہے اور اصلاح الرسوم (۲) ص: ۳۰۷ر میں ماں پھر دادی پھر نانا پھر حقیقی بہن وغیرہ تحریر ہے غرضیکہ اس میں یہ تفاوت ہے کہ بہشتی زیور مذکور میں دادی کے بعد نانی کو ولی قرار دیا ہے اور اصلاح الرسوم میں نانی کو ولی قرار نہیں دیا؛ لہٰذا تحریر فرمایا جاوے کہ عبارت بہشتی زیور پر فتویٰ ہے یا اصلاح الرسوم پر؟

الجواب: اصلاح الرسوم کی عبارت ناکافی ہے بہشتی زیور کا مضمون کامل ہے۔

نکاح میں اولیاء کی ترتیب

سوال (۱۲۰۲): قدیم ۲/ ۳۴۷ - ولی اقرب نکاح میں کون ہوسکتا ہے اور ولی ابعد کون کون ہے اور کس کو ولایۃ عام مذکورہ بالا حاصل ہے؟

الجواب: ولی نکاح عصبہ بنفسہ ہوتا ہے بہ ترتیب ارث وحجب یعنی" أولا: جزء، ثانيا: أصل، ثالثا: جزء أصل قريب، رابعاً: جزء أصل بعيد" درصورت عصبہ نہ ہونے کے ولایت ماں کو ہے پھر دادی کو بعض (*) نے بالعکس کہا ہے پھر بیٹی پھر پوتی پھر نواسی پھر پوتے کی بیٹی پھر نواسی کی بیٹی اسی طرح آخر فرع تک پھر حقیقی بہن پھر علاتی پھر اخیافی بہن بھائی پھر ذوی الارحام اول پھوپی پھر ماموں پھر خالہ پھر چچا زاد بیٹی پھر اسی ترتیب سے ان کی اولاد پھر مولی الموالاۃ درمختار میں یہ تفصیل موجود ہے (۳) فليراجع اليه واللہ اعلم (امداد ج ۲، ص ۱۸)

(*) اور ام الاب کے بعد ام الام ہے کذا فی الشامیہ۔ ۱۲ منہ

(۱) اختری بہشتی زیور، باب سوم ولی کا بیان، حصہ چہارم ص: ۶، اشاعتی بہشتی زیور، چوتھا حصہ ص: ۱۹۰۔

(۲) اصلاح الرسوم مدلل مکمل، دوسرا باب، فصل ششم، نکاح ازواج مطہرات، مکتبہ امدادیہ دیوبند ص: ۵۴، مسئلہ نمبر: ۴۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۳) الولي في النكاح لا المال العصبة بنفسه وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة ←

سوال (۱۲۰۳): قدیم۲/ ۳۴۷- نابالغہ عورتوں کی شادی میں جو اولیاء بموجب شرع شریف کے علی الترتیب ہوا کرتے ہیں تو یہ ولایت باعتبار وراثت کے ہے یا خیر اندیش ہونے کے اگر باعتبار وراثت ہونے کے ہے تو وراثت کے لئے کما ینبغی خیر اندیشی وصلہ رحمی مشروط ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدرالمختار علی ترتیب الإرث والحجب. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عصبات میں ولایت بترتیب ارث وحجب ہوتی ہے۔(۲)

← **بلا واسطة انثیٰ علی ترتیب الإرث والحجب** (إلی قوله) **فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم ثم لأم الأب، وفي القنیة: عکسه: ثم البنت، ثم لبنت الابن، ثم لبنت البنت، ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت. وهکذا ثم للجد الفاسد، ثم للأخت لأب وأم، ثم للأخت لأب ثم لولد الأم الذکر والأنثیٰ سواء ثم لأولادهم ثم لذوي الأرحام العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات ثم بنات الأعمام وبهذا الترتیب أولادهم، شمني، ثم مولی الموالاة.** (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولي، مکتبه زکریا دیوبند ۴/ ۱۹۰ تا ۱۹۶، کراچي ۳/ ۷۶ تا ۷۹)

والولي هو العصبة بنفسه نسبا أو سببا علی ترتیب الإرث والحجب فیقدم الفرع وإن نزل ثم الأصل وإن علا ثم الأخ لأبوین ثم الأب ثم ابن الأخ کذلک ثم العم ثم ابنه ثم عم أبیه ثم ابنه ثم عم جده ثم ابنه کذلک (إلی قوله) **فإن لم یکن ثمة عصبة أصلا فللأم ثم للبنت ثم لبنت الأبن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت، وهکذا ثم للجد الفاسد ثم للأخت لأبوین ثم للأخت لأب ثم لولد الأم الذکر والأنثیٰ سواء ثم لأولادهم، ثم لذوي الأرحام الأقرب فالأقرب العمات، ثم الأخوال ثم الخالات ثم بنات الأعمام وأولادهم علی هذا الترتیب.** (سکب الأنهر مع مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب الألیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۴۹۶ تا ۴۹۸) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولي، مکتبه زکریا دیوبند ۴/ ۱۹۱، کراچي ۳/ ۷۶۔

(۲) **والترتیب في العصبات في ولایة النکاح کالترتیب في الإرث والأبعد محجوب بالأقرب.** (هدایة، کتاب النکاح، باب في الأولیاء والأکفاء، مکتبه أشرفیة دیوبند ۲/ ۳۱۶)

الولي هو العصبة بنفسه نسبا أو سببا علی ترتیب الإرث والحجب. (الد رالمنتقي مع مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۴۹۶-۴۹۷)

وفي رد المحتار المجلد الأول ص: ۴۸۴، وبه ظهر أن الفاسق المتهتک وهو بمعنى سيئى الاختيار لاتسقط ولايته مطلقا لأنه لو زوج من كفءٍ بمهر المثل صح كما سيأتي بيانه وما في البزازية من أن الأب والجد إذا كان فاسقا فللقاضى أن يزوج من الكفء. قال في الفتح: إنه غير معروف في المذهب. (۱)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ولی کے خیر اندیش نہ ہونے کا یہ اثر تو ہے کہ بعض مواقع میں اس کے کئے ہوئے نکاح میں علماء کو کلام ہے لیکن یہ اثر کہیں نہیں کہ اس کی موجودگی میں ولی ابعد کا نکاح نافذ ہوجائے۔

۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد، ج ۲ ص ۳۵)

عصبات کی عدم موجودگی میں ماں کے ولایت کی تحقیق

سوال (۱۲۰۴): قدیم ۲/ ۳۴۸- اگر باپ دادا مر گئے ہوں اور چچا وغیرہ جواز روئے شرع شریف کے علی الترتیب اولیاء ہونے کا استحقاق رکھتے ہوں وہ سب کے سب لڑکی نابالغہ کے نکاح میں بسبب حسد یا رنجش یا اور کوئی سبب سے کنارہ کش ہوجائیں یا بروقت موجود نہ ہوں خواہ کہیں چلے گئے ہوں خواہ مر گئے تو ماں ولی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدرالمختار: فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم وفيه للمولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب. وفي رد المحتار: عن الذخيرة الأصح أنه إذا كان في موضع لوانتظر حضوره أو استطلاع رأيه فات الكفء الذى حضرفاالغيبة منقطعة. اه ونقل ترجيحه عن كثير من الكتب. (۲)

اس سے یہ امور ثابت ہوئے اول جب اولیاء میں عصبہ نہ ہوں تو ماں کو ولایت ملتی ہے۔ (۳)

---

(۱) شامي، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ١٥٣، كراچي ٣/ ٥٤۔
شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب لا يصح تولية الصغير شيخًا، الخ مكتبه زكريا ديوبند٤/ ١٩٥- ١٩٩- ٢٠٠، كراچي٣/ ٧٨- ٨١۔

(۳) وإن لم يكن ثمة عصبة لا نسبية ولاسببية فالولاية أي فولاية الإنكاح للأم.
(النهر الفائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٢١٤) ←

دوم: جب پاس ہوں ولایت نہیں ہوتی گورنج وحسدر کھتے ہوں۔

سوم: جب اس قدر دور ہوں کہ ان سے رائے لینے تک موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا تب ہی ولایت ثابت ہوتی ہے۔(۱) فقط

۱۱/ ربیع الاول ۲۵ھ (امداد، ج ۲، ص ۳۵)

زانیہ کو حق حضانت نہیں

سوال (۱۲۰۵): قدیم ۲/ ۳۴۸ - ایک عورت زانیہ نے انتقال کیا اور اُس نے ایک لڑکی صغیرہ اولادحرام سے چھوڑی اور اس عورت کی ایک خالہ اور دو خالہ زاد بھائی بہن اور ایک حقیقی بہن ہے حق حضانت اس صغیرہ کا کس کو ہے اور خالہ اُس کی مغنیہ اور زانیہ اور بہن وغیرہ بھی ایسی ہی ہیں اور ولی اُس کا کون ہوسکتا ہے؟

← مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۴۹۷۔

وعند عدم العصبة...... الأم ثم الأخت الخ. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۲۸۳-۲۸۴، جديد ۱/ ۳۴۹)

(۱) **وللأبعد التزويج بغيبة الأقرب ...... واختلف في حد الغيبة فذهب أكثر المتأخرين إلى أنها مقدرة بمسافة القصر ...... واختار أكثر المشايخ كما في النهاية أنها مقدرة بفوت الكفء الخاطب باستطلاع رأيه وصححه ابن الفضل. الخ** (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۲۲، كوئٹه ۳/ ۱۲۶)

وإذا غاب الولي الأقرب غيبة منقطعة جاز لمن هو أبعد منه أن يزوج ولاولاية للأبعد مع ولايته (الأقرب) والغيبة المنقطعة أن يكون في بلد لاتصل إليها القوافل في السنة إلا مرة واحدة ...... وقيل إذا كان بحال يفوت الكفء الخاطب باستطلاع رأيه (هداية) وفي الفتح: وقال الإمام السرخسي في مبسوطه: والأصح أنه إذا كان في موضع لو انتظر حضوره واستطلاع رأيه يفوت الكفء. الخ (فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۷۷-۲۷۹، كوئٹه ۳/ ۱۸۳ تا ۱۸۵)

وللأبعد التزويج إذا كان الأقرب غائبًا بحيث لاينتظر الكفء الخاطب جوابه (ملتقي الأبحر) وتحته في مجمع الأنهر: أي جواب الأقرب فلو انتظره الخاطب لم ينكح الأبعد وهذا إختيار أكثر المشايخ كما في النهاية. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۴۹۸-۴۹۹) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: حق حضانت ان مذکورہ لوگوں میں سے کسی کو نہیں فسق وفجور وغیرہ سے خود ماں کا بھی حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے ان کا تو بدرجۂ اَولیٰ ساقط ہوگا۔

أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم إلا أن يكون مرتدة أو فاجرة غير مأمونة كذا في الكافي وكذا لو كانت سارقة أو نائحة أو مغنية فلاحق لها هكذا في النهر الفائق عالمگيری جلد ثاني ص: ۵۵۶. (۱)

اور ولایت اُس کی عامۂ مسلمین کو ہے وہی اُس کی پرورش کریں۔ واللہ اعلم ۲۹/ شوال المکرّم

چچازاد بھائی کے ہوتے ہوئے اخیافی بھائی کو ولایت نکاح نہیں

سوال (۱۲۰۶): قدیم۲/ ۳۴۹- چچازاد بھائی ہوتے ہوئے اخیافی بھائی کو ولایت نکاح پہنچتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ۵۴۱/۱، جديد زكريا ۵۹۲/۱۔

أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها (كنز) وفي النهر: وهذا الإطلاق مفيد بما إذا لم تقع الفرقة بردتها لحقت بدار الحرب أو لا ...... وبما إذا كانت أهلا للحضانة فإن لم تكن أهلالها بأن كانت فاسقة أو تخرج كل وقت وتترك البنت ضائعة ...... فلا حق لها فيها. قال في البحر: وينبغي أن يكون المراد بالفسق هنا هو الزنا المقتضي لاشتغال الأم عن الولد للخروج من المنزل وغيره ...... وأقول في قصره على الزنا قصور إذا لو كانت سارقة أو مغنية أو نائحة فالحكم كذلک وعلى هذا فالمراد فسق يضيع الولد به. (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند۲/ ۵۰۰)

البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ۲۸۲/۴-۲۸۳، كوئٹه۱۶۷/۴۔

تثبت (الحضانة) للأم النسبية ولو بعد الفرقة إلا أن تكون مرتدة ...... أو فاجرة فجورا يضيع الولد به كزنا وغناء وسرقة ونياحة كما في البحر والنهر بحثا. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ۲۵۳/۵، كراچي۳/ ۵۵-۵۵۶) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في الدر المختار: باب الولی فإن لم یکن عصبة فالولایة (إلیٰ قوله) ثم لولد الأم الذکر والأنثیٰ. (۱)

سو اس روایت سے معلوم ہوا کہ چچازاد بھائی کے ہوتے ہوئے اخیافی بھائی کو ولایت نکاح نہیں پہونچتی ۔(۲) (تتمہ اولیٰ، ص۷۹)

چچا کے ہوتے ہوئے ماموں کو ولایت نکاح نہیں

سوال (۱۲۰۷): قدیم ۲/ ۳۴۹ - ایک نابالغ لڑکی ہے اُس کے والدین زندہ نہیں ہیں مگر اس کے چچا اور ماموں زندہ ہیں جائداد متروکہ والدین یتیمہ بقبضہ وانتظام چچا ہے لڑکی کی تقرر کسی جگہ سے آئی تو چنانچہ وہ تقرر سب برادری کے لوگوں کی رائے سے و نیز چچا کی رائے سے پختہ ہوگئی جس دن بارات آئی تو چچا بخیال اس کے کہ اگر نکاح ہو جائے گا تو بعد شادی جائداد میرے قبضہ سے نکل جائے گی اجازت نکاح دینے سے انکار کیا ہر چند برادری نے سمجھایا کہ لڑکی کا واسطہ ہے آپ اجازت دیدیں مگر چچا مذکور نے بعد فہمائش بسیار بھی اجازت نہ دی آخر کار لوگوں نے اس کو ماموں سے اجازت لیکر نکاح لڑکی کا پڑھادیا اب استفسار یہ ہے کہ آیا اس صورت میں نکاح اُس لڑکی کا جائز ہوا یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولي، مکتبه زکریا دیوبند ۱۹۵/۴-۱۹۶، کراچي ۷۸/۳-۷۹۔

(۲) **أقرب الأولیاء إلی المرأة الابن ثم ابن الابن ...... ثم ابن العم لأب وأم ثم ابن العم لأب وعند عدم العصبة ...... الأم ثم البنت ...... ثم الأخ والأخت لأم ثم أولادهم.** (الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء، مکتبه زکریا دیوبند قدیم ۲۸۳/۱ -۲۸۴، جدید ۳۴۹/۱)

الفتاوی التاتارخانیة، کتاب النکاح، الفصل الحادي عشر في معرفة الأولیاء، مکتبه زکریا دیوبند ۸۶/۴-۸۷، رقم: ۵۶۰۴-۵۶۰۶۔

والولي هو العصبة نسبًا أو سببًا علی ترتیب الإرث ...... فإن لم یکن عصبة فللأم ثم للأخت لأبوین ثم للأخت لأب، ثم لولد الأم ذکرًا کان أو أنثیٰ. (مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة بیروت ۴۹۷/۱) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: نہیں ہوا(۱) لیکن اگر ہنوز چچا نے اس نکاح کو رد نہ کیا ہو، اور صریح لفظوں سے اپنی ناراضی ظاہر نہ کی ہو لیکن ساکت رہا ہو اور اس اثناء میں لڑکی بالغ ہو جاوے اور اس نکاح کی اجازت دیدے تو جائز ہو جاوے گا۔(۲) فقط

۲۹/رجب ۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، ص۹۲)

مجنون کے ولی میں ترتیب

سوال (۱۲۰۸): قدیم ۲/۳۴۹- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے انتقال کیا اور کچھ جائداد وغیرہ منقولہ ترکہ میں چھوڑی ہے لیکن کوئی اولاد نہیں چھوڑی صرف ایک بھائی حقیقی چھوڑا ہے

---

(۱) **فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/١٩٩، كراچي ٣/٨١)

فإن زوجها الأبعد والأقرب حاضر توقف على إجازة الأقرب؛ لأن الأبعد كالأجنبي عند حضرة الأقرب فيتوقف عقده على إجازة الولي. (المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح، باب نكاح الصغير والصغيرة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٢٢٠)

خانية على هامش الهندية، كتاب النكاح، فصل في الأولياء، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٣٥٦، جديد ١/٣٥٠۔

(۲) **كل عقد صدر من الفضولي وله مجيز انعقد موقوفًا على الإجازة ...... وفسر المجيز في النهاية بقابل يقبل الإيجاب سواء كان فضوليا أو وكيلا أو أصيلا، فإن كان له مجيز حالة العقد توقف وإلا بطل، بيانه: الصبي إذا باع ماله أو اشترى أو تزوج ...... يتوقف على إجازة الولي في حالة الصغير، فلو بلغ قبل أن يجيزه الولي فأجازه بنفسه نفذ لأنها كانت متوقفة.** (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢٤٣، كوئٹہ ٣/١٣٧-١٣٨)

حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٥٢٧، امدادية ملتان ٢/١٣٣۔

فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢٩٧، كوئٹہ ٣/١٩٨۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جومجنون ہے اور ایک بھائی متوفی کی (جن کا انتقال ہندہ کی موجودگی میں ہو چکا ہے) اولاد از قسم ذکور واناث ہے اور ایک پوتی حقیقی ہے اور چند باپ شریک بھائی اور بہن چھوڑے ہیں اور ایک سوتیلی ماں ہے اس مجنون حقیقی بھائی کی اولاد میں از قسم اُناث صرف ایک لڑکی سلمہ ہے اور از قسم ذکور کوئی دیگر اولاد نہیں ہے ازروئے شرع شریف مسماۃ ہندہ مرحومہ کے وارث کون کون قرار دیئے جاسکتے ہیں اور کس قدر حصص ہر ایک کو پہونچتے ہیں اس بھائی حقیقی مجنون کا حق ولایت کس کو پہونچتا ہے مسماۃ سلمہ کے خاوند اپنے مجنون خسر کی جائداد کے ولی ہونا چاہتے ہیں ازروئے شرع شریف ان کو ولایت پہونچتی ہے یا باپ شریک بھائی سے کسی کو پہونچتی ہے یا بھائی متوفي کی اولاد ذکور میں سے کسی کو پہونچتی ہے مع حوالہ کتب جواب تحریر فرمایا جاوے؟

الجواب: بعد ''تقديم ما يتقدم على الميراث'' کل ترکہ ہندہ کا دو حصے پر منقسم ہو کر ایک حصہ حقیقی پوتی کو اور ایک حصّہ حقیقی بھائی کو ملے گا اور باقی سب محروم ہیں اور ولایت مال مجنون کی دو قسم ہے ایک ولایت تصرف دوسری ولایت حفظ قسم اول میں یہ ترتیب ہے:

ووليه أبوه ثم وصيه ثم جده الصحيح ثم وصيه ثم القاضى أووصيه كذا في الدر المختار. (۱)

اور یہ اس وقت ہے جبکہ وہ بلوغ کے قبل سے مجنون ہو ورنہ یہ ولایت صرف قاضی کو یا جس کو قاضی تجویز کردے حاصل ہوگی۔

كما في رد المحتار ثم هذا إذا بلغ معتوها أما إذا بلغ عاقلا ثم عته لا تعود الولاية إلى الأب بل إلىٰ قاضى أو السلطان الخ ج۵، ص ۱۶۹. (۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب المأذون، مبحث في تصرف الصبي ومن له الولاية، مكتبه زكريا ديوبند ۲۵۵/۹، كراچي ۱۷۴/۶۔

ووليه أبوه ثم وصي الأب ثم الجد أبو الأب ثم وصيه ثم الوالي أو القاضي أووصي القاضي. (الفتاوى الهندية، كتاب المأذون، الباب الثاني عشر في الصبي أو المعتوه، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱۱۰/۵، جديد ۱۲۹/۵)

المبسوط للسرخسي، كتاب المأذون الكبير، باب الإذن للصبي الحر والمعتوه، دارالكتب العلمية بيروت ۲۳/۳۵۔

(۲) شامي، كتاب المأذون، مبحث في تصرف الصبي، مكتبه زكريا ديوبند ۲۵۵/۹، كراچي ۱۷۴/۶۔

اور بعض کے نزدیک پھر بھی اُن کی طرف سے عود کرے گی(۱) اور قسم دوم اُس شخص کے لئے ہے جو اس مجنون کی نگرانی وخدمت کرے اور اگر اس میں نزاع ہو تو حاکم یا عامۂ اہلِ اصلاح وخیر خواہ اقارب یا اجانب سے جس کو متدین ومعتمد قرار دیکر تجویز کردیں وہ ولی ہوجائے گا اس ولی کو اس مجنون کے مال میں تصرف تجارت کا حق حاصل نہ ہوگا صرف ضروریات کا اس کے لئے خرید کرنا اور چیز منقول زائد ہو یا بگڑنے لگے اس کا فروخت کرنا یہ جائز ہے۔

وفي رد المحتار: قال في السابع والعشرين من جامع الفصولين ولو لم يكن أحد منهم فلوصي الأم الحفظ وبيع المنقول من الحفظ وليس له بيع عقاره ولا ولاية الشراء على التجارة الاشراء مالابد منه من نفقة وكسوة الخ ج:۵، ص: ۱۷۴.(۲)

وفي الدرالمختار: وعند عدمهم تتم بقبض من يعوله كعمه وأمه وأجنبي ولوملتقطا لو في حجرهما وإلا لا جلد۴، ص ۷۸۴.(۳) واللہ اعلم

۲۰/ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ ص ۱۴)

---

(۱) متى عته أو جن بعد ما بلغ عاقلا هل يعود ولاية الأب عليه ثانيًا؟ فعلى قول علمائنا الثلاثة على ما يقوله الفقيه محمد بن إبراهيم يعود وعلى قول زفر لايعود وعلى ما يقوله أبو بكر البلخي لايعود في قول أبي يوسفؒ وإنما يعود الولاية إلى القاضي أو السلطان وعلى قول محمد يعود الولاية إلى الأب. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب المأذون، الفصل الرابع والعشرون، مكتبه زكريا ديوبند ۱۶/۴۰۳، رقم:۲۵۴۳۲)

المحيط البرهاني، كتاب المأذون، الفصل الرابع والعشرون، المجلس العلمي، ۱۹/۴۳۵، رقم: ۱۹۰۱۰۔

(۲) شامي، كتاب المأذون، مطلب في تصرف الصبي ومن له الولاية، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۲۵۶، كراچي ۶/۱۷۵۔

منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الوكالة، قبيل باب الوكالة بالخصومة والقبض، مكتبه زكريا ديوبند ۷/۳۰۱، كوئٹه ۷/۱۷۷۔

حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الوصايا، قبيل فصل في الشهادة، امدادية ملتان ۶/۲۱۳، مكتبه زكريا ديوبند ۷/۴۳۶۔

(۳) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الهبة، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۵۰۰، كراچي ۵/۶۹۵ ۔ ←

مسئلۂ کفاءت سے متعلق شبہات کا ازالہ

سوال (۱۲۰۹): قدیم ۲/ ۳۵۱ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں۔

(۱) قرآن کریم میں کہیں ایسا بھی حکم ہے کہ عجم کے نومسلموں سے آبائی مسلمان زیادہ شریف ہیں اوراگر ہے تو کون سے پارہ میں اورکون سے رکوع میں ہے یا صحاح ستہ کی کتابوں میں اس مضمون کی حدیث بھی ہے کہ عجم کے نومسلم سے آبائی مسلمان زیادہ شریف ہیں اوراگر ہے تو کون سی کتاب اورکون سے صفحہ میں یہ حکم ہے؟

(۲) آبائی مسلمان شریف ہیں اُن نومسلموں سے جوخود مسلمان ہوا ہو یا اس کا باپ مسلمان ہوا ہو یہ قول معصوم کا ہے یا علماء کا ہے کیونکہ یہ قول کافر مشرکوں کوایمان لانے سے روک رہا ہے یہ قول قابل عمل کرنے کے ہے یانہیں؟

(۳) عجم کے آبائی مسلمانوں کے مقابلہ میں عرب شریف کے نومسلم زیادہ شریف ہیں؟

الجواب: ان سوالات کے ضمن میں سائل نے چند دعوے بھی کئے ہیں ان میں سے بعض بطور نمونہ کے مع مناشی کے ذکر کئے جاتے ہیں۔

← كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الهبة، مبحث أركان الهبة وشروطها، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۲۹۵۔

وإن وهب له أجنبي يتم بقبض وليه وأمه وأجنبي لو في حجرهما أي تتم بقبض أمه وبقبض أجنبي إذا كان في حجرهما لما ذكرنا ان لمن هو في يده ولاية التصرف النافع له، وتحصيل المال من أوفر المنافع فكان لهم ذلك لثبوت يدهم عليه. (تبيين الحقائق، كتاب الهبة، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٥٨-٥٩، امدادية ملتان ٥/ ٩٦)

والأم كالأب عند غيبته منقطعة أو موته وعدم الجد ووصيه ...... وعند عدمهم تتم بقبض كل من يعوله فلذا قال: إن كان الطفل في عيالها وكذا الحكم في كل من يعول الطفل ولو أجنبيا ...... وتتم بقبض أبيه أو جده أو وصي أحدهما أو أمه ونحوها إن كان في حجرها أو في حجر أجنبي يربيه ولو ملتقطا. (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب الهبة، دارالكتب العلمية بيروت ٣/ ٤٩٦-٤٩٧) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

قولہ قرآن شریف میں کہیں ایسا بھی حکم ہے الخ وقولہ صحاح ستہ میں اس مضمون کی حدیث بھی ہے الخ اس میں دعویٰ ہے کہ صرف قرآن وحدیث خصوص صحاح ستہ کی حدیث حجت ہے کتب ستہ کے علاوہ دوسرے احادیث اور اجماع وقیاس حجت نہیں۔ قولہ یہ قول معصوم کا ہے یا علماء کا الخ ظاہراً معصوم سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں تب تو اس میں بھی وہی دعویٰ ہے جو اوپر گزرا لیکن اگر معصوم میں اہل اجماع کو بھی داخل کیا ہے اس بناء پر کہ اُن میں گو ہر ہر واحد معصوم نہیں لیکن مجموعہ معصوم ہے لحدیث ان اللّٰہ لایجمع أمتي علیٰ الضلالة (۱) تو قیاس کی حجیت کی نفی کا دعویٰ اب بھی باقی ہے قولہ کیونکہ یہ قول کافر مشرکوں کو ایمان لانے سے روک رہا ہے الخ اگر یہ محذور دونوں تقدیروں پر لازم کیا ہے خواہ وہ معصوم کا قول ہو یا علماء کا تب تو بڑا شنیع دعویٰ ہے کہ معصوم کے قول کا محض ایک رائے سے رد ہے اگر خصوص معصوم سے مراد پیغمبر ہوں تو اُس کی شناعت کی کوئی حد نہیں کہ نص کا انکار ہے اور اگر صرف علماء ہی کے قول پر یہ محذور لازم کیا ہے تو اول تو نفس مسئلہ تفاضل بالاسلام وبالعربیۃ میں کسی متبوع کا خلاف منقول نہیں گو ہر بعض جزئیات میں اختلاف ہو تو مسئلہ اجماعی ہوا تو اجماع کا رد ہے اور اگر اجماعی بھی نہ ہوتا تب بھی اس میں علماء کے عدد کثیر کی تحمیق وتجہیل ہے کہ انھوں نے اتنی بڑی مضرت کا احساس نہیں کیا اور یہ سب لوازم دعاوی ہیں علاوہ اس کے اس میں جو مانعیت کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ قول کافر مشرکوں کو ایمان لانے سے روک رہا ہے الخ سو یہ مانعیت کل کفار کے اعتبار سے ہے یا بعض کے اعتبار سے شق اول تو مشاہدۃً باطل ہے کیونکہ باوجود اس مسئلہ کے مشہور ہونے کے ہر زمانہ میں ہزاروں کفار برابر اسلام قبول کرتے رہے اور جن کو بعد میں معلوم ہوتا ہے وہ بھی سب مرتد نہیں ہوتے اور شق ثانی پر اس مسئلہ کی کیا تخصیص ہے بعض کفار کے لئے تو دوسرے ایسے مسائل بھی مانع عن الاسلام ہو رہے ہیں جو قطعی الثبوت، قطعی الدلالة نصوص سے ثابت ہیں مثلاً جہاد، واسترقاق، وتعدد نکاح ومشروعیۃ طلاق وذبح حیوانات وغیرہا من الاحکام التی لا تتناھی تو کیا سائل صاحب ان سب مسائل کے ابطال کا التزام کرسکتے ہیں بلکہ خود اس مسئلہ کا مقابل مساواۃ مطلقہ بعض کفار کے لئے مانع عن الاسلام ہوسکتا ہے مثلاً اگر کسی ہندو رئیس

---

(۱) عن ابن عمر أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إن اللّٰہ لا یجمع أمتي أو قال أمة محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی ضلالة وید اللّٰہ علی الجماعة ومن شذ شذ إلی النار.

(جامع الترمذي، أبواب الفتن، باب في لزوم الجماعة، النسخة الهندية ۲/ ۳۹، دارالسلام رقم: ۲۱۶۷) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

معزز راجپوت کو یہ معلوم ہوجاوے کہ میں مسلمان ہوکر شرافت میں ایک نومسلم بھنگی یا چمار کے برابر سمجھا جاؤں گا اور اگر وہ میری لڑکی کے لئے پیام دے تو خاندانی تفاضل یعنی عدم کفاءت کا عذر کرنا میرے لئے موجب معصیت وموجب عقوبت آخرت ہوگا تو کیا ممکن نہیں کہ یہ معلوم کر کے وہ اسلام سے رک جاوے تو یہ محذور دونوں جانب برابر رہا پھر اس مانعیت کے کیا معنی۔

بہرحال یہ سوالات اس عنوان سے اتنے دعووں کو مستلزم ہیں اگر اب بھی اس عنوان کو باقی رکھا جاتا ہے توان دعوؤں کو ثابت کیا جاوے ورنہ عنوان بدلا جاوے جس میں غیرمسلم مقدمہ کا دعوی نہ ہو۔ فقط

۱۷/ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ (النور صفر ص:۷، ۱۳۵۲ھ)

مہر پر قدرت سے مال میں کفاءت کا حصول

سوال (۱۲۱۰): قدیم ۲/۳۵۲- بہشتی زیور حصہ چہارم صفحہ ۱۷، سطر نمبر ۱: میں لکھا ہے کہ جو مہر معجّل دے سکے وہ بڑے بڑے دولت مند کا کفو ہے کیا صرف مہر معجّل پر قدرت کافی ہے یا اُس کے ساتھ نان ونفقہ کی قدرت بھی ضرور ہے کتب درسیہ میں نفقہ کی قدرت کو بھی شرط لکھا ہے؟

الجواب: مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ کل مہر پر قدرت شرط نہیں پس مقصود نفی کرنا ہے اشتراط قدرت مہر مؤجل کی نہ کہ نفقہ کی اس لئے تعارض نہیں البتہ اگر صحت نامہ میں بعد لفظ مہر معجّل کے لفظ (اور نفقہ) بڑھادیا جائے تو زیادہ توضیح ہوجائے۔(۱)

۷/ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

تلبیس وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں ولی کا غیرکفو میں نکاح کرنا

سوال (۱۲۱۱): قدیم ۲/۳۵۳- زید نے اپنی لڑکی مسماۃ فاطمہ بی بی کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا اور لڑکی کو دستور کے موافق رخصت بھی کردیا پھر برسم چوتھی دوسرے دن لڑکی اپنے باپ کے گھر رخصت ہوکر آئی بعض لوگوں نے اس بات کی شہرت دی کہ عمرو رنڈی کے پیٹ سے اور حرامی ہے اور بے عقد ہے یعنی عمرو کی ماں کا عقد نہیں ہوا اور حقیقت میں بعد تحقیق کے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور لڑکا عمرو کہتا ہے

(۱) اختری بہشتی زیور، باب چہارم، کون کون لوگ اپنے برابر کے اور اپنے میل کے ہیں اور کون کون برابر کے نہیں۔ حصہ چہارم ص:۱۱، اشاعتی بہشتی زیور، حصہ چہارم ص:۱۹۴۔

کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ قاضی صاحب میرے باپ ہیں اور لوگوں کی تحقیق ہے کہ اس لڑکے کو سہ سالہ لے کر قاضی صاحب کے گھر عمرو کو لیکر آئی تھیں اب یہ نہیں معلوم کہ عمرو کی والدہ کا عقد کسی کے ساتھ ہوا یا نہیں اب لڑکی والے جھگڑا کرتے ہیں اور لڑکی کو رخصت نہیں کرتے ہیں اس میں دو فرقے ہوگئے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ رخصت ہو جانا چاہئے کیونکہ نکاح ہو گیا اور لڑکی ایک دو رات خاوند کے پاس رہ چکی جو داغ و دھبہ لگنا تھا لگ گیا اور بدنامی جو کچھ ہونی تھی ہوگئی یہ نہیں مٹ سکتی پھر نکاح ثانی ہونا غیر ممکن ہے اور مشکل ہے۔

اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ لڑکی رخصت نہ ہونا چاہئے کیونکہ عقد ہی نہیں ہوا؛ لہٰذا فیصلہ کن جواب موافق شرع شریف ہونا چاہئے لڑکے کی عمر اندازاً ۲۵، ۳۰ سال کے درمیان ہے اور لڑکی کی عمر ۱۶، ۱۷ سال کے درمیان ہے اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تب کیا کرنا چاہئے اور اگر ہو گیا تب از روئے شرع شریف کیا کرنا چاہئے آیا فارغ خطی لینا چاہیے یا نہیں کیا حکم ہے؟ اور لڑکی وقت عقد اور وقت رخصت وزفاف کے قبل بالغ تھی کچھ شک نہیں اس کی ماں بہن کی زبانی معلوم ہوا۔

الجواب: في الدر المختار: ولو زوّجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفاءة، ثم علموا لاخيار لأحد إلا إذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوّجوها علىٰ ذلك ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم الخيار، والوالجية فليحفظ وانظرما في رد المحتار على 'قوله لاخيار لأحد و علىٰ قوله كان لهم الخيار تجد فيه نفائس ص: ۵۲۱، ج: ۲. (۱)

روایت ہٰذا سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں یہ نکاح صحیح ولازم ہو گیا جب تک کہ شوہر طلاق نہ دے نہ کوئی فسخ کرسکتا ہے اور نہ عورت کا نکاح ثانی ہوسکتا ہے۔(۲)

شعبان ۳۳ھ (تتمہ ثالثہ ص ۶۴)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۲۰۸/۴-۲۰۹، كراچي ۸۵/۳-۸۶۔

(۲) وكذلك الأولياء لو زوّجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفاءة ثم علموا لاخيار لهم وهذه مسئلة عجيبة، أما إذا شرطوا أو أخبروهم بالكفاءة فزوّجوها على ذلك ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم الخيار؛ لأنه إذا لم تشترط الكفاءة كان عدم الرضا بعدم الكفاءة من الولي ومنها ثابتا من وجه دون وجه لما ذكرنا أن حال الزوج محتمل بين أن يكون كفؤا وبين أن لايكون كفؤا، والنص إنما أثبت حق الفسخ بسبب عدم الكفاءة ←

نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کرنا

سوال (۱۲۱۲): قدیم ۲/ ۳۵۴- زید صدیقی شیخ ہے اُس نے ایک شخص کے بیان پر اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح عمرو ایسے شخص سے کر دیا جو رنڈی زادہ ہے اور اس نے اب اپنے پیشہ سے توبہ کر لی ہے اور اپنی بہنوں کا نکاح کر دیا ہے دریافت کے بعد نکاح ہو جانے پر یہ حالات معلوم ہوئے جس شخص نے شریف بیان کیا تھا وہ بھی اقرار کرتا ہے کہ واقعی ہم سے غلطی ہوئی اور غلط بیان کیا گیا علاوہ بریں نسلاً عمرو عجمی بھی ہے **بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب؟**

الجواب: سوال میں یہ تصریح نہیں کہ اس شخص کی ماں جو رنڈی تھی اس نے کسی سے نکاح کر لیا تھا جس سے یہ شخص پیدا ہوا یا بے نکاح ہوا ہے اور اگر نکاح بھی ہوا تو وہ شخص کیسا تھا اس کا کیا کسب تھا دوسرے یہ تصریح نہیں کی کہ نکاح کی گفتگو میں آیا اس شخص نے اپنے نسب کے باب میں کچھ غلط بیان کیا تھا یا یہ کہ سکوت کیا تھا بہر حال اگر اس شخص یعنی رنڈی زادہ نے کوئی بیان غلط نہیں کیا صرف سکوت کیا تھا اور اولیاء منکوحہ کو ناواقفی سے دھوکہ ہوا ہے جیسا ظاہر سوال کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ نکاح صحیح ولازم ہو گیا اب فسخ نہیں ہو سکتا البتہ اگر شوہر طلاق دیدے اور بات ہے۔

في العالمگیریة: وإن كان الأولياء هم الذين باشروا عقدالنكاح برضاها ولم يعلموا أنه كفء أو غير كفء فلا خيار لواحد منهما وأما إذا شرط الكفاءة أو أخبرلهم بالكفاءة ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم الخيار جلد: ۲، ص: ۷۔(۱) واللہ اعلم

ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ (امداد، ج ۲ ص ۴۶)

← **حال عدم الرضا بعدم الكفاءة من كل وجه فلا يثبت حال وجود الرضا بعدم الكفاءة من وجه.**
(الفتاوى الولوالجية، كتاب النكاح، الفصل الثاني في التوكيل بالنكاح، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۳۲۲)
البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۲۶، کوئٹہ ۳/ ۱۲۸۔

وإن كان الأولياء هم الذين باشروا عقد النكاح برضاها ولم يعلموا أنه كفء أو غير كفء فلا خيار لواحد منهما، وأما إذا شرط الكفاءة أو أخبرهم بالكفاءة، ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم الخيار. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۲۹۳، جديد ۱/ ۳۵۹) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۲۹۳، جديد ۱/ ۳۵۹۔ ←

والدہ کا دختر نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کردینے کا حکم

سوال (۱۲۱۳): قدیم ۲/۳۵۴- ایک لڑکی نابالغہ جس کی عمر دس سال کی تھی لڑکی کی والدہ بیوہ نے غیر کفو میں ایک لڑکے نابالغ سے اُس کے باپ کی استدعا سے نکاح کردیا تھا اور اس لڑکے نابالغ کی والدہ انتقال کرچکی تھی لہذا لڑکی کے خسر نے بدنیتی سے خواہش زنا لڑکی سے یعنی اپنی بہو سے کرنا چاہی جب لڑکی سے اس کی خواہشِ بدظاہر ہوئی تو متنفر ہوئی تو گھر میں ہر وقت تکرار فساد اور مار پیٹ شروع ہوگئی اور لڑکی کے سر میں زخم زیادہ ہوگیا تب ہمسایوں نے لڑکی کے مائکہ میں جو وہاں سے ایک منزل کے بعد سے ہے خبر پہونچائی اور یہ خبر پاکر لڑکی کی والدہ جاکر (لڑکی کو) لے آئی اب لڑکی کہتی ہے کہ میں وہاں ہرگز نہ جاؤں گی دوسری جگہ کسی شریف سے نکاح کردیا جائے اور راب اس وقت لڑکی کی عمر تیرہ سال کی ہے اور بالغ ابھی تک نہیں ہے لہذا اگزارش ہے کہ اس مقدمہ میں بموجب حکم شرع شریف نفاذ حکم فرمایا جاوے کہ کیا جاوے۔ فقط

← الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الخامس عشر في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ١٣٦، رقم: ٥٧٤٥ـ

المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس: بيان الكفاءة، المجلس العلمي ٤/ ٣٥، رقم: ٣٥٥٩ـ

ولو زوجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفاءة ثم علموا لاخيار لأحد، إلا إذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوّجوها على ذلك ثم ظهر أنه غير كفءٍ كان لهم الخيار، والوالجية فليحفظ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٠٨-٢٠٩، كراچي ٣/ ٨٥-٨٦)

الفتاوى الولوالجية، كتاب النكاح، الفصل الثاني في التوكيل بالنكاح الخ، مكتبه زكريا ديوبند ١/ ٣٢٢ـ

البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٢٢٦، كوئٹه ٣/ ١٢٨ـ

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في الدر المختار: نكاح الصغير وإن كان المزوج غيرهما أي غير الأب وأبيه (إلىٰ قوله) لا يصح النكاح من غير كفء أو بغبن فاحش أصلا جلد: ۲، ص: ۵۰۰. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح جو ماں نے اس لڑکی کا غیر کفو میں کر دیا تھا وہ منعقد ہی نہیں ہوا لہٰذا اس کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے۔ (۲)

۸/ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۸۷)

کفاءت میں حرفۃ اور چال وچلن کا معتبر ہونا

سوال (۱۲۱۴): قدیم ۲/ ۳۵۵- مسلمانوں میں جو تفریق ذاتوں کی ہے مثلاً شیخ، سید، مغل، پٹھان، جولاہہ، تیلی، گوجر، جاٹ وغیرہ معاملہ اُخروی میں اگر چہ کچھ تفریق معتبر نہیں عمل کی ضرورت ہے مگر امور دنیوی میں مثلاً نکاح وغیرہ یہ سب ایک سمجھے جاویں گے یا کچھ تفاخر کو اس میں دخل ہے زید کہتا ہے کہ شیخ، سیّد کے سوا، سب ایک ذات ہے کچھ تمیز نہ کرنی چاہئے عمرو کہتا ہے کہ علاوہ شیخ، سید دیگر اقوام جو شریف ہیں مثلاً پٹھان، مغل وہ ہم پلہ ہرگز ذلیل قوم مثل جولاہہ، تیلی کے نہیں ہیں نکاح وغیرہ میں سب کا معاملہ ایک سا نہ ہونا چاہئے

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، قبيل مطلب مهم: هل للعصبة تزويج الصغير، مكتبه زكريا ديوبند ۱۷۳/۴، كراچي ۳/ ۶۷-۶۸-

(۲) **وإن كان المزوج غيرهما أي غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضي في الأصح فلهما الخيار إذا بلغا أو كان من كفء وبمهر المثل وإلا فلا يصح أصلا على الصحيح لتقيد الولاية بالنظر.** (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۴۹۴-۴۹۵)

وإن زوجهما (الصغير والصغيرة) غير الأب والجد من غير كفء أو بغبن فاحش فقد قال ابن عابدين: لا يصح النكاح. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۵/ ۱۷۲)

وفي التلويح: ولو زوجهما غير الأب والجد من غير كفء أو بغبن فاحش لم يصح أصلا. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، قبيل باب المهر، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۵۰۸)

كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، مبحث اختصاص الولي المجبر وغيره، دارالكتب العلمية بيروت ۴/ ۳۰- شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اور کفو غیر کفو ہونا علاوہ شیخ، سید دوسری قوموں میں باعتبار پیشہ اور چال چلن دنائت وغیرہ کے دیکھا جاوے گا اور ایسا تفاخر اور چھوٹی قوم سے نکاح وغیرہ میں عار کرنا شرعاً جائز ہے اب علمائے شرع سے سوال ہے کہ ان دونوں میں کون حق پر ہے اور نسب اور حسب میں کیا فرق ہے جیسا فخر نسب پر ہوسکتا ہے کیا شرعاً حسب پر بھی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: أخرج الدار قطني (۱) ثم البيهقي (۲) في سننهما عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ لا تنكحوا النساء إلا من الأكفاء الحديث كذا في تخريج الزيلعى في فتح القدير لكنه حجة بالتظافر والشواهد ثم قال بعد ذكر الشواهد فوجب ارتفاعه إلىٰ الحجة بالحسن لحصول الظن بصحة المعنى و ثبوته عنه ﷺ. اه(۳)

وفي فتح القدير عن الدار قطني: عن ابن عمرؓ مرفوعاً الناس أكفاء قبيلة لقبيلة وعربي لعربي ومولى لمولىٰ إلاحائكاً أوحجاماً وفيه و بعض طرقه كحديث بقية (هو الذي روي أنفاً) ليس من الضعف بذلک فقد كان شعبة معظما لبقية وناهيک باحتياط شعبة وأيضاً تعدد طرق الحديث الضعيف يرفعه إلى الحسن. اه (۴)

وفي الدر المختار: وحرفة الخ. وفي رد المحتار: ذكر الكرخي أن الكفاءة فيها معتبرة عند أبي يوسفؒ وأن أباحنيفةؒ بنى الأمر فيها علىٰ عادة العرب أن مواليهم يعملون هذه الأعمال لا يقصدون بها الحرف فلا يعيرون بها و أجاب أبو يوسف على عادة أهل البلاد وأنهم يتخذون ذلک حرفة فيعيرون بالدني منها فلايكون بينهما

---

(۱) سنن الدار قطني، كتاب النكاح، باب المهر، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۱۷۳، رقم: ۳۵۵۹۔

(۲) السنن الكبرى للبيهقي، كتاب النكاح، باب اعتبار الكفاءة، دارالفكر بيروت ۱۱/ ۳۴۳، رقم: ۱۴۰۶۱۔

(۳) فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۸۰ - ۲۸۱، كوئٹه ۳/ ۱۸۵-۱۸۶۔

(۴) فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۸۵ -۲۸۶، كوئٹه ۳/ ۱۸۸-۱۸۹۔

خلاف في الحقيقة بدائع. فعلى هذا لو كان من العرب من أهل البلاد من يحترف بنفسه تعتبر فيهم الكفاءة فيها و حينئذٍ فتكون معتبرة بين العرب والعجم. ۲/۵۲٦ – ۵۲۷. (۱)

و في رد المحتار: بعد الكلام في التكافؤ حرفة عن الفتح ان الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه ج: ۲، ص: ۵۲۷. (۲) و في رد المحتار: أن المعتبر في كل موضع مااقتضاه الدليل من البناء على أحكام الآخرة وعدمه (إلىٰ قوله) قلت ولعل ما تقدم عن المحيط من أن تابع الظالم أخس من الكل كان في زمنهم الذى الغالب فيه التفاخر بالدين والتقوىٰ دون زماننا الغالب فيه التفاخر بالدنيا فافهم. ج: ۲، ص: ۵۲۸. (۳)

ان روایات حدیثیہ وفقہیہ سے ثابت ہوا کہ قول عمرو کا صحیح ہے اور یہ کہ مبنٰی اس کا عرف پر ہے جس کا حدیث میں بھی اعتبار کیا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہم عجم میں جونسباً کفائت معتبر نہ ہونا فقہاء نے لکھا ہے یہ بھی مقید ہے اس کے ساتھ کہ جب عرف میں اس تفاوت کا اعتبار نہ ہو ورنہ اُن میں بھی باعتبار نسب وقومیت کے معتبر ہوگا۔

کما مر من الاستثناء في الحديث من مولى بمولىٰ (أي عجمى بعجمى) بقوله إلاحائكاً أوحجاماً و مر من قول الفتح أن الموجب هو استنقاص أهل العرف. الخ

چنانچہ خود عرب میں باہم باوجود تشارک فی شرف النسب کے ان ہی عوارض عرفیہ کے سبب بنو باہلہ کو تکافؤ سے مستثنٰی کیا گیا ہے۔

---

(۱) شامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢١٥، كراچي ۳/۹۰۔

بدائع الصنائع، كتاب النكاح، بيان ما تعتبر به الكفاءة، فصل: وأما الحرفة، مكتبه زكريا ديوبند ۲/٦٢٨–٦٢٩، كراچي ۲/۳۲۰۔

(۲) شامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢١٥، كراچي ۳/۹۰۔

فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۲۹۱، كوئٹه ۳/۱۹۳۔

(۳) شامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢١٦–٢١٧۔

كما في الهداية: والعرب بعضهم أكفاء لبعض (إلىٰ قوله) وبنوا بأهله ليسوا بأكفاء لعامة العرب لأنهم معروفون بالخساسة. (۱)

اوراسی عوارض عرفیہ کے مدار ہونے سے صاحب فتح نے اس اطلاق استثناء میں نظر کی حیث **قال وقد أطلق وليس كل بأهلي كذلك بل فيهم الأجود وكون فصيلة منهم أو بطن صعاليك فعلوا ذلك** (أي أخذ عظام الميتة و طبخها وأخذ دسوماتها) **لايسرى في حق الكل''** (۲)

اوراسی اعتبار عرف کی بناء پراس قول متون ''**والعرب أكفاء فلا يكافيهم غيرهم**'' کے اطلاق کواہل فتاویٰ نے مقید کیا چنانچہ ردالمختار میں ہے ''**ولكن قيده المشايخ (إلىٰ قوله) وكيف يصح لأحد أن يقول أن مثل أبي حنيفةؒ أو الحسن البصريؒ وغيرهما ممن ليس بعربي أنه لايكون كفءاً لبنت قرشي جاهل أو لبنت عربي بوال على عقبيه ج ۲ ، ص ۵۳۰. (۳)**

اورنسب نسبۃ اِلی الآباء ہے (۴) اورحسب لغۃً عام ہے کمافی القاموس (۵) لیکن عرفاً خاص ہے شرف نسب کے ساتھ خواہ دنیوی ہو یا دینی اور کفاءت میں یہ بھی معتبر ہے مثل نسب کے چنانچہ فقہاء کا دیانۃً وما لاً وحرفۃً کہنا اس کی صریح دلیل ہےاور مدار اس کا بھی عرف ہی پر ہے ''**كما يظهر من التصريحات الفقهية**''. واللہ اعلم

۲۵/ رمضان ۲۷ھ (تتمہ اولیٰ ص ۸۰)

---

(۱) الهداية، كتاب لنكاح، باب في الأولياء والأكفاء فصل في الكفاءة، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/ ۳۲۰۔

(۲) فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند۳/۲۸۸، كوئٹه۳/ ۱۹۰۔

(۳) شامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۲۱۸، كراچي ۳/ ۹۲-۹۳۔

(۴) **النسب والنسبة القرابة أو في الآباء خاصة.** (القاموس المحيط، باب الباء، فصل النون، المطبعة المصرية ۱/ ۱۳۱، مطبع فتح الكريم۱/ ۸۳)

(۵) **الحسب ماتعده من مفاخر آباءك أو المال أو الدين أوالكرم أو الشرف في الفعل أو الفعال الصالح أو الشرف الثابت في الآباء أو البال أوالحسب والكرم قد يكونان لمن لا آباء له شرفاء.** (القاموس المحيط، باب الباء، فصل الحاء، المطبعة المصرية ۳/ ۳۵۹، مطبع فتح الكريم ۱/ ۳٦) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

غیر کفو کے نکاح کے فسخ کے لئے قضاء قاضی شرط ہے

سوال (۱۲۱۵): قدیم ۲/ ۳۵۷ - اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح فی الحقیقت اُس کے کفو میں ہوا؛ لیکن اُس کے اولیاء شرعی اپنے خیال میں اپنا کفو نہیں سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے ایسے نکاح پر نارضامندی ظاہر کرتے ہیں تو یہ برخلاف رضامندی ان کے جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب(*): في الدرالمختار: وله أي للولي إذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفء فيفسخه القاضي. وفي رد المحتار: فلا تثبت هذه الفرقة إلا بالقضاء لأنه مجتهد فيه.(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح تو جائز ہو گیا البتہ اگر ولی اس کو غیر کفو سمجھتا ہے تو قاضی یعنی حاکم مسلم کے اجلاس میں رجوع کرے اس کی تحقیق میں اگر وہ غیر کفو ہوگا اور وہ فسخ کر دیگا تو فسخ ہو جاوے گا ورنہ بدون حکم حاکم مسلم کے فسخ نہ ہوگا۔(۲) فقط

۱۱/ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد، جلد ۲، ص ۳۵)

(*) رفع اختلاف کے لئے قضاء کی ضرورت ہے، ورنہ مفتی بہ قول پر غیر کفو میں بدون رضائے ولی نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ ۱۲ ارشید احمد عفی عنہ

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ١٥٥ - ١٥٦، كراچي ٣/ ٥٦۔

(۲) حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ نے حاشیہ میں جو نکاح منعقد نہ ہونے کی بات تحریر فرمائی ہے، وہ حضرت حسن بن زیاد کا قول ہے جسے صاحب درمختار وغیرہ نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتوى لفساد الزمان وتحته في الشامية: هذه رواية الحسن عن أبي حنيفةؒ الخ (در مختار مع الشامي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ١٥٧)

لیکن یہ قول نظم و انتظام اور زجز وتوبیخ پر محمول ہے حلت وحرمت سے متعلق نہیں ہے، اور حلت و حرمت سے متعلق جو قول ہے وہ ظاہر الروایۃ ہے، جس کو حضرت والا تھانویؒ نے نقل فرمایا ہے اور وہی زیادہ صحیح ہے اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے اس مسئلہ کو کفایت المفتی میں بہت عمدہ اور اچھی طرح سے واضح فرمایا ہے کہ ظاہر الروایہ ہی حلت وحرمت سے متعلق ہے اور وہی زیادہ صحیح اور راجح ہے۔ کفایت المفتی قدیم ۵/ ۲۰۶، جدید مطول ۷/ ۳۵۸، فتاوی قاسمیہ ۱۳/ ۶۱۱ تا ۶۱۴ رتک مسئلہ نمبر: ۵۸۰۴ر میں مفصل جواب ہے ملاحظہ فرمائیے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

عجم کی بعض قوموں میں کفاءت کا اعتبار

سوال (۱۲۱۶): قدیم۲/ ۳۵۸ - ہندوستان میں جواقوام پٹھان راجپوت وغیرہ ہیں اُن کے یہاں سخت عار ہے کہ ایک قوم دوسرے کے یہاں نکاح کرے مثلاً قوم افغان اگر تیلی کتنا ہی امیر ہو کبھی نکاح نہیں کرتا ہے اگر ایسا واقعہ کہیں ہو جاتا ہے تو اسے خاندان سے گرا ہوا سمجھتے ہیں ہاں شہروں میں جہاں آبادی پنچ میل ہے مثل دہلی وغیرہ کے وہاں کے لوگ جتھ اور برادری کا کچھ خیال نہیں کرتے ہیں اور فقہ کی کتب میں لکھا ہے کہ نسب کا اعتبار سوائے عرب کے اور قوم میں نہیں ہے کیونکہ عجمی ضائع النسب ہیں اب سوال یہ ہے کہ جو قوم عجمی ہیں اپنے نسب پر فخر بمقابلہ دوسری قوم کرتے ہیں اور دوسرے کو اپنا برابر نہیں سمجھتے ہیں بموجب رواج اور عرف ان میں کفاءت کا مسئلہ جاری ہوگا اور جو شخص ماں باپ کی جانب سے اشرف ہو اور ایک شخص باپ تو اس کا اچھا ہے اور ماں ادنیٰ خاندان کی ہو اگر چہ نسب میں باعتبار باپ کے وہ اچھا شمار ہوگا مگر نجیب الطرفین کا غیر کفو شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: في الدرالمختار: باب الكفاءة وأما في العجم فتعتبر حرية وإسلامًا الخ وفي رد المحتار: أفاد أن الإسلام لايكون معتبرا في حق العرب؛ لأنهم لا يتفاخرون به إنما يتفاخرون بالنسب. الخ وفي رد المحتار: ويؤخذ من هذا ان من كانت أمها علوية مثلاً وأبوها عجمي يكون العجمي كفوا لها وإن كان لها شرف ما؛ لأن النسب للاٰباء ولهذا جاز دفع الزكوٰة إليها فلا يعتبر التفاوت بينهما من جهة شرف الأم ولم أرمن صرح بهذا والله اعلم ج: ۲، ص: ۵۲۳.(۱)

وفي رد المحتار: عن الفتح تحت قول الدرالمختار: فمثل حائک الخ مانصه أن الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه وعلىٰ هذا ينبغي أن يكون الحائک كفء اللعطار بالاسكندرية لما هناک من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصاً البتتة. الخ ۲/ ۵۲۷.(۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۲۱۱-۲۱۰، كراچي ۳/ ۸۷۔

(۲) شامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۲۱۵، كراچي ۳/ ۹۰۔ ←

وفي رد المحتار: تحت قول الدر المختار: وأما أتباع الظلمة فأخس من الكل مانصه لاشک أن المرأة لا تتعير به في العرف (إلیٰ قوله) لأن المدار ههنا علیٰ النقص والرفعة في الدنيا جلد: ۲، ص: ۵۲۸. (۱)

پس جب مدار عدم عار پر ہے اور اقوام مذکور میں ایک کو دوسرے سے تعلق عقد کرتے ہوئے عار ہے پس مسئلہ کفاءت کا جاری ہوگا اور روایت ثالثہ سے معلوم ہوا کہ ماں کا فی نفسہ اعتبار نہیں اور نیز ہمارے عرف میں ایسا زیادہ اعتبار نہیں کیا جاتا چنانچہ مشاہد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵/ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ (امداد ج ۲ ص ۳۰)

قریش وانصار میں کفاءت

سوال (۱۲۱۷): قدیم ۲/ ۳۵۹- بہشتی زیور حصہ چہارم صفحہ ۱۵/ (۲) میں انصاری کو کفو شیخ وسید وعلوی لکھا ہے فقہاء نے قریش کے بعض قبائل کو آپس میں ایک دوسرے کے لئے کفو لکھا ہے اور قریش کے علاوہ دیگر قبائل کو آپس میں شیخ، سید، علوی، قریشی ہیں کیا انصاری بھی قبیلہ قریش سے تھے اگر قریش ہیں تو خیر ورنہ مشکل ہے؟

الجواب: انصار قریش میں سے تو نہیں ہیں چنانچہ عالمگیری کی عبارت سے بھی تائید ہوتی ہے۔

غير القرشي من العرب لايكون كفوءا للقريشي والعرب بعضهم أكفاء لبعض الأنصاري والمهاجري فيه سواء كذا في فتاویٰ قاضی خان. (۳)

← فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۹۱، کوئٹہ ۳/ ۱۹۳۔

(۱) شامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۲۱٦، كراچي ۳/ ۹۱۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) اختری بہشتی زیور، باب چہارم، کون کون لوگ اپنے برابر کے اور اپنے میل کے ہیں اور کون کون اپنے برابر کے نہیں حصہ چہارم ص: ۱۰، اشاعتی بہشتی زیور، حصہ چہارم ص: ۱۹۳۔

(۳) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء في النكاح، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۲۹۰، جديد ۱/ ۳٥٦۔ ←

لیکن باوجود قریشی نہ ہونے کے چونکہ عالمگیری میں قول صحیح اسی کو کہا ہے کہ عرب سب باہم کفو ہیں اس لئے قریشی وانصاری کفو سمجھے جائیں گے۔ **عبارته هكذا والصحيح أن العرب كلهم أكفاء كذا ذكر أبواليسر في مبسوطه كذا الكافي.** (۱) اس کے تھوڑی دور آگے یہ جزئیہ ہے" **قالوا الحسيب كفء للنسيب**" (۲) اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اعتبار کفاءت کا دفع عار کے لئے ہے (۳) اور مدار عار کا عرف پر ہے (۴) اور عرفاً انصاری برابر قریشی کے سمجھا جاتا ہے اور متقدمین کے زمانہ میں مساواۃ نہ ہوگی اس لئے اختلاف زمان سے یہ حکم بدل گیا بہر حال مسئلہ بہشتی زیور کا صحیح ہے۔

۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ (امداد ج ۲، ص ۱۹)

← خانية على هامش الهندية، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۳۴۹/۱، جديد ۲۱۲/۱۔

الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الخامس عشر في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۳۲/۴، رقم: ۵۷۳۴۔

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء في النكاح، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲۹۰/۱، جديد ۳۵۶/۱۔

الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الخامس عشر في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۳۲/۴، رقم: ۵۷۳۴۔

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء في النكاح، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲۹۰/۱، جديد ۳۵۶/۱۔

وفي الجامع لقاضي خان: قالوا الحسيب يكون كفئا للنسيب. (شامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۲۱۸/۴، كراچي ۹۲/۳)

فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۲۸۷/۳، كوئٹه ۱۹۰/۳۔

(۳) **الكفاءة معتبرة في النكاح لدفع العار والضرار.** (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۷۱/۳۴)

إعلم أن الكفاءة معتبرة في النكاح ...... ولأنهم يتعيرون بعدم الكفاءة فيتضرر الأولياء به. الخ (تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند ۵۱۶/۲-۵۱۷، امدادية ملتان ۱۲۸/۲)

(۴) **وفي الفتح: أن الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه وعلى هذا ينبغي أن يكون الحائك كفءا للعطار بالإسكندرية لما هناك من حسن اعتبارها وعدم** ←

حقیقی باپ کے ہوتے ہوئے سوتیلی باپ کی طرف سے نابالغہ کا نکاح کرنے کا حکم

سوال (۱۲۱۸): قدیم ۲/ ۳۵۹- حقیقی باپ کے ہوتے ہوئے سوتیلے باپ نے ہندہ نابالغہ کا نکاح زید کے ساتھ کردیا اور جس وقت کہ ہندہ بالغہ ہوئی اسی مجلس میں چند آدمیوں کے سامنے ہندہ نے کہا کہ میں اپنے نکاح کو جو زید کے ساتھ بولایت میرے سوتیلے باپ کے ہوا تھا فسخ کرتی ہوں بعد اس کے شہر بمبئی میں قاضی محمد علی صاحب مدظلہ کے پاس عرضی داخل کی کہ میں نے ایسا ایسا کیا ہے قاضی صاحب نے بعد ثبوتِ دعویٰ ہندہ کے یہ فیصلہ تحریر فرمایا کہ ہندہ کے فسخ کو ہم نے بھی قائم رکھا آیا قاضی صاحب کا اس طور سے فیصلہ کرنا موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں؟

الجواب: وہ نکاح موقوف تھا جب حقیقی باپ نے بھی اجازت نہ دی اور اس منکوحہ نے بعد بلوغ رد کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا(۱) قاضی صاحب کا فیصلہ شرع کے موافق ہے البتہ اگر کسی وقت حقیقی باپ نے زبان سے اس نکاح کو جائز رکھا ہو تو اس کی کیفیت ظاہر کر کے مکرر سوال کیا جاوے۔

۷/ شعبان ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ ص ۷۸)

← **عدها نقصا البتة.** (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۹۱، كوئٹه ۳/ ۱۹۳)

شامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢١٥، كراچي ٣/ ٩٠-

وفي رد المحتار: تحت قول الدر المختار: وأما أتباع الظلمة فأخس من الكل مانصه، لاشك أن المرأة لاتتعير به في العرف (إلى قوله) لأن المدار ههنا على النقص والرفعة في الدنيا. (شامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢١٦، كراچي ٣/ ٩١) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ١٩٩)

فإن زوّجها الأبعد والأقرب حاضر توقف على إجازة الأقرب لأن الأبعد كالأجنبي عند حضرة الأقرب فيتوقف عقده على إجازة الولي. (المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح، باب نكاح الصغير والصغيرة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٢٠) ←

بالغ ہونے پر نکاح کے فسخ کے شرائط

سوال (۱۲۱۹): قدیم۲/۳۶۰- میرا عقد مسماۃ سمی بانو دختر لاڈلی جان طوائف عمر تخمیناً ۱۷ یا ۱۸ سال کی بموجودگی والدہ و ماموں وغیرہ خود مسماۃ مذکور کے بالعوض مبلغ پینتس روپیہ دس آنے مہر کے ہوا اور بروقت ہونے خلوت صحیحہ کے پیشتر ہی مہر ادا کر دیا گیا اور اُن کے خاندان کا علم مجھ کو اب معلوم ہوا ہے۔ خیر اب مسماۃ مذکورہ میرے مکان پر نہیں آئی ہے صرف تین ماہ میرے ساتھ رہی اور حمل بھی قرار پایا چونکہ مسماۃ خاندان طوائف سے ہے اس لئے اُس کے باپ کا کوئی ٹھیک نہیں ہے اُس کی والدہ کُل بات کی مالک ہوتی ہے اب مسماۃ مذکورہ نے میرے نام نوٹس دیا ہے کہ اب آج میں بالغہ ہوئی اور میری والدہ کی ولایت میں میرا عقد ہو گیا لہٰذا میں نے اپنا عقد فسخ کیا اور اب آج سے نہ آپ میرے شوہر ہے اور نہ میں آپ کی زوجہ رہی مگر بوجہ ہونے خلوت صحیحہ کے آپ پر میرا مہر واجب الاداء ہو گیا؛ لہٰذا حضور انور جملہ عبارت کو خود غور سے ملاحظہ فرما کر فتویٰ دیجئے کہ علمائے کرام وشرع اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں تو اب ایسی حالت میں عقد فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: **في الدرالمختار: والجارية بالاحتلام والحيض والحبل فإن لم يوجد فيهما شيء فحتىٰ يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتىٰ.**

← خانية على هامش الهندية، كتاب النكاح، فصل في الأولياء، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۳۵٦، جديد ۱/۲۱٦۔

ووقف تزويج فضولي من أحد الجانبين وهو من لم يكن وليا ولا أصيلا ولا وكيلا أو فضولين من الجانبين على الإجازة أي إجازة من له العقد بالقول أو الفعل فإن أجاز ينفد وإلا لا. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، الفصل الثالث، دارالكتب العلمية بيروت ۱/٥۰٦)

فإن زوّجها غير الأب والجد فلكل واحدمنهما الخيار إذا بلغ إن شاء قام على النكاح، وإن شاء فسخ. (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/۳۱۷)

الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۲۸٥، جديد ۱/۳٥۱۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وفي رد المحتار به يفتىٰ هذا عند هما وهو رواية عن الإمام وبه قالت الأئمة الثلاثة وعند الإمام حتىٰ يتم له ثماني عشرة سنة ولها سبع عشرة سنة جلد ۵ ، صفحه ۱۴۸.(۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ منکوحہ یعنی مسماۃ سمی بانو وقت نکاح کے بالغہ تھی اگر پورے سترہ برس کی تھی تو بالاتفاق اوراگر سترہ سے کچھ کم تھی تو بقول مفتیٰ بہ کہ پندرہ سال میں بلوغ کا حکم کردیا جاتا ہے(۲) اور بالغہ کا نکاح جب اس کا ولی کردے اور وہ بالغہ سُن کر خاموش رہے تو وہ نکاح لازم ہوجاتا ہے اور جب غیرولی کرے تو جب وہ صحبت کرنے دے اس وقت وہ نکاح لازم ہوجاتا ہے۔

في الدرالمختار: ولا تجبر البالغة البكر على النكاح فإن استأذنها هو أو وكيله أورسوله أو زوجها فسكتت فهو إذن وكذا إذا زوّجها الولي عندها أي بحضرتها فسكتت صح في الأصح فإن استأذنها غير الأقرب فلا بل لابد من القول كالثيّب البالغة أو ماهو في معناه كطلب مهر ها و نفقتها و تمكينها من الوطء و دخوله بها برضاها. وفي رد المحتار عن البحر عن الظهيرية: ولو خلابها برضاها هل يكون إجازة لا رواية بهذه المسئلة وعندى أن هذا إجازة. اه وفي البزازية الظاهر أنه إجازة جلد ۲، صفحه ۴۹۴. (۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۲۲۵-۲۲۶، كراچي ۶/۱۵۳۔

(۲) **(بلوغ) الجارية بالاحتلام أو الحيض أو الحبل كذا في المختار والسن الذي يحكم ببلوغ الغلام والجارية إذا انتهيا إليه خمس عشرة سنة عند أبي يوسفؒ ومحمدؒ وهو رواية عن أبي حنيفةؒ وعليه الفتوى، وعند أبي حنيفةؒ ثماني عشرة سنة للغلام وسبع عشرة سنة للجارية كذا في الكافي.** (الفتاوى الهندية، كتاب الحجر، الباب الثاني، الفصل الثاني، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۵/۶۱، جديد ۵/۷۳)

(يحكم) ببلوغ الجارية بالحيض أو الاحتلام أو الحبل، فإن لم يوجد شيء من ذلك، فإذا تم له ثماني عشرة سنة ولها سبع عشرة سنة وعندهما إذا تم خمس عشرة سنة فيهما وهو رواية عن الإمام وبه يفتى. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الحجر، فصل: دارالكتب العلمية بيروت ۴/۶۰-۶۱)

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۱۵۹ تا ۱۶۵، كراچي ۳/۵۸ تا ۶۳۔

ولايجبر ولي بالغة على النكاح ولو بكراً ...... فإن استأذن الولي ووكيله أو رسوله قبل النكاح أو بعده البكر فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو بكت بلاصوت فهو إذن هو الأصح ←

سوا اگر ماں کے سوا اُس کا کوئی ولی نہ تھا تب تو نکاح کرتے ہی اگر وہ منکوحہ بالغہ ساکت رہی یہ نکاح لازم ہوگیا اور اگر بالفرض ماں سے زیادہ اور کوئی ولی تھا اور وہ نکاح میں شریک یا راضی نہ تھا تب بھی اگر وہ منکوحہ ساکت رہی پھر صحبت کے وقت انکار اور مخالفت اور مزاحمت نہ کی تو وہ نکاح اب لازم ہوگیا غرض بالغہ وقت النکاح کو خیار فسخ شرعاً حاصل نہیں اور اگر فرضاً یہ نابالغہ بھی ہوتی تب بھی خیار فسخ کے لئے صرف منکوحہ کا یہ کہہ دینا کہ میں نے فسخ کر دیا کافی نہیں بلکہ قضاء قاضی یعنی حاکم مسلم کا حکم اُس کے لئے شرط ہے جس کا ہمارے دیار میں کوئی انتظام نہیں ہے۔

في الدرالمختار: وشرط للكل القضاء إلا ثمانيةً. وفي رد المحتار تحت قوله: إلاثمانيةً وخيار البلوغ مبني على قصور الشفقة وهو أمر باطني والإباء ربما يوجد وربما لايوجد (أي بهذا السبب يشترط له القضاء) وكذا في البحر ج:٢، ص:٥٠٤، ٥٠٥۔(١)

اور واقعہ مسئول عنھا میں تو منکوحہ بالغ ہی ہے خیار فسخ کا احتمال ہی نہیں۔۲۲/شوال ۱۳۳۳ھ

← ...... **ولو استأذنها غير الولي الأقرب أجنبي كان أو قريبًا لا ولاية له ككافر وعبد فلابد من القول الدال على الرضا صريحًا أو دلالةً كطلب المهر والنفقه والتمكين وقبول التهنية وهو الأصح.** (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ١/٤٩٠ تا ٤٩٢)

ولاتجبر بكر بالغة على النكاح فإن استأذنها الولي فسكتت أو ضحكت أو زوجها فبلغها الخبر فسكتت فهو إذن، وإن استأذنها غير الولي فلا بد من القول كالثيب (كنز) وتحته في البحر: وأورد في التبيين أيضًا على اشتراط القول أن الرضا بالقول لايشترط في حق الثيب أيضًا بل رضاها هنا يتحقق تارة بالقول كقولها رضيت ...... وتارة بالدلالة كطلب مهرها ونفقتها أو تمكينها من الوطء ...... وفي الظهيرية: ولو خلابها برضاها هل يكون إجازة لا رواية لهذه المسئلة قال رحمة الله: وعندي أن هذه إجازة. الخ (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٩١ تا ٢٠٤، كوئٹه ٣/١١٠ تا ١١٦)

تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٤٩٥ تا ٤٩٩، امدادية ملتان ٢/١١٨-١١٩۔

(١) شامي، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب مهم هل للعصبة تزويج الصغير، مكتبه زكريا ديوبند ٤/١٧٨، كراچي ٣/٧١۔ ←

← ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء (كنز) وتحته في البحر: سبع منها (الفرقة) تحتاج إلى القضاء ...... أما الأولىٰ فالفرقة بالجبّ والفرقة بالعنة والفرقة بخيار البلوغ والفرقة بعدم الكفاءة، والفرقة بنقصان المهر، والفرقة بإباء الزوج عن الإسلام والفرقة باللعان، وإنما توقفت على القضاء لأنها تنبني على سبب خفي لأن الكفاءة شيء لا يعرف بالحس وأسبابها مختلفة، وكذا بنقصان مهر المثل، وخيار البلوغ مبني على قصور الشفقة وهو أمر باطن والإباء ربما يوجد وربما لايوجد وكذا البقية. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبهزكريا ديوبند ٣/٢١١، ٢١٤، كوئته٣/١٢٠-١٢١)

وشرط القضاء للفسخ في خيار البلوغ من صغير أو صغيرة فلا يبطل العقد ما لم يقض به القاضي؛ لأن هذا العقد كان نافذا، فلا يبطل بمجرد الرد ما لم يتأكد بالقضاء؛ لأن خيار البلوغ مختلف فيه وسببه باطن خفي وهو قصور شفقة الولي فكان الرد إبطالا لحق الآخر فلا يتفرد به. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ١/٤٩٦)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مسائل منثورہ متعلقہ بالنکاح

تنبیہ ضروری

مسئلہ مفقود کے متعلق امدادالفتاویٰ میں درج شدہ فتاویٰ ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۴۶ھ تک مختلف واقعات میں لکھے گئے ہیں ۱۳۴۶ھ میں اتفاقاً ایسے واقعات کی کثرت ہوئی جن میں عورتوں کے تنگ آکر مُرتد ہوجانے کے واقعات پیش آنے لگے تو حضرت سیدی حکیم الامتؒ نے ان مسائل میں سہولت ورخصت کے پہلو شرعی وفقہی اُصول کے ماتحت تلاش کرنے کے لئے مذاہب اربعہ کے علماء سے خط وکتابت کی اور پانچسالہ غور وبحث کے بعد ایک مستقل کتاب الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ کے نام سے تصنیف فرما کر شائع کرائی جس میں سب سے پہلے مسئلہ مفقود ہی پر بحث ہے اوراس مسئلہ کے متعلق حضرتؒ کا آخری فیصلہ وہی ہے جواس کتاب میں درج ہے اس کو ضرور دیکھ لیا جائے۔ فتاویٰ میں اس کے خلاف بات نظر آئے تو اس کو مرجوع عنہ سمجھا جائے۔

مفقود الخبر کی زوجہ کا حکم

(۱) **سوال** (۱۲۲۰): قدیم ۲/۳۶۲- مسمی زید حنفی المذہب زوجۂ خود درابوطن گذشتہ بسفر رفت عرصۂ بست سال گذشت کہ مفقود الخبر ست زوجہ از نان وپارچہ وغیرہ تنگ وعاجز آمدہ از دیگرے میخواہد پس ایں امر شرعاً جائز ونافذمی تواند شد (*) یا چہ؟ اگر جائز است بچہ طور؟ از کتب فقہ بیان فرمایند وبعد آمدنِ شوہر اوچہ صورت خواہد شد، وہم بصورت تامل وتجاہل خوف است کہ مرتکب فعل شنیع برسبیل اعلان خواہد بود؟ بینوا توجروا

(*) وقت تحریر جواب ذہن ازیں جزو سوال ذہول نمود وجوابش آنست کہ ایں نکاح ثانی باطل گفتہ خواہد شدوزن زوج اول واپس خواہد گشت ۱۲ منہ

(۱) **ترجمۂ سوال**: زید حنفی المذہب اپنی بیوی (جوکہ حنفی المذہب ہے) کو وطن میں چھوڑ کر سفر پر گیا، بیس سال کا عرصہ گذر گیا کہ مفقود الخبر ہے، اس کی بیوی مجبور ہوکراور روٹی کپڑے سے تنگ آکر دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کیا صورت اختیار کرنی چاہئے، فقہی کتابوں سے بیان فرمائیں! اوراس کے پہلے شوہر کے آنے کے بعد کیا صورت ہوگی؟ بصورت تامل وتجاہل اندیشہ ہے کہ وہ علانیہ بدفعلی کی مرتکب ہوگی؟

الجواب (۱): دریں مسئلہ مذہب امام اعظمؒ آں ست کہ تا عمر نوے سال انتظار زوج کردہ شود پیش ازیں نکاح بمردے جائز نیست (۲) و مذہب امام مالکؒ و امام شافعیؒ آں ست کہ بعد چہار سال از گم شدنش عدۃ وفات یعنی چہار ماہ و دہ روز تمام کردہ اگر بمردے دیگر نکاح کند جائز ست لیکن اگر ضرورت شدید و خوف فتنہ باشد عمل بمذہب امام مالکؒ و شافعیؒ جائز ست بایں طور کہ از کدامی عالم شافعی المذہب یا مالکی المذہب (*) فتویٰ گرفتہ نکاح کند باز زوج اول را ہیچ دعوی نہ رسد۔

خلافا لمالک فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضی أربع سنین وهو مذهب الشافعی القدیم (وقال بعد سطور) وقد قال في البزازیة: الفتویٰ في زماننا علی قول مالکؒ وقال الزاهدي: کان بعض أصحابنا یفتون به للضرورة واعترضه في النهر وغیره بأنه لا داعی إلی الإفتاء بمذهب الغیر لإمکان الترافع إلی مالکي یحکم بمذهبه وعلیٰ ذلک مشیٰ ابن وهبان في منظومة هناک شامی جلد ثالث، ص ۳۳۰. (۳) واللہ اعلم

۲۳/ جمادی الثانی ۱۳۰۰ھ (امداد ج ۲، ص ۳)

(*) مگر شرط آنست کہ قضاء قاضی مسلم نیز بایں فتوی منضم شود فتوی محض کافی نیست۔ ۱۲ منہ

---

(۱) **ترجمۂ جواب**: اس کے متعلق امام اعظمؒ کا مذہب یہ ہے کہ نوے سال ہونے تک اس کا انتظار کیا جائے، اس سے پہلے اس کے لئے دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ شوہر کے گم ہونے کے چار سال بعد عدت وفات یعنی چار مہینہ دس دن گذار کر دوسرے مرد سے نکاح کرے تو جائز ہے؛ لہٰذا اگر ضرورت شدید ہے اور فتنہ کا اندیشہ ہے تو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرنا جائز ہے، اس طرح کہ کسی شافعی یا مالکی عالم سے فتوی لے کر نکاح کرے، اور نکاح ثانی کرنے پر شوہر اول کا کوئی دعوی مسموع نہ ہوگا۔

نوٹ: جواب لکھتے وقت ذہن میں سوال کا یہ جز نہیں رہا اور اس کا جواب یہ ہے کہ حنفی مذہب میں اگر عورت شوہر کی عمر نوے سال ہونے سے پہلے نکاح ثانی کرے گی اور پھر پہلا شوہر آ جائے گا تو چونکہ یہ نکاح ثانی باطل ہے؛ اس لئے کہ عورت پہلے شوہر کی طرف واپس کی جائے گی؛ لیکن صرف فتوی کافی نہیں؛ بلکہ اس کے متعلق کسی مسلمان قاضی کا فیصلہ بھی ضروری ہے۔

(۲) **حکم المفقود أنه حي في حق نفسه، لاتتزوج امرأته ...... ولایفرق بینه وبین امرأته وحکم بموته بمضی تسعین سنة.** (الفتاوی الهندیة، کتاب المفقود، مکتبه زکریا دیوبند قدیم ۲/ ۳۰۰، جدید ۲/ ۳۰۹)

(۳) شامي، کتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالکؒ الخ، مکتبه زکریا دیوبند ۶/ ۴۶۰-۴۶۱، کراچي ۴/ ۲۹۵-۲۹۶۔ ←

زوجۂ مفقود الخبر اور زوجہ غائب غیر مفقود کا حکم

سوال (۱۲۲۱): قدیم ۲/۶۲-۳ ایک شخص پانچ برس یا اس سے زیادہ دس بارہ برس مفقود الخبر ہے اور دوسرا شخص حیات میں ہے معروف الخبر ہے یعنی معلوم ہوا ہے کہ زندہ ہے مگر اپنے ملک سے تھوڑے فاصلہ پر ہے اور ہمیشہ خبر خیریت آتی ہے اور اُس کی عورت جوان ہے اور خواہش مرد کی اُس کو ہے اور نان ونفقہ سے محتاج اور اندیشہ اس کا ہے کہ زنا میں مبتلا ہو جاوے اور مرد یعنی شوہر اُس عورت کا جو معروف الخبر ہے اور نان نفقہ کی خبر بوجہ دوسری عورت جو کہ پردیس میں جا کر اپنے نکاح میں لایا ہے نہیں لیتا اور اس عورت سابقہ کے ساتھ دو بچے یعنی لڑکی اور ایک لڑکا بھی ہیں تو ایسی صورت میں اس کے واسطے کیا حکم ہے اور وہ عورت ایسے موقع پر امام مالکؒ کے مسئلہ پر عمل کر لے جو مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہ فرمایا حضرت رسول مقبول ﷺ نے اور مروی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بلکہ یہ بھی مرقوم ہے کہ رجوع کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طرف قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور مذہب اکثر صحابہ کرامؓ کا بھی یہی ہے جیسا کہ نورالہدایہ ترجمہ شرح وقایہ کتاب المفقود میں ہے مفصل بعبارت کتب تحریر فرمائیے مجھ سے یہ سوال ایک جماعت نے آکر کیا اور کہا کہ اس کا فیصلہ موافق شرع شریف کے کر دیجئے میں نے اس کے جواب میں یہ عبارت جو کہ کتاب مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ لکھنوی (۱) میں ہے اُس سے اُخذ کر کے لکھا ہے اور آپ کی خدمت شریف میں ارسال کیا کہ آپ خود اور دوسرے علماء سے اس کی تصحیح کر کے ازراہِ بزرگانہ اس طرف کو ارسال فرمائیں اور اس کا اجر خداوند کریم سے لیں وھو ہذا؟

← **وقال مالكؒ والشافعيؒ في القديم: تتربص (امرأة المفقود) أربع سنين وتعتد للوفاة أربعة أشهر وعشرا، وتحل للأزواج لأنه إذا جاز الفسخ لتعذر الوطء بالعنة وتعذر النفقة بالإعسار فلأن يجوز ههنا لتعذر الجميع أولىٰ (إلى قوله) قلت: ولمالكؒ أن يقول: إن ابتلاء المرأة بالزنا ضياعها فإن خيف على امرأة المفقود ابتلاء ها بالزنا كان حكمها حكم ضالة الغنم، ومذهب الحنفية في الباب وإن كان قويا رواية ودراية؛ ولكن المتأخرون منا قد أجازوا الإفتاء بمذهب مالك عند الضرورة نظرا إلى فساد الزمان.** (إعلاء السنن، كتاب المفقود، مكتبه أشرفية ديوبند ١٣/٤٤-٥٨، دارالكتب العلمية بيروت ١٣/٤٩-٦٧) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب المفقود، مكتبه أشرفية ديوبند ٤/٤٣٨ ۔

الجواب (*): اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین مختلف ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وایک جم غفیر صحابہؓ اس طرف گئے ہیں کہ زوجہ مفقود کی چار برس انتظار کرے بعد ازاں نکاح کرلے اور بعضوں نے اس پر اجماع صحابہ نقل کیا امام مالکؒ موطا میں روایت کرتے ہیں:

إن عمر بن الخطاب قال: أيما امرأة فقدت زوجها فلم تدر أين هو فإنها تنتظر أربع سنين، ثم تعتدأربعة أشهر و عشرًا ثم تحل للأزواج. (۱)

اور محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح موطا میں لکھتے ہیں:

روي نحوه عن عثمان وعلي قيل وأجمع الصحابة عليه ولم يعلم لهم مخالف في عصرهم وعليه جماعة من التابعين. انتهىٰ (۲)

اور بعض صحابہ مثل ابن مسعودؓ وعلیؓ بنا برایک روایت کے اس طرف گئے ہیں کہ زوجہ مفقو د الخبر شوہر کی تادم ظہور موت شوہر کا انتظار کرے اور یہی مذہب شعبی ونخعی کا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

الحاصل أن المسئله مختلفة في مابين الصحابة رضوان الله عليهم أجمين فذهب عمرؓ إلىٰ ماتقدم و ذهب عليؓ إلى أنها امرأة له حتىٰ ياتيها البيان وروي عبدالرزاق عن ابن جريج قال: بلغني أن ابن مسعودؓ وافق علياؓ أن امرأة المفقود تنتظر أبدا(۳) وأخرج ابن أبي شيبة عن أبي قلابة وجابر بن سعيد و الشعبي والنخعي لكنهم قالوا: ليس لها أن يتزوج حتىٰ يستبين موته انتهىٰ. (۴)

(*) یہ جواب خود سائل نے مولانا عبدالحیؒ صاحب کے فتوی سے اخذ کرکے لکھا ہے اور احقر کا جواب اس کے بعد آئے گا۔۱۲ منہ

---

(۱) المؤطا للإمام مالك، كتاب الطلاق، باب ما جاء في عدة التي تفقد زوجها، النسخة الهندية ص:۲۰۹۔

(۲) شرح الزرقاني على مؤطا إمام مالك، كتاب الطلاق، باب عدة التي تفقد زوجها، دارالفكر بيروت ۱۹۹/۳۔

(۳) المصنف لعبد الرزاق، كتاب الطلاق، باب التي لا تعلم مهلك زوجها، دارالكتب العلمية بيروت ۶۷/۷، رقم: ۱۲۳۸۱۔

(۴) المنصف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح، في امرأة المفقود، من قال: ليس لها أن تزوج، مؤسسة علوم القرآن ۲۰۸/۹-۲۰۹، رقم: ۱۶۹۷۵ تا ۱۶۹۷۸۔ ←

اورایک حدیث مرفوع آپ ﷺ سے اس بات میں موافق رائے علی رضی اللہ عنہ کے وارد ہے لیکن اُس کی سند میں ضعف ہے چنانچہ زیلعی تخریج احادیث ہدایہ میں لکھتے ہیں:

أخرج الدار قطني في سننه عن سوار ابن مصعب حدثنا محمد بن شرجيل عن المغيرة بن شعبة قال :قال رسول الله ﷺ امرأة المفقود امرأته حتىٰ يأتيها البيان ووجدته في نسخةٍ مصري حتىٰ ياتيها الخبر (۱) وهو حديث ضعيف. قال ابن أبي حاتم في كتاب العلل: سألت أبي عن حديث رواه سوار بن مصعب عن محمد عن المغيرة في امرأة المفقود فقال أبي هذا حديث منكر محمد متروك الحديث ويروى عن المغيرة مناكير أباطيل، و ذكره عبدالحق في أحكامه من جهة الدار قطني وأعله بمحمد بن شرحبيل وقال إنه متروك وقال ابن القطان في كتابه سوار ابن مصعب أشهر في المتروكين منه. انتهىٰ (۲)

اوراسی طرح بدرالدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ (۳) میں تحریر کیا ہے اب جاننا چاہئیے چونکہ حدیث اس مسئلہ میں بطریق ضعیف وارد ہے اور صحابہ خود مختلف ہیں؛ لہٰذا ائمہ مجتہدین فی ما بینھم اس مسئلہ میں مختلف ہوگئے ہیں ائمہ حنفیہ نے رائے حضرت علیؓ کو بضم حدیث مرفوع مرجح کیا اور ائمہ مالکیہ نے رائے حضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وغیرہ کو مختار کیا لیکن بوقت ضرورت ائمہ حنفیہ تصریح کرتے ہیں کہ فتویٰ قول مالک پر جو موافق ایک جماعت صحابہؓ کے ہے درست اور جب خوف وقوع کا ہوتو عمل کرنا مسلک مالکی پر جائز ہے۔ جامع الرموز میں ہے۔

قال مالك والأوزاعيؒ إلى أربع سنين: فتنكح عرسه بعده كما في النظم فلو أفتى لها في موضع الضرورة ينبغي أن لا بأس به على ما أظن. (۴)

← فتح القدير، كتاب المفقود، مكتبه زكريا ديوبند ۶/۱۳۷ - ۱۳۸، كوئٹه ۵/۳۷۲۔

(۱) سنن الدار قطني، كتاب النكاح، قبيل كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲۱۷، رقم: ۳۸۰۴۔

(۲) نصب الراية، كتاب المفقود، دار نشر الكتب الإسلامية لاهور ۳/۴۷۳۔

(۳) البناية شرح الهداية، كتاب المفقود، مكتبه أشرفية ديوبند ۷/۳۶۴۔

(۴) جامع الرموز، كتاب المفقود، كراچي ۳/۳۹۰۔

وردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے:

ذکر ابن وهبان في منظومته أن لو أفتى بقول مالكؒ في موضع الضرورة يجوز واعترضه شارحها ابن الشحنة بأنه لا ضرورة للحنفي إلىٰ ذلك وقال الشارح في الدر المنتقىٰ هٰذا ليس بأولىٰ لقول القهستاني لو أفتى به في موضع الضرورة لا بأس به علىٰ ما أظن. (۱)

اورنفقہ کے بارہ میں اللہ رب العالمین اپنے قرآن عظیم وکلام قدیم میں ارشادفرماتا ہے: وہو ہذا

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (۲)

رزق ولباس ومسکن عورت کے لئے مسلمہ ہو یا کافرہ کبیرہ ہو یا صغیرہ ایسی کہ وطی کی جاتی ہو واجب ہے مرد پر اگر چہ صغیرہ ہو کہ وطی پر قادر نہ ہو جیسا کہ قرآن میں ہے اوپر کی آیت اور اگر شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو درمیان ان کے تفریق نہ کرائی جائے بلکہ مرد کے اوپر قرض لیکر کھائے جب شوہر مال دار ہو جائے تب ادا کردیوے لیکن نزدیک امام شافعیؒ کے تفریق کرادی جاوے مگر یہ شخص تو نفقہ دینے سے عاجز ہی نہیں اور کچھ غریب بھی نہیں کیونکہ دوسری عورت جو اس کے نکاح میں ہے خوب آرام میں ہے کھانے اور کپڑے کی طرف سے خوب فراغت ہے فقط اسے عورت سابقہ کو تکلیف دینا منظور ہے اس مرد کی اور نفقہ کی طرف سے صاف انکار بلکہ ایک طرح کا ظلم ہے کہ نہ تو نفقہ دیوے اور نہ طلاق اس وقت اس عورت کو کیا کرنا چاہئے آیا امام شافعیؒ کے قول کے موافق درمیان دونوں کے تفریق کرادی جائے کیا حکم ہے شرع شریف سے تحقیق فرما کر تحریر فرمائیں یہ کہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے کہ نہیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ اور لڑکی کو از روئے ظلم کے کبھی شفقت شوہرانہ اوپر اس عورت کے اور محبت پدرانہ اوپر ان بچوں کے نہیں دیکھا اور نہ بچوں کی پرورش کی اسی وجہ سے وہ عورت اور بچے اس مرد سے الگ ہو گئے اور کسی طرح سے اس عورت نے بچوں کو مزدوری کر کے پرورش کیا اور اب ہوشیار ہوئے۔

---

(۱) شامي، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك الخ، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٤٦٠-٤٦١، كراچي ٤/٢٩٥-٢٩٦۔

(۲) سورة البقرة:٢٣٣۔

اور چونکہ شوہراور والد واجب الاطاعت ہیں اور یہ عورت اور بچے سب بہ ہمراہی اُس کی اطاعت سے محروم رہے پس اس حالت میں گنہ گار کون ہے اور کون کس واسطے پوچھا جائے گا باوجودیکہ زوجہ اورلڑکے اپنی خواہش سے اطاعت سے محروم نہیں تو ایسی صورت میں کہ نافرمانی کی ابتداء اور زیادتی زوجہ اورلڑکوں کی جانب سے نہ ہوتو ماخوذ ہوں گے یا نہیں؟ پس قصہ اس عورت کا جس کا تذکرہ اوپر چلا آتا ہے، ایسا ہی ہے کہ جس وقت یہ لڑکا چار سال کا یا زیادہ کا اورلڑکی یعنی دختر فقط تین ماہ کی تھی اسی وقت شوہراس عورت کا پردیس میں چلا گیا قریب بارہ برس کے ہوئے کہ ابھی تک نفقہ وغیرہ سے خبر کماحقہ نہ لی فقط محنت مزدوری سے اپنی اوربچوں کی پرورش کرتی رہی پس جس وقت قحط ہوا اس ملک میں جہاں یہ عورت تھی اس وقت اس کو اپنے ملک میں رہنا ساتھ دو بچوں کے بہت مشکل ہوا اس وقت اس کا شوہر جو پردیس میں تھا اُس کی خیریت آئی تو اس کے مرد نے دوسری عورت کے ساتھ جو غیر قوم تھی نکاح کیا ہوا تھا اب جب سابقہ عورت اپنے ملک کو چھوڑ کر اس مرد کے قریب آئی کہ شوہر کے قریب پہونچ کر اپنی تکلیف اور شوہر کی جدائی کے صدمہ کو رفع کرے گی مگر یہاں دوسری عورت کے ہونے سے اور بھی زیادہ اُس پر صدمہ ہوا اور دوسرے شوہر کی نامہربانی، خیر تھوڑے روز تک جیوں تیوں کر کے گزر ہوئی عورت سابقہ علیحدہ رہ کر اور محنت ومزدوی سے اپنی اور بچوں کی پرورش کرتی رہی بعد اس کے اس عورت کا شوہر دوسری جگہ چلا گیا بعد اس کے چلے جانے کے ایک لڑکا اور پیدا ہوا مگر اس کے مرد نے نان ونفقہ کی کچھ خبر نہیں لی مجبور ہو کر اس عورت نے سرکار میں ایک عرضی بایں مضمون دی کہ میرا شوہر میرے نان نفقہ کی خبر زمانہ تیرہ چودہ برس کا ہوتا ہے کہ بالکل نہیں لیتا سرکار مجھ کر طلاق دلوادے جس وقت کمشنر صاحب بہادر کی طرف سے کاغذ گیا اس عورت کے شوہر کے پاس اس وقت اس کا مرد اس عورت کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ تو نے نالش کیونکر کی اب چل میرے ساتھ جہاں میں چاہوں تم کو لے جاؤں اور جہاں میں اس وقت رہتا ہوں اور عورت دوسری میری رہتی ہے وہاں تجھ کو چلنا ہوگا اور بہت کچھ دھمکایا اس عورت سابقہ کو اپنی جان کا خوف دوسرے اس عورت سوکن کا ڈر جو کہ بیشتر اُس کے صدمہ اٹھا چکی تھی نہ گئی اور اس کا مرد چلا گیا پھر دوبارہ آیا اور اس کو پھر سابق کے موافق بلایا کہ چل میرے ہمراہ اس عورت نے جو انکار قبل کیا تھا ویسا دوبارہ بھی کیا اور کہا کہ مجھ کو تیرے ساتھ رہنا منظور نہیں طلاق دیدے اس کے مرد نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ جو کچھ برتن وغیرہ اور کپڑا تھا وہ اپنے ہمراہ لے گیا اور وہ لڑکا جو صغر سنی میں

چار پانچ سال کا چھوڑا پر دیس میں آیا تھا اُس کو اپنے ہمراہ لیا اور لڑکا بہت انکار کرتا رہا کہ میں نہیں جاؤں گا بلکہ میں نہیں جانتا کہ تو کون ہے خیر لوگوں کے سمجھانے اور اصرار کرنے سے لڑکا اس کے ہمراہ گیا اور اس مرد نے عورت سے کہا کہ اگر تو نہیں جاتی تو مجھ کو ضرورت بھی نہیں مگر لڑکے اور لڑکی کو لے جاؤں گا جس وقت لڑکے کو ہمراہ لیا اُسی وقت لڑکی کو بھی بلایا کہ میرے ہمراہ چل لڑکی تو اُس کو خوب اچھی طرح سے جانتی تھی اور والد کی نامہربانی سے خوب واقف تھی اور لڑکا جو کہ اس عورت سے محنت اور مشقت کر کے پرورش کیا تھا اور اب سولہ سترہ برس کی عمر ہوئی تھی اور اس وقت کوئی کام یعنی مزدوری وغیرہ کر سکتا تھا اور ماں کو اس کی خوب اُمید تھی کہ اب لڑکا ہوشیار ہوا مزدوری کر کے میری پرورش کریگا اس کو اپنے ہمراہ لے گیا اور اس وقت یہ لڑکی اور ایک لڑکا صغیر جو قریب چار ماہ کے ہوا وہ ہے اور اس کی والدہ اس وقت آنکھوں سے معذور ہوگئی اور عمر بھی قریب چالیس برس سے اوپر ہوگئی وقت ضعیفي کا ہے اور والد یعنی باپ لڑکے کا چاہتا ہے کہ لڑکی کو بھی لے جاؤں اور عورت کو تنہا چھوڑ دوں اور اس لڑکی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل والد کے ہمراہ جانے سے انکار کرتی ہے کہ میں اپنی ماں کو چھوڑ کر نہ جاؤں گی اور اگر مجھ کو جبراً لے گیا میرا والد تو ضرور اپنی جان کو ہلاک کردوں گی اور اس وقت اس لڑکی کی عمر بارہ برس کچھ کم زیادہ ہے تو جس حالت میں اس لڑکی کی والدہ آنکھوں سے معذور اور ضعیفہ بھی ہو اور اپنی محنت اور مشقت سے لڑکی کو پرورش بھی کیا ہو اور ایسے وقت میں یہ لڑکی اس کی ماں کی زندگی کا سہارا ہوئی اس حالت میں اُس کا باپ لڑکی کو چاہے جبراً لیجانا تو شریعت کے موافق کیا حکم ہے اور والدہ کا حق ان بچوں پر خصوصی کر کے اس لڑکی پر کچھ ہوتا ہے یا نہیں؟ اور لڑکی کو اپنے ہمراہ جو کہ محرم راز کی ہوئی لے سکتی ہے یا نہیں اس کو بہ سند صحیح مرقوم فرمائیں اور بہت جلدی اس طرف کو ارسال فرمائیں فقط؟

الجواب: اس سوال کے دو جزو ہیں ایک مفقود کے متعلق دوسرا نان ونفقہ نہ دینے والے کے متعلق دونوں کا جواب بترتیب لکھا جاتا ہے۔

(جواب جزو اوّل) في الدر المختار: كتاب المفقود، قلت: وفي واقعات المفتين لقدري افندي معز يا إلى القنية أنه إنما يحكم بموته بقضاء لأنه أمر محتمل فما لم ينضم إليه القضاء لايكون حجة. (۱)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب المفقود، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٤٦٣، كراچي ٤/٢٩٧۔ ←

پس امرأۃ مفقودہ میں خود مذہب حنفیہ کا راجح ہے نہ مالکیہ کا یہ بحث آخر متعلق خلافیات کے ہے؛ لیکن ضرورت میں جو حنفیہ نے اس پر عمل جائز رکھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ محض فتویٰ عمل کے لئے کافی ہے؛ بلکہ اُس میں حسب روایت بالا انضمام قضا قاضی مسلم کی ضرورت ہے پس عمل کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ کسی مسلمان حاکم کے اجلاس میں یہ واقعہ پیش کیا جائے اور کہدے کہ میں اس مفقود کی موت کا حکم کرتا ہوں اس حکم کے بعد وہ عورت عدّت وفات کی پوری کرے اُس وقت دوسرے شخص سے نکاح جائز ہوگا۔(۱) واللہ اعلم

(**الجواب: جزو ثانی**) **في الدر المختار: باب النفقة ولا يفرق بينهما بعجزه عنها ولا بعدم إيفائه لو غائبا حقها ولو موسرا وجوّزه الشافعیؒ بإعسار الزوج وبتضررها بغيبته ولو قضیٰ به حنفي لم ينفذ نعم لو أمر شافعيا فقضیٰ به نفذ. وفي رد المحتار: تحت قوله: والحاصل أن عند الشافعي إذا أعسر الزوج بالنفقة فلها الفسخ. وكذا إذا غاب و تعذر تحصيلها على ما اختاره كثيرون منهم وفيه بعد صفحة نعم يصح الثاني أي القضاء على الغائب عند أحمد كما ذكر في كتب مذهبه وعليه يحمل ما في فتاویٰ قارئ الهداية حيث سأل عمن غاب زوجها ولم يترك لها نفقة فأجاب إذا قامت بينة علیٰ ذلك وطلبت فسخ النكاح من قاض يراه ففسخ نفذ وهو قضاء على الغائب وفي نفاذ القضاء على الغائب روايتان عندنا فعلى القول بنفاذه يسوغ للحنفي أن يزوجها من الغير بعد العدة. اه (۲)**

← سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب المفقود، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۵٤۱۔

(۱) **وقال مالكؒ إذا مضیٰ أربع سنين يفرق القاضي بينه وبين امرأته وتعتد عدة الوفاة ثم تتزوج من شاءت.** (الهداية، كتاب المنقود، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/۶۲۲)

وبعدها أي بعد مضى هذه المدة يحكم بموته ...... فتعتد عرسه كما تعتد للموت أربعة أشهر وعشرا. (جامع الرموز، كتاب المفقود، كراچي ۳/۳۹۰)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في فسخ النكاح باب العجز عن النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۳۰۶-۳۰۷، كراچي ۳/۵۹۰-۵۹۱۔

سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۱۸۸-۱۸۹۔

وفي رد المحتار: قبيل كتاب الطهارة وادعى في البحر: أن المقلد إذا قضىٰ بمذهب غيره أو برواية ضعيفة أو بقول ضعيف نفذ. اهـ (۳)

اس واقعہ میں بھی مثل واقعہ جزو اول کے محض فتویٰ تفریق کے لئے کافی نہیں بلکہ انضمام قضاء قاضی کی حاجت ہے پس جب کوئی حاکم مسلمان کہہ دے کہ میں نے فلاں مرد اور فلاں عورت میں تفریق کر دی نکاح ٹوٹ جائے گا اور عدت طلاق اُس وقت سے شمار کر کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اگر ان دونوں جزو میں یہ اشکال ہو کہ قاضی یعنی حاکم مسلم ہندوستان میں کہاں سے آئے کہ ان دشواریوں کا انتظام ہو سکے تو جاننا چاہیے کہ درمختار کتاب القضاء میں مصرح ہے۔

و يجوز تقليد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافرًا ذكره مسكين وغيره. (۲)

پس اس کی صورت یہ ہے کہ حکام انگریزی جو بااختیار ہوں مہربانی کر کے ان واقعات میں کسی مسلمان عالم کو فیصلہ کرنے کے پورے اختیارات دیدیں وہ عالم مسلمان بوجہ اختیارات ملنے کے بجائے قاضی کے ہوجائے گا اور اس کے احکام ان واقعات میں نافذ ہوجائیں گے اور یہ ضرور نہیں کہ ایسے اختیارات ہمیشہ کے لئے دیئے جائیں بلکہ خاص ان دو واقعوں کے فیصلہ کر دینے کا اختیار دینا کافی ہوگا اور ان فیصلوں کے بعد یہ شخص معزول اور بے اختیار ہوجائیگا اور اگر سب مسلمان متفق ہو کر ہمیشہ کے لئے ایسے قضایا کے واسطے حکام سے درخواست کر کے عالم کو مقرر کرلیں تو ہمیشہ کے لئے مصیبت دفع ہوجاتی ہے۔

(**جواب سوال دوم**) في الدر المختار: باب الحضانة، ولا خيار للولد عندنا مطلقا ذكرا كان أو أنثى خلافاً للشافعيؒ. قلت: وهذا قبل البلوغ أما بعده فيخير بين أبويه وإن أراد الانفراد فله ذلك (إلىٰ قوله) لا لغيرهما. وفي رد المحتار: تحت قوله: لا لغيرهما فللأب أن يضمها إليه وكذا للأخ والعم الضم إذا لم يكن مفسدا،

---

(۱) شامي، مقدمة، مطلب في حكم التقليد والرجوع عنه، قبيل كتاب الطهارة، مكتبه زكريا ديوبند ۱/۱۷۸، كراچي ۱/۷۶۔

البحر الرائق، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره، مكتبه زكريا ديوبند ۱٦/۷، كوئٹه ۹/۷ ۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب أبو حنيفة دعي إلى القضاء الخ، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۴۳، كراچي ۵/۳٦۸۔

فإن كان فحينئذ يضعها القاضى عند امراة ثقة. اه وزاد الزيلعي: وكذا الحكم في كل عصبة ذي رحم محرم منها. اه وهذا الذى مشى عليه المصنف بعد. (١)

پس صورت واقعہ میں جو بالغ ہے اُن پر تو بوجہ بلوغ کے باپ کا جبر نہیں بلکہ اس اولاد کو اختیار ہے کہ ماں کے پاس رہے اور جو نا بالغ ہے چونکہ یہ شخص ایسا ظالم ہے اور اس سے اولاد کو ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہے لہٰذا نابالغ اولاد کو بھی نہیں لے سکتا۔ (٢)

۲۶/ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ (امداد ص ۳۶، ج ۲)

---

(١) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مطلب لو كانت الإخوة أوالأعمام الخ، كراچي ٣/٥٦٧-٥٦٨۔

(٢) **إذا انتهت مرحلة الحضانة ضم الولد إلى الولي على النفس من أب أو جد لالغيرهما ويظل للأب الحق في إمساك الصبي حتى يبلغ فيخير بين أن ينفرد بالسكنى أوليسكن مع أي أبويه شاء الخ.** (موسوعة الفقه الإسلامي و القضايا المعاصرة، القسم السادس، الباب الثالث: الفصل الثالث: الحضانة، مكتبه أشرفية ديوبند ٨/٧٠٤)

ولاخيار للولد في الحضانة مطلقًا سواء كان مميزا أو لا وسواء كان غلامًا أو جارية. وقال الشافعي: إذا كان مميزًا يخير، وفي التنوير: بلغت الجارية مبلغ النساء إن بكرًا ضمها الأب إلى نفسه وإن ثيبًا لا إلا إذا لم تكن مأمونة على نفسها والغلام إذا عقل واستغنى برأيه ليس للأب ضمه إلى نفسه والجد بمنزلة الأب فيه، وإن لم يكن أب ولاجدّ ولها أخ أو عم فله ضمها إن لم يكن مفسدًا و إن كان مفسدًا لا يضمها. وكذا الحكم في كل عصبة ذي رحم محرم منها، وإن لم يكن لها أب ولاجد ولاغيرهما من العصبات أو كان لها عصبة مفسد فالنظر فيها إلى الحاكم فإن مأمونة خلاها تنفرد بالسكنىٰ وإلا وضعها عند أمينة قادرة على الحفظ بلا فرق في ذلك بين بكر وثيب. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الحضانة، قبيل باب النفقة، دارالكتب العلمية بيروت ٢/١٧٢)

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٨٩-٢٩٠، كوئٹه ٤/١٧١۔

تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢٩٧ تا ٢٩٩، امدادية ملتان ٣/٤٩-٥٠۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

زوجۂ مفقود کا مسئلہ

سوال (۱۲۲۲): قدیم ۲/ ۳۶۹ - ایک عورت محتاجہ مفلسہ نو عمر کا شوہر مدّت سے مفقود الخبر ہے اور کسی طرح بدون زوج زندگی بسر کرنے کی صورت نہیں معلوم ہوتی زمانہ کا حال ظاہر ہے مخمصہ کی حالت میں اس کے لئے دوبارہ نکاح ثانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب: گو بعض علماء نے شافعیؒ و مالکؒ کے قول پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے مگر راقم کے تجربہ میں امام ابو حنیفہؒ کے قول کو چھوڑنے میں بہت فساد پائے گئے ہیں اس لئے میرے نزدیک حسب فتویٰ امام صاحب کے نکاح ثانی قبل مدت معینہ (*) جائز نہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم (امداد صفحہ ۴۵، ج ۲)

زوجۂ مفقود کا حکم

(۲) **سوال** (۱۲۲۳): قدیم ۲/ ۳۷۰ - شخصے از چند سال مفقود شدہ خبرے از پیغام و نامہ نمی آید و زندہ و مردہ مطلق نیست و جوان بود و زنے جوان دارد آں جوان در جوش جوانی ایمان را برباد میدہد و عزت اقوام برخاک میریزد و فتور کمال در مسلمانان می انداز دو صورۃ نکاح ایں زن بشرع نبوی در مذہب ماہایاں می تواند شد؟

(*) یعنی نوے سال جب زوج کی عمر ہو جائے اور وہ بھی بشرط قضاء قاضی۔ ۱۲ منہ

(۱) سوال نمبر: ۱۲۲۰ر سے پہلے جو تمہید حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی ہے، اس میں واضح کیا گیا ہے کہ الحیلۃ الناجزہ میں درج کردہ مسائل کے خلاف جو بھی مسئلہ امداد الفتاوی میں ملے گا اس کو مرجوع عنہ سمجھا جائے؛ اس لئے کہ الحیلۃ الناجزہ ان تمام مسائل کے بعد میں مرتب کر کے شائع کی گئی ہے اور یہ مسئلہ زیر بحث بھی الحیلۃ الناجزہ میں مفقود الخبر والے مسئلے کے خلاف ہے؛ اس لئے یہ بھی حضرتؒ کا مرجوع عنہ مسئلہ ہے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **ترجمۂ سوال**: ایک شخص چند سال سے غائب ہے، نہ اس کا کوئی خط ہے اور نہ پیغام مطلق خبر نہیں کہ باحیات ہے یا مرگیا ہے اور وہ شخص جوان تھا، اور اس کی جوان بیوی ہے اور وہ جوان عورت جوش و جوانی میں ایمان برباد کر رہی ہے اور برادری کی عزت پامال کر رہی ہے اور مسلمانوں میں بڑا فتور پیدا کر رہی ہے تو کیا ہمارے مذہب میں اس کے نکاح کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

(۱) **الجواب**: مسئلہ مجتہد فیہا است اگر قاضی کہ مولی از سلطان باشد یا از عامۂ مسلمین بر مذہب شافعی و مالک بعد چار سال حکم بموت مفقود و فسخ نکاح زن کند نکاح فسخ شود از اں پس چار ماہ و دہ روز از عدت گزرانیدہ نکاح جائز است و بدون قضا فسخ نتواں شد و نکاح ثانی جائز نیست۔ (۲)

۱۰/رجب ۱۳۲۱ھ (امداد صفحہ ۴۶، ج ۲)

---

(۱) **ترجمۂ جواب**: مسئلہ مختلف فیہ ہے اگر قاضی جو کہ بادشاہ کی طرف سے عامۃ المسلمین کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو مذہب شافعی و مالکی کے مطابق چار سال کے بعد مفقود کی موت کا فیصلہ کرکے نکاح فسخ کردے، تو نکاح فسخ ہو جائے گا، اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت گذار کر نکاح ثانی کرسکتی ہے اور بغیر قاضی کے فیصلہ کے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا ہے اور نہ دوسرا نکاح جائز ہے۔

(۲) **خلافاً لمالک فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضي أربع سنين وهو مذهب الشافعي القديم (وقوله) وقد قال في البزازية: الفتوى في زماننا على قول مالکؒ، وقال الزاهدي كان بعض أصحابنا يفتون به للضرورة.** (شامي، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٤٦١، كراچي ٤/٢٩٥-٢٩٦)

وقال مالک والشافعي في القديم تتربص (امرأة المفقود) أربع سنين وتعتد للوفاة أربعة أشهر وعشرا وتحل للأزواج؛ لأنه إذا جاز الفسخ لتعذر الوطء بالعنة وتعذر النفقة بالإعسار فلأن يجوز ههنا لتعذر الجميع أولىٰ (إلى قوله) قلت: ولمالک أن يقول: إن ابتلاء المرأة بالزنا ضياعها فإن خيف على امرأة المفقود ابتلاءها بالزنا كان حكمها حكم ضالة الغنم، ومذهب الحنفية في الباب وإن كان قويا رواية ودراية ولكن المتأخرين منا قد أجازوا الإفتاء بمذهب مالک عند الضرورة نظرا إلى فساد الزمان. (إعلاء السنن، كتاب المفقود، باب امرأة المفقود حتى يأتيها البيان، مكتبه أشرفية ديوبند ١٣/٤٤-٥٨، دارالكتب العلمية بيروت ١٣/٤٩-٦٧)

ولا يفرق بينه وبين امرأته وقال مالکؒ: إذا مضىٰ أربع سنين يفرق القاضي بينه وبين إمراته وتعتد عدة الوفاة ثم تتزوج من شاءت. (الهداية، كتاب المفقود، مكتبه أشرفية ديوبند ٢/٦٢٢)

وفي واقعات المفتين لقدري آفندي معزيًا إلى القنية أنه إنما يحكم بموته بقضاء لأنه أمر محتمل فما لم ينضم إليه القضاء لايكون حجة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب المفقود، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٤٦٣، كراچي ٤/٢٩٧) ←

زوجۂ مفقود کا ایک عرصہ کے بعد نکاح کرنا کیسا؟

سوال (۱۲۲۴): قدیم ۲/ ۳۷۰- زید عرصہ تیس یا پینتیس سال کا ہوا اپنے شہر سے چلا گیا اس درمیان میں اکثر بلاد مثل بمبئی و حیدر آباد سے حیات زید کی خبر لوگوں کی زبانی دریافت ہوتی رہی مگر عرصہ بارہ تیرہ برس سے کسی مقام سے خبر زید کی حیات و ممات زبانی و نیز کتابت کسی شخص کے معلوم نہیں ہوئی باوجودیکہ ہمارے شہر کے اشخاص بلاد و امصار میں بغرض تجارت عطر موجود ہیں اب عرصہ تین سال کا گزرا ہے کہ زید کی زوجہ نے عقد عمرو سے کرلیا؛ لہٰذا گزارش ہے کہ از روئے شرع یہ عقد جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ عقد خلاف مذہب احناف ہے اگر یہ عقد جائز ہے تو کیونکر جائز ہے مع ادلّہ تحریر فرمایئے گا؛ کیونکہ یہاں برادری میں نزاع واقع ہے اور اگر زید مفقود الخبر آجائے تو اس کی زوجہ کا کیا کیا جائے۔ بینوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ بحسن المآب؟

الجواب: علاوہ اس کے کہ یہ مذہب حنفی کے خلاف ہے ایک خرابی اور کمی اس میں یہ ہے کہ محض کسی مدت کا گزر جانا مفقود کے حکم بالموت کے لئے کافی نہیں تاوقتیکہ حاکم شرعی حکم بالموت نہ کرے اس کے بعد عدت گزار کر نکاح ہوسکتا ہے۔

في الدرالمختار: قلت: وفي واقعات المفيتن لقدري آفندى معز يا للقنية أنه إنما يحكم بموته بقضاء لأنه أمر محتمل فمالم ينضم إليه القضاء لايكون حجة. اه (۱)

اس لئے یہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا البتہ اگر کسی مسلمان حاکم کے اجلاس میں گو وہ انگریزی ملازم ہو

← سکب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب المفقود، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۵۴۱۔

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته ...... لم يقل أحد بجوازه أصلاً. (شامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۹۷، كراچي ۳/ ۵۱۶) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب المفقود، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۴۶۳، كراچي ۴/ ۲۹۷۔

سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب المفقود، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۵۴۱۔

یہ مقدمہ پیش کیا جائے اور وہ کسی عالم سے فتویٰ لے کر کہدے کہ وہ مفقود مر گیا اس لئے میں اس کا نکاح اس عورت سے توڑتا ہوں اب عدت وفات کی پوری کر کے اُس کو دوسرا نکاح درست ہے (۱) اور اس کے بعد بھی اگر شوہر اول آجائے گا تو وہ عورت اسی کو واپس دی جائے گی۔

في رد المحتار: قال: ثم بعد رقمه رأيت المرحوم أبا السعود نقله عن الشيخ شاهين ونقل أنه زوجته له والأولاد للثاني. (۲)

۲۱/ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ (امداد ص ۵۰، ج ۲)

زوجۂ مفقود کے نکاح کے لئے کب انتظار کیا جائے

(۳) **سوال** (۱۲۲۵): قدیم ۲/۱۷۱-۳۔ زید در جہاز یکہ از کلکتہ بہ لندن وامریکہ وغیرہ می رود

---

(۱) **وقال مالکؒ إذا مضي أربع سنين يفرق القاضي بينه وبين امرأته وتعتد عدة الوفاة ثم تتزوج من شاءت.** (الهداية، كتاب المفقود، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/۲۲۲)

تبيين الحقائق، كتاب المفقود، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۲۳۱، امدادية ملتان ۳/۳۱۱۔

(۲) شامي، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالكؒ الخ، مكتبه زكريا يوبند ۶/۴۶۳، كراچي ۴/۲۹۷۔

وقد صح رجوعه عنه إلى قول علي رضي الله عنه، فإنه كان يقول: ترد إلى زوجها الأول، ويفرق بينها وبين الآخر ولها المهر بما استحل من فرجها ولا يقربها الأول حتى تنقضي عدتها من الآخر وبهذا كان يأخذ إبراهيم فيقول: قول علي رضي الله عنه أحب إلي من قول عمرو به نأخذ أيضًا. (المبسوط للسرخسي، كتاب المفقود، دارالكتب العلمية بيروت ۱۱/۳۷) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۳) **ترجمۂ سوال**: زید کلکتہ سے لندن وامریکہ جانے والے جہاز میں نوکری کرتا ہے، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک بار جب جہاز دریا کے بیچ میں پہونچا تو زید اپنے کام کے لئے گیا اور گم ہو گیا، دوسروں نے کپتان کو اطلاع دی، کپتان نے بھی تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چل سکا، جہاز ساحل سے چھ روز کی مسافت کی دوری پر تھا، جب جہاز ساحل پر پہونچا تو پھر اس کو تلاش کیا گیا، مگر اس کا پتہ نہ چل سکا، سال بھر ہوا کہ تین لوگ جو جہاز میں اس کے ساتھ نوکری کرتے تھے، وطن آئے اور زید کے اقارب ورشتہ دار کو اس کے حال کی خبر دی، تو کیا اس صورت میں جائز ہے کہ اس کی بیوی نکاح ثانی کرے؟ اگر جائز ہے تو عدت کب سے ہوئی؟ شامی کی عبارت سے جو کہ کتاب المفقود کے آخر میں بعض حضرات جواز کا حکم دیتے ہیں، جناب والا اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

نوکری می کرد قضارا چوں بارے جہاز درمیان دریا رسید روزے درکار معہود خود رفتہ گم شد دیگراں خبر بکپتان رسانیدند کپتان نیز بعداز تتبع بسیار از ونشانے نہ یافت بآنکہ جہاز ازساحل شش روز راہ دور بود چوں جہاز بساحل رسید نیز تتبع کردہ آمدا ما او را نیافتند قریب یک سال است سہ کس کہ در ہمراہ او در جہاز نوکری میکردند بملک آمدہ خبر مذکور با قارب اورسانیدند آیا دریں صورت روا بود کہ زوجہ اش رابدیگرے نکاح دادہ آید اگر جائز بود عدتش از کدام وقت گرفتہ شود از ظاہر عبارت شامی کہ درآخر کتاب مفقود است بعضے حکم جواز نکاح مید ہند حضور دریں چہ می فرمایند نقل عبارت شامی:

و إذا فقد في المهلكة فموته غالب فيحكم به كما إذا فقد في وقت الملاقاة مع العدو أومع قطاع الطريق أو سافر على المرض الغالب هلاكه أو كان في سفره في البحر وما أشبه ذلک حکم بموته لأنه الغالب الخ جلد ثالث کتاب المفقود ص: ۵۱۱؟ (۱)

(۲) **الجواب**: دررائے من دریں صورت موت او عادۃً یقینی است لوقوعہ فی البحر واحتیاج نیست بتمسک بعبارت شامیہ چراکہ عبارت مذکورہ درصورت احتمال است وبرائے ترجیح آں احتمال حاجت است

---

(۱) شامي، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك، مكتبه زكريا ديوبند ٤٦٢/٦، كراچي ٢٩٧/٤۔

(۲) **ترجمۂ جواب**: میرے خیال کے مطابق اس صورت میں اس کی موت یقینی ہے؛ اس لئے کہ یہ واقعہ سمندر میں پیش آیا ہے، اور شامی کی عبارت سے استدلال کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ وہ عبارت موت کے احتمال کی صورت میں ہے، جس احتمال کی ترجیح کے لئے امام یا قاضی کی رائے کی ضرورت ہے، عبارت مذکورہ کا جو مصداق ہے اس میں موت ثابت نہیں ہے اور نکاح درست نہیں ہے؛ لہٰذا اگر صورت مسئولہ کو شامی کی عبارت کے عموم میں داخل کریں تو قضا کی ضرورت ہوگی اور اس کا انتظام اس علاقہ میں غالباً نہیں ہے، پس جوازِ نکاح کا حکم کس طرح کریں گے؛ بلکہ صورت مسئولہ ایسی ہے کہ ایک شخص ہماری نظروں کے سامنے مرتا ہے اور دفن کردیا جاتا ہے، اگرچہ اس میں بھی یہ احتمال ہوتا ہے کہ سکتہ میں آگیا ہو، مگر اس احتمال عقلی کے باوجود قضائے قاضی کی ضرورت نہیں ہے؛ کیونکہ وہ ضعیف اور خلاف عادت احتمال ہے اسی طرح صورت مسئولہ میں گو عقلی احتمال ہے کہ وہ شخص تیرتا ہوا کنارے جالگا ہو؛ لیکن چونکہ یہ ثابت خلاف عادت ہے؛ اس لئے اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا؛ لہٰذا وہ یقینی طور پر مرچکا ہے اور اس کی گم شدگی کے وقت سے عدت پوری کرکے دوسرے شوہر کے ساتھ اس کی بیوی کا نکاح درست ہے۔

بسوئے رائے امام یا قاضی در مصداق عبارت مذکورہ موت ثابت نہ باشد و نکاح درست نہ باشد پس اگر صورت مسئولہ عنہا را در عموم مدلول عبارت مذکورہ داخل کردہ شود حاجت بحکم القاضی بموتہ خواہد افتاد و آں غالباً دریں بلاد مفقود است پس حکم بجواز نکاح چگونہ کردہ آید صورت مسئول عنہا چناں ست کہ شخصے در نظر مابمیرد و دفن کردہ شود باوجود احتمال عقلی کہ شاید مسکوت باشد حاجت بقضاء قاضی گفتہ نمی شود لانہ احتمال ضعیف خلاف العادۃ ہم چنیں در صورت مسئولہ گو احتمال عقلی است کہ در بحر شناوری کردہ بیرون بحر آمدہ باشد لاکن چوں خلاف عادت است اعتبار نہ کردہ خواہد شد پس یقیناً میت است و از ہماں وقت عدّت تمام کردہ با زوج دیگر نکاح زنش درست باشد۔

۱۱/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ حوادث، ص۱۲۴، ج ۱

خلاصہ سوال ۴۶۳/(۱): از نکاح زن کہ زوج آں مفقود باشد۔

خلاصہ جواب (۲): نزد حنفیہ برروایت چہار سال بموجب قول امام مالکؒ عمل جائز است بشرط قضاء قاضی۔

تسامح (۳): در نقل عبارت قدری آفندی در سند قضاء قاضی۔

اصلاح تسامح (۴): تلفیق درمیان دو مذہب بالاجماع باطل است۔

---

(۱) **ترجمہ خلاصۂ سوال**: مفقود الخبر شوہر کی بیوی کا نکاح؟

(۲) **ترجمہ خلاصۂ جواب**: حنفیہ کے نزدیک قضاء قاضی کے ساتھ امام مالکؒ کے قول کے مطابق چار سال کی روایات پر عمل کرنا جائز ہے۔

(۳) قضائے قاضی کی دلیل میں قدری آفندی کی عبارت نقل کرنے میں تسامح ہے۔

(۴) ترجمہ اصلاح تسامح: دو مذہب کے درمیان تلفیق بالاجماع باطل ہے، **إن الحکم الملفق الخ** جب زوجۂ مفقود کے بارے میں امام مالکؒ کا مذہب اختیار کیا ہے، تو اس سلسلے میں تمام شرائط یعنی قضائے قاضی وغیرہ میں بھی انہیں کے مذہب کی رعایت کرنا چاہئے **وأن یجوز له العمل الخ** تو مجیب مدظلہ نے زیر بحث مسئلہ پر حکم تو امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق لگایا ہے، مگر قضائے قاضی کی شرط کا ضروری ہونا احناف کے مذہب سے اخذ کرلیا ہے کہ شوہر کے ہم عصروں کے مرنے کے بعد یا ایک مدت متعینہ کے بعد جس کی تعیین امام کے ذمہ ہے، قاضی فیصلہ کرے گا، اس سلسلے میں قدری آفندی کی روایت کو صاحب درمختار نے دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے، **ثم رأیت عبارۃ الواقعات الخ** تو یہ تو تلفیق ہوگئی اور یہ بالاجماع باطل ہے، تو مجیب قدس سرہ پر ضروری ہے کہ قاضی کی ضرورت ہونے اور نہ ہونے سے متعلق امام مالکؒ کے مذہب سے ہی دلیل تحریر فرمائیں اور یہ روایت اس فتوی کی بہت سی جگہوں پر ←

وأن الحكم المفلق باطل بالإجماع. ۱۲ درالمختار جلد: ۱، ص: ۷۷. (۱)

ہرگاہ در بارہ زوجۂ مفقود مذہب امام مالکؒ اختیار کرد دریں بارہ تمام شرائط از قضاء قاضی وغیرہ مذہب اور عایت باید کرد۔

وأن يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدا فيه غير إمامه مستجمعا شروطه ۱۲. رد المحتار جلد: ۱، ص: ۷۷. (۲)

پس مجیب مدظلہ در مانحن فیہ حکم بر مذہب امام مالک کردہ است وضروریات شرط قضاء قاضی از مذہب حنفیہ آوردہ است کہ بعد موت اقران یا بعد مدت کہ مفوض الی الامام است قاضی حکم کند دریں بارہ روایت قدری افندی صاحب درالمختار سند آوردہ است۔

ثم رأيت عبارة الواقعات عن القنية أن هذا أي ماروى عن أبي حنيفةؒ من تفويض موته إلى رأي القاضي نص (قدري آفندى ۱۲) على أنه إنما يحكم بموته بقضاء؛ لأنه أمر محتمل الخ رد المحتار جلد: ۳، ص: ۵۱۲. (۳)

← جو حضرات دلیل کے طور پر لائے ہیں اس کو اسی تلفیق پر قیاس کرنا چاہئے اور بندہ کے پاس امام مالکؒ کے مذہب کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے تاہم اہل علم کا فتوی موجود ہے جو بعینہ مذہب مالکیہ کی کتابوں سے نقل شدہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفریق کر دینی چاہئے اور تفریق کرنے والا اگر قاضی نہ ہو تو مسلمانوں کی جماعت تفریق کردے اور یہ کافی ہے **ولزوجة المفقود الرفع الخ.**

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، المقدمة، قبيل كتاب الطهارة، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۱۷۷، كراچي ۱/ ۷۵۔

الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۳/ ۲۹۴۔

حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، دارالكتاب ديوبند ص:۱۷۹۔

(۲) شامي، المقدمة، مطلب في حكم التقليد والرجوع عنه، مكتبه زكريا ديوبند ۱/۱۷۷، كراچي ۱/۷۵۔

موسوعة الفقه الإسلامي والقضايا المعاصرة، مقدمات ضرورية عن الفقه، المطلب السادس، الفرع الرابع، مكتبه أشرفية ديوبند ۱/ ۱۰۲)

(۳) شامي، كتاب المفقود، قبيل كتاب الشركة، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۴۶۳، كراچي ۴/ ۲۹۷۔

پس تلفیق حاصل ست وآں بالاجماع باطل ست واجب بود بر مجیب قدس سرہ کہ از مذہب امام مالکؒ بابت ضرورت و عدم ضرورت قاضی سند تحریر فرمودند ایں روایت رادر بسیار جا از یں فتاویٰ سند آورند تمام را قیاس بریں باید کرد ونزد بندہ کدام کتاب مذہب امام مالک موجود نیست مگر فتویٰ اہل علم موجود ست بعینہ درج ست از کتب مذہب امام مالکؒ معلوم می شود کہ تفریق باید کرد وتفریق کنندہ اگر قاضی نہ باشد جماعت مسلمین تفریق کنند وایں کافی ست۔

و لزوجة المفقود الرفع للقاضي و الوالي ووالي الماء و إلا فلجماعة المسلمين. ۱۲ (۱)

شرح خلاصہ دردی فی مذہب الامام مالکؒ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: عزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند

یکم/ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

الجواب صحیح

محمد سہول عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح

بندہ محمود عفی عنہ (ملحقات تتمہ اولیٰ، ص ۳۴۷)

شرط نکاح مفقود الزوج

سوال (۱۲۲۶): قدیم ۲/ ۳۴۷- اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر آٹھ سال سے مفقود الخبر ہے اور وقت روانگی اپنے کےکوئی سامان واثاث البیت ایسا چھوڑ کر اپنے گھر میں نہیں گیا کہ جس سے ایک ہفتہ بھی ہندہ گزر کر سکے ایسی صورت میں مسماۃ مذکور کو اپنے عقد ثانی کی نسبت بروئے شرع شریف کیا حکم ہے؟

الجواب: مفقودۃ الزوج کے جواز نکاح بروفق مذہب مالکؒ کے جو شرط ہے۔

کما في الدر المختار كتاب المفقود. (۲)

---

(۱) مختصر العلامة خليل، القسم الأول في العبادات و ما يتعلق بها، باب في العدة، فصل في مسائل زوجة المفقود، دارالحديث القاهرة ص: ۱۳۱. شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) و لا يفرق بينه وبينها ولو بعد مضي أربع سنين خلافًا لمالك (الدر) وتحته في الشامية: قوله: خلافاً للمالك فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضي أربع سنين وهو مذهب الشافعي القديم ...... وقد قال في البزازية: الفتوى في زماننا على قول مالكؒ، ←

اُس کا اگر انتظار کر لیجئے تو جائز ہے وہ یہ کہ کسی مسلمان حاکم ذی اختیار کے اجلاس میں عورت استغاثہ کرے اور وہ اھل محلّہ سے تحقیقات کر کے کہدے کہ ہمارے نزدیک وہ مفقود مر گیا ہے ہم اس کو مردہ قرار دیتے ہیں پس اس کے کہنے کے بعد چار ماہ دس دن عدّت بیٹھے اور پھر نکاح کر لے اور بدون اس کے درست نہیں صبر کرے۔(۱)

۲۵/ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانی، ص ۲۱)

سوال (۱۲۲۷): قدیم ۲/۳۷۳- چہ می فرمایند دریں مسئلہ علماء دین ومفتیان شرع متین کہ گیارہ برس کا لڑکا اور نو برس کی لڑکی تھی دونوں کے والدین کے سامنے عقد ہوا جبکہ عرصہ نو برس کا ہوا بعد عقد کے دو مہینے بعد نوشہ کا باپ مر گیا اور والدہ بھی مر گئی نوشہ دونوں کے مرنے کے خوف سے کہیں چلا گیا جس کو عرصہ

← **وقال الزاهدي: كان بعض أصحابنا يفتون به للضرورة.** (شامي، كتاب المفقود، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٤٦٠-٤٦١، كراچي ٤/٢٩٥-٢٩٦)

وقال مالك والشافعي في القديم: تتربص (امرأة المفقود) أربع سنين وتعتد للوفاة أربعة أشهر وعشرا وتحل للأزواج ...... قلت: ولمالك أن يقول: إن ابتلاء المرأة بالزنا ضياعها فإن خيف على امرأة المفقود ابتلاء ها بالزنا كان حكمها حكم ضالة الغنم ومذهب الحنفية في الباب، وإن كان قويا رواية ودراية؛ ولكن المتأخرين منا قد أجازوا الإفتاء بمذهب مالك عند الضرورة نظرا إلى فساد الزمان. (إعلاء السنن، كتاب المفقود، باب امرأة المفقود حتى يأتيها البيان، مكتبه أشرفية ديوبند ١٣/٤٤-٥٨، دار الكتب العلمية بيروت ١٣/٤٩-٦٧)

(۱) **وقال مالكؒ: إذا مضىٰ أربع سنين يفرق القاضي بينه وبين امرأته وتعتد عدة الوفاة، ثم تتزوج من شاءت.** (الهداية كتاب المفقود، مكتبه أشرفية ديوبند ٢/٦٢٢)

تبيين الحقائق، كتاب المفقود، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٢١، امداية ملتان ٣/٣١١۔

قلت: وفي واقعات المفتين لقدري آفندي معزيا للقنية أنه يحكم بموته بقضاء؛ لأنه أمر محتمل فما لم ينضم إليه القضاء لا يكون حجة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب المفقود، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٤٦٣، كراچي ٤/٢٩٧)

سكب الأنهر على هامش المجمع الأنهر، كتاب المفقود، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٥٤١۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

آٹھ نو برس کا گزرا نوشہ واپس نہیں آیا نہ کوئی خبر اُس کی زندگی کی ملی نہ اُس نوشہ کے خاندان میں والی وارث رہا ماں باپ نوشہ کے ایک دن میں طاعون میں مر گئے تھے تب سے نو برس ہوئے وہ دلھن اپنے ماں باپ کے گھر پرورش پاتی رہی اب وہ دلہن بالغ ہوئی ہے۔ اب فرمایئے کہ اس کی شادی دوسرے کے ساتھ کی جاوے اگر نہیں کی جاتی ہے تو عصمت میں فرق پڑتا ہے کیا کرنا چاہیے اور اس کو روٹی کپڑا کون دے اب ماں باپ بھی نہیں رہے؟

الجواب: کسی اسلامی ریاست میں جا کر جہاں قاضی مسلمان ہو جیسے بھوپال اُس لڑکی کی طرف سے استغاثہ کیا جاوے اور وہ قاضی بعد تحقیقات کہدے کہ ہمارے نزدیک وہ نوشہ مر گیا اس کہنے کے چار ماہ دس دن بعد اُس دلہن کا دوسرا نکاح کر دیا جاوے۔(۱)

۲۷/شوال ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۸۱)

---

(۱) **ولا یفرق بینه وبین امرأته، وقال مالک: إذا مضیٰ أربع سنین یفرق القاضي بینه وبین إمراته وتعتد عدة الوفاة ثم تتزوج من شاء ت.** (الهداية، کتاب المفقود، مکتبه أشرفية دیوبند ۶۲۲/۳)

تبيين الحقائق، کتاب المفقود، مکتبه زکریا دیوبند ۲۳۱/۴، امدادية ملتان ۳۱۱/۳۔

قوله: (خلافاً لمالک) فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضيّ أربع سنین...... وقد قال في البزازية: الفتوی في زماننا علی قول مالکؒ، وقال الزاهديؒ: کان بعض أصحابنا يفتون به للضرورة. (شامي، کتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالکؒ في زوجة المفقود، مکتبه زکریا دیوبند ۴۶۰/۶-۴۶۱، کراچي ۲۹۵/۴-۲۹۶)

وقال مالک والشافعي في القديم: تتربص (امرأة المفقود) أربع سنين وتعتد للوفاة أربعة أشهر وعشرا وتحل للأزواج؛ لأنه إذا جاز الفسخ لتعذر الوطء بالعنة وتعذر النفقة بالإعسار فلأن يجوز ههنا لتعذر الجميع أولیٰ (إلی قوله) ومذهب الحنفية في الباب وإن کان قويا رواية ودراية؛ ولکن المتأخرين منا قد أجازوا الإفتاء بمذهب مالک عند الضرورة نظرا إلی فساد الزمان. (إعلاء السنن، کتاب المفقود، باب امرأة المفقود حتی يأتيها البيان، مکتبه أشرفية دیوبند ۴۴/۱۳-۵۸، دار الکتب العلمية بيروت ۴۹/۱۳-۶۷)

قلت: وفي واقعات المفتين لقدري أفندي معزيا للقنية أنه يحکم بموته بقضاء؛ لأنه أمر محتمل فما لم ينضم إليه القضاء لا يکون حجة. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب المفقود، مکتبه زکریا دیوبند ۴۶۳/۶، کراچي ۲۹۷/۴)

دس سال سے مفقود الخبر کی بیوی کا حکم

سوال (۱۲۲۸): قدیم ۲/۴/۳۷۴ - زید عرصہ دس سال سے مفقود الخبر ہے اس کی موت وحیات کی کچھ خبر نہیں ملتی ہے حتی الوسع تلاش کی گئی کچھ پتہ نہیں ملتا۔ ہندہ زوجہ اُس کی نوجوان ہے زمانہ کی حالت نازک دیکھ کر اُس کے والد صاحب اور برادر صاحب کا ارادہ ہے کہ اس کا عقد ثانی کسی دوسرے شخص نیک بخت کے ساتھ کر دیا جاوے اور فتاویٰ رشیدیہ میں شاید یہ لکھا ہے کہ امام مالک صاحب یا امام شافعی صاحب کے یہاں یہ درست ہے کہ اس قدر مدت کے بعد اُس کا عقد کر دیا جاوے اور ضرورتاً حنفی المذہب بھی اس مسئلہ پر عمل کر سکتے ہیں لہٰذا تصدیعہ ہے کہ حضور والا کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے تا کہ اُس کے موافق اُس کا عمل درآمد کیا جاوے؟

الجواب: في شرح الزرقاني المالكي على موطأ الإمام مالكؒ في عدة التي تفقد زوجها مانصه و ضعف الأول (أي الوجه الأول للتحديد بأربع سنين) بقول مالكؒ لو أقامت عشرين سنة، ثم رفعت يستانف لها الأجل، ثم قال: والثاني (أي الوجه الثاني) بقول مالك أيضاً تستانف الأربع من بعد اليأس وأنها من يوم الرفع ثم قال: فلا سبيل لزوجها الأول إليها إذاجاء أو ثبت أنه حي لأن الحاكم أباح للمرأة الزواج (إلىٰ قوله) ثم رجع مالك عن هذا قبل موته بعام وقال لا يفتيها على الأول إلا دخول الثاني غير عالم بحياته، ثم قال وفرق بينها (أي المرأة يطلقها زوجها و هو غائب عنها الخ) وبين امرأة المفقود بأنه لم يكن في هذه أمر ولا قضية من حاكم بخلاف امرأة المفقود (كان فيها قضاء من الحاكم)اھ. (۱)

اس عبارت میں چار جگہ تصریح ہے کہ مفقود کی بی بی امام مالکؒ کے مذہب میں بدون قضاء قاضی یعنی بدون حکم حاکم اسلام کے نکاح ثانی نہیں کرسکتی پس امام مالکؒ کے قول پر عمل کرنا یہ ہے کہ اس قید پر بھی عمل ہو اور جب ایسا نہ کیا جاوے تو نکاح ثانی ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ اب کوئی اس کا اہتمام نہیں۔ پس ایسے نکاح اُن کے مذہب پر بھی جائز نہیں ہیں۔ ۲۶/ رمضان ۱۳۳۲ھ تتمہ ثانی، ص ۱۶۸)

← سکب الأنهر على هامش المجمع الأنهر، كتاب المفقود، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۵۴۱۔

آج کل بھوپال میں اسلامی ریاست نہیں رہی؛ بلکہ پورے ہندوستان میں کوئی بھی اسلامی ریاست باقی نہیں ہے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) شرح الزرقاني على مؤطا الإمام مالك، كتاب الطلاق، باب عدة التي تفقد زوجها، دارالفكر بيروت ۳/ ۱۹۹۔

جواب مسئلہ مفقوداز حضرت مولانا گنگوہیؒ کہ از قاضی عبدالحق حاصل شد واحقر خط مولانا شناختہ جس وقت سے کہ خبر زوج کی گم ہے کہ بعد تحقیق اس کا کہیں نشان نہیں ملا اُس وقت سے کامل چار سال کر کے حاکم مسلمان تفریق کر دیوے بعد تفریق کے دس روز اور چار ماہ وہ عورت عدت کرے اور پھر نکاح دوسرے سے کر دیا جاوے یہ مذہب امام مالکؒ کا ہے۔اس پر فتویٰ اس وقت میں دیا جاتا ہے۔(۱) واللہ اعلم

کتبہ: احقر رشید احمد عفی عنہ، مہر (تتمہ خامسہ ص ۱۵۱)

مرافعہ کے وقت سے مدت کا شمار ہوگا یا روز فقدان سے؟

سوال (۱۲۲۹): قدیم ۲/۳۷۵- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زوجہ مفقود الخبر کتنی مدت گزرنے کے بعد نکاح ثانی کرسکتی ہے اور وہ مدت روز فقدان سے شمار ہوگی یا مرافعہ الی القاضی کے وقت سے۔

دفعہ نمبر ۱ : مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ جلد نمبر ۳، ص ۱۵۰ میں بحوالہ رحمۃ الامۃ تحریر فرمایا ہے کہ امام مالکؒ می فرمایند کہ از روز فقدان او ہرگاہ چہار سال وچہار ماہ وده روز بگذرند نکاح زن او جائز است کذا فی رحمۃ الامۃ (۲) یہ فتویٰ اس زمانہ میں قابل عمل ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ نقل رحمۃ الامۃ کی بلاسند ہے۔

تتمہ سوال بالا : کتب فقہ مالکیہ مدوّنہ کبریٰ وغیرہ میں مذہب امام مالکؒ کا یہ لکھا ہے کہ عورت جس وقت مرافعہ الی القاضی کرے اُس وقت سے چار سال کی مدت مقرر ہوگی اور جو مدّت قبل تاجیل گزری اس کا اعتبار نہیں ولو عشرین سنۃ (۳) جیسا کہ حضرت مفتی صاحب دیوبند نے تحریر فرمایا ہے کفایت الطالب کی عبارت بھی اسی کی مؤید ہے؟

---

(۱) باقیات فتاوی رشیدیہ، کتاب النکاح والطلاق، مفقود شوہر کا حکم، سوال نمبر: ۴۹۰، ص: ۲۸۱۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب المفقود، مكتبه أشرفية ديوبند ٤/٤٣٧۔

(۳) أرأيت امرأة المفقود أتعتد الأربع سنين في قول مالك بغير أمر السلطان؟ قال: قال مالكؒ: لا قال مالك: وإن أقامت عشرين سنة ثم رفعت أمرها إلى السلطان نظر فيها ←

الجواب: مدونہ منقول بسند ہے۔

تتمہ سوال بالا : وہ عبارت یہ ہے۔

المفقود يضرب له أجل أي مدة أربع سنين وإن كان عبدا يضرب له أجل مدة سنتين وابتداء ضرب الأجل من يوم الرفع .(۱) کما حررہ: قاضی محمد بشیر الدین، قاضی شہر میرٹھ

الجواب: یہ مدونہ کے موافق ہے۔

تتمہ سوال بالا : اور اسی کے موافق مولوی محمد فضل صاحب مونگیری و مولانا ریاض الدین صاحب نے بحوالہ مدونہ مالکیہ آج سے چار سال گزارنے کو تحریر فرمایا ہے:

قال في البزازية: هناک الفتویٰ في زماننا على قول مالکؒ (۲) أعنى إذا مضى أربع سنين يفرق القاضى بينه وبين امرأته و تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج من شاء ت لأن عمرؓ هكذا قضىٰ. (۳)

یہ عبارت نقل کر کے مولانا عبدالمؤمن صاحب مدرس مدرسہ صدو غیر ہم نے اس پر فتویٰ دیا ہے؟

الجواب: یہ ساکت ہے فقدان د مرافعہ سے والناطق قاض على الساكت ۔پس مدونہ کی روایت عمل کے لئے متعین ہوگئی اور اس سے مرافعہ الی القاضی و تاجیل قاضی کا اشتراط ظاہر ہے اور یہاں ہندوستان میں یہ شرط مفقود ہے پس مالکؒ کے قول پر فتویٰ کی کوئی صورت نہیں رہی **فلتصبر ولتحتسب**.

تتمہ سوال : اب ان تمام صورتوں میں سائل کے لئے قابل عمل کون سا فتویٰ ہے براہ کرم اس امر میں فیصلہ کن جواب سے مطمئن فرمایا جاوے؟

← **وكتب إلى موضعه الذي خرج إليه فإذا يئس منه ضرب لها من تلك الساعة أربع سنين.** (المدونة، كتاب طلاق السنة، ضرب أجل المفقود، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۰)

مجموعة الفتاوى المالكية الملحقة بالحيلة الناجزة، إمارات شرعية هند، ص:۲۵۲۔

(۱) کتاب دستیاب نہ ہوسکی۔

(۲) شامي، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٤٦١، كراچي ٤/ ٢٩٦۔

(۳) الهداية، كتاب المفقود، مكتبه أشرفية ديوبند ٢/ ٦٢٢.

الجواب: ساتھ ساتھ لکھ دیا ہے۔

تتمہ سوال: نکاح ثانی کرنے کے بعد اگر مفقود الخبر آ جائے یا اُس کا کہیں پتہ لگ جاوے تو زوجہ شوہر اول کی رہے گی یا ثانی کی؟ بینوا تو جروا

الجواب: اول کی۔ صرح به في رد المحتار. (۱)

۲/ شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ (تتمہ ۵، ص ۵۸۰)

زوج مفقود الخبر الخ

سوال (۱۲۳۰): قدیم ۲/ ۳۷۶ - نمبر ا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور ایک رات رہ کر کہیں چلا گیا عرصہ آٹھ برس سے مفقود الخبر ہے اور اپنی عورت کو نان ونفقہ بھی نہیں دیا اس درمیان میں ایک مرتبہ پھر وہ آیا اور اب پانچ سال سے پھر لا پتہ ہے حتی کہ اُس شخص کے عزیز واقارب میں سے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے اس صورت میں کب تک وہ عورت نکاح ثانی نہیں کرسکتی اگر وہ عورت نکاح ثانی کرنا چاہے تو کتنی مدت تک اُس کو انتظار کرنا چاہیے کیونکہ عورت مذکورہ کا کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے؟

الجواب: اگر حکام سے درخواست وکوشش کر کے یہ امر منظور کرا لیا جاوے کہ وہ کسی مسلمان عالم کو اس مقدمہ کی سماعت کا اور بعد سماعت کے فسخ نکاح کا اختیار دیدیں تو اطلاع دیجئے پھر اُس کا طریقہ بتلا دیا جاوے اور بدون اس کے کوئی آسان صورت نہیں ہوسکتی اور اگر اس کا انتظار نہ ہوسکے تو لکھیے میں پھر دوسری صورت بتلاؤں گا۔ ۲۸/ ج ۲، ۱۳۳۳ھ

---

(۱) **ثم بعد رقمه رأيت المرحوم أبا السعود نقله عن الشيخ شاهين ونقل أن زوجته له والأولاد للثاني.** (شامي، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك الخ، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٤٦٣، كراچي ٤/ ٢٩٧)

وقد صح رجوعه عنه إلى قول علي رضي الله عنه فإنه كان يقول: ترد وإلي زوجها الأول، ويفرق بينها وبين الآخر ولها المهر بما استحل من فرجها ولا يقربها الأول حتى تنقضي عدتها من الآخر وبهذا كان يأخذ إبراهيم فيقول: قول علي رضي الله عنه أحب إلي من قول عمر وبه نأخذ أيضًا. الخ (كتاب المبسوط للسرخسي، كتاب المفقود، دار الكتب العلمية بيروت ١١/ ٣٧) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

سوال نمبر۲: حسب ایما جناب کے کلکٹر صاحب بہادر کو درخواست دی گئی انھوں نے زبانی یہ حکم دیا کہ مذہبی معاملہ میں ہم کوئی حکم نہ دیں گے درخواست بلا کسی حکم کے واپس کردی گئی۔ ایسی حالت میں جو مسئلہ اجازت دے مطلع فرماویں۔

الجواب: اب یہ صورت ہوسکتی ہے کہ کسی اسلامی ریاست میں مثلاً بھوپال وغیرہ (۱) میں وہ عورت استغاثہ کرے اور قاضی امام مالکؒ کے مذہب کے موافق بعد تحقیقات یہ کہدے کہ چونکہ اُس کو گم ہوئے چار سال ہوگئے ہیں میں حکم کرتا ہوں کہ وہ مرگیا اس کہنے سے چار ماہ دس دن گزار کر یا قاعدہ سے صورت موجودہ میں جو اُس کی عدت ہو ختم کرکے دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ (۲) ۱۱/ رجب ۱۳۳۳ھ

آیسہ عورت کے پستانوں سے بجائے دودھ اگر سفید پانی نکلے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۲۳۱): قدیم ۲/ ۳۷۷- ایک عورت ہے کہ اُس کی اولاد ۱۹/ یا ۲۰/ برس کی ہے اس زمانہ میں کوئی اولاد یا حمل قرار نہیں پکڑا ہے اس عورت کی لڑکی ایک بچہ تین ماہ ۱۴ یوم کا چھوڑ کر قضا کہ بچہ اپنی نانی

---

(۱) آج کل کے زمانہ میں بھوپال میں اسلامی ریاست کا وجود نہیں رہا؛ بلکہ پورے ہندوستان (بھارت) میں کوئی ریاست اسلامی ریاست نہیں رہی، سب کے سب غیر اسلامی ریاست بن گئی ہے۔

(۲) يجوز للحنفي تقليد غير إمامه من الأئمة الثلاثة فيما تدعوا إليه الضرورة بشرط أن يلتزم جميع مايوجبه ذلك الإمام في ذلك مثلا إذا قلّد الشافعي في وضوء من القلتين فعليه أن يراعي النية والترتيب في الوضوء والفاتحة وتعديل الأركان في الصلاة بذلك الوضوء وإلا لكانت الصلاة باطلة إجماعًا. (خلاصة التحقيق ص:۲۲)

لايجوز للمفتي والعامل أن يفتي أو يعمل بما شاء من القولين أو الوجهين من غير نظر وهذا لاخلاف فيه، وقوله: أن المجتهد والمقلد لا يحل لهما الحكم والإفتاء بغير الراجح؛ لأنه اتباع للهوى وهو حرام إجماعًا. (الحيلة الناجزة ص:۴۵)

جواز الإفتاء بمذهب الإمام مالك في امرأة مفقود وغيره مما مست الضرورة إليه لعموم البلوى. (الحيلة الناجزة ص:۶۹) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یعنی اس عورت کی گود میں پرورش پانے لگا اُس کی نانی جب یہ لڑکا روتا تھا تو پستان لڑکے کے منہ سے لگادیا کرتی تھی ایک روز پستان دبانے سے سفید پانی مثل دودھ کے دکھائی دیا کیا یہ سفید پانی دودھ سمجھا جاوے گا یا کیا؟ اورعورت کے بچہ جننے پر کس قدر زمانہ تک کا حکم ہے آخری کوئی زمانہ اس کے لئے ہے یا تمام عمر جب سفیدی ظاہر ہو اور بچہ کوئی گود میں ہو یا نہ ہو، براہ مہربانی جو حکم شرع شریف ہو تحریر فرماویں

الجواب : في الدرالمختار: هو (أي الرضاع) مص من ثدي اٰدمية ولو بكرًا أو ميتة أو اٰيسة. (۱) اھ وفي رد المحتار: تحت قوله: ولبن بكر بنت تسع سنين فأكثر محرم وإلا لا، ما نصه أي وإن لم تبلغ تسع سنين فنزل بها لبن لايحرم (إلیٰ قوله) كما لو نزل للبكر ماء أصفر لا يثبت من إرضاعه تحريم كما في شرح الوهبانية. ج: ۲، ص: ٦٧٠. (۲)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ سفید پانی دودھ سمجھا جاوے گا۔ (۳)

۳/ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ (تتمہ خامسہ، ص ۲۰۰)

دودھ کی بجائے پانی نکلنے سے حرمت ثابت نہ ہوگی

سوال (۱۲۳۲): قدیم ۲/ ۳۷۸- کیا (کسی عورت کے) حقیقی دودھ نہ ہو اور پانی جیسا ہو تو اس سے حرمت (رضاع) ہوتی ہے یا نہ؟

الجواب : في الدرالمختار: باب الرضاع ولبن بكر بنت تسع سنين فأكثر محرم وإلا لا

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مکتبہ زکریا دیوبند ٤/ ٤٨٩ تا ٣٩٢، کراچي ٣/ ٢٠٩-

(۲) شامي، كتاب النكاح، باب الرضاع، مکتبہ زکریا دیوبند ٤/ ٤١١، کراچي ٣/ ٢١٧-٢١٨-

(۳) حضرتؒ کا یہ مسئلہ ۳/ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ کا لکھا ہوا ہے، آگے ۳/ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ کا لکھا ہوا فتوی نمبر: ۱۲۳۲/ میں آرہا ہے اس میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر پانی جیسا سفید مادہ جو نکلتا ہے، تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے اور دونوں میں درمختار کی مذکورہ عبارت نقل فرمائی ہے؛ لہٰذا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۵۱ھ والا فتاوی بعد کا ہے، اس کے ذریعہ سے گیارہ سال قبل جو ۱۳۴۰ھ میں لکھا وہ منسوخ ہوگیا ہے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وفي رد المحتار: قوله: وإلا لا، وإن لم تبلغ تسع سنين فنزل لها لبن لا يحرم جوهرة لأنهم نصوا على أن اللبن لا يتصور إلا ممن تتصور منه الولادة فيحكم بأنه ليس لبنا كما لو نزل للكبر ماء أصفر لا يثبت من إرضاعه تحريم كما في شرح الوهبانية. اه (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حرمت مخصوص ہے دودھ کے ساتھ پس پانی سے حرمت نہ ہوگی۔(۲)

۳/ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ

حکم وطی بالشبہ وارتداد زوجہ وحکم عقر

سوال (۱۲۳۳): قدیم ۲/ ۳۷۸- زید کا نکاح بوجہ ارتداد زوجہ واجراء کلمہ کفر فسخ ہوگیا قبل تجدید نکاح اندرون عدۃ وطی ہوئی وہ وطی بالشبہ ہے یا محض زنا اور عقر دینا پڑیگا یا نہ؟ اگر دینا پڑے گا تو کتنا؟ اگر کئی مرتبہ اتفاق ہوا تو کیا ہر وطی کے عوض عقر ہے؟

الجواب: في عالمگيرية: ارتدت المرأة والعياذ بالله و حرمت عليه أو حرمت بجماع أمها أو ابنتها أو بمطاوعة ابن الزوج ثم جامعها. وقال: علمت أنها عليّ حرام لاحد عليه. (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ وطی حرام بالشبہ ہے ورنہ حد واجب ہوتی، رہا عقر کا تو حد اور تعدد سو ظاہراً تعدد معلوم ہوتا ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤١١، كراچي ٣/ ٢١٧-٢١٨۔

(۲) **لو نزل لبكر لم تبلغ سن البلوغ لبن لا يتعلق به التحريم ويحكم بأنه ليس لبنًا، كما لو نزل للبكر ماء أصفر لا يثبت من إرضاعه تحريم، والوجه الفرق بعدم التصور مطلقًا، فإذا تحقق لبنًا تثبت الحرمة.** (فتح القدير، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٤٣٦، كوئٹه ٣/ ٣١٩)

النهر الفائق، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٣٠٥۔

هندية، كتاب الرضاع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٣٤٤، جديد ١/ ٤١٠۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۳) الفتاوى الهندية، كتاب الحدود، الباب الرابع في الوطء الذي يوجب الخ، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٢/ ١٤٨، جديد ٢/ . ←

فـي الـعـالـمـگيـر ية: الأصل أن الوطء متى حصل عقيب شبهة الملك مرارا لم يـجـب إلا مهـر واحـد؛ لأن الوطء الثاني صادف ملكه ومتى حصل الوطء عقيب شبهة الاشتباه مرارا يجب لكل وطء مهر علاحدة؛ لأن كل وطى صادف ملك الغير. (۱)

سو ظاہر ہے کہ یہاں ملک کا مطلق شبہ نہیں ہے۔

أيضاً في العالمگيرية ولو وطئ المعتدة عن الطلقات الثلاث وادعى الشبهة قيل إن كـانـت الـطـلـقات الثلاث جملة فظن أنها لم تقع فهذا ظن في موضعه فيلزم مهر واحد وإن ظـن أن الـطلقات واقعة لكن ظن أن وطيها حلال فهذا الظن في غير مو ضعه فيلزمه بكل وطء مهر كذا في الخلاصة. (۲)

← **الزوجة التي حرمت بردتها أو مطاوعتها لابنه أو جماعه أمها ثم جامعها وهو يعلم أنها عليه حرام فلا حد عليه.** (حـاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الحدود، باب الوطء، الذي يوجب الحد، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۵٦۹، امدادية ملتان ۳/ ۱۷۷)

فتـح القدير، كتاب الحدود، باب الوطء،الذي يوجب الحد، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۲٤۱، كوئٹه ۵/ ۳۵۔

(۱) الـفتـاوى الهـنـدية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثالث عشر، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۳۲٤، جديد ۱/ ۳۹۰۔

البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۹۵، كوئٹه ۳/ ۱٦۹۔

لـو تـكرر الوطء بشبهة واحدة، فإن كانت شبهة ملك لم يجب إلا مهر واحد؛ لأن الثاني صادف ملكه وإن كانت شبهة اشتباه وجب لكل وطء مهر؛ لأن كل وطء صادف ملك الغير.
(الأشبـاه والـنـظـائر، الفن الأول النوع الثاني، القاعدة الثامنة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ص: ۲۰۱، جديد ۱/ ۳٤۹)

(۲) الـفتـاوى الهـندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثالث عشر، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۳۲۳، جديد ۱/ ۳۹۰۔

خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثاني عشر في المهر، الجنس الرابع، قبيل ما يتصل بهذا مسائل الخلوة، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/ ۳۷۔

البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۹٦، كوئٹه ۳/ ۱٦۹۔

اورظاہر ہے کہ مرتد میں کوئی وجہ مجتہد فیہ حل کی نہیں؛ لہٰذا یہ مشابہ مطلقہ ثلاثا مظنونہ وقوع الثلث کی ہے لہٰذا مثل اس کے عقر متعدد ہوگا اورعقر کی تفسیر میں جواختلاف ہے مشہور کتب فقہ میں مذکور ہے۔(۱)

۱۸/ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ (امداد، ص ۴۵، ج ۲)

عدت فرقت مرتدہ میں مرتدہ کوطلاق دینا اور بعدتوبہ نکاح کرنے کا حکم

سوال (۱۲۳۴): قدیم ۲/ ۳۷۹ - ایک شخص ہمیشہ اپنی بیوی کوکہا کرتا کہ احکام شرعیہ کی پابندی کرو ورنہ طلاق دیدوں گا، اس پر وہ کبھی خیال نہ کرتی ایک مرتبہ عورت نے غصہ ہوکر کہا کہ تم اپنے خدا ورسول کے احکام طاق پر رکھو یہ سُنکر مرد نے طلاق دیدی بعد کچھ مدت کے، پھر نکاح کرنا چاہا تو اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تک دوسرے کے ساتھ نکاح نہ ہوجاوے اس کے ساتھ نکاح درست نہیں، مگر ایک شخص کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہے کیونکہ جب اس نے کہا کہ احکام خدا ورسول کو طاق پر رکھو تو کافرہ ہوگئی؛ لہٰذا اس کے نکاح سے قبل طلاق باہر ہوگئی، اب اُسے پھر سے مسلمان کر کے نکاح پڑھالینا؛ لہٰذا آپ اس میں کیا فرماتے ہیں؟

---

(۱) **قال بعض المحققين: العقر في الحرائر مهر المثل، وفي الجواري: إذا كن أبكارًا عشر القيمة وإن كن ثيبات نصف العشر، وقيل في الجواري: ينظر إلى مثل تلك الجارية جمالا ومولى بكم تتزوج فيعتبر بذلك هو المختار ...... وفي الحجة روي عن أبي حنيفة قال: تفسير العقر هو ما يتزوج به مثلها وعليه الفتوى.** (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۰۲-۳۰۳، كوئٹه ۳/ ۱۷۳)

العقر في الحرائر مهر المثل وفي الإماء عشر قيمة البكر ونصف عشر قيمة الثيب (الدر) وتحته في الشامية: قلت: وقيل في الجواري: ينظر إلى مثل تلك الجارية جمالا ومولى بكم تتزوج فيعتبر بذلك وهو المختار ...... وفي باب نكاح الرقيق من الفتح العقر هو مهر مثلها في الجمال أي ما يرغب به في مثلها جمالا فقط وأما ما قيل ما يستأجر به مثلها للزنىٰ لو جاز فليس معناه بل العادة أن ما يعطى لذلك أقل مما يعطى مهرًا لأن الثاني للبقاء بخلاف الأول. (شامي، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه كراچي ۳/ ۱۰۱، زكريا ديوبند ۴/ ۲۳۰) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب : في رد المحتار : عن الفتح ويقع طلاق زوج المرتدة عليها مادامت في العدة. ج: ۲، ص: ۶۴۳ . (۱) وفي الدر المختار باب نكاح الكافر وارتداد احدهما فسخ فلاينقص عدداً. اه(۲)

ہر دو روایت سے معلوم ہوا کہ جب بعد تلفظ کلمۂ کفر عورت کے عدت کے اندر مرد نے طلاق دی وہ طلاق واقع ہوگئی (۳) پس اگر ایک یا دو طلاق دی ہے تو تجدید اسلام کے بعد نکاح درست ہے اور اگر تین طلاق دی ہیں تو حلالہ کی ضرورت ہے۔(۴)

۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ، صفحہ ۱۰۸)

---

(۱) شامي، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مطلب الصبي والمجنون ليسا بأهل لإيقاع الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤ /٣٦٦، كراچي ٣/١٩٣۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٣٦٦/٤، كراچي ١٩/٣۔

(۳) **يقع طلاق زوج المرتدة وزوج المسلمة الآبي بعد التفريق عليهما مادامتا في العدة.** (فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، مكتبه زكريا ديوبند ٣٩٨/٣، كوئٹه٣/ ٢٩٠)

حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٦١٥/٢، امداية ملتان ١٧٤/٢۔

(۴) **عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثا لم تحل له حتي تنكح زوجًا غيره ويذوق كل واحد منهما عسيلة صاحبه.** (سنن الدار قطني، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ٤ /٢١، رقم: ٣٩٣٢)

وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث بأن كانت واحدة بائنة أو ثنتين فله أي للزوج أن يتزوجها في العدة وبعد انقضاءها؛ لأن حل المحلية باق ...... لأن محل النكاح أنثیٰ من بنات آدم مع انعدام المحرمية والشرك والعدة عن الغير ...... وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (البناية شرح الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه أشرفية ديوبند ٤٧٤/٥) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

سوال (۱۲۳۵): قدیم۲/ ۳۸۰ - رات کا وقت تھا آسمان پر ستارے چھٹکے ہوئے تھے جبکہ سکینہ نے اس منظر کو دیکھ کر کہا کہ اللہ میاں اور اللہ میائن دری بچھا کر لیٹے ہیں۔ یہ جملہ اُس نے بوجہ جہالت کے بطریق مذاق اور ظرافت کے کہا تھا اس کے دو تین دن کے بعد سکینہ کے شوہر بکر نے کسی بات پر ناخوش ہوکر سکینہ کو تین طلاق دیا۔ جواب طلب یہ امر ہے کہ جملہ مذکورہ کے اجراء سے سکینہ پر حکم کفر کا کیا جاوے گا یا نہیں؟ بصورت اولیٰ یہ طلاق لغو اور فضول ہوئی یا نہیں؟ اگر اس وجہ سے کہ حالت کفر میں نکاح ٹوٹ گیا طلاق لغو ہوئی اور اب بعد تجدید ایمان سکینہ کا نکاح بکر کے ساتھ پھر ہوسکتا ہے یا نہیں اگر ہوسکتا ہے تو انقضائے میعاد عدت کا انتظار کرنا پڑیگا یا اس وجہ سے کہ شوہر اول ہی کے ساتھ نکاح ہوگا ہر وقت نکاح ہوسکتا ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب: **في الدرالمختار: ثم الفرقة ان من قبلها ففسخ لا ينقص عدد طلاق ولا يلحقها طلاق إلا في الردة الخ. في رد المحتار: يعنى أن الطلاق الصريح يلحق المرتدة في عدتها وإن كانت فرقتها فسخاً جلد: ۲، ص: ۵۰۳. (۱)**

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر یہ طلاق عدت کے اندر ہوئی تو واقع ہوگئی اگر چہ وہ کلمہ کفر کا ہو۔ (۲)

۲۶/ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۱۰۹)

بیوی کا ارتداد موجبِ فسخِ نکاح ہے

سوال (۱۲۳۶): قدیم۲/ ۳۸۰ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے شادی کی اور بی بی کو گھر میں اپنے لایا اور خلوت کے چند ماہ کے بعد اُس کے اولیاء رخصتی کے لئے آئے

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب مهم هل للعصبة تزويج الصغير، مكتبه زكريا ديوبند ٤ /١٧٦، كراچي ٣ /٧٠۔

(۲) **ولو كانت هي المرتدة فهي فسخ اتفاقا ويقع طلاقه عليها في العدة.** (فتح القدير، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣ /٤٤٤، كوئٹه ٣ /٣٢٦)

منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند ٣ /٢١٣، كوئٹه ٣ /١٢١۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

زید نے بی بی کو رخصت کردیا چندروز کے بعد زید نے جو رخصتی چاہی تو اُس عورت کے اولیاء حیلے حوالے کرنے لگے چندروز کے بعد رخصتی سے صاف انکار کیا اور خلع چاہنے لگےتو زید نے مجبور ہوکر گورنمنٹ میں رخصتی کے لئے درخواست کی جب اولیاءکو یہ معلوم ہواتو اُن لوگوں نے جھٹ سے اُس عورت کو کلماتِ کفر سکھلا دیئے اس عورت نے کلمات کفر زبان سے کہے اب اولیاء عدالت میں آ کر یہ کہتے ہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ ہوکر اس قسم کے کلماتِ کفر زبان پر لائی ہے اب زید سے اُس کا نکاح ہی کب باقی رہا کہ وہ رخصتی چاہتا ہے نکاح ٹوٹ گیا اس وجہ سے ہم لوگ رخصتی نہیں کرسکتے اس اظہار پر حاکم نے زید سے فتویٰ طلب کیا ہے اور اپنے فیصلہ کو فتویٰ پر موقوف رکھا ہے اب سوال یہ ہے کہ اس عورت نے اولیاء کے سکھلانے سے یا خود اپنی طبیعت سے بغرض فسخ نکاح اگر کلمات کفر کہے ہوں تو عنداللہ نکاح فسخ ہوگا یا نہیں؟

الجواب : فسخ ہوگیا عمداً سمجھ کر تلفظ بکلمات کفر خواہ اعتقاد سے ہو یا بلا اعتقاد خواہ اپنی رائے سے ہو یا کسی کی تعلیم سے سب موجب کفر ہے اور کفر موجب فسخ نکاح ہے اس لئے نکاح ٹوٹ گیا (۱) اور ساتھ ہی ساتھ تعلیم کرنے والوں کا نکاح بھی ٹوٹ گیا اور جو جو شخص اس کارروائی سے راضی ہیں سب کا نکاح ٹوٹ گیا لیکن اتنا فرق ہے کہ زید کی بی بی کو تو شرعاً مجبور کیا جاوے گا کہ وہ اسلام لاوے اور اسی شوہر اول سے نکاح کرے دوسرے شخص سے اس کو نکاح جائز نہ ہوگا اور تعلیم کرنے والوں اور راضی ہونے والوں کی بی بیوں کو اختیار ہوگا بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کرلیں۔

---

(۱) **الحاصل أن من تكلم بكلمة الكفر هاز لا أو لا عبا كفر عند الكل و لا اعتبار باعتقاده ...... ومن تكلم بها عالما عامدًا كفر عند الكل ...... ومن كفر بلسانه طائعًا وقلبه مطمئن ما لايمان فهو كافر ولا ينفعه ما في قلبه (وقوله) وفي الدرر: والرضا بكفر نفسه كفر بالإتفاق وأما الرضا بكفر غيره فقد اختلفوا فيه وذكر شيخ الإسلام الرضا بكفر الغير إنما يكون كفرًا إذا كان يستنجز الكفر ويستحسنه (وقوله) وعن الإمام أن الرضا بكفر الغير كفر من غير تفصيل. وفي البزازية: من لقن إنسانًا كلمة الكفر، وإن كان على وجه اللعب والضحك، وكذا من علمها كلمة لتبين من زوجها فهو كافر.** (مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ثم ان الفاظ الكفر أنواع، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۵۰۲)

البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۲۰۸ تا ۲۱۰، كوئٹه ۵/۱۲۳ تا ۱۲۵۔ ←

في الدرالمختار: أخبرت بارتداد زوجها فلها التزوج بآخر بعد العدة. الخ (۱) وفيه وليس للمرتدة التزوج بغير زوجها به يفتى وفي رد المحتار: حكموا بجبرها على تجديد النكاح مع الزوج و تضرب خمسة و سبعين سوطا و اختارها قاضي خان للفتوىٰ. اه جلد: ۳، ص: ۴۶۹، ص: ۴۷۰. (۲)

اور جب ان سب کا نکاح ٹوٹ گیا تو اس لئے آئندہ کے سوالات ان سب سے متعلق ہوں گے۔

۴/ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانی، ص۹۲)

← **إرتداد أحدهما أي الزوجين فسخ فلا ينقص عددا عاجل بلا قضاء.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٦٦، كراچي ٣/١٩٣)

هندية، كتاب النكاح، الباب العشر، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٣٣٩، جديد ١/٤٠٥

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب لوتاب المرتد هل تعود حسناته، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٣٩٩، كراچي ٤/٢٥٢۔

وإن أخبرت المرأة أن زوجها قد إرتد لها أن تتزوج بآخر بعد انقضاء العدة في رواية الاستحسان وفي رواية السير ليس لها أن تتزوج، قال شمس الأئمة السرخسي: الأصح رواية الاستحسان. (هندية، كتاب النكاح، قبيل الباب الحادي عشر، مكتبه زكريا ديوبند قديم١/٣٤٠، جديد١/٤٠٦)

خانية على هامش الهندية، كتاب السير، قبيل فيما يبطله الإرتداد، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٣/٥٨٣، جديد ٣/٤٣٤۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب لو تاب المرتد، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٤٠٠، كراچي ٤/٢٥٣۔

خانية على هامش الهندية، كتاب السير، قبيل باب الردة وأحكام أهلها، مكتبه زكريا ديوبند قديم٣/٥٧٩، جديد٣/٤٣١۔

قال في الملتقط: امرأة ارتدت لتفارق زوجها تقع الفرقة وتجبر على الإسلام وتعود خمسة وسبعين سوطًا وليس لها أن تتزوج إلا بزوجها الأول. قال في المصفى: يجدد العقد بمهر يسير رضيت أو أبت يعني أنها تجبر على تجديد النكاح. الخ (الجوهرة النيرة، كتاب النكاح، قبيل كتاب الرضاع، دارالكتاب ديوبند ٢/٨٩-٩٠) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

زوجہ کے ارتداد سے متعلق مسئلہ کی تحقیق

في الدر المختار: وليس للمرتدة التزوج بغير زوجها به يفتى وفي رد المحتار عن الفتح: وقد أفتى الدبوسي والصفار وبعض أهل سمرقند بعدم وقوع الفرقة بالردة ردا عليها وغيرهم مشوا علىٰ الظاهر ولكن حكموا بجبر ها على تجديد النكاح مع الزوج و يضرب خمسة و سبعين سوطا و اختاره قاضی خان للفتوىٰ. اه در مختار جلد: ۲، ص: ۴۶۹ - ۴۷۰. (۱)

اور ردالمحتار اور فتح القدیر کتب معتبرہ مستندۂ مذہب سے ہیں صاحب فتح یعنی ابن الہمامؒ اس رتبہ کے شخص ہیں جن کو علامہ مقدسی رتبہ اجتہاد تک پہونچا ہوا مانتے ہیں جیسا علامہ شامی نے ان سے نقل کیا ہے۔ (ردالمحتار مطبوعہ مجتبائی ج ۲، ص ۱۳۷۸)(۲)

قاضی خان اس درجہ کے ہیں کہ علمائے مذہب نے اُن کو فقہاء کے سات طبقوں میں سے طبقہ ثالثہ سے شمار کیا ہے جن کا رتبہ بعد ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ کے ہے۔ (ردالمحتار مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۷۹-۸۰)(۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب لو تاب المرتد هل تعود حسناته، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٤٠٠، كراچي ٤/٢٥٣۔

(۲) وأجاب العلامة المقدسي بأن ما بحثه الكمال هو القياس ...... وإذا كان هو القياس لايقال في شأنه إنه غلط وسوء أدب على أن الشخص الذي بلغ رتبة الاجتهاد إذا قال مقتضي النظر كذا الشيء هو القياس. (شامي، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب على أن الكمال بن الهمام بلغ رتبة الاجتهاد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٣٢، كراچي ٣/ ١٧٣)

(۳) والفقهاء على سبع مراتب وقد أو ضحها المحقق ابن كمال باشا في بعض رسائله ...... الأولىٰ طبقة المجتهدين في الشرع كالأئمة الأربع رضي الله عنهم ...... الثانية طبقة المجتهدين في المذهب كأبي يوسف ومحمد وسائر أصحاب أبي حنيفة ...... الثالثة طبقة المجتهدين في المسائل التي لا نص فيها عن صاحب المذهب كالخصاف وأبي جعفر الطحاوي وأبي الحسن الكرخي ...... وفخر الدين قاضي خان وأمثالهم ...... الرابعة: طبقة أصحاب التخريج من المقلدين كالرازي وأضرابه ...... الخامسة: طبقة أصحاب الترجيح من المقلدين كأبي الحسن القدوري...... السادسة: طبقة المقلدين القادرين على التمييز بين الأقوى ←

پھر دبوسی اور صفار اور بعض علماء سمرقند کا فتویٰ اور زیادہ مؤیدان حضرات کے مجموعی اقوال جو کہ کتب معتبرہ میں منقول ہیں گو اُس میں باہم مختلف ہوں کہ عورت کے مرتد ہونے سے آیا فرقت واقع ہوگی یا نہیں لیکن اس پر متفق ہیں کہ اس عورت کو دوسرے زوج سے نکاح کرنے کا مطلقاً اختیار نہیں اگر وہ مرتد رہے گی تو کسی سے بھی اُس کا نکاح صحیح نہیں۔ (درمختار مع ردالمحتار ص ۴۶۵ مطبوعہ مصر) (۱)

اور اگر اسلام کی طرف عود کرے گی تو زوج اول ہی سے اُس کا نکاح کیا جائے گا اور نیز حسب قاعدۂ شرعیہ اُس کو اسلام کی طرف عود کرنے پر مجبور کیا جائے گا جیسا اوپر ردالمحتار ص ۴۷۰ سے گزرا ہے۔ واللہ اعلم

۱۳۲۴ھ (امداد ص ۶۹، ج ۲)

عدم بطلان حکم تحلیل از ردت زوجہ

سوال (۱۲۳۷): قدیم ۲/۳۸۲ - زید نے ایک بے دین عورت کو دین اسلام میں لاکر اُس سے نکاح کرلیا اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا زید نے کوئی بے جا حرکت پر اس کو تین طلاق دیدیا بعد ازاں عورت مذکورہ اسلام سے پھر گئی اب وہ عورت دائرہ اسلام میں آنا چاہتی ہے اور زید اس سے ثانیاً نکاح کرنا چاہتا ہے آیا اس عورت سے بغیر تحلیل نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور توبہ استغفار اُس کو کرا کے نئے سرے سے نکاح کرلینا کافی وافی ہے یا نہ؟ اور دانش میں یہ ہے کہ اس مرتدہ کو تاکید شدید کرکے دین پر لاکر نکاح کرنا بس ہے بوجہ مرتدہ ہونے کے احکام شرعی باطل ہوگیا تحلیل کی حاجت نہیں ہے؟

← **والقوی والضعیف وظاهر المذهب والرواية النادرة** ...... **والسابعة: طبقة المقلدين الذين لايقدرون على ما ذكر ولا يفرقون بين الغث والسمين.** (شامي، المقدمة، قبيل كتاب الطهارة، مطلب في طبقات الفقهاء، مكتبه زكريا ديوبند ١/ ١٧٩-١٨٠، كراچي ١/ ٧٧)

(١) **ولا يصلح أن ينكح مرتد أو مرتدة أحدا من الناس مطلقًا (الدر) وتحته في الشامية: أي مسلما أو كافرًا أو مرتدًا.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، قبيل باب القسم، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٧٦، كراچي ٣/ ٢٠٠)

لايجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة أصلية، وكذلک لا يجوز نكاح المرتدة مع أحد. (هندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، مكتبه زكريا ديوبند ١/ ٢٨٢، جديد ١/ ٣٤٧) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب :في الدرالمختار: لا بملک يمين لا شتراط الزوج بالنص فلا يحلها وطء المولى ولاملک أمة بعد طلقتين أوحرة بعد ثلاث وردة و سبى نظيره من فرق بينهما بظهار أو لعان ثم ارتدت و سبيت ثم ملكها لم تحل له أبدًا . اه وفي رد المحتار: قوله: لا بملک يمين عطف علیٰ قوله بنكاح نافذ قوله لم تحل له أبدا فوجه الشبه بين المسئلتين أن الردة واللحاق والسبى لم تبطل حكم الظهار واللعان كمالم تبطل حكم الطلاق اه. جلد: ۲، ص: ۸۸۶ –۸۸۷. (۱)

اس روایت میں تصریح ہے کہ اگر زید نے اُس کو تین طلاق دیدی ہیں تو تحلیل کی حاجت ہے ردت سے حکم تحلیل باطل نہیں ہوا۔(۲)

(تتمہ خامسہ، ص۶۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب حيلة إسقاط عدة المحلل، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۴۳-۴۴، كراچي ۳/۴۱۲۔

تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۶۵، امداية ملتان ۲/۲۵۹۔

(۲) **ارتدت المطلقة ثلاثًا أو لحقت بدار الحرب ثم استرقها أو طلق زوجته إثنتين ثم ملكها ففي هاتين لا يحل له الوطء إلا بعد زوج آخر.** (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۴۲۱)

الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۴۷۳، جديد ۱/۵۳۶۔

ولا يحل له أي لزوج طلقها ثلاثًا لو حرة أو ثنتين لو أمة بملک يمين بأن ملک الأمة بعد طلاقها ثنتين أو الحرة بعد طلاقها ثلاثا ولحوقها بدار الحرب مرتدة ثم استرقت لا يحل له الوطء إلا بعد زوج آخر لصريح الآية. (سكب الأنهر على هامش المجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۸۹-۹۰)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حکم تطلیق مرتد

سوال (۱۲۳۸): قدیم ۲/۳۸۳- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے پیر کو خدا کہتا ہے اور سجدہ کرتا ہے اور بغداد شریف کی طرف منہ کر کے نفل کعبہ سے افضل جان کر پڑھتا ہے اور علماء دین کو دشنام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے رقاصوں کا ناچ وگانا سنا ہے اور حلال جانتا ہے اور السلام علیکم کو بے ادبی اور بُرا سمجھ کر بجائے اس کے یا علی مدد کہتا ہے آیا یہ الفاظ کفر کے ہیں یا کہ نہیں کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر الفاظ کفر کے ہیں چنانچہ عالمگیری کی عبارت (۱) سے علماء کو گالیاں دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر ہوجاتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں شریعت کو کیا کروں اور ہمارا شریعت سے کیا کام ہمارا علم حیدری ہے اور فتاویٰ مولوی عبدالحی میں تحریر ہے کہ یہ الفاظ بھی کفر کے ہیں (۲) اور فتاویٰ مولوی اشرف علی صاحب میں بھی مرقوم ہے اگر یہ الفاظ کفر کے ہیں تو ایسا شخص اگر طلاق کہے تو واقع ہوگی یا نہیں کیونکہ بوجہ کفر کے نکاح تو فسخ ہو چکا تھا آیا بعد توبہ کرنے کے نکاح درست ہے مفصل بحوالہ کتب تحریر فرماویں؟

الجواب: في الدر المختار: ثم الفرقة إن من قبلها ففسخ (إلیٰ قوله) وإن من قبله فطلاق إلا بملك أو ردة أو خيار عتق. وفي رد المحتار: و ذكر في أول طلاق. البحر: أن الطلاق لا يقع في عدة الفسخ إلا في ارتداد أحدهما و تفريق القاضي بإباء أحدهما عن الإسلام (إلیٰ قوله) فيقيد كلام البحر ههنا بعدم اللحاق (أي بدار الحرب) كما لايخفي ج: ۲، ص: ۵۰۳. (۳)

---

(۱) **يخاف عليه الكفر إذا شتم عالمًا أو فقيها من غير سبب.** (الفتاوى الهندية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب في موجبات الكفر أنواع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/ ۲۷۰، جديد ۲/۲۸۲)

(۲) **وإذا قال الرجل لغيره حكم الشرع في هذه الحادثة كذا فقال ذلك الغير من برسم كار مي كنم نه بشرع يكفر عند بعض المشايخ.** (هندية، الباب التاسع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/ ۲۷۳، جديد ۲/ ۲۸۳)

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب مهم هل للعصبة تزويج الصغير، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۷۶-۱۷۷، كراچي ۳/ ۷۰-۷۱۔

اس سے معلوم ہوا کہ ارتداد فسخ ہے مگر اُس کی عدت کے اندر طلاق واقع ہوتی ہے(۱) پس ان اقوال کفریہ سے تو نکاح فسخ ہوگیا اور عدت واجب ہوگئی اور وطی حرام ہوگئی پھر یہ طلاق اگر عدت کے اندر ہوئی ہے تو تین سے کم میں تو تجدید ایمان کے بعد تجدید نکاح کرلیں اور اس نکاح کے بعد بقیہ تطلیقات کا مالک رہے گا اور اگر تین طلاق دیدے تو بعد حلالہ کے نکاح ہوسکتا ہے(۲) اور اگر یہ طلاق بعد عدت کے ہوئی ہے تو طلاق واقع ہی نہیں ہوئی بعد تجدید ایمان کے تجدید نکاح درست ہے اور اس نکاح کے بعد طلقات ثلٰثہ کا مالک رہے گا (۳) لیکن اگر اس نکاح کے بعد پھر کلمات کفریہ یا افعال کفریہ کا صدور ہوا پھر نکاح فسخ ہوجاوے گا اور وطی وغیرہ حرام ہوگی جیسا کہ اس طلاق سے پہلے مدتوں حرام ہوتا رہا۔

۶/ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ (تتمہ خامسہ ص ۱۹۷)

---

(۱) إن المعتدة التي هي محل للطلاق هي كل معتدة عن طلاق أو بعد تفريق القاضي بإباء أحدهما عن الإسلام وبعد ارتداد أحدهما مطلقًا (البحر) وتحته في منحة الخالق: الظاهر أن المراد بالإطلاق سواء كان المرتد هو أوهي ...... إن المرتد إذا لحق بدار الحرب وطلقها في العدة لم يقع طلاقه لانقطاع العصمة فإن عاد وهي في العدة وقع. (البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ٤١٤، كوئٹه ۳/ ۲۳۷)

(۲) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث بأن كانت واحدة بائنة أو ثنتين فله أي للزوج أن يتزوجها في العدة وبعد انقضاءها لأن حل المحلية باق ...... لأن محل النكاح أنثىٰ من بنات آدم مع انعدام المحرمية والشرك والعدة عن الغير ...... وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره نكاحا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (البناية شرح الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه أشرفية ديوبند ٥/ ٤٧٤)

(۳) لو جاء ثانيا مسلما فتزوجها ثانيا لا ينقص من عدد الطلاق شيء كذا في شرح المجمع للمصنف. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب التعليق، كوئٹه ٤/ ٢١، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٥) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/ کتاب الطّلاق

۱ / باب الطلاق الصریح والکنایة

بذریعۂ خط طلاق نامہ کا حکم

سوال (۱۲۳۹): قدیم ۲/۳۸۴- ایک شخص فیروز پور میں رہتا ہے اور اس کی شادی دہلی میں ہوئی ہے اور اس کی زوجہ نابالغ ہے اور والدین زوجہ فیروز پور بھیجنے سے انکاری ہیں اور طلاق کے خواہاں ہیں اب شوہر فیروز پور ہی سے طلاق نامہ روبرو تین گواہان لکھ کر دہلی بھیجدیوے تو طلاق ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: طلاق ہوجاوے گی۔(۱) (تتمہ ثانیہ صفحہ ۱۳۴)

---

(۱) **عن حماد قال: إذا کتب الرجل إلی امرأته –إلی– أمابعد فأنت طالق فهي طالق، وقال ابن شبرمة: هي طالق**. (المصنف لابن أبي شیبة، کتاب الطلاق، باب في الرجل یکتب طلاق امرأته بیده، مؤسسة علوم القرآن ۹/۵۶۲، رقم: ۱۸۳۰٤)

عن الحکم قال: الکتاب کلام فأوحي إلیهم أن سبحوا بکرة وعشیا، قال: کتب إلیهم. (المصنف لعبد الرزاق، الطلاق، باب الرجل یکتب إلی امرأته بطلاقها، دارالکتب العلمیة ٦/۳۱۹، رقم: ۱۱٤۷۹)

إن أرسل الطلاق بأن کتب أما بعد فأنت طالق، فکماکتب هذا یقع الطلاق. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالکتابة، مکتبه زکریا دیوبند٤/٤٥٦، کراچي ۳/۲٤٦)

هندیة کتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالکتابة، مکتبه زکریا قدیم ۱/۳۷۸، جدیدزکریا ۱/٤٤٦۔

الأول: أن یکتب "هذا کتاب فلان بن فلان إلی فلانة أما بعد فأنت طالق" وفي هذا الوجه یقع الطلاق في الحال. (الفتاوی التاتار خانیة، کتاب الطلاق، الفصل السادس، في إیقاع الطلاق بالکتاب، مکتبه زکریا دیوبند ٤/٥۲۸، رقم: ٦۸۳٦)

ثم إن کتب علی الوجه المرسوم ولم یعلقه بشرط بأن کتب أما بعد یا فلانة فأنت طالق وقع الطلاق عقیب کتابة لفظ الطلاق بلافصل لماذکرنا أن کتابة قوله أنت طالق ←

سوال (۱۲۴۰): قدیم ۲/۳۸۴ - علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ تین بھائی ہیں مثلاً ایک زید ایک عمرو ایک احمد سب سے بڑا بھائیوں میں زید ہے زید نے عمرو کو مارا چھوٹے بھائی کو بہت ہیجان کردیا منجھلے بھائی نے تھانہ میں رپورٹ کر کے بڑے بھائی پر یعنی زید پر دعویٰ کیا بڑے بھائی نے عذرخواہی کر کے دونوں بھائیوں سے صلح کر کے اپنے گھر لایا منجھلے نے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دو گے تو ہم تم سے صلح کریں گے ورنہ ہم تمہارے اوپر نالش کریں گے ورنہ قاضی کے پاس چل کر اپنی بیوی مسماۃ خاتون بی بی کو طلاق نامہ لکھو ہر چند زید کو طلاق نامہ دینا دشوار گزرا مگر نامبردہ نے اپنے خوف کے مارے قاضی سے کہدیا کہ لکھو (*) قاضی صاحب نے کاغذ پر طلاق ثلاثہ لکھا طلاق لکھ کر عورت زید کے گھر میں اکھٹی رہی بلکہ عورت مذکورہ جو حاملہ تھی ہفت ماہ کے بعد لڑکی پیدا ہوئی اب زید کہتا ہے کہ میں نے زبان سے طلاق نہیں دی پس عرض ہے کہ یہ طلاق جائز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: صورۃ مذکورہ میں جب زید نے قاضی کو طلاق لکھنے کیلئے کہا اور انھوں نے لکھدی اور کاغذ سُنا دیا اور اس نے کچھ چون و چرا نہ کی تو اب زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔

(*) ہر چند کہ لکھو کا مفعول لفظوں میں مذکور نہیں؛ لیکن اس درخواست کی منظوری میں اس نے یہ کہا ہے اس میں اس کی تصریح ہے کہ طلاق نامہ لکھو جواب اسی پر مبنی ہے اور جواب میں جو تین کا وقوع لکھا ہے یہ اس وقت ہے کہ اس لکھے ہوئے کو وہ جائز رکھے یعنی یا تو اس پر دستخط کردے یا لیکر بیوی کو دیدے، یا کسی اور کو دیدے کہ تو بیوی کے پاس پہنچادے، چونکہ غالب اس واقعہ میں یہی ہے اس لئے جواب میں یہ قید نہیں لگائی اور اگر شوہر تین طلاق کو جائز نہ رکھے تو طلاق بلا عدد لکھنے کے لئے کہنے سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور چونکہ یہ صریح ہے اس لئے رجعی واقع ہوگی۔ ۱۲ منہ

← **على طريق المخاطبة بمنزلة التلفظ بها.** (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في النوع الثاني من طلاق الكتابة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۱۷٤)

ولو استكتب من آخر كتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فأخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث به إليها فأتاها، وقع إن أقر الزوج أنه كتابه. (ردالمحتار كتاب الطلاق مطلب في الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٥٦، كراچي ۳/ ۲٤۷) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

ولو قال للكاتب: أكتب طلاق امرأتي كان إقرارًا بالطلاق وإن لم تكتب۔ شامي جلد ثاني ص ۴۳۹. (۱)

اورلڑکی پیدا ہونے سے عدت گزرگئی۔

وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ الاٰية.(۲)

اب بغیر حلالہ کے پھر اُس کا نکاح زید سے درست نہیں۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ الاٰية (۳) والله اعلم.

۱۴/ ذی قعدہ ۱۳۰۰ھ (امداد ص۵۳، ج۲)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۴۵۶۔

وفي الظهيرية: لوقال للكاتب ''أكتب طلاق امرأتي" كان هذا إقراراً بالطلاق كتب أولم يكتب. (الفتاوى التاتار خانية كتاب الطلاق، الفصل السادس: في ايقاع الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۵۳۱، رقم:۶۸۴۲)

ولوقال أكتب لها طلاقها فينبغي أن يقع الطلاق للحال كما لوقال احمل إليها طلاقها أو اكتب إلى امرأتي أنها طالق. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۴۴۱، كوئٹه ۳/۲۵۳)

(۲) سورة الطلاق: ۴۔

وفي الحامل عدتها أن تضع حملها. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة۔ مكتبه زكريا ديوبند ۵/۲۲۸، رقم: ۷۷۲۸)

وإن كانت حاملا فعدتها أن تضع حملها. (هداية، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/۴۲۳)

وعدة الحامل أن تضع حملها. (هندية كتاب الطلاق، الباب الثالث عشرفي العدة، مكتبه زكريا قديم ۱/۵۲۸، جديد زكريا ۱/۵۸۱)

قوله: مالم تكن حاملا فإن كانت فعدتها الوضع. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة مطلب حكاية شمس الأئمة سرخسي،مكتبه زكريا ديوبند ۵/۱۸۲، كراچي ۳/۵۰۶)

(۳) سورة البقرة: ۲۳۰۔

قال الليث عن نافع كان ابن عمرؓ إذا سئل عمن طلق ثلاثا–إلى قوله–فإن طلقتها ثلاثا ←

سوال (۱۲۴۱): قدیم ۲/ ۳۸۵ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو غصہ کی حالت میں تین طلاق لکھوا کر بھیجا اُس کی بی بی یعنی ہندہ دو چار روز سے اپنے باپ کے گھر بفاصلہ چھ کوس کے رہتی تھی لیکن جس روز آدمی خط لیکر ہندہ کے پاس گیا اس روز اپنے شوہر یعنی زید کے مکان میں چلی آئی خط اس کو نہیں ملا اور نہ شوہر نے ہندہ سے کچھ خط و کتابت یا طلاق کا ذکر کیا بعد آٹھ روز کے ہندہ کی بہن مسماۃ مریم خط لیکر آئی اور زید سے دریافت کیا کہ تم نے کوئی خط بھیجا ہے زید نے کہا کہ خط بھیجا ہے زید نے کہا کہ خط تو ضرور بھیجا تھا مگر ارادہ طلاق کا نہیں تھا وہ خط مجھ کو واپس کردے میں چاک کر ڈالوں وہ خط واہیات تھا اور کوئی چیز نہیں ہے ہندہ جھگڑا فساد نہ کرے خوشی سے گھر میں رہے مریم نے زید کا کہنا نہ مانا اور چند آدمیوں کو بلوا کر اور وہ خط پڑھوا کر ہندہ کو سنوایا ہندہ بولی کہ میں خط و کتابت کو نہیں جانتی زید موجود ہے وہ میرے روبرو طلاق نہ دیتا ہے اور نہ خط کا حال مجھ سے بیان کیا میں حسب دستور سابق اپنے شوہر کے گھر میں رہتی ہوں خلاصہ یہ کہ زید نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں تین طلاق لکھوا کر بھیجا مگر طلاق کا ارادہ نہیں تھا یا ارادہ طلاق کا تھا مگر قبل اطلاع پانے زوجہ کے ارادہ کو بدل ڈالا تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر واقع ہوئی تو کون طلاق واقع ہوئی رجعی یا بائن یا مغلظہ؟ بینوا توجروا

الجواب: خط میں طلاق لکھنے یا لکھوانے سے واقع ہو جاتی ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے یا نیت کر کے نیت سے رجوع کرے اور خواہ وہ خط بی بی کے پاس پہونچے یا نہ پہنچے۔

← **حرمت حتى تنكح زوجا غيره.** (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، النسخة الهندية ٢/٧٩٢، رقم: ٥٠٦٦، ف:٥٢٦٤)

عن نافع عن ابن عمرؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: المطلقة ثلاثا لاتحل لزوجها الأول حتى تنكح زوجا غيره، ويخالطها وتذوق من عسيلته. (المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث ١٢/٢٩٥، رقم: ١٣٤٢٩)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها. (هندية كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، مكتبه زكريا قديم ١/٤٧٣، جديد زكريا ١/٥٣٥) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

فـي الشامية الجلد الثاني. ص: ٧٠٣. وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أولم ينوو فيها. لو قال للكاتب: أكتب طلاق امرأتي كان إقرارًا بالطلاق وإن لم يكتب. الخ(١)

یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خط کا یہ مضمون ہو کہ میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں یا دیدی اور اگر خط کا کچھ اور مضمون تھا تو سائل ظاہر کرے تاکہ جواب دیا جائے اور چونکہ تین طلاق دی ہیں اس لئے مغلظہ ہوگی (۲)۔ واللہ اعلم

۲۹/ ج ا ۲۲ھ امداد ص ۶۰، ج ۲)

---

(١) ردالمحتار كتاب الطلاق ،مطلب في الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٥٦، كراچي ٣/٢٤٦۔

هندية كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٣٧٨، جديد زكريا ١/٤٤٦۔

يجب أن يعلم بأن الكتابة نوعان: مرسومة أو غير مرسومة...... الأول: أن يكتب "هذا كتاب فلان بن فلان إلى فلانة أما بعد فأنت طالق" وفي هذا الوجه يقع الطلاق في الحال، وفي الخانية: وتلزمها العدة من وقت الكتابة، وإن قال: لم أعن به الطلاق لم يصدق في الحكم. (الفتاوى التاتار خانية كتاب الطلاق، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، مكتبه زكريا ديو بند ٤/٥٢٨، رقم: ٦٨٣٦)

قال الحنفية: الكتابة إذاكانت مستبينة ومرسومة يقع الطلاق بها نوي أولم ينو. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٤/٢٩)

وإن كتب كتابة مرسومة على طريق الخطاب والرسالة مثل أن يكتب، أمابعد يا فلانة فأنت طالق أو إذاوصل كتابي إليک فأنت طالق يقع به الطلاق، ولوقال:ماأردت به الطلاق أصلالا يصدق. (بدائع الصنائع كتاب الطلاق، فصل في النوع الثاني من طلاق الكتابة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٧٣)

ولوقال اكتب لها طلاقها فينبغي أن يقع الطلاق للحال، كمالوقال احمل إليها طلاقها أواكتب إلى امرأتي أنها طالق. (البحرالرائق كتاب الطلاق، باب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٤١، كوئٹه ٣/٢٥٣)

ولواستكتب من آخر كتابابطلاقها وقرأه على الزوج فأخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث به إليها فأتاها، وقع إن أقرالزوج أنه كتابه. (ردالمحتاركتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، مكتبه زكرياديوبند ٤/٤٥٦، كراچي ٣/٢٤٧)

(٢) **ولوقال لزوجته أنت طالق، طالق، طالق طلقت ثلاثا.** (الأشباه والنظائر، القاعدة التاسعة: إعمال الكلام أولىٰ من إهماله قديم ١/٢١٩، مكتبه زكريا ديوبند جديد ١/٣٨٦)

دوسرے سے طلاق لکھوانا

سوال (۱۲۴۲): قدیم۲/ ۳۸۶- ایک شخص نے دوسرے سے کہا ایک طلاق لکھدو اس نے بجائے صریح کے کنایہ لکھدیا آمر نے بغیر پڑھے یا پڑھائے دستخط کردیئے تو کیا حکم ہے اور دستخط کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ معتبر نہ ہو اسی طرح جیسے بعض اطراف بنگالہ میں دستور ہے کہ شوہر سے لکھوا لیتے ہیں اگر برس دس نان ونفقہ سے خبر نہ لی تو طلاق ہے یہ تحریر اگر قبل نکاح ہو معتبر نہیں اور بعد نکاح معتبر ہے لیکن اگر تحریر پہلے سے مرتب ہے اور بعد نکاح کے اُس پر دستخط کردیئے گئے اور حوالہ زوجہ کے کردی گئی تو کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر مضمون کی اطلاع پر دستخط کئے ہیں تو معتبر ہے ورنہ معتبر نہیں قواعد سے یہی حکم معلوم ہوتا ہے(۱) اور دستخط کرنا اصطلاحاً اس مضمون کو اپنی طرف منسوب کرنا ہے پس بمنزلہ اس کتاب کے ہے بنگالہ کے دستور میں جب بعد نکاح کے دستخط ہوتے ہیں معتبر ہے؛ بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر پہلے ہی دستخط کردے لیکن حوالہ کرے بعد میں وہ بھی معتبر ہے کیونکہ یہ سب عرف میں بمنزلہ انشاء تکلم کے سمجھے جاتے ہیں جو کہ مدار ہے اعتبار کتابت کا فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

۱۳/ ذی الحجہ ۲۳ھ (امداد صفحہ ۶۵، جلد ۲)

إذا قال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثا. (هندية كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول: في الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۳۵۵، جديد زكريا ۱/ ۴۲۳) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) **إن من وكل الرجل أن يطلق امرأته فطلقها الوكيل ثلاثا إن كان الزوج ينوي الثلاث تقع الثلاث وإن لم يكن ينوي الثلاث لايقع شيء عندأبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ.** (المحيط البرهاني كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، المجلس العلمي ۴/ ۴۴۲، رقم: ۴۷۹۷)

الفتاوى التاتارخانية كتاب الطلاق، الفصل الخامس، تفويض الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۴۸۱، رقم: ۶۷۲۰۔

أن الوكيل يعمل عن رأى الموكل وتدبيره وإنما يستعير منه العبارة فقط. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل قوله: طلقي نفسك، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۱۹۴) ←

سوال (۱۲۴۳): قدیم۲/ ۳۸۷- ایک شخص ایک قصبہ یا شہر میں ہے اور عورت دوسرے قصبہ یا شہر میں اگر خاوند اُس عورت کو خط کے اندر طلاق لکھ کر بذریعہ ڈاک یا آدمی عورت کے پاس روانہ کردے تو طلاق آجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: تحریر وتقریر کا شرع میں ایک حکم ہے جیسا زبان سے طلاق پڑ جاتی ہے لکھنے سے بھی واقع ہوتی ہے پس اگر خط میں لکھا کہ تجھے طلاق تو لکھنے کے ساتھ پڑ جائے گی اور اسی وقت سے عدت آوے گی۔

ثم المرسومة لا تخلوا ما إن أرسل الطلاق بأن كتب أما بعد فأنت طالق فكما كتب هذا يقع الطلاق ويلزمها العدة من وقت الكتابة وإن علق طلاقها بمجيئ الكتاب بأن كتب إذا جاء ک كتابي هذا فأنت طالق، فما لم يجئ إليها الكتاب لا يقع كذا في فتاوىٰ قاضي خان. عالمگیری جلد۲، ص۳۹۷، (۱) (امداد ص۷۷، ج۲)

← **قرر الحنفية أن الوكيل بالطلاق مقيد بالعمل برأى المؤكل، فإذا تجاوزه لم ينفذ تصرفه إلا بإجازة المؤكل.** (الفقه الإسلامي وأدلته، الطلاق، المبحث الرابع: التوكيل في الطلاق وتفويضه، مكتبه هدى انٹرنیشنل ۷/ ۳۹۷)

وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لايقع الطلاق مالم يقرأنه كتابه. (ردالمحتار كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابه، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٥٦، كراچي ٣/ ٢٤٧) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) هندية كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٣٧٨، جديد زكريا ١/ ٤٤٦۔

عن الحكم قال: الكتاب كلام فأوحي إليهم "أن سَبِّحوا بكرة وعشيا" قال: كتب إليهم. (مصنف عبدالرزاق الطلاق، باب الرجل يكتب إلى امرته بطلاقها، دارالكتب العلمية ٦/ ٣١٩، رقم: ١١٤٧٩)

عن حماد قال: إذا كتب الرجل إلى امرته: إذاأتاك كتابي هذا فأنت طالق، فإن لم يأتها الكتاب فليس هي بطالق، وإن كتب أما بعد فأنت طالق، فهي طالق، وقال ابن شبرمة هي طالق، (المصنف لابن أبي شيبة، الطلاق، باب في الرجل يكتب طلاق إمرأته بيده، مؤسسة علوم القرآن ٩/ ٥٦٢، رقم: ١٨٣٠٤)

خانية على الهندية كتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٤٧١، جديد زكريا ١/ ٢٨٧۔ ←

طلاق مغلظہ میں حلالہ کا وجوب

(۱) **سوال** (۱۲۴۴): قدیم ۲/ ۳۸۷- چہ فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین در حق شخصے کہ منکوحہ خودرا در مجلس عام بطلاق ثلاثہ بر نفس خود حرام سازد و بغیر حلالہ بازن اختلاط کند مسلمانان را اکل وشرب و اجتناب واجب است یا نہ وزن مسطورہ او را بلا حلالہ جائز است یا نہ جواب ایں بحوالہ کلام اللہ و کتب صحاح ستہ وتفسیر بیضاوی ومعالم التنزیل ومشکوٰۃ و درمختار وشرح وقایۃ وغیرہ کتب معتبرہ مع اسناد زیب رقم فرمایند؟ بینوا توجروا

الجواب: (۲) ہرگاہ زوجہ را طلاق ثلاثہ داد بدون حلالہ او را آں زن حلال نباشد۔

← ردالمحتار كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٥٦، كراچي ٣/ ٢٤٦۔

ثم إن كتب على الوجه المرسوم ولم يعلقه بشرط بأن كتب أما بعد يا فلانة فأنت طالق وقع الطلاق عقيب كتابة لفظ الطلاق بلا فصل لماذكرنا أن كتابة قوله أنت طالق على طريق المخاطبة بمنزلة التلفظ بها، وإن علقه بشرط الوصول إليهابأن كتب إذاوصل كتابي إليک فأنت طالق لايقع الطلاق حتى يصل إليها، لأنه علق الوقوع بشرط الوصول فلايقع قبله كما لوعلقه بشرط آخر. (بدائع الصنائع كتاب الطلاق، فصل في النوع الثاني من طلاق الكتابة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ١٧٤) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **ترجمۂ سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے حق میں جو اپنی منکوحہ کو مجلس عام میں تین طلاق دے کر اپنے اوپر حرام کرلے، پھر بغیر حلالہ کے اس عورت کے ساتھ اختلاط رکھے مسلمانوں کو اس کے ساتھ کھانے پینے سے اجتناب کرنا لازم ہے یا نہیں؟

اور مذکورہ بالا عورت اس کے لئے بلا حلالہ جائز ہے یا نہیں؟ قرآن کریم، کتب صحاح ستہ، تفسیر بیضاوی، معالم التنزیل، مشکوۃ، درمختار، شرح وقایہ وغیرہ معتبر کتابوں کے حوالہ سے اسناد کے ساتھ اس کا جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) **ترجمۂ جواب**: جب بیوی کو تین طلاق دے دی تو بغیر حلالہ کے اس کے لیے وہ عورت حلال نہ ہوگی۔ ←

قال اللّٰہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه. الآية. (۱)
وہمی حکم ست در جمیع تفاسیر۔(۲)

وعن عائشةؓ قالت: جاء ت امرأة رفاعة القرظي إلیٰ رسول اللّٰہ ﷺ فقالت إني كنت عند رفاعة فطلقنی فبت طلاقي فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبير وما معه إلا مثل هدبة الثوب فقال: أتريد أن ترجعي إلیٰ رفاعة قالت: نعم! قال: لاحتی تذوقی عسيلته ويذوق عسيلتک متفق عليه. (۳)
وہمیں مضمون در جمیع کتب حدیث ست۔

← اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه. الآية.
یہی حکم تمام تفاسیر میں بھی ہے۔

وعن عائشةؓ قالت: جاء ت امرأة الحديث إلٰی قوله: ويذوق عسيلتک، متفق عليه،
اور یہی مضمون تمام کتب حدیث میں بھی ہے، اور ہدایہ میں ہے: ’’وإن كان الطلاق ثلاثا الخ‘‘
اور یہی مسئلہ تمام کتب فقہیہ میں ہے، اور اسی پر امت کا اجماع ہے، اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے، لہٰذا ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہوا کہ بغیر حلالہ کے وہ عورت حلال نہ ہوگی، پھر بھی اگر وہ شخص بغیر حلالہ کے اس عورت کے ساتھ اختلاط رکھے خواہ ظاہراً نکاح کر کے یا بغیر نکاح کے تو اس کو منع کرنا چاہیے اور اس سے کہنا چاہئے کہ اس عورت کو چھوڑ دے اور توبہ کرلے اگر وہ یہ بات مان لے تو ٹھیک، ورنہ مسلمان اس کے ساتھ کھانے پینے اور میل جول سے اجتناب کریں؛ اس لئے کہ وہ حکم شرعی سے کھیل کررہا ہے، لہٰذا ہم بھی اسے اس ظلم کی سزا دیں گے، حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا یہی تقاضہ ہے۔

(۱) سورة البقرة: ۲۳۰۔

(۲) ”فإن طلقها“ متعلقا بقوله سبحانه ”الطلاق مرتان“ ……… فلاتحل له من بعد“ أي من بعد ذلک التطليق ”حتی تنكح زوجاً غيره“ أي تتزوج زوجا غيره ويجامعها. (روح المعاني، سورة البقرة، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۲۱۲)

قوله تعالیٰ: ”فإن طلقهافلاتحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره“ منتظم لمعان: منها تحريمها على المطلق ثلاثا حتی تنكح زوجا غيره، مفيد في شرط ارتفاع التحريم الواقع بالطلاق الثلاث العقد والوطء جميعا. (أحكام القرآن للجصاص، سورة البقرة، إيقاع الطلاق الثلاث معا، مكتبه زكريا ديوبند ۱/۴۷۲)

(۳) بخاري شريف كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، النسخة الهندية ۲/۷۹۱، رقم: ۵۰۶۱، ف: ۵۲۶۰۔ ←

وفي الهداية: وإن كان الطلاق ثلثا في الحرة أو ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجها غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (۱)
وہمیں مسئلہ درجمیع کتب فقہیہ است وبریں است اجماع امت دریں کسے خلاف نکردہ پس بادلۂ شرعیہ ثابت شد کہ بدون حلالہ آں زن حلال نہ شود۔ بازاگر آنکس بآں زن بدون حلالہ اختلاط می کند خواہ بنکاح ظاہری خواہ بے نکاح اورا منع باید کرد و باید گفت کہ آں زن را بگزارد و توبہ کند اگر ایں امر قبول کند فبہا وبہتر است ورنہ مسلمانان از اکل وشرب واختلاط بدو اجتناب ورزند کہ از حکم شریعت یعنی می کند (۲) ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُم بِبَغْيِهِمْ الآية (۳) ہمیں ست حب فی اللہ و بغض فی اللہ واللہ الموفق۔

۲۹/ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ (امداد ص ۵۴، ج ۲)

← مسلم شريف كتاب النكاح، باب لاتحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتى تنكح زوجًا غيره ويطأها ثم يفارقها وتنقضي عدتها، النسخة الهندية ۱/ ٤٦٣، بيت الأفكار رقم: ۱٤۳۳)

ترمذي شريف، أبواب النكاح، باب ما جاء من يطلق امرأته ثلاثا فيتزوجها آخر فيطلقها قبل أن يدخل بها، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۳۔

(۱) هداية كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/ ۳۹۹۔

هندية كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ٤۷۳، جديدزكريا ۱/ ۵۳۵۔

لاينكح مطلقة بها أي بالثلاث لوحرة وثنتين لوأمة ولو قبل الدخول...... حتى يطأها غيره وفي الشامية ثم اعلم أن اشتراط الدخول ثابت بالإجماع. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ٤۰ - ٤۱، كراچي ۳/ ٤۰۹)

البحر الرائق كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديو بند ٤/ ۹٤، كوئٹه ٤/ ۵٦۔

(۲) **ثم إن الهجران ممنوع إنما هو ما كان لسبب دنيوي أما إذا كان بسبب فسق المرء وعصيانه فأكثر العلماء على جوازه.** (تكملة فتح الملهم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الهجر فوق ثلاث، بلاعذرشرعي، مكتبه أشرفية ديو بند ۵/ ۳۵۵)

قوله: أحدثك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الخذف ثم تخذف لاأكلمك أبدا، فيه هجران أهل البدع والفسوق ومنابذي السنة مع العلم وأنه يجوز هجرانه دائما والنهي عن الهجران فوق ثلاثة أيام إنما هو فيمن هجرلحظ نفسه ومعايش الدنيا. (شرح النووي على مسلم، كتاب الأضحية، باب إباحة مايستعان به على الإصطياد والعدوو كراهة الخذف، السخة الهندية ۲/ ۱۵۲)

(۳) سورة الأنعام: ۱٤٦۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

سوال (۱۲۴۵): قدیم۲/ ۳۸۸- ایک شخص کو اس کی عورت نے کہا کہ میرے اگلے شوہر سے لڑکا ہے اس کو بھی تم کھانا کھلاؤ خاوند نے کہا کہ میں ہرگز اسے نہیں کھلاؤں گا تب عورت نے کہا کہ اگر نہ کھلاؤ تو مجھے فارغ خطی لکھدو شوہر نے فوراً مکان سے باہر نکل کر ایک لکھنے والے سے کہا کہ فارغ خطی لکھدو اُس شخص نے لکھنے سے انکار کیا تو وہ شخص اس طرح زبان سے یہ کلمات بول اٹھا طلاق طلاق طلاق طلاق طلاق اُس وقت اُس کی عورت اُس جگہ حاضر نہ تھی تو اس صورۃ میں اس شخص کی عورت پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوگی تو کیسی رجعی یا بائن مغلظہ اور وہ شخص تجدید نکاح اس عورت سے کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: چونکہ قرائن قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنی زوجہ پر طلاق واقع کی ہے اس لئے طلاق واقع ہوجائے گی اگر چہ خطاب یا تسمیہ نہیں ہے۔

في الشامي: و لا يلزم كون الإضافة صريحة في كلامه لما في البحر. لو قال: طالق فقيل له من عنيت. فقال: امرأتي طلقت امرأته. اه وفيه عن القنية رجل دعته جماعة إلى شرب الخمر، فقال: إني حلفت بالطلاق أن لا أشرب، وكان كاذباً فيه ثم شرب طلقت. اه و قال الشامي: المراد طلقت قضاء فقط (إلىٰ قوله) فهذا يدل علىٰ وقوعه وإن لم يضفه إلىٰ المرأة صريحاً وقال بعد الحكم بالوقوع ببعض الألفاظ المستعملة ما نصه فأوقعوا به الطلاق مع أنه ليس فيه أضافة الطلاق إليها صريحاً فهذا مؤيد لما في القنية و ظاهره أنه لا يصدق في أنه لم يرد امرأته للعرف. (۱)

---

(۱) ردالمحتار كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب ''سن بوش'' يقع به الرجعي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٥٨- ٤٥٩، كراچي ٣/٢٤٨

البحرالرائق كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٤٢، كوئٹه ٣/٢٥٣۔

وقال حسن لو لا أني سمعت أبي يحدث عن جدي النبي صلى الله عليه و سلم أنه قال: من طلق امرأته ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره لراجعتها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصداق باب المتعة ١١/٥٢، رقم: ١٤٨٥٥، ١١/٢٢١، رقم: ١٥٣٤٧)

رجل قال لامرأته: طالق، ولم يسم وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في إيقاع الطلاق بطريق الإضمار، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٢١، رقم: ٦٥٧٩)

اور چونکہ تین بار سے طلاق مغلظہ واقع ہوتی ہے لہٰذا بدونِ حلالہ اب باہم نکاح بھی نہیں ہوسکتا (۱) واللہ اعلم بالصواب

۲۹/ جمادی الاُخریٰ ۱۳۲۱ھ (امداد ص ۵۴، ج ۲)

اپنی بیوی کے لئے کہنا کہ اس سے سلام وکلام کی توبہ

سوال (۱۲۴۶): قدیم ۲/ ۳۸۹- (۲) شخصے از منکوحہ خود توبہ کردو گفت از راہ سلام وکلام منکوحہ مارا توبہ است ونیت طلاق نداشت کفاءت چہ دہد وچہ کند۔

---

(۱) **وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها.** (هندية كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۴۷۳، جديد ۱/ ۵۳۵)

هداية كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه اشرفية ديو بند ۲/ ۳۹۹۔

وقال الليث عن نافع كان ابن عمر إذا سئل عمن طلق ثلاثا قال: قال لو طلقت مرة أو مرتين فإن النبي صلى الله عليه وسلم أمرني بهذا فإن طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره. (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من قال لا مرأته أنت عليّ حرام، النسخة الهندية ۲/ ۷۹۲، رقم: ۵۰۶۶، دارالسلام رقم: ۵۲۶۴)

مسلم شريف، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها، النسخة الهندية ۱/ ۴۷۶، دالسلام، رقم: ۱۴۷۱۔

عن عائشةؓ أن رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول قال: لاحتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول. (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، النسخة الهندية ۲/ ۷۹۱، رقم: ۵۰۶۲، ف: ۵۲۶۱)

عن ابن عمرؓ قال سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الرجل يطلق امرأته ثلاثا فيتزوجها الرجل، فيغلق الباب، ويرخي الستر، ثم يطلقها قبل أن يدخل بها، قال: لاتحل للأول حتى يجامعها الآخر. (نسائي شريف، كتاب الطلاق، باب إحلال المطلقة ثلاثا والنكاح الذي يحلها به، النسخة الهندية ۲/ ۸۴، دارالسلام رقم: ۳۴۴۴) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **سوال کا ترجمہ:** ایک شخص نے اپنی منکوحہ بیوی کے بارے میں توبہ کیا اور کہا، کہ ہماری منکوحہ بیوی کے بارے میں سلام وکلام کرنے سے توبہ ہے، اور اس سے طلاق کی نیت نہیں تھی، اب وہ کیا دے اور کیا کرے؟

(۱) **الجواب**: چوں لفظ توبہ برائے معنی تحریم نہ موضوع ست نہ دراں متعارف لہٰذا لغوست نہ دریں کفاءہ است ونہ چیزے دیگر (۲)۔ فقط

۴/ رجب ۱۳۲۱ھ (امداد ص ۵۵، ج ۲)

طلاق کے حکم سے ناواقفیت عذر شمار نہ ہوگی

سوال (۱۲۴۷): قدیم ۲/ ۳۸۹- زید نے بعض کتب فقہیہ میں مسئلہ دیکھا تو یہ تھا کہ زوج ثانی مادون ثلث کو باطل کر دیتا ہے اور جب عورت مطلقہ بمادون ثلث زوج ثانی کے بعد زوج اوّل کی طرف لوٹتی ہے تو تین کے ساتھ لوٹتی ہے اور خیال رہا اُس کو یہ کہ رجعت طلاق رجعی کو رفع و باطل کر دیتی ہے اور اتنا اس خیال میں اُس نے عبارۃ کنوز الحقایق شرح کنز الدقائق **باب الرجعة ذكرها بعد الطلاق كانها متأخرة عنه طبعا فكذا وضعا لأنها شرعت لرفع سبب الحرمة وهو الطلاق والرفع أبدا يكون بعد الوقوع.** اھ دیکھی تو چونکہ اس عبارۃ کے ظاہر سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے؛ لہٰذا یہ خیال

---

(۱) **جواب کا ترجمہ**: چونکہ لفظ توبہ ثبوت حرمت کے لئے نہ وضع کیا گیا ہے، اور نہ ہی طلاق یا حرمت کے ثبوت کے لئے متعارف ہے؛ لہٰذا لغو ہو جائے گا، اس میں نکاح بدستور برابر باقی ہے اس میں کوئی دوسرا حکم نہ ہوگا۔

(۲) چونکہ لفظ توبہ نہ الفاظ صریح میں سے ہے اور نہ ہی طلاق کے لئے الفاظ کنائی میں سے؛ اس لئے اس سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

وركنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٣١، كراچي ٣/ ٢٣٠)

وهو رفع قيد النكاح حالا أو مآلا بلفظ مخصوص ......المراد به ما اشتمل على مادة الطلاق صريحا وكناية. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٢١٠، كوئٹه ٣/ ٢٣٥)

هندية كتاب الطلاق، الباب الأول، في تفسيره وركنه، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٣٤٨، جديد زكريا ١/ ٤١٥۔

بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في بيان ركن الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ١٥٧۔

اُس کا ایسا درجۂ یقین کو پہونچ گیا کہ نہ اس نے کتب کی طرف رجوع کیا نہ اہل علم سے اس کا مذاکرہ کیا اوراس خیال فاسد کی بناپر دو یا اڑھائی برس کے عرصہ میں اپنی زوجہ ہندہ کو کچھ مدت کے بعد جب جب لڑائی ہوئی اوراس کی بیوی طلاق لینے پراڑ کے بیٹھ گئی تب تب بغرض دفع خصومت ونزاع نہ بارادہ رفع قید نکاح ایک ایک کر کے تین یااس سے زائد مرتبہ میں تین یااس سے زائد طلاقیں دیں اور ہر ایک کے بعد رجوع کرتا گیا اب جب سے کسی اور مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے یہ مسئلہ اس کے دیکھنے میں آیا ہے کہ رجعت سے فقط اثر طلاق منعدم ہوجاتا ہے اور نفس طلاق باقی رہ جاتی ہے یہاں تک کہ اگراس طلاق مرجوع عنہ کے بعد دوطلاق اور دیدے تو وہ دونوں اس کے ساتھ منضم ہوکر تین ہوجاتی ہیں تب سے بے چارہ نہایت حیران ہے کہ بیوی کا نہ کوئی عزیز وقریب ہے کہ اُس کی دستگیری کرے اور وہ بیچاری کہاں جائے گی کیا کر کے کھائے گی نہایت نادم ہے اب عمروزید کی جانب سے اول تو یہ عرض کرتا ہے کہ سرورعالم ﷺ نے فرمایا ہے:

إن اللّٰہ تجاوز عن أمتي الخطأ والنسیان رواہ ابن ماجة والبیھقي عن ابن عباس (۱)

اور عبدالحق محدّث دہلوی جولمعات میں اس کے تحت فرماتے ہیں:

قوله تجاوز عن أمتي الخ لعل المراد بالتجاوز عدم الإثم فیھما لاعدم المؤاخذة علیھما مطلقاً لأنه تثبت الدیة والکفارة في قتل الخطأ ویجب قضاء الصوم عند الإفطار خطأ ومع ذلک الإثم مرفوع في الکل وھو المراد بالتجاوز منتھی.(۲)

اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ تجاوز سے عدم اثم توان افعال میں مراد ہوسکتا ہے جن کے عمداً کرنے میں گناہ لازم آتا ہے جیسے قتل اورافطار صوم کہ ان کے عمداً کرنے میں گناہ لازم آتا ہے اور جوافعال ایسے ہیں کہ اُن کے عمداً کرنے میں گناہ لازم نہیں آتا جیسے فی المثل زوجہ موطوءہ کو تین طہروں میں تین طلاقیں عمداً دینا کہ ایک امر مباح ہے اس میں کچھ گناہ نہیں ہے تو ایسے افعال کے خطأً ہوجانے میں تو تجاوز سے عدم موأخذہ مطلقاً

---

(۱) سنن ابن ماجة، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسي، النسخة الھندیة ۱۴۷، دارالسلام رقم: ۲۰۴۳۔

السنن الکبری للبیھقي، کتاب الخلع والطلاق، باب ماجاء فی طلاق المکرہ، دارالفکر ۱۱/۲۶۲، رقم: ۱۵۴۷۲۔

مشکاۃ المصابیح کتاب الفتن، باب ثواب ھذہ الأمة، مکتبه أشرفیة ۵۸۴، رقم: ۶۰۲۵

(۲) لمعات التنقیح کتاب المناقب، باب ثواب ھذہ الأمة، دارالنودر ۸۳۱/۹، رقم: ۶۲۹۳ ۔ شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ہی مراد ہوگا کیونکہ ان میں اثم تو ہے ہی نہیں جس کا عدم مراد ہو اور یہ نہ فرمایا جائے کہ صورت مسئولہ میں تو عمداً طلاق دی گئی ہے تو پھر اس حدیث کے ساتھ تمسک چہ معنی دارد کیونکہ عرض کیا جائے گا کہ خطأ دو طرح کی ہوتی ہے ایک خطا نفس فعل میں دوسری خطا ظن فاعل میں جیسے شکار گمان کر کے آدمی کو تیر مار دیا تو صورۃ مسئولہ میں گو نفس فعل یعنی طلاق دینے میں خطا نہیں ہے؛ لیکن ظن فاعل میں خطا ہے تفصیل اس کی یوں ہے کہ جیسے کہ مثال مذکور میں آدمی کو شکار گمان کر کے تیر مارا ورنہ ہرگز نہ مارتا اسی طرح صورت مسئولہ میں طلاق کو رجعت سے باطل ہو جانے والی گمان کر کے دی ورنہ ہرگز نہ دیتا تو اگر وہ قتل خطأ ہے تو یہ طلاق بھی خطأ ہے اور وہ نہیں تو یہ بھی نہیں۔

اور دوم یہ کہ مولوی عبدالحئ صاحب لکھنوی مرحوم نے عمدۃ الرعایہ جلد ثانی مطبوعہ علوی کے ص ۴۷ حاشیہ بحوالہ خطا دو طرح کی ہوتی ہے الخ اور اگر یہ خطا قتل کے ساتھ خاص فرمائی جائے اور خطا فی الطلاق اور طرح کی بتائی جائے تو قتل میں اس طرح کی اور طلاق میں اس طرح خطا ہونے کی دلیل بھی سنائی جائے تاکہ قائل یوں نہ کہے کہ اس کا عکس کیوں نہیں جائز ہے ۱۲ فتح ونہر میں ایک عبارت لکھی ہے اُس میں قضاء دیانۃً وقوع طلاق میں تین چیزوں کو ضروری بتایا ہے:

(۱) قصد اضافت لفظ طلاق الی الزوجہ۔ (۲) علم بمعنی طلاق۔ (۳) عدم صرف طلاق الی ما یحتملہ۔

پھر آگے چل کر فرمایا:

أو لقنه الطلاق فتكلم به غير عالم بمعناه لا يقع لا قضاء و لا ديانة. اه (۱)

پس ان تینوں چیزوں میں علم بالمعنی کو بھی بتایا اور اس جزیہ میں بوجہ اُس کے عدم کے حکم عدم وقوع فرمانا دلیل قوی ہے اس پر کہ طلاق میں جہل عذر ہے اور صورۃ مسئولہ میں جہل ہے فرق اتنا ہے کہ نفس طلاق میں نہیں ہے بلکہ اُس کے وصف اور حکم میں ہے مگر جبکہ نفس اور ذات طلاق میں جہل عذر ہے تو طلاق رجعی کا رجعت سے باطل نہ ہونا کہ ایک وصف اور حکم ہے اس میں بطریق اولیٰ عذر ہوگا پس عمرو کی ان دونوں تقریروں کو ملاحظہ کر کے اگر قابل قبول ہوں تو اُن کی بنا پر ورنہ کوئی اور صورۃ بن سکتی ہو تو براہ مہربانی اُس کو بنا کر عدم وقوع طلقات مذکورہ کا حکم دیجئے ورنہ جو حکم ہو ظاہر کیجئے اور اس واقعہ کو عرصہ کئی سال کا ہو چکا ہے تو بر تقدیر حکم وقوع یہ بھی بتائیے کہ عدت کب سے شمار کی جائے گی؟ فقط

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانة إلى النية، مكتبه زكريا ديوبند ٤٦١/٤، كراچي ٢٥٠/٣۔ ←

الجواب: عمرو کی سب تقریر محض باطل ہے اور اُس کے ابطال میں کچھ لکھنا اشتغال بما لایعنی ہے کیونکہ زید کا یہ گمان جہل ہے نہ کہ خطا اس کو خطا سمجھنا عمرو کی خطا ہے اور جہل احکام شرع میں عذر نہیں ہے (۱) یہ بھی شرع کی طرف سے بڑی رعایت ہے کہ اس جہل کو مورث شبہ قرار دیکر دافع حد ٹھہرادیا فافہم طلقات ثلثہ واقع ہوگئیں اور عورت بدون حلالہ حلال نہیں ہوسکتی (۲) رہا عدت سو چونکہ یہ عورت موطوءہ بالشبہ ہے؛ اس لئے وقت فرقت سے ہوگی۔

← فتح القدير كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤۔

النهر الفائق كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبهزكريا ديوبند ٣٢٥/٢۔

(١) قال السيوطي: كل من جهل تحريم شيء ممايشترك فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل ...... كتحريم الزنا، والقتل، والسرقة، والخمر، والكلام في الصلاة، والأكل في الصوم. (الموسوعة الفقهية الكويتية، جهل ١٩٩/٦١)

(٢) قال الله تعالىٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ. (البقرة: ٢٣٠)

"فإن طلقها" متعلقا بقوله سبحانه "الطلاق مرتان" .... "فلاتحل له من بعد" أي من بعد ذالك التطليق "حتى تنكح زوجا غيره أي تتزوج زوجا غيره" ويجامعها. (روح المعاني سورة البقرة: مكتبه زكريا ديوبند ٢١٢/٢)

عن عائشةؓ أن رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم اتحل للأول؟ قال: لاحتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول. (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، النسخة الهندية ٧٩١/٢، رقم: ٥٠٦٢، دارالسلام رقم: ٥٢٦١)

عن عائشةؓ قالت: طلق رجل امرأته ثلاثا، فتزوجها رجل ثم طلقها قبل أن يدخل بها، فأراد زوجها الأول أن يتزوجها، فسئل النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال: لا حتى يذوق الآخر من عسيلتها كما ذاق الأول. (مسلم شريف، كتاب النكاح، باب لاتحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتى تنكح زوجا غيره ويطأها ثم يفارقها وتنقضي عدتها، النسخة الهندية ٤٦٣/١، دارالسلام رقم: ١٤٣٣)

وأما الطلقات الثلاث: فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضا حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: "فإن طلقها فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره" وسواء طلقها ثلاثا متفرقا أو جملة واحدة. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فى حكم الطلاق البائن، مكتبه زكريا ديوبند ٢٩٥/٣)

في الدرالمختار : كتاب الحدود و لا حد أيضا بشبهة الفعل إن ظن حله (إلیٰ قوله) و معتدة الثلث. (۱) وفيه أيضاً باب العدة وعدة المنكوحة نكاحا فاسدا أوالموطوء ة بشبهة (إلیٰ قوله) الحيض للموت وغيره كفرقة أو متاركة (۲) اھ. مختصر واللہ اعلم.

۸/ ذی قعدہ ۲۱ھ (امداد ص ۵۵، ج۲)

حکم تطلیق مبہم

سوال (۱۲۴۸): قدیم ۲/۳۹۲- زید نے ایک نکاح کیا اُس کے بعد عمرو نے اپنی لڑکی سے زید کا دوسرا نکاح کر دیا پھر عمرو نے زید پر زور دیا کہ پہلی زوجہ کو طلاق دے زید نے نہیں مانا مگر عمرو زید پر بہت غالب ہے اور یہاں تک زور دیا کہ اگر تو اس کو طلاق نہ دے گا تو میں نہ ہوں گا یا تو نہ ہوگا عمرو کو یہ یقین ہوگیا کہ اگر میں اس کے سامنے لفظ طلاق نہ کہوں گا تو جان سلامت نہ رہے گی اور عمرو نے یہ بھی کہا کہ یا تو میری لڑکی کو طلاق دیدے یا اپنی دوسری زوجہ کو زید نے مجبور ہوکر یہ لفظ کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور دل میں کسی بیوی کا ارادہ نہیں کیا اس صورت میں کون سی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا کسی پر نہیں ہوئی؟

---

(۱) الدر المختار كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد، والذي لايوجبه، مطلب في بيان شبهةالفعل، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٢٩- ٣٠، كراچي ٤/٢١-٢٢-

لا حد بشبهة المحل .... وبشبهة في الفعل إن ظن حله كمعتدة الثلاث. (البحرالرائق، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحدوالذي لايوجبه ، مكتبه زكريا ديوبند ٥/١٩-٢١، كوئٹه ٥/١١)

الشبهة دارئة للحد وهي نوعان شبهة في الفعل وهي ظن غير الدليل دليلا فلايحد فيها إن ظن الحل .... كوطء معتدته من ثلاث. (ملتقي الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحدوالذي لايوجبه، دارالكتب العلمية ٢/٣٤٤)

(۲) الدر المختار على ردالمحتار كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/١٩٧-١٩٩، كراچي ٣/٥١٦-٥١٨-

والوطء بالشبهة الموجبة لعدة أخرى على أنواع منها: إذدخل بها في العدة، وقد طلقها ثلاثا، وقال: ظننت أنها تحل لي. (الفتاوى التاتار خانية كتاب، الفصل الثامن والعشرون في العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٢٣٩، رقم: ٧٧٥٣) ←

الجواب : في الدرالمختار: أوّل باب الصريح، قيد بخطابها لأنه لوقال: إن خرجت يقع الطلاق أو لا تخرجي الابإذني فإني حلفت بالطلاق فخرجت لم يقع لتركه الإضافة إليها. وفي رد المحتار: تحت القول المذكور ولايلزم كون الإضافة صريحة في كلامه لما في البحر. لو قال: طالق فقيل له من عنيت فقال امرأتي طلقت. (۱)

وفي الدرالمختار: قبيل باب الكنايات، قال: امرأتي طالق ولم يسم (إلیٰ قوله) ولو كان له امرأتان كلتا هما معروفة صرفه إلى أيهما شاء خانية ولم يحک خلافا(۲) وفي رد المحتار: قبيل باب الصريح : تحت قول الدرالمختار: مخطئا بان أراد التكلم بغير الطلاق مانصه وفي فتح القدير عن الحاوی معز يا إلى الجامع الأصغر أن أسدا سئل عمن أرادا أن يقول زينب طالق فجرى علیٰ لسانه عمرة على أيهما يقع الطلاق؟ فقال في القضاء تطلق التی سمی و فيما بينه و بين اللّٰه تعالیٰ لا تطلق واحدة منهما اما التی سمی فلانة لم يرد ها واما غير ها فلأنها لو طلقت طلقت بمجرد النية. اھ (۳)

← **إذا وطئت المعتده بشبهة فعليها عدة أخري.** (هداية كتاب الطلاق باب العدة، مكتبه اشرفية ديوبند ۴۲۵/۲)

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۴۵۸/۴، كراچي ۲۴۸/۳۔

البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۴۴۲/۳، كوئٹه ۲۵۳/۳۔

خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۴۶۵/۱، جديد ۲۸۲/۱۔

(۲) الدر المختار على ردالمختار، كتاب الطلاق، باب طلاق غيرالمدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ۵۲۱/۴، كراچي ۲۹۲/۳-۲۹۳۔

ولوقال امرأته طالق وله إمرأتان كلتاها معروفتان كان له أن يصرف الطلاق إلى أيتهما شاء. (هندية كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبندقديم ۳۵۸/۱، جديد ۴۲۵/۱)۔

خانيةعلى هامش الهندية ، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا قديم ۴۵۳/۱، جديد ۲۷۲/۱

الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في الإيقاع بطريق الإضمار، مكتبه زكريا ديوبند ۴۲۱/۴، رقم: ۶۵۷۹۔

(۳) ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج ، مكتبه زكريا ديوبند ۴۴۸/۴ - ۴۴۹، كراچي ۲۳۱/۳۔ ←

روایات مرقومہ سے مستفاد ہوا کہ چونکہ زید کا یہ کہنا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا عمرو کے جواب میں ہے اورعمرو کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ایک منکوحہ کو چھوڑ دے تو اس وجہ سے زید کا یہ قول بجائے اس کے ہے کہ یوں کہتا میں نے ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا اور وقوع فی الجواب قرینہ اضافت صریحہ کا ہے جیسا روایت اولیٰ اور ثانیہ سے معلوم ہوتا ہے اور اس کہنے کا کہ ایک کو چھوڑ دیا حکم یہ ہے کہ جس کو اب تعیین کر دے اُسی کو طلاق ہوجاتی ہے جیسا روایت ثالثہ سے مستفاد ہے پس زید کو اختیار ہے چاہے دختر عمرو کا نام لے دے خواہ منکوحہ سابقہ کو وہی مطلقہ ہو جائے گی یہ حکم تو قضاء کا ہے لیکن دیانۃً چونکہ زید نے نہ کسی کا نام لیا نہ کسی کی طرف اشارہ کیا نہ دل میں کسی کی طرف خیال کیا اس لئے طلاق واقع نہ ہوگی جیسا روایت رابعہ سے ثابت ہے اور طلاق قضاءً جو واقع ہوگی اگر دونوں زوجہ مدخول بہا ہیں تو رجعی واقع ہوگی (۱) جس میں عدت کے اندر رجعت درست ہے پس زید کے لئے مناسب یہ ہے کہ عدت کے اندر دونوں زوجہ سے ہم بستر ہو جائے یا زبان سے کہہ لے کہ میں نے رجوع کیا (۲) تا کہ وقوع قضاء کا اثر بھی نہ رہے اور اگر رجعت نہ کی تو قضاءً وقوع کا حکم بتفصیل مذکور ہوگا اور دیانۃً دونوں کا نکاح بحالہ قائم ہے۔ واللہ اعلم

۱۸/محرم ۲۲ھ (امداد ص ۵۸، ج ۲)

← فتح القدير، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥-

وفي الجامع الصغير: سألت أسدًا عمن أراد بأن يقول "زينب طالق" فجرى على لسانه "عمرة" أما في الطلاق ففي القضاء تطلق التي سمي وفيما بينه وبين الله تعالىٰ لاتطلق واحدة منهما. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث: من يقع طلاقه ومن لايقع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٩٧، رقم: ٦٥١٥)

(۱) **الصريح نوعان: صريح رجعي ...... فالصريح الرجعي أن يكون الطلاق بعد الدخول.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٤٦، کوئٹه ٣/٢٥٦)

مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، دارالكتب العلمية ٢/١٣-

(۲) **إذا طلق الرجل إمرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها.** (هداية، كتب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه أشرفية ديوبند ٢/٣٩٤)

هندية كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٤٧٠، جديد زكريا ١/٥٣٣- ←

ازواج متعددہ کی صورت میں ایک غیر معین کو طلاق دینے کی صورت میں زوج کو خیار تعین حاصل ہونے پر شبہ کا جواب

سوال (۱۲۴۹): قدیم ۲/۳۹۳- درمختار سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق دے اور اُس کے تین چار عورتیں ہوں تو اُس شخص کو خیار تعیین ہے جس عورت کی طرف چاہے پھیر لے چنانچہ وہ عبارت یہ ہے:

لو قال: امرأتي طالق وله امراتان أو ثلاث تطلق واحدة منهن وله خيار التعيين. (۱)

اور شامی سے ظاہر ہوتا ہے کہ امرأتی طالق کی صورت میں ایک پر طلاق ہوگی اور خیار تعیین بھی طلاق دہندہ کو ہوگا (۲) اور اگر امرأتی طالق ثلثاً کہے تو طلاق منقسم ہوجائے گی اگر عورتیں متعدد ہیں (۳) پس سوال یہ ہے کہ اس جگہ لفظ اشتراک بینھن یا اشترکتھن موجود نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے بلا اختیار طلاق ہر واحدہ پر منقسم ہوجاوے پس کیا وجہ ہے کہ صورت اولیٰ میں منقسم نہیں ہوتا ہے اور صورت ثانیہ میں منقسم ہوجاتا ہے حالانکہ دونوں جگہ لفظ امرأتی مقتضی عموم بدلی مانع عموم استغراقی ہے؟ بینوا توجروا

← **الرجعة: أن يقول: راجعتک...... أويطأها.** (هداية كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/۳۹۵)

كما تثبت الرجعة بالقول تثبت بالفعل وهو الوطء. (هندية كتاب الطلاق،الباب السادس في الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۴۶۹، جديد ۱/۵۳۲) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) الدر المختار على ردالمحتار، كتاب الطلاق باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۵۱۷، كراچي ۳/۲۹۰۔

(۲) **والحاصل أنه لاخلاف في إمرأته طالق أن له أن يصرفه إلى أيتهما شاء.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق باب طلاق غير المدخول بها،مطلب في ما قال: امرأته طالق وله إمرأتان أو أكثر تطلق واحدة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۵۱۹، كراچي ۳/۲۹۱)

(۳) **لو كان لرجل ثلاث نساء فقال: إمرأتي ثلاث تطليقات يقع ثلاث لكل واحدة.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق باب طلاق غير المدخول بها،مطلب في ما قال: إمرأته طالق وله إمرأتان أو أكثر تطلق واحدة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۵۲، كراچي ۳/۲۹۲)

الجواب: لفظ طالق اگر عدد کے ساتھ ہو تو اس کا مدلول طلاق متعدد ہے اور اگر مقرون با لعدد نہ ہو تو اُس کا مدلول واحد ہے(۱) دوسرا امر یہ ہے کہ اصل طالق میں بوجہ ابغض المباحات (۲) ہونے کے وقوع اقل ہے یا اس وجہ سے اصل وقوع اقل ہے کہ اس سے ارتفاع ملک سابق متیقن کا لازم آتا ہے پس دلیل محتمل سے حسب قاعدہ ''الیقین لایزول بالشک (۳)'' ملک متیقن کو مرتفع نہ کہا جاوے گا پس صورت اولیٰ میں چونکہ طلاق مقرون بالعدد نہیں ہے ایک ہی واقع ہوگی اور ظاہر ہے کہ ایک طلاق کا وقوع ایک ہی محل پر ممکن ہے اور جب محل متعین نہیں ہے تو اس موقع سے اس کی تعیین کرائی جاوے گی اور صورت ثانیہ میں چونکہ مقرون بالعدد ہے تین طلاق ہوں گی اب آگے دو احتمال ہیں یا تو سب ایک ہی محل پر ہوں اور یا منقسم ہوں مگر امر ثانی کی وجہ سے احتمال ثانی کو ترجیح ہوگی اور رہا یہ شبہ کہ امرأۃ عموم استغراقی کے لئے نہیں ہے بدیں وجہ مدفوع ہے کہ عموم استغراقی کے لئے گو نصاً نہیں ہے لیکن بوجہ اس کے کہ مفہوماً کلی ہے محتمل ہے اُسی کو اور یہاں احتمال کافی ہے اور قرینہ ثلاثًا سے بانضمام تقریر مذکور اس احتمال کو ترجیح ہوگی۔

۸/ ۲۸/ ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ ص، ۱۱۰)

صحت وقوع طلقات ثلاثہ دفعۃً

سوال (۱۲۵۰): قدیم ۲/ ۳۹۴- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اپنی زوجہ کو ایک جلسہ میں تین طلاق دیدے اور رکھ لے تو کیا رکھ سکتا ہے یا نہیں اور اکثر فقہاء کس طرف گئے ہیں آپ اس کا جواب قرآن واحادیث وفقہ سے دیویں اور خدائے بزرگ سے نعمتِ دارین حاصل کریں۔

---

(۱) **متى قرن الطلاق بالعدد كان الوقوع بالعدد.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق باب طلاق غيرالمدخول بها،مطلب: الطلاق يقع بعدد قرن به لابه، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥١٣، كراچي ٣/ ٢٨٧)

(۲) **عن ابن عمر ؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أبغض الحلال إلى الله عزوجل الطلاق.** (سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب كراهية الطلاق، النسخة الهندية ١/ ٢٩٦، دارالسلام، رقم: ٢١٧٨)

(۳) الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد، القاعدة الثالثة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ص: ١٠٠، جديد زكريا ١/ ١٨٣- **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

الجواب: في التفسير المظهري (۱): تحت قوله تعالیٰ: الطلاق مرتان لكنهم أجمعوا علىٰ أنه من قال لامرأته أنت طالق ثلثا يقع ثلثا بالإجماع وقالت الإمامية إن طلق ثلثا دفعةً واحدة لا يقع أصلا . وقال بعض الحنابلة: يقع طلقة واحدة ومن الناس من قال إن في قوله أنت طالق ثلثا يقع في المدخول بها ثلثا وفي غير المدخول بها واحدة والحجة لنا السنة والإجماع أما السنة فحديث ابن عمرؓ أنه طلق امرأة وهي حائض إلىٰ ان قال فقلت يا رسول الله أرأيت لو طلقها ثلثا أكان يحل لي أن أراجعها قال لا كانت تبين منك وكانت معصية رواه دار قطني وابن أبي شيبة في مصنفه. (۲)

عن الحسنؒ قال: حدثنا ابن عمر قد صرح بسماعه و حديث عنه وحديث ابن عباس فيه دلالة على أن الحديث منسوخ فإن إمضاء عمر الثلث بمحضر من الصحابة و تقرر الأمر علىٰ ذٰلک يدل علىٰ ثبوت الناسخ عندهم وإن كان قد خفي ذلک قبله في خلافة أبي بكر ثم نقل المفسرؒ فتوى ابن عباس عن أبي داؤد والطحاوی ومالک وفتویٰ ابن مسعود عن المؤطا وعبدالرزاق وفتویٰ علي عن أبي هريرةؓ مع ابن عباس عن أبي داؤد ومالک و فتویٰ ابن عمر عن مالک و فتویٰ علي عن وكيع و فتویٰ عثمان عن وكيع و رواية طلاق أبي عبادة الصامت امرأته ألف تطليقة وقوله عليه السلام بانت منک في معصية الله عن عبدالرزاق وفتویٰ أنس عن الطحاوی وفتویٰ عمر في البكر عن الطحاوی وأُوِّلَ حديث ابن عباس بان قول الرجل كان واحدة في الزمن الاوّل لقصد هم التاكيد وفي ذلک الزمان ثم صاروا يقصدون التجديد و حديث ركانة قال طلقها ثلثا في مجلس واحد قال إنما تلک طلقة واحدة فمنكر والأصح ما رواه أبوداؤد والترمذی وابن ماجة أن ركانة طلق زوجته البتة فحلفه رسول الله ﷺ أنه ما أراد إلاواحدة فردها إليه. اھ (۳)

---

(۱) تفسير مظهري سورة بقرة، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۳۰۰- ۳۰۳۔

(۲) سنن الدرقطني كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية ٤ /۲۰، رقم: ۳۹۲۹۔

عن نافع قال: قال ابن عمر: من طلق إمرأته ثلاثافقد عصى ربه، وبانت منه إمرأته، (مصنف ابن أبي شيبة ، كتاب الطلاق، باب من كره أن يطلق الرجل إمرأته ثلاثا في مقعد واحد، وأجاز ذلك عليه ۹۰/ ۵۲۰، رقم: ۱۸۰۹۱)

(۳) عن عبد الله بن على بن يزيد بن ركانة عن أبيه عن جده أنه طلق إمرأته البته، ←

مختصراًان احادیث سے اور نیز نقل مذاہب سے معلوم ہوگیا کہ جمہور فقہاء کا مذہب وقوع ثلث بدلیل ان حدیثوں کے ہے۔(۱) واللہ اعلم

۱۰/ ربیع الثانی ۲۲ھ (امداد ص ۵۹، ج ۲)

سوال (۱۲۵۱): قدیم ۲/۳۹۴ - جامع کمالات صوری ومعنوی حکیم الامت جناب مولانا اشرف علی تھانوی صاحب دامت برکاتھم۔ بعد تحیہ مسنونہ عرض ایں کہ ایک استفتاء معہ جواب ارسال خدمت اقدس ہے حضور والا بہ نفس مہربانی فرما کر ملاحظہ کریں اگر مجیب کا جواب صحیح ہے تو دستخط فرمادیا جائے ورنہ اختصار کے ساتھ تردید کردی جاوے جہاں تک ممکن ہو جواب باصواب سے جلد مطلع فرماویں نوازش ہوگی جواب کا سخت انتظار ہے۔ والسلام

(استفتاء) جس کا ذکر خط بالا میں ہے۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بی بی ناہیدہ سے چند روز قبل سے ناخوش و ناراض رہا کرتا تھا کل اتفاق یہ ہوا کہ زید جس وقت حویلی میں گیا تو ناہیدہ کو واہیات خرافات بولتے پایا اس نے منع کیا نہ ماننے پر بات بڑھ گئی اور زید نے دو جوتے ناہیدہ کو مارے جس پر ناہیدہ نے زید کو ماں بہن کی گالی دی زید نے بحالت غضب ناہیدہ کو کہا کہ ہم نے تم کو طلاق دیا طلاق دیا طلاق دیا اب سوال یہ ہے کہ طلاق بائن ہوگئی یا نہیں اور از روئے شرع شریف کوئی صورت پھر اپنے زوجیت میں لانے کی ہے یا نہیں؟

← **فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ما أردت قال واحدة، قال آالله؟ قال آالله! قال هو على ما أردت.** (أبوداؤد شريف، كتاب الطلاق، باب في البتة، النسخة الهندية ۱/۳۰۰، دارالسلام رقم: ۲۲۰۸)

ترمذي شريف، كتاب الطلاق، باب ما جاء في الرجل طلق امرأته البتة، النسخة الهندية ۱/۲۲۲، دارالسلام رقم: ۱۱۷۷۔

ابن ماجة شريف، كتاب الطلاق، باب طلاق البتة ص:۱۴۸، دارالسلام رقم: ۲۰۵۱۔

(۱) **عن سهل بن سعد في هذا الخبر قال فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأنفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم.** (أبوداؤد شريف، كتاب الطلاق، باب اللعان، النسخة الهندية ۱/۳۰۶، دارالسلام، رقم: ۲۲۵۰)

بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، النسخة الهندية ۲/۷۹۱، رقم ۵۰۶۰، ف: ۵۲۵۹۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(**جواب همراه خط**) صورت مسئولہ میں اگر زید کا غصہ اس درجہ تھا کہ زید کے ہوش وحواس درست نہ تھے یا غصہ کی وجہ سے کسی امر کا صحیح ارادہ نہ کرسکتا ہو بلکہ بیخودی میں ایسے کام اس سے سرزد ہوئے ہوں جن پر غصہ دور ہونے کے بعد سخت نادم ہونا پڑے تو ان دونوں صورتوں میں طلاق ہی نہ واقع ہوگی۔(۱) ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۱۲۴۔

قالت: عائشةؓ سمعت رسول الله ﷺ لا طلاق و عتاق في غلاق قال أبوادود الغلاق أظنه في الغضب (۲) وقال ابن القيم في زاد المعاد ص ۲۰۴ والغضب علیٰ ثلثة أقسام أحدها ما يزيل العقل و لا يشعر صاحبه بما قال وهذا لا يقع طلاقه بلا نزاع الثانی مايكون في مباديهم بحيث لا يمنع في تصور ما يقول و قصده وهذا يقع طلاقه الثالث أن يستحكم ويشد ولا يزيل عقله بالكلية ولكن يحول بينه وبين نيته بحيث يندم علیٰ ما فرط منه إذا زال فهذا محل نظر و عدم الوقوع في هذا الحالة قوى موجه.(۳)

ورنہ اگر ان دوصورتوں کے علاوہ تیسری صورت ہو تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی زید عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے مسلم شریف جلد ا۔

ان ابالصهباء قال لابن عباس أتعلم إنما كانت الثلث تجعل واحدة علیٰ عهد النبي ﷺ وأبي بكر وثلاثا من إمارة عمر فقال ابن عباس (۴) قال طلق ركانة بن عبد يزيد امرأته ثلاثا في مجلس واحد فحزن عليها حزنا شديداً قال فسأله رسول الله ﷺ

---

(۱) یہ جواب سائل نے مرتب کر کے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا ہے، اور حضرتؒ نے اپنے جواب میں اس پر تردید فرمائی ہے اور ائمہ اربع کے قول کو ترجیح دی ہے اور آگے طلاق غضبان کا ایک عنوان بھی آرہا ہے اور اس کے حاشیہ میں جمہور کے قول کی ترجیح کے دلائل بھی ہیں، ملاحظہ ہو، سوال ۱۲۵۴/ا اور اس کا حاشیہ نیز ایک مجلس کی تین طلاق کے مسئلہ کو بھی حضرتؒ نے کافی تفصیل سے تحریر فرمایا ہے اور حدیث رکانہ کو بھی اچھی طرح واضح فرمایا ہے۔

(۲) أبو داؤد شريف، كتاب الطلاق، باب في الطلاق على غيظ، النسخة الهندية ۲۹۸/۱۔

(۳) زادالمعاد في طلاق الهازل وزائل العقل ۲۱۵/۵۔

(۴) مسلم شريف، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، النسخة الهندية ۴۷۸/۱، بيت الأفكار، رقم: ۱۴۷۲۔

كيف طلقتها قال طلقتها ثلاثا قال فقال في مجلس واحد قال نعم قال فإنما تملك واحدة فارجعها إن شئت قال فراجعها قال ابن القيم في أعلام الموقعين وقد صحح الإمام هذا الإسناد وحسنه قال الحافظ في فتح البارى الحديث اخرجه أحمد و أبو يعلى و صححه عن طريق محمد ابن إسحاق و هذا الحديث نص في المسئلة لا يقبل التأويل الذي في غيره من الروايات. (۱)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کہا رکانہ نے اپنی بی بی کو تین طلاقیں دیں کہا راوی نے رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ تو نے کس طرح طلاق دی ہے رکانہ نے کہا میں نے اس کو تین طلاقیں دی ہیں راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پھر پوچھا کیا ایک ہی مجلس میں انھوں نے کہا کہ ہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ایک ہی طلاق کا مالک ہے اگر تو چاہے تو اپنی بی بی سے رجعت کرلے کہا رکانہ نے اپنی بی بی سے رجعت کرلی علاوہ ازیں زید کے کلمات طلاق کو تاکید پر محمول کرنا قواعد شرع کے زیادہ موافق وانسب ہے چونکہ طلاق ابغض المباحات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خط بالا اور فتویٰ بالا کا جواب حسب ذیل دیا گیا

السلام علیکم: تین طلاق کا ایک ہونا جمہور کے مذہب کے خلاف ہے (۲) اور جن دلائل سے اس پر استدلال کیا گیا ہے جمہور نے سب کا جواب دیا ہے اور دلائل کی قوت وضعف کو تو علماء سمجھ سکتے ہیں مگر عوام کے لئے تو ایک سہل طریق یہ ہے کہ اگر یہ شخص طلاق دینے والا مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کا مقلد ہے تو نفسانی شہوانی یا اور کسی دنیوی مصلحت سے اپنے امام کی مخالفت کرنا جس کے قول کو دین اور راجح سمجھتا ہے دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہے اور مذاہب اربعہ وقوع ثلاث پر متفق ہیں۔

---

(۱) فتح الباري، كتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث، دار الريان للتراث ۹/۲۷۵، مكتبه أشرفية ديوبند ۹/۴۵۳-۴۵۴۔

عون المعبود، كتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، مكتبه أشرفية ديوبند ۶/۱۹۹-۲۰۰۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) عن سهل بن سعد في هذا الخبر قال فطلقها ثلاث تطليقات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأنفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم. (أبو داؤد شريف، كتاب الطلاق، باب اللعان، النسخة الهندية ۱/۳۰۶، دارالسلام، رقم: ۲۲۵۰) ←

نقله النووي عن الشافعي ومالک وأبي حنيفة وأحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف. (۱)

اور اگر وہ کسی مذہب کا مقلد نہیں ہے تو مشتبہ میں احتیاط پر عمل کرنا خود حدیث میں مامور بہ ہے۔

کما روی مسلم أمره صلی اللہ علیہ وسلم لسودة بالاحتجاب ممن حکم ثبوت نسبه من زمعة. (۲)

اور اس میں فتویٰ کے اخیر مضمون کا جواب بھی ہوگیا کہ تاکید پر محمول کرنا قواعد شرع کے زیادہ موافق ہے حیرت ہے مشتبہ پر اقدام اقرب الی الشرع ہے یا اس سے احجام اور ابغض المباحات ہونا تو اس کو مقتضی ہے کہ طلاق دینے والا طلاق نہ دے نہ یہ کہ طلاق واقع کرنے کے بعد اُس کو واقع نہ کہا جاوے بلکہ تامل کے بعد تو معلوم ہوتا ہے کہ ابغض مباحات ہونا اس کو مقتضی ہے کہ زجراً وقوع کا حکم دیا جاوے تاکہ آئندہ اس ابغض کا ارتکاب نہ کریں ورنہ اگر ایسی گنجائشیں دی جاویں گی تو ایقاع پر زیادہ بے باک ہوجاویں گے کہ ایقاع سے کچھ ضرر تو ہوتا ہی نہیں خوب آزادی سے واقع کرتے رہو۔ منصف کے لئے تو اتنا کافی ہے باقی دلائل کا جواب سو ابن القیمؒ نے اس باب میں بہت دلائل جمع کئے ہیں اور یہاں مدرسہ میں اُس کا مفصل جواب لکھا گیا ہے جو شائع ہونے والا ہے اگر کسی کا دل چاہے یہاں آکر ملاحظہ فرمالیں مگر اس مقام پر بہت مختصر کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔

← بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث النسخة الهندية ۲/۷۹۱، رقم: ۵۰۶۰، ف: ۵۲۵۹۔

وقال حسن لو لا أني سمعت أبي يحدث عن جدي النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال من طلق إمرأته ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره لراجعتها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصداق، باب المتعة ۱۱/۵۲، رقم: ۱۴۸۵۵، ۱۱/۲۲۱، رقم: ۱۵۳۴۷)

(۱) شرح النووي على المسلم كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، النسخة الهندية ۱/۴۷۸۔

(۲) عن عائشةؓ أنها قالت اختصم سعد بن أبي وقاص وعبد بن زمعة في غلام فقال سعد هذا يارسول الله صلى الله عليه وسلم ابن أخي عتبة بن أبي وقاص عهد إلى أنه ابنه أنظر إلى شبهه، وقال عبد بن زمعة هذا أخي يارسول الله صلى الله عليه وسلم ولد على فراش أبي من وليدته فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى شبهه فرأي شبها بينا بعتبة فقال هو لک يا عبد، الولد للفراش وللعاهر الحجر، واحتجبي منه يا سودة بنت زمعة قالت فلم يرسودة قط. (مسلم شريف كتاب الرضاع، باب الولد للفراش وتوقي الشبهات، النسخة الهندية ۱/۴۷۰، بيت الأفكار، رقم: ۱۴۵۷۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) غصہ میں جو تفصیل لکھی گئی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں لکھی اگر ابوداؤد کی حدیث کو دلیل سمجھا جاوے تو اول تو اس میں لفظ اغلاق ہے لفظ غضب نہیں اور اس کی تفسیر میں کئی وجوہ محتمل ہیں ایک غضب جس پر مفسر کو بھی وثوق نہیں خود اظنہ کہہ رہے ہیں تو کیا تفسیر مظنون دوسرے پر حجت ہوجاوے گی بعض نے اکراہ کیساتھ تفسیر کی ہے جیسا مجمع البحار و قاموس میں نقل کیا ہے (۱) بلکہ یہ تفسیر بہ نسبت غضب کے اقرب ہے کیونکہ عتاق غضب میں کم واقع ہوتا ہے اور اکراہ میں دونوں واقع کئے جاتے ہیں گو وقوع فی الاکراہ بھی مختلف فیہ ہے اور بعض محدثین فقہاء سے میں نے یہ تفسیر سُنی ہے کہ کلام مغلق مراد ہے یعنی تکلم کے وقت الفاظ مفہوم نہ ہوئے ہوں جیسا منہ میں کوئی چیز بھری ہو یا کسی نے منہ پر زور سے ہاتھ رکھ لیا ہو قاموس میں بھی اس کی تائید ہے **کلام غلق ککتف مشکل** چونکہ اس صورۃ میں الفاظ ادا نہ ہوں گے اور طلاق کا تعلق الفاظ سے ہے محض قصد سے نہیں لہذا واقع نہ ہوگا جیسا ابوداؤد نے باب فی الوسوسۃ بالطلاق میں ایک حدیث اسی مضمون کی نقل کی ہے (۲) اور بعض نے اس کو نہی پر محمول کیا ہے مجمع البحار میں ہے: **أو معناه لا يغلق الطلقات دفعة واحدة حتىٰ لا يبقى فيها شيء؛ ولكن تطلق طلاق السنة.** (۳) تو اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے کسی خاص تفسیر پر استدلال کا مبنی کرنا کیسے صحیح ہوگا ’’**إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** (۴)‘‘

دوسرے غضب کی تفسیر مان لینے پر ابن القیمؒ کی تفصیل کی کیا دلیل ہے ظاہر ہے کہ حدیث تو مطلق ہے

---

(۱) **لا طلاق ولا عتاق في إغلاق، أي: في إكراه.** (مجمع بحار الأنوار، مكتبه دار الإيمان ٤/٥٩)

(۲) **عن أبي هريرةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله تجاوز لأمتي عما لم يتكلم به أو تعمل به وبما حدثت به أنفسها.** (أبوداؤد شريف كتاب الطلاق، باب في الوسوسة بالطلاق، النسخة الهندية ١/٣٠١، دارالسلام رقم: ٢٢٠٩)

(۳) مجمع بحار الأنوار، مكتبه دار الإيمان ٤/٥٩ـ

(۴) **والصواب أنه يعم الإكراه والغضب والجنون وكل أمر انغلق على صاحبه علمه وقصده، مأخوذ من غلق الباب، وإذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال.** (اعلاء السنن كتاب الطلاق، باب عدم صحة طلاق الصبي والمجنون والمعتوه الخ، دارالكتب العلمية ١١/٢٠٨، كراچي ١١/١٨٦-١٨٧) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اس میں کوئی قید لگانا کسی دوسری دلیل کلی یا جزئی سے ہوگا کیونکہ خود ابن القیمؒ کا قول تو حجت نہیں ہے سو جیسے دوسرے دلائل سے اس حدیث کا مأول کرنا جائز ہے اسی طرح دوسرے دلائل سے ابن عباس اور رکانہ کی حدیث کا مأول کرنا جائز ہے اور اگر ان حدیثوں میں تاویل جائز نہیں تو حدیث غضب میں بھی تاویل جائز نہیں بلکہ غضب کے تینوں درجوں میں وقوع طلاق کا حکم کرنا چاہئے اب صرف ابن عباس ورکانہ کی حدیث میں کلام باقی رہا سو دونوں استدلال کا جواب کافی نووی کے کلام میں موجود ہے جس کو ملخصاً نقل کرتا ہوں وہاں کسی عالم سے خواہ مجیب صاحب سے ترجمہ کرالیجئے۔

واحتجو (أي الجمهور) أيضاً بحديث ركانة أنه طلق امرأته البتة فقال له النبي ﷺ آللّٰه ما أردت إلا واحدة قال آللّٰه ما أردت إلا واحدة فهذا دليل على أنه لو أراد الثلاث لوقع وإلا فلم يكن لتحليفه معنىً وأما الرواية التي رواها المخالفون أن ركانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين و إنما الصحيح منها ما قدمناه أنه طلقها البتة ولفظ البتة محتمل للواحدة والثلاث ولعل صاحب هٰذا الرواية الضعيفة اعتقد أن لفظ البتة يقتضي الثلاث فرواه بالمعنى الذي فهمه وغلط في ذلك (إلیٰ قوله) و أما حديث ابن عباس فاختلف العلماء في جوابه و تأويله فالأصح أن معناه أنه كان في الأمر الأول إذا قال لها: أنت طالق، أنت طالق، ولم ينو تاكيداً ولا استينافا يحكم بوقوع طلقة لقلة إرادتهم الاستيناف بذلك فحمل على الغالب الذى هو إرادة التاكيد فلما كان في زمن عمرؓ و كثر استعمال الناس بهذه الصيغة و غلب منهم إرادة الاستيناف بها حملت عند الإطلاق على الثلاث عملاً بالغالب السابق إلى الفهم منها في ذلك العصر. اه (۱)

اور رکانہ کی حدیث کے متعلق نووی کی تحقیق مذکور کی تائید خود ابوداؤد کی تصریح سے ہوتی ہے انھوں نے اول ابن عباس کی حدیث جو سوال میں مذکور ہے: بسند ابن جريج عن بعض بني أبي رافع عن عكرمة عن ابن عباس روایت کی ہے جس میں لفظ ثلاثاً ہے۔ (۲)

---

(۱) شرح النووي على مسلم شريف كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، النسخة الهندية ۱/۴۷۸۔

(۲) أخرج أبوداؤد عن بن جريج أخبرني بعض بني أبي رافع مولى النبي صلى الله عليه وسلم ←

پھر دو صفحہ کے بعد نافع بن عجیر بن عبد یزید بن رکانہ اور عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ کی سند سے نقل کی ہے جس میں لفظ البتۃ (۱) ہے اور نافع اور عبداللہ کی روایت کو ابن جریج کی روایت پر اس عبارت سے ترجیح دی ہے ایک عبارت ابن جریج کی روایت کے بعد ہے۔

وحديث نافع بن عجير وعبد اللّٰه بن على بن يزيد بن ركانة عن أبيه عن جده أن ركانة طلق امرأته (وفي نسخة البتة) فردها إليه النبي ﷺ أصح لأنهم ولد الرجل وأهله أعلم به الخ (۲)

اور ایک عبارت نافع وعبداللہ کی روایت کے بعد ہے۔

وهذا أصح من حديث ابن جريج أن ركانة طلق امرأته ثلثا لأنهم أهل بيته وهم أعلم به الخ (۳). قلت: معنى قوله فردها إليه يعنى بالنكاح لأنها مطلقة بتطليقة واحدة البتة (فتح أبوداؤد). (۴)

← **عن عكرمة مولى بن عباس عن بن عباس حديثا طويلا وفيه قالٌ راجع امرأتك أم ركانة وإخوته فقال إني طلقتها ثلاثا يارسول الله قال قد علمت راجعها الخ.** (أبوداؤد شريف، كتاب الطلاق باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، النسخة الهندية ۱/۲۹۸، دارالسلام رقم: ۲۱۹۶)

(۱) أخرج أبوداؤد عن نافع بن عجيربن يزيد بن ركانة أن ركانة بن عبديزيد طلق امرأته سهيمة البتة فأخبر النبي صلى الله عليه وسلم بذلك الخ.

وأخرج أيضا عن عبد الله بن على بن يزيد بن ركانة عن أبيه عن جده أنه طلق امرأته البتة ألخ. (أبوداؤد شريف، كتاب الطلاق، باب في البتة، النسخة الهندية ۱/۳۰۰، دارالسلام رقم: ۲۲۰۶-۲۲۰۸)

(۲) أبوداؤد شريف، كتاب الطلاق، باب في البتة، النسخة الهندية ۱/۳۰۰، دارالسلام رقم: ۲۲۰۶-۲۲۰۸۔

(۳) سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب في البتة، النسخة الهندية ۱/۳۰۱، دار السلام رقم:۲۲۰۸۔

حاشية أبوداؤد كتاب الطلاق، باب فسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، النسخة الهندية ۱/۳۰۱، دارالسلام رقم: ۲۲۰۸۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

اور ایک جواب ابن عباسؓ کی حدیث کا خود اسی حدیث کے دوسرے طریقے سے ہے۔

وهو ما في سنن أبي داؤد عن طاؤس أن رجلا يقال له أبو الصهباء كان كثير السؤال لابن عباسؓ قال أما علمت أن الرجل كان إذا طلق امرأته ثلثا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ وأبي بكر و صدراً من إمارة عمر قال ابن عباس بلىٰ كان الرجل إذا طلق امرأته ثلثا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ وأبي بكر و صدراً من إمارة عمر فلما رأي الناس قد تتابعوا فيها قال أجيزوهن عليهم .(۱)

اس میں غیر مدخول بہا کی قید ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم علی الا طلاق نہ تھا اور محمل اس کا یہ ہے کہ غیر مدخول بہا کو جب مفرقاً طلاق دی تو وہ اول ہی صیغہ سے نکاح سے نکل گئی اس لئے دوسری تیسری طلاق واقع نہ ہوگی اگر چہ استیناف ہی کی نیت ہو پھر لوگوں نے مدخول بہا کو اس پر قیاس کر کے اسی طرح طلاق دینا شروع کر دیا اور باوجود نیت استیناف کے اُس کو ایک قرار دینے لگے ہوں گے اس واسطے حضرت عمرؓ نے اصلی حکم کو ظاہر فرما کر اُس پر لوگوں کو مجبور فرمایا اور عون المعبود سے جور کانہ کی حدیث نقل کر کے کہا گیا ہے: **و هذا الحديث نص في المسئلة لا يقبل التأويل الذى في غيره من الدرايات (۲)** بعد تسلیم تصحیح یا تحسین کے (جس کی میں اس وقت تحقیق نہیں کر سکا) دعویٰ عدم قبول تاویل کا ظاہر البطلان ہے وہ تاویل (جو اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس سے سب روایات جمع ہو جاتی ہیں) یہ ہے کہ اُس وقت تعدّد میں عادت غالبہ تاکید کی ہوتی تھی اور تاکید کے لئے مجلس واحد شرط ہے تو مجلس واحد علامت تھی ارادۂ تاکید کی ہوتی تھی پس مقصود آپ کا سوال عن التاکید تھا پس جس کی یہ ایک تعبیر ہے خواہ یہ روایت باللفظ ہو خواہ بالمعنی چنانچہ دوسری روایت میں آپ کا یہ ارشاد **آللّٰه ما أردت إلا واحدة** اس کی صریح دلیل ہے اور اس سوال کا یہ بھی مقتضا ہے کہ طلاق مفرق پر محمول کیا جاوے کیونکہ صیغہ واحدہ میں تو مجلس کا تعدد ہو ہی نہیں سکتا جب صیغہ متفرق تھا تو حمل علی التاکید سے کوئی امر آبی نہیں یہ مختصر کلام تھا ابن عباس ورکانہ کی حدیث پر۔

---

(۱) أبو داؤد شريف كتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث النسخة الهندية ۱/۲۹۹، دارالسلام، رقم: ۲۱۹۹۔

(۲) عون المعبود، كتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، مكتبه أشرفية ديوبند ۶/۲۰۰۔

اب اس مذہب وقوع واحدہ علی الاطلاق پر عمل کرنے کو علماء نے ناجائز کہا ہے چنانچہ ابوداؤد کے حاشیہ پر عینیؒ سے نقل کیا گیا ہے:

وقالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف لأهل السنة وإنما تعلق به أهل البدع ومن لايلتفت إليه لشذوذه عن الجماعة. (۱)

اور فتح القدیر سے ابن الہمام کا قول نقل کیا گیا ہے:

لم ينقل عن أحد منهم أنه خالف عمرؓ حين أمضى الثلاث وهو يكفي في الإجماع. (۲)

اور ایک بڑی بات یہ ہے کہ اس مذہب پر عمل کرنے میں حضرت عمرؓ جن کی اقتداء حدیث صحیح میں مامور بہ ہے (۳) اور جمہور صحابہ اور ائمہ مجتہدین کی تضلیل لازم آتی ہے کیونکہ اُن کے اس قول کو عدم اطلاق حدیث پر محمول کرنا ممکن نہیں خود ان کا یہ قول اس سے آبی ہے جو مسلم میں مروی ہے:

فقال عمرؓ إن الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة فلو أمضينا عليهم فامضاه. (۴)

---

(۱) عمدة القاري، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، مكتبه زكريا ديو بند ۱۴/۲۳۶۔

(۲) حاشية أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، النسخة الهندية ۱/۲۹۹۔

(۳) عن عبد الرحمٰن بن عمر والسلمى أنه سمع العرباض بن سارية يقول وعظنا رسول الله صلى الله عليه وسلم موعظة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقلنا يا رسول الله إن هذه لموعظة مودع فما ذاتعهد إلينا قال قد تركتم على البيضاء ليلها كنهارها لايزيغ عنها بعدي إلاها لك من يعش منكم فسيري اختلافا كثيرا فعليكم بماعرفتم من سنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ وعليكم بالطاعة وإن عبدا حبشيا فإنما المؤمن كالجمل الأنف حيث ماقيد انقاد.

(ابن ماجه شريف، باب إتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، النسخة الهندية ۱/۵، دارالسلام، رقم: ۴۳)

(۴) مسلم شريف كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، النسخة الهندية ۱/۴۷۸، بيت الأفكار، رقم: ۱۴۷۲۔

اور جمہور کے مذہب پر کوئی محذور لازم نہیں آتا اور سب حدیثوں پر اپنی جگہ عمل رہتا ہے۔ (۱)

فاختر أي السبيلين شئت. فقط

۲۹/صفر ۱۳۵۱ھ (النور شوال ص ۱۰، ۱۳۵۱ھ)

---

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وہ روایت جس میں حضرت رکانہ کی طرف تین طلاق کو منسوب کیا گیا ہے، کئی وجہ سے مخدوش ہے، ہم پہلے اس حدیث کو نقل کر دیتے ہیں، اس کے بعد اس کی توجیہ پیش کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال: طلق ركانة امرأته ثلاثا في مجلس واحد فحزن عليها حزنا شديداً فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف طلقتها قال: طلقتها ثلاثا فقال في مجلس واحد قال: نعم قال فإنما تلك واحدة فأرجعها إن شئت فراجعها الحديث. (السنن الكبرىٰ للبيهقي جديد ١١/٢٢٧-٢٢٨، رقم: ١٥٣٦٣، قديم ٧/ ٣٣٩، فتح الباري ٩/ ٣٦٢)

اس میں ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک شمار کیا گیا ہے لہٰذا اس کی حقیقت پر غور کرنے کی ضرورت ہے، کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ روایت ہے؛ حالانکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے خود کا فتویٰ اس کے خلاف ہے اور ان کے فتویٰ میں صاف الفاظ کے ساتھ صراحت ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

اور اصول اور ضابطہ ہے کہ جب کسی صحابی کی روایت ان کے فتویٰ کے خلاف ہو تو روایت ناقابل اعتبار ہوتی ہے؛ لہٰذا روایت یا تو منسوخ ہوتی ہے، یا روایت میں ضروری کوئی گڑبڑی ہوتی ہے، ورنہ صحابی رسول پر بے دینی اور بدعملی کا الزام عائد ہوگا جو قطعاً غلط ہے، اور حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ ابوداؤد شریف میں ان کے پانچ ایسے شاگردوں سے مروی ہے، جن کو حفاظ حدیث کا مرتبہ حاصل ہے، یعنی حضرت امام مجاہد ین جبیر امام سعید بن جبیر، امام عطاء بن ابی رباح، امام مالک بن الحارث، امام عمرو بن دینار ان سب سے حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی شمار فرمایا کرتے تھے؛ لہٰذا ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی روایت جو حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہ غلط ہے، فتویٰ ملاحظہ فرمایئے!

قال أبو داؤد روي هذا حميد الأعرج وغيره عن مجاهد ابن عباسؓ ورواه شعبة عن عمروبن مُرَّة عن سعيد بن جبير عن ابن عباسؓ وأيوب وابن جريج جميعاً عن عكرمة بن خالد عن سعيد بن جبير عن ابن عباس، وابن جريج عن عبدالحميد بن رافع عن عطاء عن ابن عباس ورواه الأعمش عن مالك بن الحارث عن ابن عباس وابن جريج عن عمروبن دينار عن ابن عباسؓ كلهم قال في الطلاق الثلاث أنه أجازها قال وبانت منك الخ. (أبو داؤد شريف، النسخة الهندية ١/ ٢٩٩، رقم: ٢١٩٧) ←

عدد کے بھول جانے میں عادل کا قول حجت ہے یا تحریر؟

(۱) **سوال** (۱۲۵۳): قدیم ۲/۴۰۲ - اندریں کہ شخصے باندرون خانہ بود بوقت جنگ وجدال بازن خود مذاکرہ طلاق لفظ طلاق دادم راتکرار نمود ودر حالت غضب از خانہ بیرون شدہ گفت اکنوں طلاق دادم برو۔ پس شخص مذکور می گوید کہ باندروں خانہ لفظ طلاق دادم چند بار گفتم در یادم ہست اما دران وقت زنان دیگر حاضر بودند می گویند کہ سہ بار گفتہ پس ہرگاہ طالق گوید کہ مراد عدد یادہست شہادت زنان دریں وقت دریں باب معتبر خواہد شد یا نہ وآنکہ بیرون خانہ آمد وگفت چہ حکم دارد طلاق مستقل باشد یا خبر از اول خواہد شد اما شخص مذکور بسبب حشم خود ہیچ خیال نبود لیکن بعد ازاں بقول عالی کہ ایں خبر از طلاق اول باشد نہ طلاق مستقل می گوید کہ مرا خبر دادن طلاق اول مقصود بود بہر صورت چہ حکم دادہ آید؟ **بینوا بالدلیل بحیث یشفي العلیل و یروی الغلیل.**

الجواب (۲): في الدر المختار : باب الصریح، بحث اعتبار النیة وعدمه في الصریح

← نیز تین طلاق البتۃ کی روایت کو روایت کرنے والے سب حضرت رکانہؓ کے گھر کے افراد ہیں؛ اس لئے ان وجوہات کی بناء پر تین طلاق والی روایت غلط ہے اور طلاق البتۃ والی روایت جو ابوداؤد شریف وغیرہ صحاح کی کتابوں میں ہے وہی صحیح ہے، تفصیل دیکھنا ہو تو مجموعہ رسائل غیر مقلدین ۴۵۱ تا ۴۷۱ر کا مطالعہ فرمائے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **ترجمۂ سوال ۱۲۵۲**: -ایک شخص گھر کے اندر تھا، جھگڑے کے وقت اپنی بیوی سے طلاق کے مذاکرہ میں لفظ طلاق دادم کو بار بار کہا اور غصہ کی حالت میں گھر سے باہر جا کر کہا کہ اب میں نے اسے طلاق دی؛ لہٰذا شخص مذکور کہتا ہے کہ گھر کے اندر طلاق کے لفظ کا چند بار کہنا مجھے یاد ہے؛ لیکن اس وقت دوسری عورتیں جو موجود تھیں کہتی ہیں کہ اس نے تین بار کہا ہے، پس جبکہ طلاق دینے والا کہتا ہے کہ مجھے عدد یاد ہے، اس وقت اس مسئلہ میں عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی یا نہیں اور جو کچھ اس نے گھر کے باہر آکر کہا اس کا کیا حکم ہے وہ مستقل طلاق ہوگی یا پہلے کی خبر ہوگی لہٰذا شخص مذکور کو کچھ بھی خیال نہیں تھا؛ لیکن اس کے بعد جناب عالی کے اس قول کی وجہ سے کہ پہلے یہ طلاق کی خبر ہے نہ کہ مستقل طلاق وہ شخص کہتا ہے کہ میرا مقصد پہلے طلاق کی خبر دینا تھا، بہرصورت اس مسئلہ کا کیا حکم ہے۔

(۲) **ترجمۂ جواب**: ان فقہی عبارات کو نقل کرنے کے بعد میں کہتا ہوں کہ مسئولہ صورت ←

والمراة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لايحل لها تمكينه.اه (۱)

← دوحال سے خالی نہیں مطلقہ بیوی کو عدد طلاق یاد ہے یا نہیں، اگر یاد ہے تو یہ عدد اس کے حق میں حجت ہوگا، لہذا اگر اسے تین طلاق یاد ہے تو اپنے علم کے مطابق مغلظہ ہوگی، لہذا اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ شوہر کو اپنے اوپر قدرت دے جیسا کہ پہلی عبارت اس سلسلہ میں صریح ہے اور اگر اسے عدد طلاق یاد نہیں ہے صرف موجودہ عورتیں ہی بتلاتی ہیں تو پھر یہ دوحال سے خالی نہیں یا تو وہ عورتیں عادل ہیں یا فاسق یا مستور الحال اگر عادل ہیں تو ان کے قول پر عمل کرنا واجب ہے، اس لئے کہ طلاق از قبیل دیانات ہے جس میں عادل کی خبر مقبول ہوتی ہے، شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر قاضی کے پاس شہادت کی ضرورت ہوتی ہے اور مسئولہ صورت میں ایک فتویٰ کی تحقیق ہے نہ کہ قضائے قاضی؛ چنانچہ ردالمحتار کا قول پہلی روایت میں ''**أو أخبرها عدل**'' طلاق کے از قبیل دیانات ہونے کی صریح دلیل ہے اسی طرح اشباہ کا قول بھی اور درمختار اور ردالمحتار کی دوسری روایت ''**وإن أخبره عدول الخ**'' خبر پر اکتفاء کرنے کی صورت میں اور شہادت کے شرط نہ ہونے کے سلسلہ میں نص ہے؛ لہذا محض اس مسئلہ میں عورتوں کا شہادت کی صلاحیت کا نہ پایا جانا مضر نہیں ہے اور اگر زوجین کو یاد نہ ہو اور خبر دینے والی عورتیں فاسق یا مستور الحال ہوں تو پھر تحری واجب ہے، جیسا کہ درمختار کی تیسری عبارت جو کہ کتاب الحظر والا باحہ کی ہے اس سلسلہ میں صریح ہے؛ لہذا اگر تحری تین طلاق پر ہوئی تو تین طلاق ثابت ہوں گی اور اگر تین سے کم پر واقع ہو تو تین سے کم ثابت ہوں گی اور اگر دونوں جانب برابر ہوں تو امام صاحب کے نزدیک اقل طلاق ثابت ہوں گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اکثر طلاق ثابت ہوگی، قاضی خان کے نزدیک یہی راجح ہے؛ چنانچہ درمختار اور ردالمحتار کی دوسری عبارت اس تفصیل کی تائید کرتی ہے؛ لہذا جن صورتوں میں تین طلاق واقع ہوگی شوہر کا گھر سے باہر کہا ہوا قول خواہ اخبار طلاق ہو یا انشاء طلاق برابر ہے نئے طلاق کا سبب نہ ہوگا اور جن صورتوں میں تین سے کم واقع ہوتی ہو، اگر شوہر دعوی کرے کہ یہ طلاق سابق کی خبر ہے جس کا واقع کرنا اسے معلوم ہے اور اس کا عدد بھول گیا ہے اور اس کے سچائی کا قرینہ موجود ہے یعنی طلاق سابق کے واقع کرنے کے سلسلہ میں پس اس صورت میں اس کے دعوی کی تصدیق کی جاوے گی اور نئی طلاق واقع نہ ہوگی جیسا کہ چوتھی عبارت بتلا رہی ہے کہ قرینہ کے وقت اس کا مخصوص دعویٰ قبول کیا جائے گا، اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس مطلقہ بیوی کو تین طلاق یاد ہو یا خبر دینے والی تمام عورتیں یا ان میں سے ایک عادل ہو یا ان کے عادل نہ ہونے کی صورت میں تین طلاق کی جانب تحری ہو یا تین طلاق اور اس کے علاوہ برابر ہوں تمام صورتوں میں تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر مطلقہ بیوی کو یاد نہ ہو اور تمام عورتیں غیر عادل ہوں اور تحری رجحان یا تساوی کے اعتبار سے ان کی خبر کے موافق نہ ہو تو تین طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار کتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان: رجعي وبائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤٦٣/٤، كراچي ٢٥١/٣ ـ ←

وفي الدر المختار: قبيل باب طلاق غير المدخول بها، ولو شك أطلق واحدة أوأكثر بنى على الأقل، رد المحتار: قوله: بنى على الأقل أي كما ذكره الإسبيجابي إلا أن يستيقن بالأكثر أو يكون أكبر ظنه وعن الإمام الثانى إذا كان لا يدرى أثلاث أم أقل يتحرى وإن استويا عمل بأشد ذلك عليه أشباه عن البزازية: قال: وعلى قول الثاني اقتصر قاضي خان ولعله لأنه يعمل بالاحتياط خصوصاً في باب الفروج. اه قلت: ويمكن حمل الأول على القضاء والثاني على الديانة (إلیٰ قوله) عن الأشباه وأن أخبره عدول حضروا ذلك المجلس بأنها واحدة و صدقهم أخذ بقولهم. اه (۱) و في الدر المختار: كتاب الحظر والإباحة، وشرط العدالة في الديانات (إلیٰ قوله) ويتحرى في خبرالفاسق والمستور ثم يعمل بغالب ظنه.اه (۲)

← البحر الرائق كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مکتبہ زکریا دیوبند ۴۴۸/۳، کوئٹہ ۲۵۷/۳۔

والمرأة كالقاضي لايحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أوعلمت به لأنها لاتعلم إلا الظاهر. (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، امدادیۃ ملتان ۲۱۸/۲، مکتبہ زکریا دیوبند ۸۲/۳)۔

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح،مکتبہ زکریا دیوبند ۵۰۸/۴-۵۰۹، کراچی ۲۸۳/۳-۲۸۴۔

وفي نوادر ابن سماعة عن محمد رحمه الله إذا شك أنه طلق واحدة أو ثلاثا هي واحدة حتى يستيقن أو يكون أكثر ظنه على خلافه، وإن قال الزوج عزمت على أنها ثلاث أوهي عندي أنها ثلاث: أضع الأمر على أشده، فأخبره عدول حضرو ذلك المجلس وقالوا: كانت واحدة، فإذا كانوا عدولا أصدقهم وآخذ بقولهم، وعن هشام قال: سألت أبا يوسف عن رجل حلف بطلاق امرأته ولا يدري بثلاث حلف، أو بواحدة؟ قال: يتحري الصواب فإن استوي ظنه عمل بأشد ذلك عليه. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع عشر الشك في إيقاع الطلاق، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۸۷/۴، رقم: ۷۰۰۶)

هندية كتاب الطلاق، الباب الثاني، في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، مکتبہ زکریا دیوبند قدیم ۳۶۳/۱، جدید زکریا ۴۳۰/۱۔

(۲) الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، مکتبہ زکریا دیوبند ۴۹۸/۹-۴۹۹، کراچی ۳۴۶/۶۔←

وفي الدرالمختار: باب الصريح في البحث المذكور ولو مكرها صدق قضاء أيضاً وفي رد المحتار: أي كما يصدق ديانة لوجود القرينة الدالة على عدم إرادة الإيقاع وهى الإكراه. اه (۱)

بعد نقل روایات می گویم کہ درصورت مسئولہ از دو حال خالی نیست یا زن مطلقہ را عدد طلاق یاد ست یا نہ اگر یاد ہست درحق او حجت باشد پس اگر سہ یاد باشد او مغلظہ شد حسب علم خود پس او را روانیست کہ زوج را بر خود قدرت دہد چنانچہ روایت اولیٰ صریح است درآں واگر یاد نیست صرف زنان حاضرہ خبرمی دہند پس از دو حال خالی نیست یا ایشاں عادل اند و یا فاسق یا مستورالحال اگر عادل ہستند عمل برقول ایشاں واجب است زیرا کہ طلاق از دیانات است کہ اخبار عدل درآں مقبول است احتیاج شہادت نیست مگر عندالقاضی دو صورت مسئولہ تحقیق فتویٰ است نہ قضاء چنانچہ قول ردالمحتار درروایت أولیٰ أو **اخبرها عدل** دلیل صریح است بر بودن طلاق از دیانات وہم چنیں قول اشباہ وروایت ثانیہ درمختار وردالمحتار **وان اخبره عدول الخ** نص است دراکتفاء براخبار وشرط نہ بودن شہادت پس عدم صلاحیت محض زنان مرشہادت را دریں باب مضر نیست واگر زوجین را یاد نہ باشد وزنان مخبر فاسق یا مستورالحال ہستند پس تحری واجب است چنانچہ روایت ثالثہ درمختار کہ از باب حظر واباحت است صریح است دریں پس اگر تحری بر ثلث واقع شد ثلث ثابت خواہد بود واگر براقل واقع شود اقل ثابت خواہد بود واگر ہر دو جانب مساوی باشند نزد امام صاحب اقل ثابت خواہد بود ونزد امام ابی یوسف اکثر ثابت خواہد بود وراجح نزد قاضی خان ہمیں است چنانچہ روایت ثانیہ درمختار ورد المحتار کافی است برائے ایں تفصیل پس درصورت ہائیکہ ثلث واقع شود قول او بیرون خانہ خواہ اخبار باشد یا انشاء متساوی ہست موجب طلاق جدید نباشد ودرصورتہا وقوع اقل چوں دعویٰ می کند کہ ایں اخبار است

← الفتاوى التاتار خانية، كتاب الكراهية، الفصل الأول: العمل بخبر الواحد، مكتبه زكريا ديوبند ١٨/ ١٧، رقم: ٢٧٧٩١ـ

(١) الدر المختار مع ردالحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانة إلى النية، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٦٢، كراچي ٣/ ٢٥١ـ

ولو قال: لإمرته أنت طالق فقال له رجل ماقلت: فقال: طلقتها، أوقال قلت هي طالق فهي واحدة في القضاء، لأن كلامه انصرف إلى الإخبار بقرينة الإستخبار. (بدائع الصنائع، فصل في النية في أحد نوعي الطلاق، مكتبه زكريا ٣/ ١٦٣) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

از طلاق سابق کہ ایقاعش معلوم است و عددش منسی وقرینہ صدق او موجود است یعنی ایقاع سابق پس دریں دعویٰ تصدیق کردہ شد وطلاق جدید واقع نہ خواہد شد چنانچہ روایت رابعہ ناطق است کہ عند القرینہ دعویٰ نیست مخصوصہ مقبول می شود محصل جواب ایں کہ اگر آں مطلقہ راسہ یاد باشد یا زنان مخبر ہمہ یا یکے از ایشاں عادل باشند یا باوجود غیر عادل بودن ایشاں تحری بجانب سہ باشد یا سہ وغیر آں برابر باشند در جمیع صور سہ خواہند افتاد واگر یاد نباشد وزنان ہمہ غیر عادل باشند وبہ خبر ایشاں رجحاناً یا تساویاً تحری موافق نہ شود سہ نہ خواہد افتاد۔ واللہ اعلم

۷/ رجب ۱۳۲۲ھ (امداد ج ۲، ص ۶۱)

غصہ کی حالت میں اپنی دو بیویوں کو مخاطب کر کے دو طلاق دینے کا حکم

سوال (۱۲۵۳): قدیم ۲/۴۰۴- ایک شخص کی دو بی بی آپس میں جھگڑ رہی ہوں مرد نے طیش میں آکر کہا کہ تم کو دو طلاق ہے اور ایک شخص نے بھی سُنا بعد فرو ہونے غصہ مرد کے پھر دونوں بیوی جھگڑنے لگیں یہ کہتی ہے تجھے دیا وہ کہتی ہے تجھے دیا مرد منکر ہے بشرطیکہ اقرار تعیین نہیں بتا تا ہے اب کیا کیا جائے کیا دونوں پر تقسیم ہو جائے گی یا ایک پر اس مسئلہ کو ذرا بسط سے تحریر فرمائیں وہ ایک گواہ فقط طلاق کا ہے؟

الجواب: في الدر المختار: لو قال لنسائه الأربع بينكن تطليقة طلقت كل واحدة. وكذا لو قال بينكن تطليقتان أو ثلث أو أربع (أي يقع على كل واحدة تطليقتان وثلث وأربع) إلاأن ينوى تقسيم كل واحدة بينهم فتطلق كل واحدة ثلثا. اه (۱)

پس صورت مسئولہ میں دونوں عورتوں پر دو دو طلاق واقع ہوگئیں اور جب عورتوں کو دو کا ایقاع یاد ہے اس لئے دونوں پر واجب ہے کہ مثل مطلقہ ثنتین کے اس سے معاملہ کریں گو گواہ ایک بھی نہ ہو۔

۱۷/ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ (امداد ص ۶۲، ج ۲)

ملحقات تتمه أولىٰ ص: ۳۳۲

خلاصہ سوال: از دو طلاق دو عورت خود۔

خلاصہ جواب: وقوع دو طلاق بر ہر دو عورت۔

---

(۱) الدر المختار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۵۲۰، كراچي ۳/ ۲۹۲۔

تسامح : مجیب قدس سرہٗ در جواب سند ایں عبارت رد المختار نقل فرمودند:

لو قال لنسائه الأربع بينكن تطليقة طلقت كل واحدة تطليقة و كذا لو قال بينكن تطليقتان أو ثلث أو أربع (أي يقع على كل واحدة تطليقتان و ثلث و أربع) إلا أن ينوى قسمة كل واحدة بينهن فتطلق كل واحدة ثلثا.(۱)

سیدا دریں عبارت تامل فرمائند کہ در تمام صور یک طلاق واقع می شود مگر آنکہ نیت قسمت نماید و در لفظ کذا تشبیہ در تطلیقۃ واحدۃ است چنانچہ در شامی مصرح است **قوله قال لنسائه الخ وجه وقوع الواحدة في هذه الصور (بلفظ الجمع خيال فرمايند) ان بعض الطلقة طلقة كما مر فيصيب كل واحدة في إيقاع طلقة بينهن ربعها و في طلقتين نصف طلقة و في ثلث ثلاثة ارباع طلقة و في أربع طلقة كاملة. ۱۲ رد المحتار ص ۷۵۴. (۲)**

در ترجمہ ایں عبارت در المختار کہ مسمّٰی بہ غایۃ الاوطار است نظر مرحمت فرمایند اور اسی طرح چار عورتوں میں ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا ان سے کہ درمیان تمھارے دو طلاق ہیں الخ ۱۲ غایۃ الاوطار ص ۱۱۵ پس آنچہ مجیب علیہ الرحمۃ درمیان عبارت در المختار درمیان دو خط بطور تفسیر بلفظ **(أي يقع على كل واحدة تطليقتان الخ** ازجانب خود درج فرمودند محض تسامح است بلکہ سبق قلم ست حق جواب ایں ست کہ درصورت مسئولہ یک طلاق بر ہر یک عائد گردد مگر درحالت نیت قسمت دو دو طلاق واقع خواہند شد اگرچہ درصورت قسمت از عبارت در المختار سہ طلاق معلوم می شوند مگر صاحب شامی تصریح دو طلاق فرمودہ است۔

قوله: فتطلق كل واحدة ثلثا) أي إلا في التطليقتين فيقع كل واحدة منهن طلقتان الخ ۱۲/ رد المحتار، ص:۷۵۴.(۳)

---

(۱) الدر المختار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٢٠، كراچي ٣/ ٢٩٢۔

(۲) رد المحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٢٠، كراچي ٣/ ٢٩٢۔

(۳) رد المحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٢٠، كراچي ٣/ ٢٩٢۔

لوقال لأربع نسوة بينكن تطليقة، طلقت كل واحدة واحدة لأن الربع يتكامل، ←

حکم طلاق غضبان ومدہوش

سوال (۱۲۵۴): قدیم ۲/۴۰۵ - ردالمحتار کتاب الطلاق، طلاق مدہوش کے صفحہ نمبر ۶۵۹ میں عبارت کا مطلب جو میں عرض کرتا ہوں یہ مطلب صحیح ہے یا نہیں ارشاد فرمائیں عبارت یہ ہے۔

قلت و لـلحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة في طلاق الغضبان قال فيها أنه علىٰ ثلٰثة اقسام أحدها أن يحصل له مبادى الغضب بحيث لا يتغير عقله و يعلم ما يقول و يقصده وهذ لاإشكال فيه. والثاني: أن يبلغ النهاية فلا يعلم ما يقول ولايريده وهذا لا ريب انه لا ينفذ شئ من أقواله. والثالث: من توسط بين الرتبتين بحيث لم يصر كالمجنون فهذا محل النظر والأدلة تدل علىٰ عدم نفوذ اقواله ملخصًا من شرح الغابة الحنبلية (إلىٰ قوله) وهذا الموافق عندنا لمامر في المدهوش. (۱)

← **و كذا بينكن تطليقتان أو ثلاث أو أربع إلا إذا نوى أن كل تطليقة بينهن جميعا فيقع في التطليقتين على كل منهما تطليقتان، وفي الثلاث ثلاث.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۴۵۸، كوئٹه ۳/۲۶۳)

ولو كان أربع نسوة فقال بينكن تطليقة طلقت كل واحدة واحدة، لأن الطلقة الوحدة إذا قسمت على أربع أصاب كل واحدةربعها وربع تطليقة تطليقة كاملة، وكذلک إذاقال: بينكن تطليقتان أو ثلاث أوأربع لأن التطليقتين إذا انقسمتابين الأربع يصيب كل واحدة نصف تطليقة ونصف التطليقة تطليقة...... فإن نوى الزوج أن يكون كل تطليقة على حيالها بينهن يكون على مانوى، ويقع على كل واحدة منهن تطليقتان. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق،، فصل في بيان ركن الطلاق ۳/۱۵۸)

ولوقال لأربع نسوة له: بينكن تطليقة طلقت كل واحدة منهن تطليقة لأنها تنقسم عليهن فيصيب كل واحدة منهن ربعها، وأنه لايتجزأ، فيكمل، وكذلک لوقال: بينكن تطليقات؛ لأنه يصيب كل واحدة تطليقة، وكذلک لوقال: ثلاث، أوأربع، إلاأن يكون نوى كل واحدة بينهن جميعا، فيقع على كل واحدة منهن ثلث تطليقات، (الفتاوى الولو الجية، كتاب الطلاق، الفصل الأول، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۱۰) شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۴۵۲، كراچي ۳/۲۴۴۔

یعنی غضب(۱) تین صورت پر ہے پہلی قسم ابتدائی غضب اس طور پر کہ اُس کی عقل میں کچھ تغیر اور فتور نہ آیا اور اس حالت میں جو کچھ کہا تھا ابھی خوب معلوم کرسکتا ہے اس صورت میں اقوال اُس کے شرعاً نافذ اور معتبر ہیں یعنی طلاق وغیرہ اُس کی شرعاً ضرور واقع و نافذ ہوگی صورت ثانی یہ ہے کہ غضب اُس کا اس حد تک پہونچا کہ حالت غضب میں جو کچھ کہا تھا اور کیا تھا ابھی کچھ معلوم نہیں کرسکتا ہے بالکل مدہوش اور مجنون ہوا اس حالت میں اقوال اس کے شرعاً کچھ معتبر اور نافذ نہیں ہیں یعنی طلاق وغیرہ اُس کی ہرگز نافذ اور واقع نہ ہوگی اور تیسری صورت یہ ہے کہ غضب اُس کا بین المرتبتین ہے کہ اس طور کہ مثل مجنون کے نہ ہو یعنی غضب اُس کا **فلا یعلم مایقول ولا یریدہ** کے درجہ تک نہ پہونچا اس حالت میں غضب پر ہے مگر عقل اُس کی ثابت اور قائم ہے اور اس حالت غضب میں جو کچھ کہا تھا ابھی وہ خوب معلوم کرسکتا ہے اور یہ مطلب "**بحیث لم یصر کالمجنون**" سے معلوم ہوتا ہے اور اس صورت ثالث میں اقوال اُس کے شرعاً معتبر اور نافذ نہ ہونے پر بہت سی دلیلیں دلالت کرتی ہیں یعنی طلاق وغیرہ اُس کی واقع اور نافذ نہ ہوگی اب فقط صورت ثالثہ کا مطلب صحیح ہوا یا نہیں ارشاد فرمائیں کہ اس صورت ثالث میں نزاع ہورہا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں ایک وقت بہت غصہ میں تھا کہ مارے غصہ کے سارا بدن میرا کانپتا تھا ایک مقام پر اطمینان کے ساتھ کھڑا نہیں ہوسکتا تھا اور چہرہ اور آنکھیں میری سرخ ہوگئیں تھیں مگر عقل میری اور میرے ہوش بھی قائم اور اس وقت جو کچھ کہتا تھا ابھی مجھے معلوم ہوتا ہے ایسی حالت میں اس نے اپنی منکوحہ کو تین طلاق دیں اب صورت ثالث کے مطلب کے مطابق اُس کی طلاق واقع نہ ہونے پر فتویٰ تحریر ہوا اور بعض شخص کہتے ہیں کہ اگرچہ اس قائل کا قول صورت ثالثہ کے مطلب کے مطابق بھی ہو، تاہم طلاق اس کی نافذ ہوگی کیونکہ یہ دلیل ائمہ ثلثہ میں سے کسی امام کا قول نہیں ابن القیمؒ کا قول ہے اس پر عمل اور فتویٰ نہیں ہوسکتا ہے اُس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ جب یہ قول شامی میں منقول ہوا اور عبارت **والأدلة تدل علی عدم نفوذ أقواله** موجود ہے بیشک یہ قول قابل عمل اور فتویٰ کے ہے اب اس طلاق دینے والے کا قول صورت ثالثہ کے مطلب کے موافق ہے یا مخالف اگر مطابق ہوا ہو پس تین طلاق اُس کی شرعاً نافذ ہوئیں یا نہیں ضرور ارشاد فرمائیں اور اس نزاع کا فرو ہونا آپ ہی کے ارشاد پر موقوف رہا تفصیلاً تحریر فرمائیں؟

---

(۱) طلاق غضبان کے جواب میں حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ نے شامی کی عبارت جس کو شامی نے زاد المعاد کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے اس کے بارے میں کچھ تحریر فرمایا اور آخر میں جا کر اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں فرمائی اور فرمایا کہ اس شخص کا قسم ثالث میں داخل ہونا قصداور عدم قصد پر موقوف ہے، اور اس بارے میں اس کی تحقیق کرلی جائے ←

← اور حضرتؒ کی بحث کرنے سے بعض احباب یہ سمجھنے لگے حضرتؒ کے نزدیک قسم ثالث میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، جو کہ درست نہیں ہے؛ لہٰذا اب ہم اس بارے میں تھوڑی وضاحت پیش کردیتے ہیں۔

حضرات فقہاء نے غیظ اور غصّہ کے تین درجات بیان کئے ہیں۔

(۱) غصّہ کا پہلا درجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کا ہوش وحواس بدستور باقی رہے اور ہر چیز کو اپنی جگہ بدستور سمجھتا رہے اس حالت میں طلاق دینے سے سب کے نزدیک طلاق واقع ہوجاتی ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

(۲) غصّہ کا دوسرا درجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا غیظ وغضب اس پر غالب ہوجائے کہ وہ سب کچھ کھو بیٹھے اس کی عقل ودانش بالکل جاتی رہے اور اس کا حال مجنون اور مغمیٰ علیہ کی طرح ہوجائے، جس کو فقہاء نے مدہوش سے تعبیر فرمایا ہے، تو اس حالت میں باتفاق فقہاء طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۳) غصّہ کا تیسرا درجہ وہ ہوتا ہے جو مذکورہ دونوں حالتوں کے درمیان ہوتا ہے، نہ تو ہوش وحواس اعتدال کے ساتھ باقی رہتا ہے اور نہ ہی مجنون اور مغمیٰ علیہ کی طرح بالکل بے خبر ہوجاتا ہے؛ بلکہ اس درجہ میں ہو جاتا ہے کہ کچھ یاد ہے اور کچھ یاد نہیں، اور حالت اعتدال سے تجاوز کر کے کچھ کا کچھ بک دیتا ہے، تو ایسی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے یا نہیں؟

تو اس سلسلہ میں جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ طلاق واقع ہوجاتی ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مسلک ہے، صرف علامہ ابن قیّم جوزی وغیرہ چند حضرات کا قول عدم وقوع کا ہے، جو محض قول شاذ اور نا قابل اعتبار رہے جس پر امّت کے سواد اعظم نے کوئی توجہ نہیں دی ہے۔

اب اس بارے میں غور کرنا ہے کہ ایسے حالات میں جو طلاق دی جاتی ہے، وہ واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر اس حالت کی طلاق کو معتبر نہ مانا جائے تو دنیا میں طلاق کے جتنے واقعات پیش آتے ہیں ان میں سے کسی بھی واقعہ میں وقوع طلاق کا حکم لگانا مشکل پڑ جائے گا اس لئے کہ خوشی میں طلاق نہیں دی جاتی ہے؛ بلکہ غصّہ ہی میں طلاق دی جاتی ہے، شوہر دعویٰ کرے گا کہ میں نے غصّہ اور غلبہ غضب میں طلاق دی ہے؛ اس لئے واقع نہیں ہونا چاہئے۔

اسی وجہ سے ائمہٴ اربعہ اور جمہور نے اس حالت کی طلاق کو معتبر مانا ہے، اگر حافظ ابن قیّم جوزی کی رائے کو اختیار کیا جائے تو ہزاروں لاکھوں مسلمان طلاق دیکر حرام کاری میں مبتلاء رہیں گے اور مفتی کے سامنے یہی بات پیش کریں گے کہ غلبہٴ غضب کی وجہ سے بے خبری میں طلاق دیدی گئی، اس لئے اس مسئلہ میں جمہور کی رائے سے ہٹ کر شیخ ابن قیم کی رائے کو اختیار کرنا خطرہ سے خالی نہیں؛ لہذا اس حالت کی طلاق کو معتبر ہی ماننا ضروری ہے، اب اس سلسلہ میں فقہاء کے چند جزئیات پیش خدمت ہے۔ ←

← اس کو کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔

(۱)وأما طلاق الغضبان فاعلم أن بعض العلماء قد قسّم الغضب إلى ثلاثة أقسام.

الأول أن يكون الغضب في أوّل أمره فلا يغيّر عقل الغضبان، بحيث يقصد ما يقول له ويعلمه ولاريب فيه أن الغضبان بهذا المعنى يقع طلاقه وتنفذ عبارته باتفاق.

الثاني: أن يكون الغضب في نهاية بحيث يغيّرعقل صاحبه ويجعله كالمجنون الذي لايقصد مايقول ولايعلمه ولاريب في أن الغضبان بهذا المعنى لايقع طلاقه لأنه هو والمجنون سواء.

الثالث: أن يكون الغضب وسطاً بين الحالتين بأن يشتدّ ويخرج عن عادته ولكنه لايكون كالمجنون الذي لايقصد مايقول ولا يعلمه والجمهور على أن القسم الثالث يقع به الطلاق الخ، (كتاب الفقه على المذاهب الأربعه ٤/٢٩٤)

(۲) فتح الباري میں اس کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

قال أن طلاق الناس غالباً إنما هو في حال الغضب وقال ابن المرابط الإغلاق حرج النفس وليس كل من وقع له فارق عقله ولوجاز عدم وقوع طلاق الغضبان لكان لكل أحدٍ أن يقول فيما جناه كنتُ غضباناً وأراد بذلك الرد على من ذهب إلى أن الطلاق في الغضب لايقع الخ، (فتح الباري مطيع قاهره ٩/٣٠١، مكتبه أشرفية ديوبند ٩/٤٨٧)

(۳) علامہ شامی نے ابن قیم کے قول کو نقل کرنے کے بعد غایہ کے حوالہ سے اس کی مخالفت کی عبارت نقل فرما کر ابن قیم کے قول پر رد فرمایا ہے، شامی کی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

قلت وللحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة فيطلاق الغضبان قال فيها إنه على ثلاثة اقسام، أحدها أن يحصل له مبادي الغضب بحيث لايتغير عقله ويعلم مايقول ويقصده وهذا لا إشكال فيه، الثاني أن يبلغ النهاية فلا يعلم مايقول ولايريده فهذا لاريب أنه لاينفذ شيء من أقواله: الثالث من توسط بين المرتبتين بحيث لم يصركا لمجنون فهذا محل النظر والأدلّة تدلّ على عدم نفوذ أقواله مخلصاً من شرح الغاية الحنبلية لكن أشار في الغاية إلى مخالفه في الثالث بحيث قال ويقع طلاق من غضب خلا فا لابن القيم وهذا الموافق عندنا لمامر في المدهوش الخ. (شامي زكريا ديوبند ٤/٤٥٢، كراچي ٣/٢٤٤)

الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٩/١٨۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: صورت ثالثہ کی تقریر سوال میں مجمل اور غیر واضح ہے کافی تقریر یہ ہے کہ منجملہ تین قسموں کے اول قسم میں دو چیزوں کا اثبات کیا ہے یعلم اور یقصد اور دوسری قسم میں ان ہی دو کی نفی کی ہے چنانچہ کہا ہے **لا یعلم** اور **لا یرید** جو مرادف ہے **لا یقصد** کا اس کے بعد تیسری قسم کو بین المرتبتین کہا سو ظاہر ہے کہ بین المرتبتین کے یہ معنی ہوں گے کہ اس میں ان دونوں امروں کا نہ اثبات ہے نہ نفی ہے بلکہ ایک کا اثبات ہے جس سے وہ من وجہ قسم اول کے مشابہ ہے اور ایک امر کی نفی ہے جس میں وہ من وجہ قسم ثانی کے مشابہ ہے اب یہ دیکھنا چاہئے کہ دونوں امر مذکور میں سے ایک کا اثبات اور دوسرے کی نفی عقلاً دو طرح محتمل ہے ایک یہ کہ علم کا اثبات ہو اور ارادہ کی نفی ہو اور دوسرے اس کا عکس یعنی ارادہ کا اثبات ہو اور علم کی نفی اور یہ ظاہر ہے کہ احتمال ثانی محض غلط ہے کیونکہ ارادہ خود موقوف ہے علم پر سو یہ ممکن نہیں کہ موقوف کا وجود ہو اور موقوف علیہ کا عدم پس لامحالہ احتمال اول متعین ہو گیا یعنی علم کا اثبات اور ارادہ کی نفی پس بین المرتبتین کے معنی یہ ہوئے کہ اس شخص کا غلبۂ غضب میں یہ حال ہوا کہ بے ارادہ منہ سے واہی تباہی نکلتا تھا لیکن شعور و علم تھا جیسے مخطی کا حال ہوتا ہے کہ کہتا ہے بے ارادہ مگر علم ہوتا ہے اس صورت میں واقعی مقتضا اولیٰ کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ واقع نہ ہو جیسا کہ مخطی میں فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ نہیں واقع ہوتی۔(۱)

صرح في فتح القدير عبارته: هكذا والحاصل أنه إذا قصد السبب عالما بأنه سبب رتب الشرع حكمه عليه أراده أو لم يرده إلا إن أراد ما يحتمله و أما انه إذا لم يقصده أولم يدر ما هو فيثبت الحكم عليه شرعا وهو غير راض بحكم اللفظ ولاباللفظ فمما ينبو عنه قواعد الشرع الخ(۲) ص:۱۵۴، ج:۲. قلت: نعم! لا تصدقه المرأة كما فيه أيضاً بعد سطور لأنها كالقاضي لا تعرف منه إلا الظاهر.(۳)

---

(۱) أن طلاق الهازل واللاعب والمخطئ واقع كما قدمناه لكنه في القضاء، وأما فيما بينه وبين الله تعالى فلا يقع على المخطئ. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۴۵۰، كوئٹه ۳/ ۲۵۸)

إن طلاق المخطئ واقع قضاء لاديانة، الأشباه والنظائر، القاعدة الأولى، مكتبه زكريا قديم ۱/ ۴۶، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۹۲۔

(۲) فتح القدير، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۵۔

(۳) وكل مالا يدينه القاضي إذا سمعته منه المرأة أوشهد به عندها عدل لايسعها أن تدينه لأنها كالقاضي لاتعرف منه إلا الظاهر. (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مكتبه زكريا ۴/ ۶) ←

پس صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کا قصد ہی نہ تھا تب تو قسم ثالث میں داخل ہے ورنہ نہیں پھر قسم ثالث میں داخل ہونے کے بعد غایہ سے اس کے خلاف خود شامی نے نقل کیا ہے (۱) اور یہ قول والادلة الخ شامی کا قول نہیں ہے بلکہ ابن القیم کا ہے اور اس کا ترجمہ کہ بہت سی دلیلیں الخ صحیح نہیں یہاں الف لام استغراق عربی کا نہیں بلکہ جنس کا ہے۔ **كما في قوله تعالىٰ الرجال قوامون الآية كما يشهر به الذوق.** (۲)

پس اس شخص کا قسم ثالث میں داخل ہونا موقوف ہے اس پر کہ اس سے قصد و عدم قصد کی تحقیق کی جائے جو کہ سوال ہذا میں مذکور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

۸/ رمضان ۱۳۲۳ھ (امداد ص ۶۳، ج ۲)

← **والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لايحل لها تمكينه.** (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٤٨، كوئٹه ٣/٢٥٧)

ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٦٣، كراچي ٣/٢٥٧۔

(۱) **لكن أشار في الغاية إلى مخالفته في الثالث حيث قال: ويقع طلاق من غضب خلافا لابن القيم.** (ردالمحتار كتاب الطلاق، مطلب: في طلاق المدهوش، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٥٢، كراچي ٣/٢٤٤)

الثالث أن يكون الغضب وسطا بين الحالتين بأن يشتد ويخرج عن عادته، ولكنه لايكون كالمجنون الذي لايقصد مايقول ولايعلمه والجمهور على أن القسم الثالث يقع به الطلاق. (كتاب الفقه، على المذاهب الأربعة كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية ٤/٢٩٤)

(۲) **قال إن طلاق الناس غالبا إنما هو في حال الغضب، وقال ابن المرابط، الإغلاق حرج النفس، وليس كل من وقع له فارق عمله، ولوجاز عدم وقوع طلاق الغضبان، لكان لكل أحد أن يقول فيما جناه: كنت غضبانا وأراد بذالك الرد على من ذهب إلى أن الطلاق في الغضب لايقع.** (فتح الباري، كتاب الطلاق، باب الطلاق في الإغلاق والكره والسكران والجنون وأمرهما، مطبع دارالريان للتُراث قاهره ٩/٣٠١، مكتبه زكريا ديوبند ٩/٤٨٧)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بحالت مرض طلاق دے کر بے ہوشی کا دعویٰ

سوال (۱۲۵۵): قدیم ۲/ ۴۰۸ - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ مسمی امام الدین بخار میں مبتلا تھا حالت بخار میں اُس کے باپ واعظ الدین نے اُس سے کہا کہ میرے دوتین بچے ابھی اور مر چکے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس نامبارک بیوی کے سبب تو بھی ضرور زیر زمین ہوجائے گا تو اپنی بیوی کو چھوڑ یہ کلام سنتے ہی امام الدین نے کہا کہ میں نے بیوی کو چھوڑا میں نے بیوی کو چھوڑا میں نے بیوی کو چھوڑا بعد بخوف طلاق واقع ہونے کے و نیز بغرض دیگر مصلحت دنیاوی کے اُس کا باپ بیان کرتا ہے کہ امام الدین ایک روز پہلے سے بیہوش تھا عین بیہوشی کی حالت میں یہ کلمات اُس سے سرزد ہوئے بنابریں یہاں کے بعض مفتی صاحبان نے فتویٰ دیا ہے کہ طلاق مدہوش کی واقع نہیں ہوتی ہے اس لئے طلاق امام الدین کی بھی واقع نہیں ہوئی۔

اب جبکہ امام الدین لڑکپن سے مجنون ومدہوش نہیں ہے صرف دو ایک روز کے واسطے خودغرضی سے اُس کو بیہوش قرار دیا اور اس فرضی اور مصنوعی بیہوشی کی حالت میں اپنے باپ کے کلام کو کماحقہ سمجھ کر کچھ نہیں بکا بلکہ مناسب جواب دیا اور تعداد طلاق میں بھی تین سے آگے متجاوز نہیں ہوا اس صورت میں عقلاً وشرعاً امام الدین کے متذکرہ الفاظ سے اُس کی منکوحہ مطلقہ ہوئی یا نہیں۔ اور جب کہ اُس کے باپ کے کلام میں اضافت موجود ہے اُس کے جواب میں اضافت نہ ہونے سے وقوع طلاق میں خلل ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: سوال ہذا میں اس مدہوشیت کے متعلق خود زوج کا کوئی دعویٰ مذکور نہیں سو اگر وہ اس کا مدعی نہیں؛ بلکہ مقر ہوش کا ہے تب تو پدر زوج کا دعویٰ کوئی چیز نہیں اور حکم مدہوشیت کا احتمال ہی نہیں اور اگر وہ دعویٰ کرتا ہے تو چونکہ یہ امر خلاف ظاہر ہے اس لئے اس کا دعویٰ مسموع نہیں ہوسکتا ہے ورنہ ہر مطلّق ایسا ہی دعویٰ کرسکتا ہے؛ بلکہ اس کے اعتبار کے لئے یہ شرط ہے کہ اُس کی یہ حالت دوسرے عام دیکھنے والوں کو بھی ظاہر اور محسوس ہوتی ہو خواہ عین وقت پر یہ حالت طاری ہوئی ہو خواہ اس وقت مشتبہ ہو مگر پہلے سے طاری ہونا معروف ومعلوم عند عامۃ الناس ہو اور زوال اس کا متیقن نہ ہوا ہو اور اس اخیر صورت میں حلف بھی زوج سے لیا جاتا ہے۔

دليـل ذلک کـلـه ما في رد المحتار في البحر عن الخانية عرف أنه كان مجنونا فقالت له امرأة: طلقتنی البارحة فقال أصابني الجنون ولا يعرف ذلک إلا بقوله كان القول قوله. اه ج:٢ ، ص: ٦٩٩. (١)

اور یہاں یہ شرط مفقود ہے بلکہ اس کے خلاف کی دلیل موجود ہے یعنی ذی ہوش ہونے کے قرائن جوکہ سوال میں مذکور ہیں اس لئے یہ دعویٰ غیر مقبول ہے اب دو امر اور رہ گئے ایک یہ کہ بوجہ عرف ومحاورہ کے یہ لفظ موجب طلاق ہے اور دوسرا یہ کہ لفظ میں اضافت نہ ہونا بوجہ قرینہ مقام و وقوع فی الجواب کے مانع طلاق نہیں ہے سو امر اول کی دلیل یہ ہے:

فـي رد الـمـحـتـار: بـخـلاف فـارسية قـولـه سرحتک: و هورها کر دم لأنه صار صـريحا في العرف علىٰ ما صرح به نجم الزاهدالخوارزمي في شرح القدوری. (٢) اه ج: ٢، ص: ٧٦٢. قلت: كذا قولهم في الهندية.

---

(١) ردالـمـحـتـار كتـاب الـطـلاق، مـطـلـب فـي الحشيشة والافيون والبنج، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٥١، كراچي ٣/ ٢٤٣۔

البـحـرالـرائـق كـتـاب الـطـلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٤٣٥، كوئٹه ٣/ ٢٥٠۔

خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٤٦١، جديد زكريا ١/ ٢٧٩۔

الـفـتـاوى الـتـاتـار خـانية كـتـاب الطلاق، الفصل الثالث: في بيان من يقع طلاقه ومن لا يقع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٩٣، رقم: ٦٥٠٦۔

(٢) ردالـمـحـتـار كـتـاب الـطـلاق، بـاب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٣٠ كراچي ٣/ ٢٩٩۔

إذا قـال الـرجـل لامـرأتـه: ’’بهشتـم تـراازنـي‘‘ فـاعلم بأن هذه اللفظة استعملهاأهل خـراسان وأهل عراقي الطلاق وأنها صريحة عند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ حتى كان الواقع بهـا رجـعـيـا ويـقـع بـدون الـنـية، وفـي الـخلاصة وبه أخذ الفقيه أبو الليث وفي التفريد وعليه الفتوىٰ. (هـنـدية، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، مكتبه زكريا قديم ١/ ٣٧٩، جديد زكريا ١/ ٤٧١) ←

اور اَمر ثانی کی دلیل یہ ہے:

في رد المحتار: وسيذكر قريبا أن من الألفاظ المستعملة الطلاق يلزمني والحرام يلزمني وعلي الطلاق وعلي الحرام فيقع بلا نية للعرف. الخ فاوقعوا به الطلاق مع أنه ليس فيه إضافة الطلاق إليها صريحاً فهذا مؤيد لما في القنية وظاهره أنه لا يصدق في أنه لم يرد امرأته للعرف (۱) ج ۲ ، ص ۷۰۵.

خلاصہ یہ کہ اس صورت میں طلاق مغلظ واقع ہوگئی۔

۱۸/ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۹۵)

← الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس: في الكنايات، نوع آخر في قوله ''بهشتم'' مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٦٣، رقم: ٦٦٧٨ ـ

وقال أبو يوسفؒ: إذا قال: ''بهشتم أن زن'' وقال: ''إن زن بهشتم'' فهي طالق نوى الطلاق أولم ينووتكون تطليقة رجعية. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في النية فيطلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ١٦٣)

(۱) ردالمحتار كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب''سن بوش''، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٥٩، كراچي ٣/ ٢٤٨ ـ

امرأة قالت لزوجها: مراطلاق ده: فقال: دادمت! يقع، امرأة طلبت الطلاق من زوجها فقال الزوج: دادم! إن كانت هذا لغة بلدة من البلد أن لايصدق أنه لم يرد به الطلاق كما لوأجازبالعربية، (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع: فيما رجع إلى صريح الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤١٢، رقم: ٦٥٥٨)

أما إذا قالت المرأة في المشاجرة: چون منت نمی یابم رها کن، أو عفو کن .... فقال الزوج عفو کردم، یا رها کردم، يقع الطلاق بدون النية. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع: فيما يرجع إلى صريح الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤١٢، رقم: ٦٥٦١)

لأنه أخرج الكلام جوابالخطاب الأمر والجواب يتضمن إعادة ما في السوال.

(البحرالرائق كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٤٢٨، كوئٹه ٣/ ٢٤٦)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

از ترجیح الراجح جلد خامس ص: ۲۰

ولایلحق البائن البائن

(۱) در بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۳۶ باب طلاق ثلثہ فرمودند (چاہے صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں یا گول لفظوں میں سب کا ایک حکم ہے)

ایں عبارت ایں دوصورۃ مرقومہ ذیل رانیز شامل است حالانکہ طلاق ثلثہ واقع نمی شود۔

(**نمبر۱**) وإذا طلقها تطليقة بائنة، ثم قال لها: في عدتها أنت عليَّ حرام أوخلية أو بريئة أو بائن أو بتة أو شبه ذلک وهو يريد به الطلاق لم يقع عليها شئ الخ (۲) ۱۲ شامي ص: ۷۷۳.

(**نمبر ۲**) ولا يلحق البائن البائن الخ كانت بائن بائن أو أبنتک بتطليقة فلايقع. ۱۲ الدرالمختار. ص ۷۷۴. (۳)

خلاصہ بائن ببائن باستثناء درصور مرقوم فقہ لاحق نمی شود پس ہرگاہ کہ درالفاظ (گول) کنائیہ سہ بار بائن بائن بائن یا بائن خلیہ بتہ گفت دواخیرہ واقع نہ خواہند شد پس اکثر معلمین و متعلمین خالی الذہن و عامی می باشد در غلطی می افتند پس کدام تقیید در حواشی زائد فرمایند تا کہ اصلاح شود۔ (۴)

---

(۱) **ترجمہ**: بہشتی زیور چوتھے حصّہ صفحہ ۳۶ رتین طلاق کے باب میں فرماتے ہیں (چاہے صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں یا گول لفظوں میں سب کا حکم ایک ہے) یہ عبارت ذیل کی دو لکھی ہوئی صورتوں کو بھی شامل ہے حالانکہ تین طلاق واقع نہیں ہوتیں۔

نمبر ۱: وإذا طلقها تطليقة بائنة ثم قال لها أنت علّي حرام الخ ۱۲/ شامي ۔

نمبر ۲: ولايلحق البائن البائن الخ، كانت بائن بائن أو أبنتک بتطليقة فلايقع ۱۲/درمختار ۔

خلاصہ طلاق بائن بائن کے ساتھ استثناء کے ذریعہ فقہ کی لکھی ہوئی صورتوں میں لاحق نہیں ہوتی؛ لہذا جب بھی الفاظ کنایہ میں تین بار بائن بائن بائن خلیہ بتہ کہا تو اخیر کی دو طلاق واقع نہیں ہوں گی پس اکثر اساتذہ اور طلباء جو خالی الذہن ہوتے ہیں اور عام ہوتے ہیں غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) ردالمحتار كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۵۴۳، كراچي ۳/۳۰۸۔

(۳) الدر المختار على ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۵۴۲-۵۴۵، كراچي ۳/۳۰۸- ۳۱۰۔

(۴) **الجواب**: - لايلحق البائن البائن مطلق نہیں بلکہ یہ اس صورت میں ہے، جبکہ ←

شئ مباح کے استعمال سے نشہ کی حالت کی طلاق کا عدم وقوع

سوال (۱۲۵۶): قدیم ۲/ ۴۱۰ - کیا ارشاد فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالت لاعلمی ایک طرح کی مٹھائی سمجھ کر بھنگ ملی ہوئی مٹھائی کھا کر نشہ کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیدی اور جب زیادہ حالت خراب ہوکر تے ہوکر اور کسی کے کھلانے سے ترشی کو کھا کر نشہ اُترا اور معلوم ہوا کہ یہ بھنگ ملی ہوئی مٹھائی کا نشہ تھا جو کہ ناواقفی میں کھائی تھی تو سخت توبہ کی اور چونکہ اُس طلاق مذکور کا دینا بالکل یاد نہ تھا؛ لہٰذا کسی شخص کی زبانی معلوم ہوکر سخت افسوس ہوا اور احتیاطاً بیوی سے علیحدہ ہوگیا پس بصورت مذکورہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: في الدر المختار: نعم! لو زال عقله بالصداع أو بمباح لم يقع. وفي رد المحتار: كما إذا سكر من ورق الرمّان فإنه لايقع طلاقه ولا عتاقه ونقل الإجماع علىٰ ذلک صاحب التهذيب كذا في الهندية، قلت: وكذا لو سكر ببنج أو أفيون تناوله لاعلىٰ وجه المعصية بل للتداوي كما مر. ج ۲، ص ۲۹٦. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔ فقط ۹/ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ

← طلاق بائن ثانی میں نیت نہ ہو، یا اخبار عن الأول ہو یا کچھ نیت نہ ہو عبارت ذیل سے یہ تفصیل مستفاد ہے، فی العالمگیر یہ قدیم ۲/ ۴۰۷ جدید کوئٹہ ۱/ ۳۷۷، جدید زکریا ۱/ ۴۴۵۔

لايلحق البائن البائن بائن قال لها أنت بائن، ثم قال لها: أنت بائن لايقع إلا طلقة واحدة بائنة؛ لأنه يمكن جعله خبراً عن الأول وهو صادق فيه فلا حاجة إلى جعله إنشاء؛ لأنه اقتضاء ضروري حتى لو قال عنيت به البينونة الغليظة ينبغي أن يعتبر وتثبت به الحرمة الغليظة، الخ هندية۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٤٧، كراچي ۳/ ۲٤٠۔

وذكر الشيخ الإمام عبد العزيز الترمذي قال: سألت أباحنيفة رحمه الله وسفيان الثوري رحمه الله عن رجل شرب البنج فارتفع إلى رأسه فطلّق امرأته؟ قال: إن كان حين شرب يعلم أنه ماهو فهي طالق، وإن كان حين شرب لم يعلم أنه ماهو لاتطلق.

(الفتاوى التاتارخانية كتاب الطلاق، الفصل الثالث: من يقع طلاقه ومن لايقع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۳۹٥، رقم: ٦٥١٠) ←

طلاق اور ظہار کو متعین شرط کے ساتھ معلق کرنے کا حکم

سوال (۱۲۵۷): قدیم ۲/ ۴۱۱ - زید نے اپنی زوجہ سے یہ کہا کہ آج تو نے یہ کام نہ کیا تو میں تجھ کو طلاق دے چکا اور یہ لفظ تین مرتبہ زید نے زوجہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا مگر زوجہ نے اس روز اس کے کہنے کی تعمیل نہیں کی تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں اور زید نے یہ الفاظ ڈرانے کے لئے کہہ دیئے تھے تا کہ زوجہ کہنا مانا کرے۔

الجواب: **في الدرالمختار مع رد المحتار. ج:۲، ص:۸۴۷. في أيمان الفتح ما لفظه وقد عرف فى الطلاق أنه لو قال: إن دخلت الدار فأنت طالق، إن دخلت الدار فأنت طالق، إن دخلت الدار فأنت طالق وقع الثلث فتح أقره المصنف ثمة** (۱)

← المحيط البرهاني، كتاب الطلاق، الفصل الثالث،المجلس العلمي ٣٩٢/٤، رقم:٤٦٣٥۔

إن عبدالعزيز الترمذي قال: سألت أبا حنيفة وسفيان عن رجل شرب البنج فارتفع إلى رأسه فطلق امرأته قالا: إن كان حين شرب يعلم أنه ماهو تطلق امرأته، وإن لم يعلم لم تطلق ومعلوم أن الضرورة مبيحة. (فتح القدير، كتاب الطلاق، فصل ويقع طلاق كل زوج، مكتبه زكريا ديو بند ٤٧٣/٤) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدرالمختار على ردالمحتار كتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب فيما لو تعدد الاستثناء، مكتبه زكريا ديوبند ٦٣٨/٤ - ٦٣٩، كراچي ٣٧٦/٣۔

وفي الولوالجية: الطلاق والعتاق متى علق بشرط متكرر يتكرر. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب التعليق، مكتبه زكريا ديوبند ٢٦/٤، كوئٹه ١٦/٤)

الفتاوى الولوالجية، كتاب الطلاق الفصل الثاني: فيما يصح تعليقه وفيما لايصح، مكتبه زكريا ديوبند ٥٢/٢۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (هندية،كتاب الطلاق، الباب الرابع، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، مكتبه زكريا ديو بند قديم ٤٢٠/١، جديد ٤٨٨/١)

هداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه أشرفية ديو بند ٣٨٥/٢۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئی اب بدون حلالہ نکاح نہیں ہوسکتا (۱) اور اگر سائل کی کچھ اور نیت تھی تو مکرر دریافت کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

۱۵/ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ (امداد ص ۶۵، ج ۲)

سوال (۱۲۵۸): قدیم ۲/ ۴۱۱ - زید نے اپنی منکوحہ زوجہ سے کہا کہ اگر دو ماہ تجھ سے بولوں تو ماں سے زنا کروں آیا زید کے ذمہ شرعاً اس کلام سے کوئی گناہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب: زید کا اس عبارت سے مقصود یہ ہے کہ میں دو ماہ تک تجھ سے نہ بولوں گا اور اس مقصود کو تعلیق کے طور پر مؤکد کیا ہے اور جس عنوان سے مؤکد کیا ہے اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ مقصود اس سے تعلیق طلاق کی ہو یعنی یہ مطلب ہو کہ اگر دو ماہ کے اندر تجھ سے بولوں تو تجھ پر طلاق ہو جائے پس اگر یہ مقصود ہے تو اگر دو ماہ کے اندر بولے گا طلاق بائن واقع ہوگا جس میں برضامندی تجدید نکاح کی حاجت ہوگی اور اگر دو ماہ کے بعد بولا تو کچھ نہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مقصود اس سے تعلیق ظہار کی ہو یعنی یہ مطلب ہو کہ اگر دو ماہ کے اندر تجھ سے بولوں تو ظہار منعقد ہو جائے گا اگر یہ مقصود ہے تو دو ماہ کے اندر بولنے سے ظہار ہوگا

---

(۱) **وقال الليث عن نافع: كان ابن عمر إذا سئل عمن طلق ثلاثا قال: قال لو طلقت مرة أو مرتين، فإن النبي صلى الله عليه وسلم أمرني بهذا، فإن طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره.** (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من قال لامرأته أنت علي حرام، النسخة الهندية ۲/ ۷۹۲، رقم: ۵۲٦٤)

عن عائشة رضي الله عنها أن رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول قال: لا حتى يذوق عسيلتها كماذاق الأول. (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، النسخة الهندية ۲/ ۷۹۱، رقم: ۵۰٦۲، ف: ٦۲۵۱)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أويموت عنها. (هندية كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۴۷۳، جديد زكريا ۱/ ۵۳۵)

هداية، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۹۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) اور کفارہ جو کتب فقہ میں ہے واجب ہوگا (۲) اور دو ماہ کے بعد بولنے سے کچھ نہ ہوگا اور اگر اور کچھ مقصود ہے تو سوال میں تصریح ہونا چاہئے۔

۲۱/شوال ۱۳۲۵ھ (امداد صفحہ ۴۷، ج ۲)

---

(۱) وإن نوى بأنت علي مثل أمي، أوكأمي برا، أو ظهارا، أو طلاقا، صحت نيته ووقع مانواه لأنه كناية. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۱۳۱، كراچي ۳/۴۷۰۔

ولو قال: أنت على كأمي، أوقال: مثل أمي، فإن نوى ظهارا، أوطلاقا، فهو على مانوى. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع والعشرون في مسائل الظهار وكفارته، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۱۶۹، رقم: ۷۵۶۷)

وإن نوى بأنت علي مثل أمي برا أوظهاراً أوطلاقا فكما نوى. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۱۶۵، كوئٹه ۴/۹۸)

وإذا أضافة إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هندية كتاب الطلاق، الفصل الثالث: في تعليق الطلاق، مكتبه زكريا ديوبندقديم ۱/۴۲۰، جديد ۱/۴۸۸)

هداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/۳۸۵۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا. (الدر المختار كتاب الطلاق، باب التعليق، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۶۰۹، كراچي ۳/۳۵۵)

وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث، فله أن يتزوجهافي العدة وبعد انقضائها. (هداية كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/۳۹۹)

الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۴۸، رقم: ۷۵۰۴۔

(۲) قال الله تعالىٰ: وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَتَمَاسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَتَمَاسَّا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا (سورة المجادلة: ۳-۴)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

تتمہ سابعہ ترجیح الراجح از النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ ص: ۱۴

تحقیق احکام اقسام ثمانیہ تعلیق طلاق ثلث مرات

سوال (۱۲۵۹): قدیم ۲/۴۱۲ - بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۳ مسئلہ نمبر ۲ مطبوعہ اشرف المطابع ۱۳۴۵ھ ایسی عورت سے (یعنی غیر مدخول سے یوں کہا اگر فلاں کام کرے تو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے اوراس نے وہ کام کرلیا تو اس کے کرتے ہی تینوں طلاقیں پڑ گئیں (ص ۴۵۵، ج ۲ درمختار)

اس صورت میں تین طلاق پڑنے میں تامل ہے کیونکہ جس وقت شرط مقدم ہو اور طلاق کا لفظ مکرر ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک تکرار بذریعہ حرف عطف دوسرے بلا حرف عطف اول صورت میں امام صاحبؒ کے نزدیک شرط کے پائے جانے کے وقت ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور باقی طلاقیں لغو ہوجاتی ہیں اور صاحبین کے نزدیک تینوں واقع ہوتی ہیں اور اگر تکرار بلا حرف عطف ہو جیسے کہ مؤلف نے کیا ہے تو اس صورت میں اوّل طلاق معلق ہوتی ہے اور دوسری فی الحال واقع ہوتی ہے اور تیسری لغو ہوجاتی ہے۔

وإن علق الطلاق بالشرط إن كان الشرط مقدما فقال: إن دخلت الدار فأنت طالق، وطالق، وطالق، وهی غير مدخولة بانت بواحدة عند وجود الشرط في قول أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالیٰ ولغا الباقي. وعندهما يقع الثلاث هذا كله إذا ذكره بحرف العطف فإن ذكره بغير حرف العطف إن كان الشرط مقدما فقال: إن دخلت الدار فأنت طالق طالق طالق، وهی غير مدخولة فالأول معلق بالشرط والثاني يقع للحال والثالث لغو، ثم إذا تزوجها و دخلت الدار ينزل المعلق وإن دخلت بعد البينونة قبل التزوج حنث ولايقع شيء. عالمگیری مختصرا ص: ۳۹۹. ج: ۱، مصري(۱). وفي البحر ص: ۲۹۶، ج: ۳. وقيد بحرف العطف؛ لأنه ماذكر بغير عطف

---

(۱) عالمگيري، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الرابع: في الطلاق قبل الدخول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۳۷۴، جديد زكريا ۱/۴۴۱۔

أصلا نحو إن دخلت الدار فأنت طالق واحدة واحدة واحدة ففي فتح القدير: يقع واحدة اتفاقاً عند وجود الشرط و يلغوما بعده لعدم ما يوجب التشريک.اه (۱) وقال العلامة ابن عابدين على قوله: وقيد بحرف العطف في ايمان البزازية من الثالث في يمين الطلاق إن دخلت الدار فأنت طالق طالق طالق وهی غير ملموسة فالأول معلق بالشرط والثانی ينزل في الحال ويلغوالثالث وان تزوجها و دخل الدار نزل المعلق ولودخل بعد البينونة قبل التزوج انحل اليمين لا إلیٰ جزاء ولو موطوءة تعلق الأول ونزل الثاني والثالث اه. وهذا كما ترى مخالف لما نقله هنا عن الفتح إلا أن يفرق بين واحدة واحدة وبين طالق طالق وهذا هو الظاهر.(۲) اه هذا ما ظهر لی والله اعلم بالصواب.

اگر یہ اشکال صحیح ہے اور عبارت میں کسی ترمیم کی ضرورت ہے تو ترمیم فرمادی جاوے تاکہ اصل مسئلہ کی جگہ لکھ کر اُس پر حاشیہ میں نوٹ لکھدیا جاوے۔

الجواب ومنه الصدق والصواب : طلاق ثلاث معلق میں باعتبار مطلقہ مدخول بہا وغیر مدخول بہا و باعتبار تقدیم شرط وتاخیر شرط وباعتبار عطف وعدم عطف بالواو آٹھ صورتیں ہیں جن کو ذیل میں اولاً نقشہ کی شکل میں ثانیاً عبارت میں ضبط کرتا ہوں پھر سب کے احکام نقل کر کے سوال کا جواب عرض کروں گا نقشہ یہ ہے:

طلاق ثلث معلق بالشرط

بغیر المدخول بہا				للمدخول بہا			
تقدیم الشرط		تاخیر الشرط		تقدیم الشرط		تاخیر الشرط	
مع العطف بالواو	بغیر العطف	مع العطف	بغیر العطف	مع العطف	بغیر العطف	مع العطف	بغیر العطف
نمبر۱	نمبر۲	نمبر۳	نمبر۴	نمبر۵	نمبر۶	نمبر۷	نمبر۸

---

(۱) البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه زكريا ديوبند ۵۱۶/۳، کوئٹہ ۲۹۶/۳۔

(۲) منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه زكريا ديوبند ۵۱۶/۳، کوئٹہ ۲۹۶/۳۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

عبارت یہ ہے

نمبر۱ بغیر المدخول بہا بتقدیم الشرط مع العطف	نمبر۲ بغیر المدخول بہا بتقدیم الشرط بلا عطف
نمبر۳ بغیر المدخول بہا بتاخیر الشرط مع العطف	نمبر۴ لغیر المدخول بہا بتاخیر الشرط بلا عطف
نمبر۵ للمدخول بہا بتقدیم الشرط مع العطف	نمبر۶ للمدخول بہا بتقدیم الشرط بلا عطف
نمبر۷ للمدخول بہا بتاخیر الشرط مع العطف	نمبر۸ للمدخول بہا بتاخیر الشرط بلا عطف

احکام یہ ہے

في العالمگيرية: الفصل الرابع من الباب الثاني من كتاب الطلاق، وإن علق الطلاق بالشرط إن كان الشرط مقدما فقال: إن دخلت الدار فأنت طالق وطالق وطالق وهى غير مدخولة (وهى الصورة الأولىٰ) بانت بواحدة عند وجود الشرط في قول أبي حنيفةؒ ولغا الباقي و عند هما يقع الثلث، وإن كانت مدخولة (وهى الصورة الخامسة) بانت بثلاث إجماعاً إلا أن علىٰ قول أبي حنيفةؒ يتبع بعضها بعضًا في الوقوع وعند هما يقع الثلاث جملة واحدة وإن كان الشرط مؤخرا فقال أنت طالق وطالق وطالق، إن دخلت الدار و ذكره بالفاء (الظن بانها أو مكان الواو) فدخلت الدار بانت بثلاث إجماعاً سواء كانت مدخولة أوغير مدخولة (وهى الصورة الثالثة والسابعة) هذا كله إذا ذكره بحرف العطف فإن ذكره بغير حرف العطف، إن كان الشرط مقدما فقال إن دخلت الدار فأنت طالق طالق طالق وهى غير مدخولة (وهى الصورة الثانية المذكورة في بهشتی زیور) فالأول معلق بالشرط والثانى يقع للحال والثالث لغو (وهو الذى ذكره المستفتى)ثم إذا تزوجها ودخلت الدار ينزل المعلق وإن دخلت بعد البينونة قبل التزوج فالأول معلق بالشرط والثاني والثالث يقعان في الحال وإن أخر الشرط فقال أنت طالق طالق طالق إن دخلت الدار وهى غيرمدخولة (وهى الصورة الرابعة) فالأول ينزل للحال ولغا الباقي وإن كانت مدخولة (وهى الصورة الثامنة) ينزل الأول والثانى للحال ويتعلق الثالث بالشرط كذا في السراج الوهاج.(۱)

---

(۱) عالمگيري، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الرابع: في الطلاق قبل الدخول، مکتبه زکریا دیوبند قدیم ۳۷۴/۱، جدید ۴۴۱/۱ ـ ←

وفي الدر المختار: باب طلاق غير المدخول بهافي نظير المسئلة وتقع واحدة إن قدم الشرط وفي رد المحتار هذا عنده وعندهما ثنتان أيضاً ورجحه الكمال (في فتح القدير) وأقره في البحر. اه (۱)

اب سوال کا جواب عرض کرتا ہوں کہ بہشتی زیور کا مسئلہ مبحوث عنہا ظاہرا صورت ثانیہ ہے جس کا حکم یہ ہے کہ پہلی طلاق معلق ہوگی اور دوسری فی الحال واقع ہوگی اور تیسری لغو ہوگی جیسا سوال میں بھی نقل کیا گیا ہےاور روایات جواب میں بھی اس بناء پر بہشتی زیور کی عبارت پر اشکال صحیح ہےاور اس کی تصحیح کے لئے عبارت کی ترمیم کافی نہیں بلکہ اس مسئلہ کو حذف ہی کردینا چاہئے؛ لیکن یہ امر قابل تامل ہے کہ اس حکم کی بناء تکرار بلاعطف ہے جیسا صیغہ مفروضہ سے ظاہر ہےاور اُردو کے محاورات میں عام اہل لسان اس صورت میں عطف ہی کا قصد کرتے ہیں ممکن ہے کہ مؤلف بہشتی زیور نے (کہ مولوی احمد علی صاحب ہیں جیسا کہ احقر اپنی بعض تحریرات میں اس کو شائع بھی کر چکا ہے) اس کو عطف ہی میں داخل کیا ہو جو صور ثمانیہ میں سے صورۃ اولیٰ ہےاور اس میں امام صاحب اور صاحبین جو اختلاف کرتے ہیں مؤلف نے صاحبین کے قول کو راجح سمجھ لیا ہو جیسا روایات بالا میں فتح القدیر و بحر سے اس کا راجح ہونا نقل کیا گیا ہے اس صورت میں اشکال رفع ہوجائے گا۔(۲)

← البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۵۱۵ - ۵۱٦، كوئٹه۳/۲۹٦۔

فتح القدير، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه زكريا ديوبند ٤/۵۳۔

الفتاوى التاتار خانية كتاب الطلاق،الفصل الرابع: تكرار الطلاق وإيقاع العدد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤۳۰-٤۳۱، رقم: ٦۵۹۸-٦٦۰۰۔

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ٤/۵۱٦، كراچي ۳/۲۸۹۔

البحرالرائق، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۵۱۵، كوئٹه ۳/۲۹٦۔

فتح القدير، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه زكريا ديوبند ٤/۵۳۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ اورصاحبین کا اختلاف ملاحظہ فرمایئے:

وإن علق الطلاق بالشرط إن كان الشرط مقدماً فقال إن دخلت الدار فأنت طالق وطالق وطالق وهي غير مدخولة بانت بواحدة عند وجود الشرط في قول أبي حنيفةؒ ←

خلاصہ یہ کہ اس حکم مذکور بہشتی زیور کی صحت دو مقدموں پر موقوف ہے ایک یہ کہ عطف و عدم عطف ہمارے محاورہ میں یکساں ہیں دوسرے یہ کہ صاحبین کا قول راجح ہے پس اگر یہ مقدمات مسلم ہوں تو حکم صحیح ہے ورنہ غلط اور بہشتی زیور میں درمختار کے جس مقام کا حوالہ دیا گیا ہے وہ مقام باوجود تلاش کے نہیں ملا، نہ مستفتی نے اس سے تعرض کیا، ممکن ہے کہ اُس کے دیکھنے سے مزید بصیرت حاصل ہوسکتی بہر حال اگر حذف کیا جاوے تو کسی تکلف کی ضرورت نہیں اور اگر باقی رکھا جاوے تو ایک حاشیہ اس پر لکھدیا جاوے کہ یہ مسئلہ ظاہر عبارات فقہاء پر صحیح نہیں لیکن اگر محاورہ اردو کی بناء پر اس کو عطف میں بحذف عاطف داخل کیا جاوے اور اس مسئلہ میں جو اختلاف ہے اُس میں صاحبین کا قول لے لیا جاوے تو اس توجیہ پر مسئلہ صحیح ہوسکتا ہے۔ اب عوام کو چاہیے کہ اپنے معتقد فیہ عالم کے فتویٰ پر عمل کریں واللہ اعلم

۲۶/ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ النور ص ۱۴، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا روپیہ دے کر طلاق دلوانا

سوال (۱۲۶۰): قدیم ۲/ ۴۱۶- ہندہ منکوحہ زید کے یہاں سے بسبب نا اتفاقی اپنے والدین کے یہاں آکر دو تین سال تک رہی پھر لوگوں نے جھوٹی قسمیں کھا کر کہ زید نے طلاق دیدی تھی بکر سے نکاح کرا دیا ایک عرصہ سے اس کے پاس ہے اب اگر زید کو کچھ روپیہ دیکر طلاق دلوائی جائے تاکہ نکاح صحیح طور پر کرا دیا جائے تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: روپیہ دیکر جو عورت کو طلاق دلوائی جاتی ہے یہ دیکھنا چاہئے کہ نیت کیا ہے اگر روپیہ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ روپیہ دینے سے عورت پر میرا اختیار اور حق اور زور ہو جائے کہ میں اس کو اپنے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کرسکوں گا یا اگر وہ نکاح نہ کرے گی تو میں اس کو زبردستی اپنے پاس رکھوں گا اور طلاق دینے والا بھی یہی سمجھتا ہے کہ عورت گویا میری چیز ہے میں اپنی یہ چیز اس روپیہ کے بدلے اس شخص کو دیتا ہوں تب تو روپیہ دینا اور روپیہ لینا دونوں حرام ہیں البتہ اگر طلاق دیدیگا تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن عورت پر کوئی زور اور حق نہ ہوگا۔

← **ولغا الباقي وعند هما يقع الثلاث الخ.** (هندية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول قديم كوئٹه ۱/م ۳۷٤، جديد ۱/ ٤٤١) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

لأن البضع في حق غير المحرم غير متقوم والاعتياض غير المتقوم رشوة إلا فيما ورد فيه النص وهذه لم يرد فيه النص كأهل المرأة أخذوا شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة. در مختار (۱)

اور زیادہ نیت عوام جہلاء کی یہی ہوتی ہے جو مذکور ہوئی پس شرعاً یہ باطل اور حرام ہے اور اگر یہ نیت ہو کہ فی الحال زوجین کی منازعت رفع ہو جائے اور پھر عورت کو اختیار ہو خواہ کسی سے بعد عدت نکاح کرے یا نہ کرے اور اگر کرے تو یہ ضرور نہیں کہ جس نے روپیہ دیا ہے اُسی سے کرے غرض یہ کہ طلاق دینے والا یہ سمجھے کہ روپیہ لیکر اُس روپیہ دینے والے کا اختیار نہ ہوگا بلکہ عورت کو اپنی ذات پر اختیار ہو جائے گا اور روپیہ دینے والا بھی یہ سمجھے کہ روپیہ دینے سے میرا اختیار عورت پر کچھ نہ ہوگا بلکہ عورت ہر طرح مختار رہے گی تو جائز ہے۔

لأن بدل الخلع يصح التزامه من الأجنبي كما في الهداية. (۲)

اور گو عوام سے اس نیت کی توقع کم ہے لیکن اگر یہ نیت ہوگی تو حکم جواز کا ہوگا البتہ اگر عورت کے وعدہ نکاح پر اس شخص نے یہ روپیہ دیا ہے اور پھر وعدہ خلافی کرے تو عورت سے اپنا روپیہ واپس کرسکتا ہے مگر نکاح پر جبر نہیں کرسکتا ہے۔

---

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٠٧، كراچي ١٥٦/٣۔

البحرالرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ٣٢٥/٣، كوئٹه ١٨٧/٣۔

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (ردالمحتار، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ١٠٦/٦، كراچي ٦١/٤)

(۲) **لأن اشتراط بدل الخلع على الأجنبي صحيح.** (هداية، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبه اشرفية ديوبند ٤٠٩/٢)

كالخلع من الأجنبي ...... فإن أضاف البدل إلى نفسه على وجه يفيد ضمانه له أو ملكه إياه كاخلعها بألف على أو على أني ضامن...... ففعل صح والبدل عليه. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبه زكريا ديوبند ١١٣/٥، كراچي ٤٥٨/٣)

الأجنبي قال للزوج "خالع امرأتک بألف يجب على الأجنبي. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشر: في الخلع، مكتبه زكريا ديوبند ٤٢/٥، رقم: ٧١٩٠)

کمعتدة الغیر أنفق علیها رجل بشرط أن یتزوجها و أبت فله الرجوع کذا في الدر المختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳/ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ (امداد ص ۶۷، ج ۲)

میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں کے الفاظ سے طلاق کا حکم

سوال (۱۲۶۱): قدیم ۲/ ۴۱۷- الفاظ مستعملہ میں ایک لفظ ہے ''مجھ سے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں'' اس سے بہ نیت طلاق طلاق واقع ہوگی یا نہیں عالمگیری میں اس کی دو نظیریں لکھی ہیں:

ولو قال لم یبق بیني و بینک شيء و نوی به الطلاق لا یقع وفي الفتاویٰ لم یبق بیني و بینک عمل و نوی یقع کذا في العتابیة . اھ (۲)

عمل اور شے میں کیا فرق ہے اور صورت مسئولہ کس کے مشابہ ہے بحر الرائق میں ہے:

في جمع برهان قال لم یبق بیني و بینک عمل ونوی الطلاق لا یقع وفي فتاویٰ الفضلی خلافه۔ (۳) اس سے معلوم ہوتا ہے لفظ عمل میں بھی اختلاف ہے؟

الجواب: القاء ربانی سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کا حکم مبنی ہے عرف پر پس جہاں حقیقی اور مجازی معنی میں عرفاً تلبس اور تعلق سمجھا جاتا ہے وہاں نیت صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔ (۴)

---

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر، مکتبه زکریا دیوبند ٤/ ٣٠٦، کراچي ٣/ ١٥٤-١٥٥۔

لو أنفق علی معتدة الغیر علی طمع أن یتزوجها إذا انقضت عدتها فلما انقضت أبت ذلک إن شرط في الإنفاق التزوج کأن یقول أنفق بشرط أن تتزوجني یرجع. (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المهر مکتبه زکریا دیوبند ٣/ ٣٢٤، کوئٹه ٣/ ١٨٦) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) هندیة، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنایات، مکتبه زکریا دیوبند قدیم ١/ ٣٧٦، جدید ١/ ٤٤٣۔

(۳) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الکنایات في الطلاق، مکتبه زکریا دیوبند ٣/ ٥٢٨، کوئٹه ٣/ ٣٠٤۔

(۴) **والحاصل أنه لما تعورف به الطلاق صار معناه تحریم الزوجة وتحریمها لایکون إلا بالبائن، هذا غایة ماظهر لي في هذا المقام.** (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مکتبه زکریا دیوبند ٤/ ٥٣١، کراچي ٣/ ٣٠٠)

اسی بناء پر شئ اور عمل میں فرق ہوگیا کہ ایک میں عرفاً تلبس تھا دوسرے میں نہ تھا پھر تبدیل زمانہ سے لفظ عمل میں اختلاف ہوگیا کیونکہ اگر تلبس شرط نہ ہو لازم آتا ہے کہ زید قائم سے اگر طلاق کی نیت کرے تو درست ہو (وهو باطل) جب یہ معلوم ہوگیا تو اب اپنا عرف غالباً یہ ہے کہ اس کو بکثرت بہ نیت تطلیق استعمال کرتے ہیں؛ لہٰذا میرے نزدیک اگر نیت کرے گا طلاق واقع ہو جائے گا (۱)۔ واللہ اعلم

۲۹/ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ (امداد، ص ۶۸، ج ۲)

حکم جمع بین الکنایۃ والصریح

سوال (۱۲۶۲): قدیم ۲/ ۴۱۷- ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی زوجہ کو کہا کہ جا دُور ہو ہم طلاق دیتے ہیں اُس کے بعد پشیمان ہوا اور پھر کچھ نہیں کہا تھوڑی دیر کے بعد عورت کچھ رونے لگی تو اس سے کہا کہ اب کیا روتی ہو جو ہونا تھا سو ہوگیا یہ کس قسم کی طلاق واقع ہوئی اور اب شوہر رجعت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ تین جملہ ہیں کہ جا، دُور ہو، ہم طلاق دیتے ہیں، اولین کنایات قسم اول سے ہیں جو ہر حال میں موقوف نیت پر ہیں۔ **كما في الدر المختار باب الكنايات.** (۲)

---

(۱) **فالكنايات لاتطلق بها قضاء إلا بنية.** (در مختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٢٨، كراچي ٣/ ٢٩٦)

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٥١٨، كوئٹه ٣/ ٢٩٨۔

هندية كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الخامس في الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٣٧٤، جديد ١/ ٤٤٢۔

وأما الضرب الثاني وهو الكنايات لايقع بها الطلاق إلا بالنية. (هداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/ ٣٧٣) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) **والكنايات ثلاث: مايحتمل الرد، أو ما يصلح للسب، أو لا، ولا فنحو اخرجي واذهبي وقومي إلى قوله تتوقف الأقسام الثلاثة على نية وفي ردالمحتار والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالة الرضا والغضب والمذاكرة.** (الدرالمختار، مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايت، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٢٨-٥٢٩-٥٣٣، كراچي ٣/ ٢٩٨-٣٠١) ←

اور ثالث طلاق صریح ہے پس اگر اولین سے نیت طلاق کی نہیں کی بلکہ زجر مقصود تھا تو صرف لفظ ثالث سے ایک طلاق رجعی پڑی عدۃ کے اندر رجعت کرسکتا ہے(۱) اور اگر اوّل کے دونوں لفظوں سے جُدا جُدا طلاق کی نیت کی تو دو بائن اُن سے ہوں گی اور ثالث سے حلالہ کی ضرورت ہوگی (۲) اور اگر اول سے نیت کی اور ثانی سے نہیں کی یا بالعکس تو دو طلاق بائن ہوگئیں بلا حلالہ تجدید نکاح بتراضی طرفین جائز ہے۔(۳)

۱۳۲۴ھ (امداد، ص ۶۸، ج ۲)

← **وحاصل مافي الخانية أن من الكنايات ثلاث عشرة لايعتبر فيها دلالة الحال ولاتقع إلا بالنية ...... قومي، اخرجي، اذهبي.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۵۲۶، كوئٹه ۳/۳۰۲)

أما الكناية فنوعان ...... أما النوع الأول فهو كل لفظ يستعمل في الطلاق، ويستعمل في غيره نحو قوله .... اخرجي، اغربي، انطلقي .... فافترقت إلى النية لتعين المراد. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في طلاق الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۶۷-۱۶۹)

(۱) **إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۴۷۰، جديد زكريا ۱/۵۳۳)

هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/۳۹۴۔

(۲) مسئلہ کے اس جزء میں مسامحت ہوئی؛ کیونکہ دو بائن نہیں ہوتی؛ بلکہ ایک بائن ہوتی ہے۔

آگے سوال ۱۲۶۳ر میں ترجیح الراجح میں اس کی وضاحت حضرت کی طرف سے آرہی ہے۔

(۳) **إذا لحق الصريح البائن كان بائنا.** (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب الصريح يلحق الصريح والبائن، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۵۴۰، كراچي ۳/۳۰۶)

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۵۳۳، كوئٹه ۳/۳۰۷

إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۴۷۲، جديد ۱/۵۳۵)

هداية كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/۳۹۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ترجیح الراجح جلد ثالث ص: ۲۰۰

(۱)**سوال** (۱۲۶۳): قدیم۲/ ۴۱۸- فتاویٰ امدادیہ جلد دوم باب طلاق ص ۶۸ خلاصۂ سوال ازطلاق بائن الفاظ جاؤدُور ہو ہم طلاق دیتے ہیں خلاصۂ جواب یہ تین جملے ہیں الخ (تسامح) دریں عبارت اور اگر اول کے دونوں لفظوں سے جُدا جُدا طلاق کی نیت کی تو بائن ان سے ہوگی اور ثالث سے حلالہ کی ضرورت ہوگی۔

(**اصلاح تسامح**) مسئلہ متفق علیہ است کہ بائن بہ بائن لاحق نمی شود۔

لا يلحق البائن البائن إذا أمكن جعله إخباراً عن الأول كأنت بائن بائن أو أبنتك بتطليقة فلا يقع لأنه إخبار فلا ضرورة في جعله إنشاء الخ قوله فلا يقع أي وإن نوى كما في البحر عن الحاوي ولا يقع بكنايات الطلاق وإن نوى. ١٢ شامي (٢)

علامۂ شامی درشرح قول درالمختار اذا امکن کہ بحث بحرالرائق در بارۂ نیت در بائن ثانی آوردہ وخوب جواب دادہ دراں نظر امعان فرمایند تمام اہل فقہ چہ درشرح وچہ درمتون وچہ درفتاویٰ متفق اند کہ بائن ثانی واقع نمی شود

---

(۱) سوال: -۱۲۶۳/کا جواب: سوال کا خلاصہ: ان الفاظ سے طلاق: جاؤدور ہو ہم طلاق دیتے ہیں۔ جواب کا خلاصہ: یہ تین جملے ہیں الخ۔

(تسامح) اس عبارت میں چوک: اور اگر اوّل کے دونوں لفظوں سے جدا جدا طلاق کی نیت کی تو بائن ان سے ہوگی اور ثالث سے حلالہ کی ضرورت ہوگی۔

(اصلاح تسامح) چوک کی اصلاح: مسئلہ متفق علیہ ہے کہ طلاق بائن، طلاق بائن کے ساتھ لاحق نہیں ہوتی ''لایلحق البائن البائن الخ'' (شامی) علامہ شامی نے درمختار کی عبارت ''إذا أمكن الخ'' کی شرح میں دوسری طلاق بائن میں نیت کے سلسلے میں البحر الرائق کی بحث ذکر کی ہے اور اچھا جواب دیا ہے، اس میں بغور نظر فرمائیں، تمام فقہاء کیا شرح کیا متون کیا فتاویٰ سب متفق ہیں کہ دوسری طلاق بائن واقع نہ ہوگی؛ لہٰذا ہماری مسئولہ صورت میں اگر دونوں الفاظ کنایہ سے طلاق کی نیت کی ہے تو ایک طلاق واقع ہوئی، اور لفظ صریح سے دوسری طلاق ہوئی؛ لہذا حلالہ کی ضرورت نہ رہی؟

(۲) الدر المختار مع ردالمختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح و البائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٢-٥٤٥، كراچي ٣/٣٠٨-٣١٠۔ ←

پس درصورت مانحن فیہ اگر نیت طلاق است از دو لفظ کنایہ یک واقع شد و یک دیگر بصریح پس حاجت حلالہ نہ ماند؟

الجواب: (۱) علامہ شامی تحت قول صاحب درمختار اذ اامکن خلاصہ بحث چنیں بر آوردہ۔

← البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٥٣٤، كوئٹه ٣/ ٣٠٧۔

(۱) **ترجمۂ جواب**: علامہ شامی نے صاحب درمختار کے قول ''إذا أمکن'' کے تحت بحث کا خلاصہ اس طرح فرمایا ہے کہ ''فعلم أن قولهم الخ''، اور ظاہر ہے کہ لفظ ''دور ہو'' کو اس (جاؤ) کی خبر قرار دینا ممکن ہے جیسا کہ ''أبنتک بأنت بائن میں ممکن ہے''، پس جب لاحق نہ کرنے کی شرط نہیں پائی گئی تو لاحق نہ کرنے کا حکم کیسے کیا جائے گا؟ لہٰذا (ایک طلاق بائن کو دوسری بائن کے ساتھ) لاحق کرنا لازم ہوگا۔

اس پر پھر ذیل کا سوال آیا:

سیدی وسندی مدظلکم، والا نامہ موصول ہوا اور دارین کا فخر حاصل ہوا، جناب والا کے کمال انصاف پر شکر ادا کرتا ہوں، استبراء کے وقت سلام کا جواب دینے کے بارے میں حضرت والا کی طرف سے جو پہلے جواب آیا ہے اسے دل وجان سے تسلیم کرلیا گیا ہے، اس لئے کہ حضرت والا کی فکر کامل درست ثابت ہوئی ہے، اور فتاوی امدادیہ ص: ۶۸؍ کے ''جا دور ہو'' کے الفاظ سے طلاق کے مسئلہ کا یہ جواب جو حضرت نے بھیجا ہے، اب تک بندہ کو سمجھ میں نہیں آیا ہے، حضرت والا کا ارشاد ظاہر ہے کہ لفظ ''دور ہو'' کو اس (جا) کی خبر گردانا ممکن نہیں ہے، بندہ کی فہم ناقص کی وجہ سے یہ ظہور بندہ کو مخفی نظر آرہا ہے، باوجود کافی غور وخوض کے ظہور کی کوئی دلیل ظاہر نہ ہوئی (سمجھ میں نہ آئی) بلکہ ان کے (فقہاء کے) قول کے دلائل اظہر من الشمس (بہت زیادہ واضح ہیں) شامی کے اس قول میں جیسے حضرت والا نے ارشاد فرمایا ہے: (فعلم أن قولهم إذا أمکن الخ) یہ لفظ یعنی ''کما في أبنتک بأخری'' موجود ہے؛ لہٰذا لفظ ''اخریٰ'' خبر قرار دیے جانے کے امکان سے مانع ہے اور باقی صورتیں جو درمختار میں مذکور ہیں جن میں خبر قرار دیئے جانے کا امکان نہیں ہے، ہماری مسئولہ صورت ان صورتوں میں داخل نہیں ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، پس کیا وجہ ہے کہ ہماری مسئولہ صورت میں پہلے کی خبر قرار دینا ناممکن ہے؟ آپ کے ذمہ واضح ترین دلیل بیان کرنا لازم ہے، کتابوں میں صراحت ہے کہ دو طلاق بائن ایک دوسرے کے ساتھ لاحق نہیں ہوتیں، عام ہے کہ ایک ہی لفظ سے دونوں طلاق ہوں جیسے ''أنت بائن أنت بائن'' یا الگ الگ الفاظ سے ہوں جیسے ''أنت بائن أنت خلیة''، وأشار به إلی أنه لایشترط إتحاد اللفظین'' (شامی تحت قول الدر، أو أبنتک بتطلیقة) ←

فعلم ان قولهم إذا أمكن إحتراز عما إذا لم يمكن جعله خبراً. الخ وتحت قول درمختار: لأنه إخبار (آورده) لأنه أمكن ذلك.(۱)

وظاہرست کہ لفظ دور ہوا خبار گردانیدنش ممکن نیست چنانکہ در ابنتک بأنت بائن ممکن ست پس ہرگاہ شرط عدم الحاق نیافتہ شدہ حکم عدم لحاق چگونہ کردہ خواہد شد پس لحاق لازم باشد۔ ۲۲/ رجب ۱۳۲۳ھ

←**الحاصل**: یہ بات قابل توجہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو "اذهبي اُغربي" طلاق کی نیت وارادہ سے کہا، ظاہر ہے کہ مشہور قاعدہ کے لحاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی اس لئے کہ ظاہر ہے کہ ''اُغربي'' کو ''اذهبي'' کی خبر قرار دینا ممکن ہے، یعنی مجھ سے دور ہوجا اس لئے کہ میں نے ''اذهبي'' کے لفظ سے تجھے طلاق دے دی ہے''وإذا طلقها تطليقة بائنة الخ''(شامی تحت قول الدر: لایلحق البائن البائن)

نیز یہ بھی برابر ہے کہ دوسرا کنائی لفظ دوران عدت ایک ہی کلام اور ایک ہی مجلس میں بولا ہو یا دو کلام اور دو مجلس میں۔''ولأنه يوهم أن يلزم الخ (شامی)

پس ہماری مسئولہ صورت میں کون سی چیز مانع ہے کہ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی خبر نہیں بن سکتا؟ خبر سے پہلے صادر ہوئے کلام کی خبر مراد ہے، نہ کہ نحوی خبر کہ صیغۂ امر اس سے (خبر قرار دئے جانے سے) مانع ہو "ليس المراد الإخبار النحوي بل الإخبار عما صدر أو لاً ۲ ا (شامی)

احقر کو اس استدلال میں تامل (اشکال) ہے، حضرت والا غور وخوض فرمائیں، درمختار کے ترجمہ غایۃ الاوطار میں مذکور ہے: اور "اذهبي"یعنی ''جا'' اور ''اغربي''یعنی دور ہوالخ۔

ظاہر ہے کہ امداد الفتاوی کی صورت بعینہ گذشتہ ذکر کردہ قابل توجہ صورت ہے ''هكذا والله أعلم بالصواب''۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مفصل جواب عنایت فرمائیں، اگرچہ حضرت والا کو پریشانی مگر عوام کو گمراہی کے کنوئیں سے باہر نکالنا بہت اہم فریضہ ہے، چونکہ اس گستاخی سے حضرت والا کی طبعیت بوجھل نہیں ہوگی، بلکہ حضرت پورے یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ سائل کا مقصد حق کا ظاہر ہونا ہے، اس لئے دوبارہ گذارش ہے، ورنہ کہاں خاک اور کہاں عالم پاک، امید ہے کہ تھوڑا وقت نکل جائے گا کہ حضرت والا بذاتِ خود اس غلام پر بارشِ علم وعرفان کا فیضان فرمائیں گے۔ فقط

(۱) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٥، كراچي ٣/٣١٠۔

اس پر پھر ذیل کا سوال آیا

سیدی سندی مدظلکم۔ تسلیم سرفراز نامہ رسید فخر دارین بخشید برکمال انصاف جناب شکرادا کردم جواب سابق در بارہ ردسلام بوقت استبراء کہ از حضور آمدہ بسر وچشم تسلیم کردہ شد کہ فکر کامل جناب بصواب آمد وایں جواب مسئلۂ طلاق تلفظ جادور ہو فتاویٰ امدادیہ ص ۶۸، حضور فرستادند تا حال درفہم بندہ نہ آمدہ ارشاد حضور (وظاہر است کہ لفظ دور ہوا خبار کردینش ممکن نیست) بسبب کمال نقصان ذہن بندہ ایں ظہور بندہ را خفی نظر می آید ہر چند فکر کردہ شد کدام دلیل ظہور ظاہر نہ شد بلکہ دلائل مقال آں اظہر من الشّمس اند دراں قول شامی کہ جناب ارشاد فرمودند ”فعلم أن قولهم إذا امكن الخ“ ایں لفظ موجودست کما في أبنتك بأخریٰ پس لفظ اخریٰ مانع از امکان اخبارست وباقی صور کہ در درالمختار آوردند کہ دراں امکان اخبار نیست مانحن فیہ ازاں صور داخل نیست کما ہو الظاہر پس کدام وجہ است کہ در مانحن فیہ اخبار از اول غیر ممکن ست ”فعليكم البيان بأوضح البرهان“ در کتب مصرح است کہ دو طلاق بائن بہ یک دیگر ملحق نمی شوند عام اند بیک لفظ باشند چنانچہ أنت بائن أنت بائن یا لفظ دیگر باشند چنانچہ أنت بائن أنت خلية وأشار به إلىٰ أنه لايشترط اتحاد اللفظين. الخ (۱) شامی تحت قول الدر أو أبنتك بتطليقة الحاصل قابل توجہ ست کہ شخصے زوجۂ خود را گفت اذهبی اغربی مراد و نیت او طلاق ست ظاہر است کہ بموجب قاعدہ معروفہ یک طلاق بائن واقع شود کہ ظاہر است اغربی را اخبار کردن از اذهبي ممكن ست يعني تباعدي عني كه من ترا بلفظ إذهبي طلاق داده أم وإذا طلقها تطليقة بائنة ثم قالها في عدتها أنت عليّ حرام أو خلية أو بريئة أو بائن أو بتة أو شبه ذلك وهو يريد الطلاق لم يقع عليها شيء؛ لأنه صادق في قوله هی عليّ حرام وهي مني بائن أي لأنه يمكن جعل الثاني خبرا عن الأول الخ ۱۲ شامي تحت قول الدر لا يلحق البائن البائن. (۲)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٥، كراچي ٣/٥١٠۔

(۲) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٣، كراچي ٣/٣٠٨۔

وایں ہم برابرا ست کہ کنایہ دوم اند عدت در یک کلام ومجلس باشد یا در دو ولأنه یوهم أن یلزم کون في مجلس واحد وهو غیر لازم. ۱۲ شامی (۱)۔ پس کدام امر مانع در ما نحن فیہ است کہ ثانی از اوّل اخبار نمی شود مراد از اخبار اخبار عما صدر اولا است نہ اخبار نحوی تا کہ صیغہ امر مانع باشد لیس المراد الاخبار النحوی بل الاخبار عما صدر أولا. ۱۲ شامی (۲)۔ بندہ را دریں استدلال تامل است جناب خوض نمایند در ترجمۂ درالمختار غایۃ الاوطار آوردہ او راذ ھبی بمعنی جا لخ او راغربی یعنی دُور ہو الخ ۱۲ ظاہر شد کہ صورت امداد الفتاویٰ بعینہ صورت سابقہ قابل توجہ مذکورہ است ھٰکذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب خلاصہ مفصل بجواب عنایت فرمایند اگرچہ جناب را تکلیف است مگر عوام را از چاہ ضلالت بیرون کردن اہم از اہم فرائض آنجناب ست چونکہ ازیں گستاخی خاطر جناب گراں نمی شود بلکہ بکمال عرفان دانستہ اند کہ مقصود سائل ظہور حق ست؛ لہٰذا بار ثانی معروض ست ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک اُمید کہ وقتے پیدا آید کہ خود بخود جناب بریں غلام فیض باراں خواہند فرمود۔ فقط

اس کا جواب یہاں سے یہ گیا کہ مکرر تحقیق کیا جاوے گا سو مجھ کو فرصت نہیں ملی ناظرین دوسرے علماء سے تحقیق فرمالیں اور اس مضمون کا ایک فتویٰ جو سائل کی رائے کے موافق ہے امداد الفتاویٰ ج ۲، ص ۳۷، مسئلہ مرقومہ ۸/ رجب ۱۳۲۵ھ بعنوان عدم لحاق کنایہ بائن الخ میں مطبوع ہو چکا ہے مکرر تحقیق کے وقت اس کو بھی زیر نظر رکھا جاوے۔ فقط

حکم طلاق مریض

سوال (۱۲۶۴): قدیم ۲/۴۲۰- ایک شخص نے حالتِ بیماری میں برضاء ورغبت اپنی زوجہ منکوحہ کو حاضران مجلس کے سامنے صریح طلاق دی اور زوجہ نے بھی اپنا مہر زوج کو معاف کر دیا بعد طلاق کے عرصہ ایک ماہ کے بعد اس بیماری کی حالت میں زوج مر گیا پس اس صورت مذکورہ میں زوجہ مطلقہ کی عدت بعد طلاق سے محسوب ہوگی یا بعد وفات زوج سے زید کہتا ہے کہ بقول شامی:

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۴۵/٤، کراچی ۳۱۰/۳۔

(۲) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب: الصریح یلحق الصریح والبائن، مکتبہ زکریا دیوبند ۵۴۵/٤، کراچی ۳۱۰/۳۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

في حق امرأة الفار الخ والمراد بامرأة الفار من أبانها في مرضه بغير رضاها بحيث صار فارا أو مات في عدتها فعدتها أبعد الأجلين. (۱)

اس روایت کی وجہ سے مدت وفات کی لی جائے گی نہ طلاق سے اور عمرو کہتا ہے کہ بقول شامی:

لو أبانها في مرضه برضاها بحيث لم يصر فارا تعتد عدة الطلاق. (۲)

عورت مطلقہ کی شمار طلاق سے کیا جائے گا بموجب اس روایت اخیرہ کے اگر کوئی شخص عورت مطلقہ سے بعد گزرنے عدت طلاق نکاح کرلے تو یہ نکاح ازروئے شرع شریف کے جائز ہے یا نہ؟

الجواب: حکم طلاق زوج مریض کا جب کہ زوج قبل انقضائے عدت زوجہ کے مرجائے یہ ہے کہ جس طلاق کے بعد عدت کے اندر زوج کے مرجانے سے زوجہ کو میراث ملتی ہے اس میں عدت ابعدالاجلین سے ہے یعنی عدت طلاق اور عدت وفات میں جو پیچھے ختم ہوا اور جس میں میراث نہیں ملتی اُس میں عدت طلاق واجب ہے پس شامی کی دونوں روایتیں صحیح ہیں اور دونوں میں کچھ تعارض نہیں؛ کیونکہ روایت اولیٰ صورت میراث میں ہے اور روایت ثانیہ صورت عدم میراث میں ہے اب یہ تحقیق کرنا چاہئے کہ اس مریض کی طلاق پر آیا حکم میراث کا مرتب ہوا ہے یا نہیں تاکہ اس سے عدت کا حکم متعین ہوجائے اس لئے اس کی صورتیں لکھتا ہوں کہ اگر یہ مریض ایسا بیمار تھا جس میں غالب گمان حیات کا تھا تو یہ مرض موت نہیں ہے اور اس صورت میں اگر زوج عدت زوجہ کے اندر مرجائے تو زوجہ وارث نہ ہوگی۔ (۳) ایک صورت تو یہ ہوئی اور اگر اس بیماری میں ظاہر حال سے اندیشہ مرجانیکا تھا تو یہ مرض موت ہے۔ (۴)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في عدة الموت، مكتبه زكريا ديوبند ۱۹۲/۵، كراچي ۵۱۳/۳۔

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في عدة الموت، مكتبه زكريا ديوبند ۱۹۲/۵، كراچي ۵۱۳/۳۔

(۳) **فإذا كان الطلاق بائنا ومات وهي في العدة، فإن كان الزوج صحيحا عند الطلاق، غير مريض مرض الموت لم ترث منه بالاتفاق.** (المؤسوعة الفقية الكويتية ۴۹/۲۹)

(۴) **لو الغالب من هذا المرض الموت فهو مرض الموت.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۵، كراچي ۳۸۴/۳)

خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، فصل في معتدة التي ترث، مكتبه زكريا قديم ۵۵۵/۱، جديد ۳۵۱/۱۔ ←

پھراس مرض موت میں یہ تفصیل ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ طلاق رجعی ہے یا بائن اگر رجعی ہے تو وارث ہوگی (۱) اور یہ دوسری صورت ہوئی اور اگر بائن ہے تو دیکھنا چاہئے کہ زوجہ کی اجازت سے ہے یا بلا اجازت اگر اجازت سے ہے تو وارث نہ ہوگی (۲) اور یہ تیسری صورت ہوئی اور اگر بلا اجازت ہے تو وارث ہوگی (۳) اور یہ چوتھی ہوئی پس اول اور تیسری صورت وارث نہ ہونے کی ہیں اور دوسری اور چوتھی صورت وارث ہونے کی ہیں پس واقعہ سوال میں اگر اول یا تیسری واقع ہوئی ہے تو عدت طلاق واجب ہے۔ (۴)

← **ذهب الحنفية: إلى أن مرض الموت هو الذي يغلب فيه خوف الموت.** (الموسوعة الفقهية الكويتية ۵/۳۷)

(۱) **إذا طلق المريض امرأته طلاقا رجعيا ورثت مادامت في العدة.** (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل العشرون في طلاق المريض، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۱۲۱، رقم: ۷۴۳۳)

بدائع الصنائع كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۳۴۴۔

خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، فصل في معتدة التي ترث، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۵۵۵، جديد زكريا ۱/۳۵۱۔

(۲) **وإن كان من طلاق بائن أو ثلاث** .... **وإن كان في حال المرض، فإن كان برضاها لاترث بالإجماع.** (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة، مكتبه زكريا ديوبند۳/۳۴۵)

وإن أبانها في المريض، إن أبانها بسؤالها لاترث. (خانية على هامش الهندية كتاب الطلاق، فصل في المعتدة التي ترث، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۵۵۵، جديد زكريا ۱/۳۵۱)

(۳) **وإن أبانها في المرض** ...... **إن أبانها بغير سؤالها ثم ماو هي في العدة ورثته.** (خانية على هامش الهندية كتاب الطلاق، فصل في المعتدة التي ترث، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۵۵۵، جديد زكريا ۱/۳۵۱)

بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۳۴۵۔

(۴) **لو أبانها في مرضه برضاها بحيث لم يصر فارا تعتد عدة الطلاق. فقط وخرج أيضا مالو طلقها بائنا في صحته ثم مات لاتنتقل عدتها.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكرياديوبند ۵/۱۹۲، كراچي ۳/۵۱۳)

وإذا مات زوج المطلقة ففي الرجعة تنتقل إلى عدة الوفاة وفي البائن لا، إن لم ترث. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۲۳۵، رقم: ۷۷۴۳) ←

اوراس کے انقضاء کے بعد نکاح ثانی جائز ہے اور اگر دوسری یا چوتھی صورت واقع ہوئی تو اگر عدت طلاق پہلے ختم ہو جائے تو عدت موت کے بعد نکاح ثانی درست ہوگا اُس کے قبل درست نہ ہوگا۔(۱)

والروايات مذكورة في باب طلاق المريض وباب العدة من الكتب الفقهية. واللہ اعلم

یکم ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ (امداد ص ۷۰، ج ۲)

چار شرطوں میں سے ایک شرط کی قید کے ساتھ طلاق کو مقید کرنا

سوال (۱۲۶۵): قدیم ۲/ ۴۲۱ - زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے چار شرط اس طور سے کیں کہ اگر ایک شرط بھی ان چار سے پائی جائے تو تجھ کو طلاق ہے چاہے جہاں تو نکاح کرے میرا کسی قسم کا دعویٰ تجھ پر نہیں ہے بعد ازاں زید سے ایک شرط پائی گئی پس ہندہ پر کتنی اور کیسی طلاق پڑی مع عبارت کتاب بیان فرمائیں؟

← **وإن كان بائنا أو ثلاثا فإن لم ترث بأن طلقها في حالة الصحة لاتنتقل عدتها.** (بدائع الصنائع، فصل: أما بيان انتقال العدة وتغيرها، مكتبه زكريا ۳/ ۳۱۷)

(۱) **وفي حق امرأة الفار والمراد بامرأة الفار من أبانها في مرضه بغير رضاها بحيث صار فارا ومات في عدتها فعدتها أبعد الأجلين.** (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۹۲، كراچي ۳/ ۵۱۳)

وإذا طلق إمراته في مرض الموت ثلاثا أو طلاقا بائنا، ثم مات قبل انقضاء العدة فورثت واعتدت بأربعة أشهر وعشر افيها ثلاث حيض ...... وفي الخانية حتى لو اعتدت بأربعة أشهر وعشرا ولم تحض كانت في العدة مالم تحض ثلاث حيض، ولو حاضت ثلاث حيض قبل تمام أربعة أشهر وعشرا لاتنقضى عدتها حتى تتم المدة .... وفي الينابيع وإذامات زوج المطلقة ففي الرجعة تنتقل إلى عدة الوفاة. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۲۳۵، رقم: ۷۷۴۳)

والمحصنٰت من النساء أي ذوات الأزواج لايحل للغير نكاحهن مالم يمت زوجها، أويطلقها وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق، (تفسير مظهري، سورة النساء تحت رقم: الآية: ۲۴، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۶۴) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في الدر المختار: باب الصريح: يقع البائن لو قال: أنت طالق طلقة تملكي بها نفسک لأنها لا تملک نفسها إلا بالبائن.(۱)

اس روایت کی بناء پر صورت مسئولہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگئی واللہ اعلم

۱۶/ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ (امداد ص ۱۷۱، ج ۲)

قسم کے وقوع طلاق میں مانع ہونے کی تحقیق

(۲) **سوال** (۱۲۶۶): قدیم ۲/۴۲۲ - اندریں کہ بنگالی بزبان بنگالہ خود زن خود را گفت نیز تین طلاق دیم کہ ترجمہ اش بعربی ''**طلقتک ثلاثا**'' باشد و یا بفارسی تراسہ طلاق دادم و آں را بقسم یا بکلمۂ شہادت موکد ساخت اعنی او گفت:

واللّٰہ طلقتک ثلاثا یا أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه طلقتک ثلاثًا .

پس شرعاً طلاقش واقع خواہد شد یا نہ؟

---

(۱) الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٠١، ٥٠١، كراچي ٣/٢٧٨-

أما الصريح البائن وهو أن يكون بحروف الإبانة، .... **وكذا إذا كان موصوفا بصفة تنبئ عن البينونة أوتدل عليها من غير حرف العطف.** (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في بيان صفة الواقع بألفاظ الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٧٤-١٧٥)

أن رجلا قال لزوجته متى ظهر لي امرأة غيرک أو ابرأتيني من مهرک فأنت طالق واحدة تملكين بها نفسک ثم ظهر له امرأة غيرها وأبرأته من مهرها، وقد أجاب المؤلف فيها بأنه بائن. (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٠٦، كوئٹه ٣/٢٩١) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) **ترجمۂ سوال**: ایک بنگالی نے بنگلہ زبان میں اپنی بیوی کو کہا نیز تین طلاق دیم کہ جس کا ترجمہ ''**طلقتک ثلاثا**''، ہوگا یا فارسی میں تراسہ طلاق دادم ہوگا اور اس کو کلمہ شہادت یا قسم سے مؤکد کیا، یعنی اس نے یہ کہا واللہ ''**طلقتک ثلاثا**'' یا **اشهد أن لااله الا الله طلقتک ثلاثا** کہا لہذا شرعاً اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

نقل رقعہ مصحوبہ ایں سوال

پس از سلام مسنون معروض آنکہ عبارت درمختار:

لستُ لک بزوج أو لست لي بامرأة أو قالت لست لي بزوج، فقال: صدقت طلاق إن نواه خلافا لهما ولو أكد بالقسم أو سئل ألک امرأة فقال لا تطلق وإن نوى؛ لأن اليمين والسوال قرينتا إرادة النفي فيهما. (۱)

خلاصہ مطلب اس عبارت کا کیا ہے چونکہ بعض لوگ اس عبارت سے قسم وسوال کو مطلقاً مانع طلاق سمجھتے ہیں صریح ہو یا کنایہ اور بعض مانع کنایہ سمجھتے ہیں نہ صریح کے اور یہاں کے عوام وخواص سب کی تشفی حضور کی تحریر پر ہے۔ فقط

الجواب: (۲) بلاشک وشبہ سہ طلاق واقع شد (۳) وانچہ در پرچہ مصحوبہ از درمختار نقل کردہ شدہ است آں مخصوص است بکلامے کہ متحمل نفی اصل زوجیت باشد پس قسم مرجح خواہد شد ارادہ نفی را (۴)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٠٧-٥٠٨، كراچي ٣/٢٨٢-٢٨٣۔

(۲) **ترجمۂ جواب**: بغیر شک وشبہ کے تین طلاق واقع ہوگئیں اور جو منسلکہ پرچہ میں درمختار سے نقل کیا گیا ہے، وہ مخصوص ہے اس کلام کے ساتھ، جو کہ اصل زوجیت (شوہر ہونے کی) نفی کا متحمل ہو لہذا قسم ارادہ نفی کے لئے مرجح ہوگی اور یہ مطلب نہیں ہے کہ قسم مطلقاً استثناء یعنی ان شاء اللہ کی طرح مانع وقوع طلاق ہے اور صریح اور کنایہ اس میں برابر ہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ مقیس علیہ میں زوجیت کا انکار ہے اور مقیس میں ان شاء طلاق ہے؛ لہٰذا قیاس صحیح نہ ہوگا۔

(۳) **رجل قال لامرأته: تراسه طلاق، يقع الثلاث.** (التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع: فيما يرجع إلى صريح الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٠٥، رقم: ٦٥٣٤)

وطلاق البدعة أن يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة، فإذا فعل ذلك وقع الطلاق، (هداية كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٣٥٥)۔

(۴) **وخرج عنه لم أتزوجک أو لم يكن بيننا نكاح، ووالله ما أنت لي بامرأة، وقوله: لا عند سؤاله بقوله ألک امرأة، وقوله لاحاجة لي فيک، كما في البدائع، ففي هذه الألفاظ لايقع، وإن نوى عند الكل ...... والأصل أن نفي النكاح أصلا لايكون طلاقا بل يكون جحودا.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٣٠، كوئٹه ٣/٣٠٥) ←

واین مقصود نیست کہ قسم مطلقا مثل استثناء یعنی انشاء اللہ تعالیٰ مانع وقوع طلاق می باشد وصریح وکنایہ درآں متساوی اند خلاصہ جواب آنکہ در مقیس علیہ انکار زوجیت است ودر مقیس انشاء طلاق پس قیاس صحیح نہ باشد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ (امداد ص۷۲، ج ۲)

بیوی کو مخاطب کئے بغیر اور نام لئے بغیر وقوع طلاق کا حکم

سوال (۱۲۶۷): قدیم ۲/۴۲۳ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں میں نے حالت غصہ میں یہ کلمے کہے ہیں (طلاق دیتا ہوں طلاق طلاق) اور میں نے کوئی کلمہ فقرہ بالا سے زیادہ نہیں کہا اور نہ میں نے اپنی منکوحہ کا نام لیا اور نہ اُس کی طرف اشارہ کیا اور نہ وہ اس جگہ موجود تھی اور نہ اُس کی کوئی خطا ہے یہ کلمہ صرف بوجہ تکرار (یعنی نزاع ۱۲) یعنی میری منکوحہ کی تائی کے نکلے جس وقت میرا غصہ فرو ہوا فوراً اپنی زوجہ کو لے آیا ان دو اشخاص ہیں ایک میرے ماموں اور ایک غیر شخص ہے اور مستورات ہیں۔

الجواب: چونکہ دل میں اپنی ہی منکوحہ کو طلاق دینے کا قصد تھا؛ لہٰذا تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں۔

کذا فی رد المحتار ج:۲،ص:۵۰۷۔(۱)

۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ (امداد صفحہ ۳۷، ج ۲)

← **وبخلاف قوله: والله ماأنت لي بامرأة، لأن اليمين على النفي تتناول الماضي وهو كاذب في ذلک فلا يقع به شيء.** (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۷۱)

ذلک لأن اليمين لتاكيد مضمون الجملة الخبرية فلايكون جوابه الأخير، وكذا جواب السؤال، والطلاق لايكون إلا إنشاء فوجب صرفه إلىٰ الإخبار عن نفي النكاح كاذبا. (ردالمحتار كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۵۰۸، كراچي ۳/۲۸۳)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **ولايلزم كون الإضافة صريحة في كلامه إلىٰ قوله لوقال: امرأة طالق،أوقال طلقت امرأة ثلاثا، وقال لم أعن امرأتي يصدق ويفهم منه أنه لولم يقل ذلک تطلق امرأته لأن العادة من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لابطلاق غيرها.** (ردالحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۴۵۸، كراچي ۳/۲۴۷) ←

بیوی کو دوسری عورت کے نام سے طلاق دینے سے عدم وقوع کا حکم

سوال (۱): (۱۲۶۸): قدیم ۲/۴۲۳- **يا مخد و منا العلاّم. أن رجلا له زوجة واحدة اسمها عليمة بنت زيد مثلاً فقال في مجلس إن طلقت زوجتي نعيمة بنت زيد ثلاثا وليست له زوجة إلا عليمة بنت زيد ثم قال والله ما طلقت زوجتي عليمة بنت زيد قط و هو الآن يصاحبها و يوطأها فهل صارت عليمة مطلقة أم لا.**

← **عن عامر الشعبي قال: قلت لفاطمة بنت قيس: حدثني عن طلاقك، قالت: طلقني زوجي ثلاثا وهو خارج إلى اليمن، فأجاز ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم.** (ابن ماجة شريف،أبواب الطلاق، باب من طلق ثلاثا في مجلس واحد، النسخة الهندية ١٤٥-١٤٦، دارالسلام رقم: ٢٠٢٤)

عن سهل بن سعدؓ فيهذاالخبر قال: فطلقتها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأنفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم. (أبوداؤدشريف، كتاب الطلاق، باب في اللعان، النسخة الهندية ٣٠٦/١، رقم: ٢٢٥٠)

رجل قال لامرأته: طالق، ولم يسم وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق،الفصل الرابع: إيقاع الطلاق بطريق الإضمار، مكتبه زكريا ديوبند ٤٢١/٤، رقم: ٦٥٧٩)

قال امرأته طالق ولم يسم وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ٥٢٠/٤، كراچي ٢٩٢/٣)

خانية على هامش الهندية،كتاب الطلاق،مكتبه زكريا ديوبند قديم ٤٥٢/١، جديد ٢٧٢/١ ۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **سوال کا ترجمہ**: اے ہمارے خوب علم رکھنے والے مخدوم مکرم، ایک آدمی کی ایک ہی بیوی ہے، اس کا نام علیمہ بنت زید ہے، مثلاً اس نے ایک مجلس میں یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی نعیمہ بنت زید کو تین طلاق دی اور علیمہ بنت زید کے علاوہ اس کی کوئی دوسری بیوی نہیں ہے، پھر وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی قسم اپنی بیوی علیمہ بنت زید کو کبھی کوئی طلاق نہیں دی؛ حالانکہ وہ اس وقت اسی کے ساتھ رہتا ہے، اس کے ساتھ ہمبستری کرتا ہے تو کیا علیمہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟

الجواب (۱) : السَّلام عليكم. الجواب ان عليمة لا تطلق كما في رد المحتار عن البزازية: ولو حلف إن خرج من المصر فامراته عائشة كذا واسمها فاطمة لا تطلق إذا خرج. اھ ج: ۲ ، ص: ۷۵۵. (۲)

۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ صفحہ ۱۰۵)

کنایہ بائن کا بائن صریح کے ساتھ لاحق نہ ہونا اور بقیہ کے ساتھ لاحق ہونا

سوال (۱۲۶۹): قدیم ۲/ ۴۲۳- إن رجلا طلق امراته طلاقا بائناً ثم طلق بعد ستة أشهر ثنتين فهل يقع الثنتان اللتان بعد الأولىٰ أم لا ؟

الجواب: نفس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ طلاق اول یا صریح بائن یا کنایہ رجعی ہے۔ مثل اعتدی و استبرئی رحمک و غیرہ کے یا کنایہ بائن اور اسی طرح طلاق متاخر میں یہ چاروں احتمال ہیں کل سولہ صورتیں ہیں ان میں جس صورت میں طلاق مقدم بائن ہو صریح یا کنایہ

---

(۱) **جواب کا ترجمہ**: السلام علیکم جواب یہ ہے کہ علیمہ پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی جیسا کہ بزازیہ سے شامی میں نقل کیا گیا ہے، کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر شہر سے نکلے گا تو اس کی بیوی عائشہ کو طلاق؛ حالانکہ اس کی بیوی کا نام فاطمہ ہے تو جب شہر سے نکلے گا تو اس کی بیوی فاطمہ پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مطلب فيما قال: امرأته طالق وله امرأتان أوأكثر تطلق واحدة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٢١، كراچي ٣/ ٢٩٢۔

بزازية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، نوع آخر في الإضافة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٤/ ١٧٣، جديد ١/ ١١٣۔

لوقال امرأته الحبشية طالق ولا نية له في طلاق امرأته، وامرأته ليست بحبشية، لايقع عليها وعلى هذا إذا سمي بغير اسمها ولا نية له في طلاق امرأته. (هندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني: في إيقاع الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٣٥٨، جديد ١/ ٤٢٦)

رجل قال امرأته الحبشية طالق وامرأته ليست بحبشية، لايقع الطلاق. (خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، الفصل الأول: في صريح الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٤٥٣، جديد ١/ ٢٧٣) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اور طلاق مؤخر کنایہ بائن ہو اُس صورت میں تو طلاق مؤخر کا وقوع نہ ہوگا اگرچہ نیت بھی وقوع کی کرے(۱) باستثنائے مستثنیات مذکورہ فی الفقہ اور حاصل ان صور مستثنیہ کا یہ ہے کہ جب ایقاع ثانی کو اخبار پر محمول کرنا ممکن نہ ہو(۲) اور بقیہ صورتوں میں وقوع ہو جائے گا ہٰکذا فی الدر المختار مفصلاً مبسوطاً۔ واللہ اعلم

۸/ رجب ۱۳۲۵ھ (امداد، ص ۲۳۷، ج ۲)

---

(۱) وجملة الكلام فيه أن المرأة لاتخلو إما إن كانت معتدة من طلاق رجعي أوبائن أوخلع، فإن كانت معتدة من طلاق رجعي يقع الطلاق عليها سواء كان صريحا أو كناية ...... وإن كانت معتدة من طلاق بائن أوخلع، وهي المبانة أو المختلعة فيلحقها صريح الطلاق ...... وأما الكناية فهل يلحقها، ينظرإن كانت رجعية وهي ألفاظ وهيقوله: اعتدي، واستبرئي رحمك وأنت واحدة يلحقها .... وإن كانت بائنة كقوله أنت بائن ونحوه ونوى الطلاق لايلحقها بلاخلاف. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق فصل: وأما الذي يرجع إلى المرأة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢١٢-٢١٣)

لايلحق البائن البائن إذا أمكن جعله إخبار عن الأول وفي ردالمحتار قيد فيعدم لحاق البائن البائن ومحترزهٔ ماأفادبقوله بخلاف أبنتك بأخرى كأنت بائن بائن أوأبنتك بتطليقة فلايقع، وإن نوى، لما فيالبحر. عن الحاوي: ولا يقع بكنايات الطلاق شيء وإن نوىٰ؛ لأنه إخبار أي يجعل إخبارًا لأنه أمكن ذلك، فلا ضرورة في جعله إنشاء. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات مطلب: الصريح يلحق الصريح البائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٢-٥٤٥، كراچي ٣/٣٠٨-٣١٠)

والمراد بالبائن الذي لايلحق البائن الكناية المفيدة للبينونة بكل لفظ كان لأنه هو الذي ليس ظاهرًا فيالإنشاء فيالطلاق كما أوضحه في فتح القدير ولذا قال فيالخلاصة: لوقال لها بعد البينونة خلعتك ونوى به الطلاق لايقع به شيء، وفي الحاوي القدسي: إذا طلق المبانة في العدة، فإن كان بصريح الطلاق وقع ولايقع بكنايات الطلاق شيء وإن نوى ومراده ماعداالرواجع. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٣٤، كوئٹه ٣/٣٠٧)

(٢) بخلاف أبنتك بأخرى، أيلو أبانها أولا ثم قال في العدة أبنتك بأخرى وقع، لأن لفظ أخرى مناف لإمكان الإخبار بالثاني عن الأول، أوأنت طالق بائن، أوقال نويت البينونة الكبرى أي بالبائن الثاني البينونة الكبرى أي الحرمة الغليظة وهي التي لاحل بعدها إلابنكاح زوج آخر، لتعذرحمله على الإخبار فيجعل إنشاء. (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٥-٥٤٦، كراچي ٣/٣١٠) ←

اگر فلاں کام کروں تو جس عورت سے نکاح کروں وہ مطلقہ کہنے کے بعد صحت نکاح کی شکل

سوال (۱۲۷۰): قدیم ۲/۴۲۴ - ایک شخص نے کسی فعل پر طلاق کو اس طرح معلق کیا کہ اگر فلاں کام کروں تو جس عورت سے نکاح کروں وہ مطلقہ ہے اس کے بعد وہ کام کیا پھر نکاح تو ظاہر ہے کہ وہ عورت مطلقہ ہوگئی؛ لیکن قاضی نے ایجاب وقبول دوبارہ کرایا پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ اول ایجاب وقبول کے بعد طلاق واقع ہوگیا اور ثانی ایجاب وقبول سے پھر دوبارہ نکاح منعقد ہوگیا اگرچہ طرفین نے تجدید نکاح کا ارادہ نہیں کیا؛ البتہ پہلی مرتبہ چونکہ قاضی وکیل تھا اس لئے وہ وکالت ختم ہوگئی اب دوبارہ ایجاب فضولی کا سمجھا جائے گا؛ اس لئے اجازت مرأۃ یا ولی مرأۃ پر موقوف رہے گا پس ولی کا عورت کو برضامندی رخصت کرنا یا کہ عورت کی برضا تمکین وطی کو اجازت سمجھا جائے گا یا نہیں یا کہ عورت سے یہ کہا کہ تم راضی ہو ان سے اس نے کہد یا ہاں تو یہ رضا شمار کیا جا سکتا ہے یا نہیں وجہ شبہ یہ ہے کہ اجازت ورضامندی کے لئے خبر نکاح شرط ہے اور ولی یا عورت کو خبر نکاح ثانی نہیں ہے بلکہ اس کو فضول سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ نکاح ہماری اجازت سے ہوا ہے پس یہ عدم علم تجدید نکاح میں رضامندی کے لئے مضر ہے یا نہیں یا کہ یہ کافی ہے کہ نفس نکاح کا اُن کو علم ہے اگرچہ تجدید نکاح کا علم نہیں؟

الجواب: مکرر ایجاب وقبول سے مقصود تاکید ہے نہ کہ تجدید؛ لہٰذا اس کو عقد ثانی نہ کہیں گے اور رضا مرأۃ یا ولی کی عقد اول ہی کے خیال سے ہے اُس کو عقد ثانی پر رضا نہ کہا جائے گا۔ (۱)

۱۷/ رجب ۱۳۲۵ھ (امداد ص ۳۷، ج ۲)

← وقيدنا بإمكان كونه خبرا عن الأول لأنه لولم يكن بأن نوى بالبائن الثاني البينونة الغليظة قيل يصدق فيما نوى ويقع الثلاث لأنها محل البينونة والحرمة الغليظة وقيل لايصدق ...... واقتصر الشارحون على الوقوع لكن بصيغة ينبغي فكان الوقوع هو المعتمد وفي البزازية لوقال للمبانة أبنتك أخرى يقع لأنه لايصلح جوابا أي لايصلح كونه خبرا عن الأول وفي القنية: لوقال لها أنت بائن ثم قال في عدتها أنت بائن بتطليقة أخري يقع. (البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۵۳۵، کوئٹہ ۳/ ۳۰۸) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) اگر اول ایجاب وقبول کے بعد فوراً اس کا تکرار ہوا ہے، تو تاکید کی بات واضح ہے؛ لیکن اگر تھوڑا سا توقف کے بعد دوبارہ ایجاب وقبول ہوا ہے، یا مسئلہ پہلے سے معلوم ہے کہ پہلا ایجاب وقبول ہوتے ہی ←

حکم طلاق صغیر

سوال (۱۲۷۱): قدیم ۲/۴۲۴- جملہ متون وشروح فقہ واصول اس امر میں متفق ہیں کہ صبی بنفسہ ایقاع طلاق نہیں کرسکتا اور نہ اُس کی طرف سے ولی وغیرہ ایقاع طلاق کا مجاز ہے ہاں بوقت حاجت صبی کی طرف سے طلاق واقع ہوسکتی ہے پس قابل استفسار یہ امور ہیں۔

نمبر ۱: حاجت سے کون حاجت مراد ہے وہی تین حاجتیں جو شامی صاحب تحریر وغیرہ نے ذکر فرمائی ہیں یا اور بھی مثلاً زوج صغیر اور زوجہ بالغہ بوقت خوف زنا وغیرہ۔

نمبر ۲: بوقت حاجت خود صبی طلاق دے گا یا اور کوئی صبی کی طلاق نہ واقع ہونے کی دلیل فقہائے کرام كل طلا ق جائز إلا طلاق الصبى بیان فرماتے ہیں پس یہ عبارت حدیث مرفوع کی ہے یا قول ابن عباسؓ ہے اور کوئی اگر طلاق دے تو وہ کون ہوگا ولی یا قاضی یا محکم اور اس کی دلیل کیا ہے اور ایسے واقعات کا فیصلہ اس وقت کوئی کرسکتا ہے یا نہیں؟

نمبر ۳: قول امام سرخسیؒ بنفسہ ایقاع طلاق صبی پر دلالۃ کرتا ہے یا نہیں اگر دلالت کرتا ہے تو خلاف متون وشروح یہ قول مفتی بہ ہے یا نہیں۔

← طلاق واقع ہوچکی ہے؛ اس لئے اب دوبارہ ایجاب وقبول کیا ہے، تو ایسی صورت میں ثانی ایجاب وقبول میں قاضی عورت کی طرف فضولی شمار ہوگا، اور تمکین وغیرہ اجازت فعلی یا قولی پر موقوف رہے گا اور نکاح فضولی کے طور پر نکاح منعقد اور صحیح ہوجائے گا اور ثانی نکاح کے بعد طلاق واقع نہ ہوگی۔

جو فقہاء کے اس طرح کے جزئیات سے واضح ہوتا ہے:

وكذا كل امرأة أي إذا قال: كل امرأة أتزوجها طالق والحيلة فيه مافي البحر من أنه يزوجه فضولي ويجيز بالفعل كسوق الواجب إليها أو يتزوجها بعد ماوقع الطلاق عليها لأن كلمة كلّ لاتقتضي التكرار (وقوله) كل امرأة أتزوجها فهي طالق إن كلّمتُ فلاناً فكلّم ثم تزوج لايقع الطلاق عليها وإن كلّم ثم تزوج ثم كلّم طلقت المتزوجة بعد الكلام الأول الخ.

(شامي زكريا ٤/٥٩٤، كراچي ٣/٣٤٥)

تنحل أي يبطل اليمين ببطلان التعليق إذا وجد الشرط برّة وتحته في الشامية أي تنتهي وتتمّ وإذا تمّت حنث فلايتصور الحنث ثانياً إلا بيمين اُخرىٰ لأنها غير مقتضية للعموم والتكرار لغة الخ. (الدر المختار مع الشامي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٦٠٥، كراچي ٣/٣٥٢) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: نمبرا: صغرزوج اور بلوغ زوجہ ان حاجات میں سے نہیں بلکہ کسی حالت میں بھی یہ اسباب استحقاق تفریق میں سے نہیں (۱)۔ نمبر۲: قاضی تفریق کرے گا (۲)۔ اور دلیل کی تحقیق منصب مقلد کا نہیں اور نہ مجیب مقلد کے ذمہ مأخذ کا بیان کرنا ہے نقل مذہب کافی ہے (۳)۔ نمبر۳: اول تو دال نہیں اور ثانیہ بصورت دلالت معتبر نہیں۔ فقط

یکم ذی قعدی ۱۳۲۵ھ (امداد ص ۷۵، ج ۲)

---

(۱) الفسخ يكون إما بسبب حالات طارئة على العقد تنافي الزوج، أوحالات مقارنة للعقد تقتضي عدم لزومه من الأصل، فمن أمثلة الحالات الطارئة: ردة الزوجة أوإبائها الإسلام، أوالاتصال الجنسي بين الزوج وأم زوجة أوبنتها، أوبين الزوجة وأبي زوجها أو ابنه مما يحرم المصاهرة، وذلك ينافي الزواج، ومن أمثلة الحالات المقارنة: أحوال خيار البلوغ لأحد الزوجين، وخيار أولياء المرأة التي تزوجت من غير كفء أوبأقل من مهر المثل عند الحنفية، ففيها كان العقد غير لازم. (الفقه الإسلامي وأدلته، الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۳۳۶-۳۳۷)

(۲) ولاتجوز إلا بحكم القاضي. (الموسوعة الفقية الكويتية ۳۲/ ۱۳۷)

أما الفسخ المتوقف على القضاء فهو فيالجملة يكون في الأمور الآتية، لكن الفرقة بسبب إباء الزوجة فسخ بالاتفاق، أما الفرقة بسبب إباء الزوج فهي فسخ في رأيالجمهور ومنهم أبويوسف، وخالف فيذلك أبو حنيفة ومحمد ولم يريا توقفها على القضاء لأن الفرقة حينئذ طلاق في رأيهما. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۲/ ۱۳۷)

فإن كانت الفرقة بسبب اختيار المرأة نفسها لعيب الجب والعنة والخصاء والخنوثة فهي فرقة بطلاق من طريق القاضي. (الفقه الإسلامي وأدلته، الطلاق، مكتبه هدى انٹرنيشنل ديوبند ۷/ ۳۳۸)

(۳) وإنما على المفتي حكاية النقل الصريح كما صرحوا به. (شرح عقود رسم المفتي، مكتبه زكريا ديوبند ۱۴۴، قديم زكريا ۷۹)

وإن لم يكن من أهل الاجتهاد لايحل له أن يفتي إلا بطريق الحكاية، فيحكي مايحفظ من أقوال الفقهاء. (شرح عقود رسم المفتي، زكريا ۱۴۴، قديم ۷۹)

أما غير المجتهد ممن يحفظ أقوال المجتهد فليس بمفت والواجب عليه إذا سئل أن يذكر قول المجتهد كأبي حنيفة على جهة الحكاية. (فتح القدير، كتاب أدب القاضي، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۲۳۸) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

لفظ آزاد کردی طلاق صریح ہے

سوال (۱۲۷۲): قدیم ۲/۴۲۵- میرے خاوند نے چند اشخاص کے مواجہہ میں یہ لفظ کہے مجھ کو اس کی ضرورت بالکل نہیں اور میں نے تو اُس کو آزاد کردی تھی لوگ خواہ مخواہ میرے سر ہوتے پھرتے ہیں نہ میرے کہنے کی تھی نہ میں نے رکھی اب کہیں جاؤ میں نہیں لیتا یہ الفاظ کہے اور ان الفاظوں کے گواہ تیتروں کے لوگ ہیں اب آپ اس امر میں کیا فرماتے ہیں کہ میری والدہ پر افلاس آ گیا ہے کب تک نباہ ہو سکے مجبوراً احکام شرعی کی نیت کی ہے اگر اجازت ہو تو نکاح کرلوں میری ایام گزاری مشکل ہے دنیا حرام حلال کو کم دیکھتی ہے؟ فقط

الجواب: یہ کہنا کہ آزاد کردی ہے ہمارے عرف میں طلاق کے لئے مستعمل ہے لہذا اس سے طلاق صریح واقع ہو جائے گی پس اگر اس کہنے کے بعد اس عورت کو تین حیض آ چکے ہوں تو یہ نکاح سے نکل گئی جس سے چاہے نکاح کرے۔

في رد المحتار: فإذا قال لها: كر دم أي سرحتك يقع به الرجعى مع أن أصله كناية أيضاً وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق وقد مر أن الصريح مالم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت. (۱) فقط

۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ تتمہ اولیٰ ص ۹۶)

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٣٠، كراچي ٣/٢٩٩۔

والأصل الذي عليه الفتوى في زماننا هذا في الطلاق بالفارسية أنه إن كان فيها لفظ لايستعمل إلا في الطلاق فذلك اللفظ صريح يقع به الطلاق من غير نية إذا أضيف إلى المرأة مثل أن يقول في عرف ديارنا رهاكنم أوفي عرف خراسان والعراق بهشتم. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل النية في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٦٤)

ولوقال الرجل لامرأته "تراچنگ بازداشتم" أو "بهشتم" أو "يله كردم ترا" أو "پائے كشاده كردم ترا" فهذا كله تفسير قوله: "طلقتك" عرفا حتى يكون رجعيا. (هندية، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٣٧٩، جديد ١/٤٧١)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع فيما يرجع إلى صريح الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤١٢، رقم: ٦٥٦١۔ ←

سوال (۱۲۷۳): قدیم ۲/ ۴۲۶ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت منکوحہ کو بلا ذکر طلاق وبغیر نیت بحالت غصہ اشتعال طبع سے ایام حمل چہار ماہ میں مکرر یہ کہا کہ جا میں نے تجھ کو طلاق دیا طلاق پس ایسی حالت میں اس پر طلاق عائد ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو تلافی مافات کی کیا صورت ظہور پذیر ہے جواب باصواب سے عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور فرماویں؟

الجواب: لفظ جا ان کنایات سے ہے کہ ہر حال میں اس میں نیت شرط ہے جب نیت نہ تھی تو اس سے طلاق تو واقع نہیں ہوئی (۱) پس اگر لفظ طلاق دیا دو ہی بار کہا ہے اور عورت مدخول بہا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوئی

← **أحدها إن قال: بهشتم والثاني: إن قال: پأي كشاده كردم والثالث: إن قال: يله كردم، فالثلاث الأول: تفسير قوله: طلقتك عرفا حتى وقع بلانية ويكون رجعيا.** (الفتاوى الولوالجية ، كتاب الطلاق، الفصل الأول: في صريح الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٢) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **الكنايات ثلاث: مايحتمل الرد، أو مايصلح للسب، أولا ولا، فنحو اخرجي واذهبي وقومي، إلى قوله تتوقف الأقسام الثلاثة على نية وفي ردالمحتار والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالة الرضاوالغضب والمذاكرة.** (الدرالمختامع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٢٨- ٥٣٣، كراچي ٣/٢٩٨-٣٠١)

وحاصل مافي الخانية أن من الكنايات ثلاث عشرة لايعتبر فيها دلالة الحال ولاتقع إلابالنية...... قومي، اخرجي، اذهبي. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٢٦، كوئٹه ٣/٣٠٢)

أماالكناية فنوعان...... أما النوع الأول فهو كل لفظ يستعمل في الطلاق، ويستعمل في غيره نحو قوله ...... اخرجي، اذهبي، إنطلقي...... فافتقرت إلى النية لتعيين المراد. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٦٧-١٦٩)

رجل قال لامرأته بعد الدخول بها: أنت طالق، أنت طالق تقع ثنتان. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع: تكرار الطلاق وإيقاع العدد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٢٩، رقم: ٦٥٩٥)

وقعتا رجعيتين لومدخولابها، كقوله أنت طالق، أنت طالق. (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٦٣، كراچي ٣/٢٥٢)

جس میں عدت کے اندر رجعت جائز ہے۔(۱) اور بعد عدت تجدید نکاح بتراضی زوجین جائز ہے(۲) اور اگر تین بار کہا ہے تو بجز حلالہ کے کوئی تدارک نہیں۔(۳)

۲۸/ شعبان ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالث، ص ۲۶)

سوال (۱۲۷۴): قدیم ۲/۴۲۶- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا چال چلن وقت شادی درست تھا بعد شادی چند ایام گزر جانے پر چال چلن خراب ہوگیا اور یہاں تک خراب ہوا کہ شراب خوری اور رنڈی بازی و قمار بازی میں مصروف ہوگیا زید نے جوئے بازی میں بکر کے ہاتھ مبلغ تین سو روپیہ میں اپنی بیوی ھندہ رکھدی اور ہندہ نے آکر بیان کیا کہ تو میری بردہ ہے اور میں نے تجھ کو بکر کے ہاتھ مبلغ تین سو روپیہ میں بیچد یا ہے تو اُس کے ہاں چلی جا۔ عورت ہندہ نے جواب دیا کہ عورت کی بیع نہیں ہوتی ہے غرض اس کے لینے کے لئے بکر ہندہ کے مکان پر پہونچا اور بکر نے مکان پر جا کر بیان کیا کہ زید نے تجھ کو یعنی ہندہ کو میرے ہاتھ بیچد یا ہے تو میرے مکان پر چل۔ عورت ہندہ نے بکر کو جواب دیا کہ عورت کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ میں حُر ہوں اور حر کی بیع جائز نہیں ہے اور میں کہیں نہیں جاسکتی ہندہ کے باپ مسمّی عمرو کو خبر پہونچی عمرو اپنے مکان پر ہندہ کو لے آیا بعد گزرنے دس بیس یوم کے پھر زید لینے کیواسطے آیا اس کو بہت ملامت وغیرہ کیا کہ تم نے ایسی حرکت بیجا کی ہے کہ جو بالکل شرافت کے خلاف ہے عمرو کے سامنے بھی یہی جواب دیا کہ تم کون ہو میری بردہ ہے میں جو چاہوں کروں جب زید مایوس ہوا تو اس نے فیصلہ چاہا

---

(۱) **إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۴۷۰، جديد ۱/۵۳۳)

هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة ، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/ ۳۹۴

(۲) **إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة ، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۴۷۲، جديد ۱/ ۵۳۵)

(۳) **وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها.** (هندية كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۴۷۳، جديد ۱/ ۵۳۵)

هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/ ۳۹۹۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

اور کہا کہ مجھ کو مہر معاف کرادو تو میں طلاق دیدوں گا چنانچہ باپ ہندہ سے بھی ایسا ہی سوال کیا کہ مہر معاف کرا دو میں طلاق دیدوں گا عمرو نے اپنی لڑکی ہندہ سے اس امر کی بابت دریافت کیا ہندہ رضا مند ہوگئی کہ مجھ کو طلاق دیدے تو میں مہر معاف کردوں گی چنانچہ ہندہ نے مہر معاف کردیا چند شخصوں کے سامنے اور زید نے ہندہ کو ان الفاظ سے ان ہی شخصوں کے سامنے یہ الفاظ کہے اول مرتبہ یہ کہا کہ میں نے تجھ کو آزاد کردیا اور دوسری مرتبہ یہ کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدی اس صورت مسئولہ میں طلاق بائن ہوگی یا رجعی؟

الجواب : في رد المحتار عن البزازي: مانصه بخلاف فارسية قوله سرحتك وهو رها كردم؛ لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري. اه وبعد السطر عنه فإن سرحتك كناية لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح فإذا قال رها كردم أي سرحتك يقع به الرجعى مع أن أصله كناية أيضاً وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق وقد مر أن الصريح مالم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت وبعد السطر وأما إذا تعورف استعماله في مجرد الطلاق لا بقيد كونه بائنا يتعين وقوع الرجعى به كما في فارسية سرحتك.(۱)(ج۲، ص ۶۲۷ و ص ۶۲۳)

---

(۱) ردالمحتار كتاب الطلاق باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٣٠، كراچي ٢٩٩/٣۔

والأصل الذي عليه الفتوى في زماننا هذا في الطلاق بالفارسية أنه إن كان فيها لفظ لايستعمل إلا في الطلاق فذلك اللفظ صريح يقع به الطلاق من غير نية إذا أضيف إلى المرأة مثل أن يقول في عرف ديارنا "رها كنم أو في عرف خراسان والعراق بهشتم" (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل النية في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ١٦٤/٣)

ولوقال الرجل لامرأته "ترا چنك بازداشتم" أو بهشتم" أو "يله كردم ترا" أو "پائى كشاده كردم تراً" فهذا كله تفسير قوله طلقتك عرفا حتى يكون رجعيا. (هندية، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٣٧٩/١، جديد ٤٧١/١)

وفي رد المحتار عن الفتح آخر الباب قال أبرئینی من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال في فوره طلقتک وهی مدخول بها یقع بائنا لأنه بعوض. اھ (ج:۲،ص:۹۲۱)(۱)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگرچہ یہ الفاظ کہ آزاد کردیا اور طلاق دیدی صریح ہیں لیکن چونکہ یہ بمقابلہ معافی مہر کے ہے اس لئے اس سے طلاق بائن واقع ہوگی۔

۲۸/شعبان ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ ص ۶۶)

کسی مصلحت کی وجہ سے زوجین کا یہ کہنا کہ ابھی نکاح نہیں ہوا اس سے نکاح باطل ہوگا یا نہیں

سوال (۱۲۷۵): قدیم ۲/ ۴۲۷- ایک شخص نے ہندہ سے نکاح کیا مگر عدالتی مصلحت کی وجہ سے زوجین نے عدالت میں یہ بیان کیا کہ ابھی نکاح نہیں ہوا ہے لیکن ہونے والا ہے تو نکاح باطل ہوا پھر نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب: اول تو یہ انشا نہیں ہے اور اس سے قطع نظر نیت بھی طلاق کی نہیں ہے؛ لہٰذا نکاح باطل نہیں ہوا۔

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، مطلب: ابرأته من حق یکون للنساء علی الرجال، مکتبه زکریا دیوبند ۵/۹۲، کراچي ۳/۴۴٤۔

امرأة سألت زوجها فقال الزوج: "ابرئیني عن کل حق لک علی حتی أطلقک؟ فقالت: "أبرأتک عن کل حق یکون للنساء عل الرجال" فقال في فور ذلک "طلقتک واحدة" وهي مدخول بها یقع بائنا. (الفتاوی التاتار خانیة، کتاب الطلاق، الفصل السادس عشر في الخلع، مکتبه زکریا دیوبند ۵/۲۳، رقم: ۷۱۲۹)

مدخولة سألت طلاقها فقال الزوج ابرئیني عن کل حق لک علي حتی أطلقک فقالت قد ابرأتک عن کل حق یکون للنساء علی الرجال فقال الزوج في فور ذلک طلقتک واحدة قالوا یقع واحدة بائنة لأنه طلقها عوضا عن الإبراء. (خانیة علی هامش الهندیة، کتاب الطلاق، باب الخلع، مکتبه زکریا دیوبند قدیم ۱/۵۳٤، جدید ۱/۳۳٤) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

في العالمگيرية: لو قال لها: لا نكاح بيني و بينک أوقال لم يبق بيني و بينک نكاح يقع الطلاق إذا نوىٰ. ج: ۲، ص: ۶۹. (۱)

جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۰۸)

زوجہ کا یہ لکھنا کہ تم کو ایک طلاق مغلظہ اشد کالجبل

سوال: (۱۲۷۶): قدیم ۲/ ۴۲۸ - زید پردیس میں کہیں نوکر تھا اُس نے اپنی زوجہ (زینت) کو مخاطب کرکے بایں عبارت (تمھیں ایک طلاق بائن مغلظ اشد کالجبل) طلاق لکھا بعدہ وہ سلسلہ معاش (اُس کے زعم میں) بی بی کے بعض طرفدار کی کوشش کی وجہ سے جاتا رہا زید نے طیش میں آکر پھر ایک خط بایں عنوان (چونکہ مجھ سے فلاں جگہ کا تعلق جاتا رہا اور یہ غالبًا طلاق کا اثر ہے؛ لہٰذا پھر طلاق اور جب رجعت کروں تب طلاق غرض طلاق پر طلاق) تحریر کرکے روانہ کیا تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مسئولہ عنہا میں کے طلاق واقع ہوئی اور کیسی رجعت یا ان دونوں (زید و زینت) میں کوئی صورت معیت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) عالمگيري، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۳۷۵، جديد ۱/ ۴۴۳۔

بزازية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، الفصل الثاني في الكنايات،نوع آخر في إنكار النكاح، مكتبه زكريا ديوبندقديم ۱/ ۱۹۶، جديد ۱/ ۱۲۸۔

خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق،فصل: في الكنايات والمدلولات، مكتبه زكريا ديوبندقديم ۱/ ۴۶۷، جديد ۱/ ۲۸۴۔

وتطلق بلست لي بامرأة أو لست لک بزوج إن نوى طلاقا وفي البحر ودخل في كلامه، ما أنت لی بامرأة وما أنالک بزوج ولا نكاح بيني وبينک. (البحرالرائق، كتاب الطلاق،باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند۳/ ۵۳۰، كوئٹه ۳/ ۳۰۵)

وتطلق بلست لي بامرأة أولست لک بزوج...... أولا نكاح بيني وبينک ...... إن نوى الطلاق. (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر كتاب الطلاق، فصل في الكنايات، دارالكتب العلمية ۳/ ۴۰) شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في الدر المختار: ويقع بقول أنت طالق بائن أو البتة أو أفحش الطلاق أو طلاق الشيطان أو البدعة أو أشر الطلاق أو كالجبال (إلى قوله) واحدة بائنة في الكل إن لم ينو ثلثا. اھ(۱)

اس روایت کی بناء پر جواب یہ ہے کہ چونکہ لفظ ایک بھی کہا ہے اس لئے وقوع ثلث کا تو احتمال نہیں اس سے اول ایک طلاق واقع ہوئی اور بوجہ اس کے کہ اس کو مغلظ اشد وغیرہ سے موصوف کیا اس لئے وہ ایک طلاق بائن ہوگی (۲) اس کے بعد جب لکھا کہ پھر طلاق اس سے دوسری طلاق واقع ہوئی (۳) اور چونکہ بائن ہی ہوتی ہے اس لئے اس عورت پر دو طلاقیں ہونگی (۴) اور تیسری طلاق اس لئے نہ ہوگی

---

(۱) الدر المختار كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب إيماني كإيمان جبريل، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٩٨، كراچي ٣/٢٧٦۔

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٠٠، كوئٹه ٣/٢٨٧۔

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٣٤٩-٣٥٠۔

(۲) **وإنما كان بائنا في هذه لأنه وصف الطلاق الصريح بما يحتمله وهو البينونة.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٠٠، كوئٹه ٣/٢٨٧)

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٣٤٩۔

الحاصل أن الوصف بما ينبئ عن الزيادة يوجب البينونة والتشبيه كذلك. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٩٩، كراچي ٣/٢٧٧)

(۳) **الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن.** (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٠، كراچي ٣/٣٠٦۔

البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٣١، كوئٹه ٣/٣٠٧۔

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٣٦٢۔

(۴) **وإذا لحق الصريح البائن كان بائنا.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٠، كراچي ٣/٣٠٦)

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٣٣، كوئٹه ٣/٣٠٧۔

کہ وہ معلق ہے ایک شرط پر اور وہ شرط نہ تو واقع ہوئی اور نہ واقع ہوسکتی ہے؛ کیونکہ طلاق بائن میں رجعت نہیں ہوسکتی اب صرف تجدید نکاح بلا حلالہ کے دونوں کی رضا مندی سے جائز ہے (۱) لیکن اگر اس نکاح جدید کے بعد کبھی ایک بار بھی لفظ طلاق کہہ دے گا، تو وہ ایک ان دو سے مل کر تین طلاق ہو جاویں گی اور پھر بدون حلالہ نکاح جدید بھی جائز نہ ہوگا۔(۲) واللہ اعلم

۷/ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ ص ۹۹)

بیوی کو (نکل جا ہم سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں کوئی چھیلا تلاش کر لے بازار میں جا کر رہ) کہنے کا حکم

سوال (۱۲۷۷): قدیم ۲/ ۴۲۸ - شوہر نے اپنی زوجہ سے کہا تو دوسرے شخص کے یہاں جاتی ہے ہم کو کچھ شبہ ہے زوجہ نے کہا کہ جب تیرا ہماری طرف سے ایسا خیال ہے تو نہ ہم تیرے گھر میں رہیں گے اور نہ تیرا کھائیں گے اور نہ تو ہمارا شوہر ہے تب شوہر نے کہا نکل جا ہم سے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں کوئی چھیلا تلاش کر لے چاہے بازار میں جا کے رہو عورت اس سے کنارہ کش ہوگئی اُس کے گھر جاتی نہیں اور شوہر کہتا ہے کہ غصہ میں کہہ دیا معاف کر شوہر کے بے ایمانی کی یہ حالت ہے کہ جب اس عورت کو پہلے شوہر سے طلاق دلوا کر لایا اور لوگوں کو نکاح کے واسطے جمع کیا تب میاں جی نے پوچھا کہ اس کی عدّت پوری ہوگئی ہے یا نہیں؟

---

(۱) **إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۴۷۲، جديد ۱/ ۵۳۵)

هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۹۹۔

(۲) **"فإن طلقها" والمعنى فإن طلقها بعد الثنتين...... "فلا تحل له من بعد" أي من بعد ذلك التطليق "حتى تنكح زوجا غيره" أي تتزوج زوجا غيره ويجامعها...... "فإن طلقها" الزوج الثاني "فلاجناح عليها أي على الزوج الأول والمرأة "أن يتراجعا" أن يرجع كل منها إلى صاحبه بالزواج بعد مضي العدة.** (تفسير روح المعاني، سورة البقرة، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۲۱۲-۲۱۳) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اس نے کہا پوری ہوگئی ہے نکاح پڑھا دیا گیا بعد کو یہ معلوم ہوا کہ صرف چھ سات یوم طلاق کو گزرے ہیں تو دونوں میں تفریق کرادی گئی بعد گزرنے عدت کے پھر نکاح ہوا تو اب جواب طلب یہ امر ہے کہ شرع کے اندر ایسے شخص کے قول وفعل کا اعتبار ہوسکتا ہے یا نہیں اور کلمات بالا سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی اور اگر پھر اس عورت سے رجوع کرنا چاہے تو کس صورت سے رجوع کرسکتا ہے ازروئے احکام خداورسول جواب سے سرفراز فرماویں؟ فقط

الجواب: یہ کنایات اس قسم سے ہیں جو محتمل ردو جواب اور محتمل سب وجواب ہیں اور حالت ہے غضب کی اس لئے مدار وقوع طلاق کا نیت پر ہوگا اگر طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو کچھ نہ ہوگا (۱) اور وقوع کی صورت میں اگر تینوں لفظوں میں نیت جداگانہ کی ہے تو تین طلاق (*)

(*) جداگانہ نیت کرنے کی صورت میں بھی ایک ہی طلاق ہوگی؛ لأن البائن بالكناية لايلحق البائن ۔۱۲ رشید احمد عفی عنہ

---

(۱) **فالحالات ثلاث: رضا وغضب ومذاكرة، والكنايات ثلاث: مايحتمل الرد، أوما يصلح للسب، أولا ولا. فنحو اخرجي ،وإذ هبي، وقومي...... ...... يحتمل ردا ونحو خلية، برية، حرام، بائن ومراد فها كبتة، بتلة يصلح سبا...... وفي الغضب توقف الأولان إن نوى وقع وإلا لا. وفي الشامي: والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالة الرضاوالغضب والمذاكرة والثاني في حالة الرضاوالغضب فقط.** (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٢٨- ٥٣٣، كراچي ٣/٢٩٨-٣٠١)

وحاصل مافي الخانية أن من الكنايات ثلاث عشرة لايعتبر فيها دلالة الحال ولاتقع إلابالنية ...... قومي اخرجي اذهبي انقلي، انطلقي، تزوجي، اغربي، لانكاح لي عليك. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، مكتبه زكريا ديو بند ٣/٥٢٦، كوئٹه ٣/٣٠٢)

أما الكناية فنوعان: أما النوع الأول فهو كل لفظ يستعمل في الطلاق ويستعمل في غيره نحو قوله ...... لانكاح لي عليك، قومي، اخرجي،...... تزوجي، إبتغي الأزواج...... فافتقرت إلى النية لتعيين المراد. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٦٧-١٦٩)

واقع ہوں گی (۱) کہ بدون حلالہ پھر نکاح درست نہ ہوگا ورنہ دو یا ایک طلاق واقع ہوگی کہ بدون حلالہ تجدید نکاح کافی ہوگا جبکہ دونوں رضامند ہوں (۲) اور عدم وقوع کی صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں حتیٰ کہ رجعت کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ رجعت بعد وقوع کے ہوتی ہے۔

۸/ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۹۹)

باب طلاق میں خبر واحد کا اعتبار

سوال (۱۲۷۸): قدیم ۲/ ۴۲۹ - زید نے اپنی بیوی کو شب کو چھ طلاق دیا زید کی والدہ نے سُنا بعد کو اقرار کیا مگر اب اقرار نہیں کرتی بلکہ انکار کرتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: في رد المحتار: الجلد الخامس. ص: ۳۳۹. **قوله في الديانات أي: المحضة احتراز عما إذا تضمنت زوال ملك كما إذا أخبر عدل أن الزوجين ارتضعا من امرأة واحدة لا تثبت الحرمة؛ لأنه يتضمن زوال ملك المتعة فيشترط العدد و العدالة جميعاً اتفاقي.** (۳)

بنابراس روایت کے جواب یہ ہے زید اگر طلاق کا اقرار کرتا ہے تو طلاق واقع ہونے میں شبہ نہیں (۴)

---

(۱) حضرتؒ نے کنایہ کے الفاظ تین ہونے کی وجہ سے تین طلاق واقع ہونے کو لکھا ہے جو مسامحت پر محمول ہے، کیونکہ الفاظ کنایہ کے تعدد سے طلاق میں تعدد نہیں ہوتا ہے، حضرت نے پہلے تعدد کنایہ سے تعدد طلاق تحریر فرمایا تھا، جو سوال ۱۲۶۲/ میں موجود ہے جو ۱۳۲۴ھ کا لکھا ہے! مگر یہاں تعدد کی بات حضرتؒ کے ۱۳۲۷ میں جو تحریر فرمائی ہے غالباً پچھلا رجوع ذہن میں نہیں رہا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) **إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها .** (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۴۷۲، جديد ۱/ ۵۳۵)

هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۹۹۔

(۳) ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۴۹۸-۴۹۹، كراچي ۶/ ۳۴۶۔

(۴) **إن أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعامنه في الحال لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للايقاع غيرمالك لإسناد.** (المبسوط للسرخسي، باب من الطلاق، دارالكتب المعلمية بيروت ۶/ ۱۳۳)

اور اگر انکار کرتا ہے مگر زید کی زوجہ نے خود سُنا ہے تب بھی زوجہ زید کو زید کے ساتھ طلاق کا سا برتاؤ کرنا چاہئے (۱) اور اگر زید کی زوجہ نے خود نہیں سُنا صرف زید کی والدہ ہی بیان کرتی ہے اور کوئی کہتا ہے تب وقوع طلاق کا حکم نہ کریں گے (۲) اگر واقع میں بھی زید نے دیا ہوگا تو یہ وبال انکار کا زید ہی پر رہے گا زوجہ کو گناہ نہ ہوگا۔ (۳)

۱۹/ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ، (تتمہ اولیٰ ص ۱۰۰)

''طلاق دیدی دیدی کرو میرا کیا کرتی ہو'' کہنے کا حکم

سوال (۱۲۷۹): قدیم ۲/ ۴۳۰- بندہ نے سولہ سترہ برس کی عمر میں اپنی بڑی سالی اور اس کی ساس کے ساتھ لڑتے وقت یہ سمجھ کر کہ یوں کہنے سے طلاق نہ پڑے گی اور اس وقت میری بیوی اپنے باپ

---

(۱) **المرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لايحل لها تمكينه.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٦٣، كوئٹه ٣/ ٢٥٧)

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٤٤٨، كوئٹه ٣/ ٢٥٧۔

والمرأة كالقاضي لايحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه، أو علمت به. (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٨٢، امدادية ملتان ٢/ ٢١٨)

(۲) **وما سوى ذلك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين سواء كان الحق أو غير مال مثل النكاح والطلاق.** (هداية، كتاب الشهادة، مكتبه اشرفية ديوبند ٣/ ١٥٤)

ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا أو غيره كنكاح وطلاق...... رجلان ...... أو رجل وامرأتان،...... ولزوم في الكل لفظ أشهد لقبولها والعدالة. (الدرالمختار، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ٨/ ١٧٨، كراچي ٥/ ٤٦٥)

هندية، كتاب الشهادات، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٣/ ٤٥١، جديد زكريا ٣/ ٣٨٨۔

(۳) **وفي البزازية عن الأوزجندي: أنها ترفع الأمر للقاضي فإن حلف ولا بينة لها فالإثم عليه.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٦٣، كراچي ٣/ ٢٥١)

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٤٤٨، كوئٹه ٣/ ٢٥٧۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

کے گھر تھی اور پہلے سے بھی مشہور ہو رہی تھی کیونکہ بندہ مہینوں بیوی کے پاس نہ جاتا تھا بندہ جب گھر گیا تو انھوں نے کہا تو اپنی بیوی کو لے آ میں نے کہا میری دل کی مرضی میں نہیں لاتا انھوں نے کہا ہم نے سُنا ہے کہ طلاق دیدی اب مجھے جلن آئی اس بہتان پر اب بندہ نے اُن کی دل شکنی کرنے کی وجہ سے یہ کہد یا کہ میں نے طلاق دیدی دیدی کرو میرا کیا کرتی ہو اب انھوں نے کہا یوں طلاق نہیں ہوتی جب تک گواہ نہ ہوں اور تیرے کہنے سے کیا ہوتا ہے نہ تو طلاق دینا مقصود تھا یوں ہی خواہ مخواہ واقعہ ہو گیا۔

اب بندہ پریشان ہے کیونکہ جب تو نادانی میں ناواقفیت سے یہ واقعہ ہو گیا اب مسئلہ سننے دیکھنے سے نادم ہوں اور اب کے سال گھر جانے کا ارادہ ہے آیا یہ طلاق ہو گئی یا نہیں۔ اگر ہو گئی تو اب کسی طرح سے درست ہو سکے اگر یہ کسی طرح حلال نہ ہو گی تو شرمندگی کی وجہ سے نہ دوسرا نکاح کرے گی بلکہ مرجانے کا خوف ہے اور بندہ غربت کی وجہ سے رہ جاوے گا۔

الجواب: یہ زبان سے کہا ہے کہ میں نے طلاق دیدی دیدی کرو میرا کیا کرتی ہوالخ دیکھا جائے کہ اس کا کیا مطلب تھا اگر یہ مطلب تھا کہ گو اب تک نہ دی تھی مگر اب دیدی تب تو تین طلاق واقع ہو گئی بدون حلالہ تجدید نکاح درست نہیں اور اگر یہ مطلب تھا کہ ہاں تم نے جو سُنا ہے وہ صحیح ہے میں نے اُس کو طلاق دیدی تھی تو اس کا حکم یہ ہے کہ قضاءً تو تینوں واقع ہو گئیں اور اگر عورت کو ثابت ہو جاوے کہ اس نے ایسا کہا تھا تو اُس پر واجب ہے کہ اس سے جدا رہے اور دیانۃً یہ تفصیل ہے کہ اگر اس سے پہلے طلاق نہ دی تھی تب تو اس خبر کاذب سے واقع نہیں ہوئی حتیٰ کہ اگر عورت کو یہ امر ثابت نہ ہو تو اس شخص پر وہ عورت عند اللہ حلال رہے گی اور اگر پہلے سے دے چکا ہے تو واقع ہونا ظاہر ہے۔

وفي رد المحتار: تحت قول الدر المختار: أوهازلاً عن إكراه الخانية لو أكره علىٰ أن يقرّ بالطلاق فأقر لا يقع كما لو أقر بالطلاق هازلاً أو كاذباً فقال في البحران مراده بعدم الوقوع في المشبه به عدمه ديانة، ثم نقل عن البزازية والقنية: لو أراد به الخبر عن الماضي كذباً لا يقع ديانة وإن أشهد قبل ذلك لا يقع قضاءً أيضاً اه ج:۲ ص:۶۵۴ مصرية. (۱)

---

(۱) الدر المختار مع دالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح مع الإكراه، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٤٣، كراچي ٣/٢٣٨۔

لوأقر بالطلاق هازلا أو كاذبا كذا في الخانية من الإكراه ومراده بعدم الوقوع في المشبه به عدمه ديانة لما في فتح القدير ولو أقر بالطلاق وهو كاذب وقع في القضاء وصرح في البزازية:←

وفي رد المحتار: تحت مسئلة كذا أنت طالق قبل أن أتزوجک أو أمس (إلیٰ قوله) لأن الإنشاء في الماضي إنشاء في الحال مانصه ولا يمكن تصحيحه إخباراً لكذبه وعدم قدرته على الإسناد فكان إنشاء في الحال.اه(۱) ج: ۲، ص: ۶۸۳، مصرية. قلت: فثبت به أن الموثر في الطلاق ديانةً هو الإنشاء لا الإخبار. واللہ اعلم

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۰۱)

بعد تحریر جواب ہذا غور کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ مطلب اس شخص کا یہی ہے کہ اب طلاق دیدی لہٰذا جواب متعین یہی ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں۔(۲)

← بأن له في الديانة إمساكها إذا قال أردت به الخبر عن الماضي كذبا، وإن لم يرد به الخبر عن الماضي أوأراد به الكذب أو الهزل وقع قضاء وديانة. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ۴۲۸/۳، كوئٹه ۲۴۶/۳)

ولو أقربه وادعي إنه كان هازلا أوكان كاذبا وقع قضاء. (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت ۸/۲)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح مطلب في إضافة الطلاق إلى الزمان، مكتبه زكريا ديوبند ۴۸۳/۴، كراچي ۶۶۶/۳۔

(۲) إذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة بها طلقت ثلاثا. (هندية، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۳۵۵/۱، جديد ۴۲۳/۱)

لوقال لزوجته أنت طالق، طالق، طالق طلقت ثلاثا. (الأشباه والنظائر، القاعدة التاسعة قديم ۲۱۹/۱، جديد ۳۷۶/۱۔

ولوقال ترايک طلاق، يک طلاق، يک طلاق، بغير العطف وهي مدخول بها تقع ثلاث تطليقات. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع: تكرار الطلاق، وإيقاع العدد، مكتبهزكريا ديوبند ۴۲۹/۴، رقم: ۶۵۹۵)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا قديم ۴۷۳/۱، جديد ۵۳۵/۱)

هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه اشرفية ديوبند ۳۹۹/۲۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اگر یہ کہا کہ اپنے باپ کے گھر جائے گی تو تین طلاق تو باپ کے مرجانے کے بعد یہ حلف باقی رہے گا یا نہیں

سوال (۱۲۸۰): قدیم ۲/ ۴۳۱ - ایک شخص مثلاً زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے کہا کہ اگر تو اپنے باپ عمرو کے گھر جائے گی تو تجھ پر تین طلاق لیکن قبل جانے ہندہ کے اپنے باپ عمرو کے گھر عمرو مرگیا مگر باوجود ممات عمرو کے عرف میں باپ کا گھر کہا جاتا ہے اس صورت میں اگر ہندہ اپنے باپ کے گھر جائے گی تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب: في رد المحتار: لو مات مالک الدار فدخل لا یحنث لانتقالها للورثة (إلیٰ قوله) لم تكن مملوكة له من كل وجه. اه ملخصاً ج:۳، ص:۱۲۸ - ۱۲۹. (۱)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگر کہیں کا عرف یہ ہو کہ باپ کے مرنے کے بعد جانے سے بھی یہ کہا جاتا ہو کہ وہ عورت اپنے باپ کے گھر گئی ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

في الدرالمختار: وعندنا على العرف. وفي رد المحتار؛ لأن المتكلم (إلیٰ قوله) ماعهد انه المراد بها فتح. صفحة: ۱۱۰، جلد ثالث. (۲)

۲۰/ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۰۲)

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج الخ۔ مطلب: لايدخل دار فلان يرادبه نسبة السكني، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۵۵۳، كراچي ۳/ ۷۶۱۔

إذاقال الرجل "إن دخلت دارفلان فكذا" فمات فلان فدخل داره، فهذا على وجهين: إن لم يكن على صاحب الدار دين أصلا أو كان عليه دين مستغرق فإنه لايحنث بلاخلاف، وإن كان عليه دين مستغرق قال محمد بن سلمة رحمه الله: يحنث، وقال فقيه أبوالليث: لايحنث، قال الصدر الشهيد رحمه الله: والفتوى على قول الفقيه أبي الليث. (الفتاوى التاتارخانية كتاب الأيمان، الفصل الثاني عشر: الحلف على الأفعال، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۱۷۰، رقم: ۹۱۰۹)

المحيط البرهاني، كتاب الأيمان والنذور، الفصل الثاني عشر: الحلف على الأفعال، المجلس العلمي ۶/ ۲۳۲، رقم: ۷۳۴۲۔

(۲) **قوله: وعند نا على العرف لأن المتكلم إنما يتكلم بالكلام العرفي: أعني الألفاظ** ←

نکل جا جہاں چاہے چلی جا کہنے کا حکم

سوال (۱۲۸۱): قدیم ۲/۴۳۲- ہندہ کا بیان ہے کہ متعدد مرتبہ کہا کہ نکل جا میں نے تجھ کو طلاق دیا جہاں چاہے چلی جا اور نکال دیا اور یہ بھی کہتا رہا کہ نکل جا تو کیوں نہیں جاتی میں تجھ کو نہیں رکھنا چاہتا تجھ کو مکان میں کس نے بلایا غرض یہ ہے کہ الفاظ متذکرہ صدر سے طلاق بائن واقع ہوئی یا رجعی اور طلاق بائن واقع ہونے پر شوہر کو پھر رجوع کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے یا نہیں اور اس حالت میں کیا حکم ہے کہ کہتا ہے کہ نکل کیوں نہیں جاتی میں تو تجھ کو نہیں رکھنا چاہتا تو کب نکل جاوےگی؟

الجواب: لفظ نکل جا میں مطلقاً حاجت نیت کی ہے اور لفظ جہاں چاہے چلی جا میں مثل خلیۃ بریۃ بحالت مذاکرہ طلاق بلانیت طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ **كذا في الدر المختار.** (۱)

← **التي يراد بها معانيها التي وضعت لها في العرف ...... فوجب صرف ألفاظ المتكلم إلى ماعهد أنه المرادبها.** (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج الخ مطلب: الأيمان مبنية على العرف، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۵۲۷، كراچي ۳/۷۴۳)

والأصل أن الأيمان مبنية على العرف عندنا ...... لأن المتكلم يتكلم بالكلام العرفي أعني الألفاظ التي يراد بها معا نيها التي وضعت في العرف كما أن العربي حال كونه من أهل اللغة إنما يتكلم بالحقائق اللغوية فوجب صرف الفاظ المتكلم إلى ماعهد أنه المرادبها. (البحرالرائق، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۵۰۱، كوئٹه ۴/۲۹۷)

الأصل أن الأيمان مبنية على العرف عندنا ...... لأن المتكلم إنما يتكلم بالكلام العرفي: أعني الألفاظ التي يراد بها معانيها التي وضعت لها في العرف ...... فوجب صرف ألفاظ المتكلم إلى ماعهد أنه المرادبها. (فتح القدير، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والسكنى، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۹۱) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **فالحالات ثلاث: رضا وغضب ومذاكرة، والكنايات ثلاث: مايحتمل الرد، أو مايصلح للسب، لا ولا فنحو اخرجي، اذهبي وقومي ...... يحتمل ردا، ونحو خلية، برية، حرام، بائن ومرادفها كبتة وبتلة يصلح سبا أى ويصلح جواباأيضا ولايصلح ردا، ونحو اعتدى واستبرئى رحمك، أنت واحدة ...... لايحتمل السب والرد أيبل معناه الجواب فقط وفي رد المحتار: والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالة الرضاوالغضب و المذاكرة،** ←

پس اگر اس کے قبل یہ بھی کہا ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دیا تو اس سے طلاق بائن واقع ہو جاوے گی۔ اسی طرح اگر تین مرتبہ کہا کہ طلاق دیا تب بھی طلاق بائن ہوجاوے گی (۱)۔ غرض صریح اگر تین بار ہو اور کنایہ مذکورہ اگر ایک بار بھی ہو دونوں طور پر طلاق بائن واقع ہو جاوے گی۔ (۲) اور باقی الفاظ جو آخر سوال

← والثاني: في حالة الرضا والغضب فقط، ويقع في حالة المذاكرة بلانية، والثالث يتوقف عليها في حالة الرضا فقط، ويقع في حالة الغضب والمذاكرة بلانية. (الدرالمتختار مع ردالمحتار كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٢٨-٥٣٣، كراچي ٣/٢٩٨-٣٠١)

وجملة الأمرأن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب، والكنايات ثلاثة أقسام منها مايصلح جوابا فقط، وهو: أمرك بيدك، واختاري، اعتدي ومرادفها، وقسم يصلح جوابا وشتما لاردا: هي خلية، برية، بتة، بائن، حرام ومرادفها، وقسم يصلح جوابًا وردا لا سبا: اخرجي، اذهبي، اغربي، قومي، تقنعي، ومرادفها، ففي الرضالايقع بشيء منها إلابالنية، والقول له مع اليمين فيعدمها وفي حال المذاكرة...... يقع بها في القسم الأول والثاني دون الثالث وفي حالة الغضب يقع بالقسم الأول فقط. (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٣٥٦)

البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٢٦، کوئٹہ ٣/٣٠٢۔

(۱) حضرتؒ نے فرمایا کہ طلاق دیا کا لفظ تین مرتبہ کہنے سے طلاق بائن واقع ہوجاوے گی، تو اگر بائن سے بینونت کبریٰ اور طلاق مغلظہ مراد ہے تو درست ہے اور اگر صرف طلاق بائن مراد ہے، جس میں بلا حلالہ تجدید نکاح کافی ہے تو قابل غور ہے، اس لئے کہ تعدد طلاق صریح سے تعدد طلاق ہو جاتا ہے، کیونکہ صریح صریح کے ساتھ لاحق ہے، لہٰذا تین مرتبہ سے طلاق مغلظہ واقع ہوگی۔ ملاحظہ فرمایئے:

الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة والبائن يلحق الصريح (إلى قوله) لايلحق البائن البائن. (الدر المختار مع الشامي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٠-٥٤٢، كراچي ٣/٣٠٦- ٣٠٨)

(۲) وقال حسن لو لا أني سمعت أبي يحدث عن جدي النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من طلق امرأته ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره لراجعتها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصداق، باب المتعة ١١/٥٢،رقم: ١٤٨٥٥، ١١/٢٢١، رقم: ١٥٣٤٧)

وقال الليث عن نافع كان ابن عمر إذا سئل عمن طلق ثلاثا قال: لوطلقت مرة أومرتين فإن النبي صلى الله عليه وسلم أمرني بهذا فإن طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره. (بخاري‌شريف، كتاب الطلاق، باب من قال لامرأته أنت علي حرام، النسخة الهندية ٢/٧٩٢، رقم: ٥٢٦٤) ←

میں مذکور ہیں کہ نکل کیوں نہیں جاتی الخ ان سے کچھ نہیں ہوتا پس اگر بہ تفصیل مذکور طلاق بائن واقع ہوچکی ہے تو گو کوئی گواہ نہ ہو لیکن ہندہ کو جب اس کا علم یقینی ہو اُس کو وقوع طلاق ہی کے احکام پر عمل کرنا چاہئے۔(۱)

۲۱/ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ، ص۱۰۳)

سوال (۱۲۸۲): قدیم ۲/۴۳۲ - دوسرے یہ کہ بغیر ذکر طلاق کے اور بلا خیال طلاق کے کسی نے بوجہ خلاف مزاج حرکت کرنے کے اپنی زوجہ سے غصہ میں کہا کہ چلی جا میرے گھر سے بعد اُس کے پھر دس پندرہ منٹ کے بعد اُس نے اُس کے ساتھ صحبت کی تو یہ کیا ہوا اور ایسے حال میں کیا حکم ہے؟

الجواب: جب نیت طلاق کی نہیں تو اس کہنے سے طلاق نہیں ہوئی۔

← مسلم شریف، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها، النسخة الهندية ۱/۴۷٦، دارالسلام رقم: ۱۴۷۱۔

ويكون الطلاق بائنا فيما يأتي: أولا: لبائن بينونة صغرى......مثل: أنت بائن، وبتة، بتلة، وخلية، برية......اغربي...... ثانيا البائن بينونة كبرىٰ: أن يكون طلاقا ثالثا، سواء أكان مكملا للثلاث تفريقا، بأن يطلق الرجل زوجته كل مرة طلقة، أم مقترنا بالثلاث لفظا...... مثل أنت طالق ثلاثا...... أم مكررا ثلاث مرات في مجلس واحد أوفي مجالس متعددة، بأن يقول لها: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق فيقع ثلاثا. (الفقه الإسلامي وأدلته، الطلاق، مكتبه هدىٰ انٹر نيشنل ديوبند ۷/۴۱۵-۴۱٦)

(۱) **المرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لايحل لها تمكينه.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان: رجعي، وبائن، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۴٦۳، كراچي ۳/۲۵۱)

والمرأة كالقاضي لايحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أوعلمت به لأنها لاتعلم إلا الظاهر. (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، امدادية ملتان ۲/۲۱۸، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۸۲)

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۴۴۸، كوئٹه ۳/۲۵۷۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

كذا في الدرالمختار ورد المحتار. (۱)

۲۲/ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ، (تتمہ اولیٰ، ص۱۰۷)

سوال (۱۲۸۳): قدیم۲/ ۴۳۲ - ایک شخص نے اپنی عورت کو اپنے گھر سے نکالا اور کہہ دیا چلی جا اور عرصہ دس سال اس بات کو گزر گئے کہ وہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے نکلی ہوئی ہے اور اس دس سال کے عرصہ میں اُس کے خاوند نے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا تھا اب وہ شخص عرصہ قریب چار سال سے فوت ہو چکا ہے اور اُس کے فوت ہونے کے بعد وہ عورت شریعت میں اپنے خاوند کی وراثت پانے کی مستحق ہے یا نہیں اور صرف اس قدر مدّت گھر سے نکال دینے سے طلاق ہو گی یا نہیں؟

---

(۱) **الكنايات ثلاث: مايحتمل الرد، أومايصلح للسبّ، أولا ولافنحو اخرجي واذهبي وقومي...... يحتمل ردا وفي ردالمحتار والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالة الرضاوالغضب والمذاكرة.** (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٢٩-٥٣٣، كراچي ٣/ ٢٩٨-٣٠١)

وحاصل مافي الخانية أن من الكنايات ثلاث عشرة لايعتبر فيهادلالة الحال ولاتقع إلابالنية: حبلك على غاربك، تقنعي، تخمري، استتري، قومي، اخرجي، اذهبي الخ. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند٣/ ٥٢٦، كوئٹه ٣/ ٣٠٢)

أماالكناية فنوعان...... أما النوع الأول فهو كل لفظ يستعمل في الطلاق ويستعمل في غيره نحوقوله ...... اخرجي، اغربي، انطلقي ...... فافتقرت إلى النية لتعيين المراد. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ١٦٧-١٦٩)

وجملة الأمرأن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب، والكنايات ثلاثة أقسام منها ما يصلح جوابا فقط...... وقسم يصلح جوابا وشتمالاردا...... وقسم يصلح جوابا وردالاسبا: اخرجي، اذهبي، اغربي، قومي، تقنعي ومرادفها...... ففي الرضالايقع بشيء منها إلابالنية ...... وفي حال المذاكرة وهي أن تسأله هي أو أجنبي الطلاق يقع بها في القسم الأول والثاني دون الثالث، وفي حالة الغضب يقع بالقسم الأول فقط (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٣٥٦) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: یہ کہنا کہ چلی جا اُن کنایات سے ہے جن میں ہر حال میں نیت طلاق کی شرط ہے(۱) اور نیت کا علم اب ہو نہیں سکتا؛ لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوگی اور وہ عورت مستحق میراث پانے کی ہے۔(۲)

۱۱/ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ

---

(۱) **الكنايات ثلاث : مايحتمل الرد، أومايصلح للسبّ، أولا ولافنحو اخرجي واذهبي وقومي...... يحتمل ردا و في ردالمحتار تحت قوله يتوقف الأول، والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالةالرضاوالغضب والمذاكراة.** (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق،باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٢٩-٥٣٣، كراچي ٣/ ٢٩٨-٣٠١)

وحاصل مافي الخانية أن من الكنايات ثلاث عشرة لايعتبر فيهادلالة الحال ولاتقع إلابالنية: حبلك على غاربك، تقنعي، تخمري، استتري، قومي، اخرجي، اذهبي الخ. (البحر الرائق، كتاب الطلاق،باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند٣/ ٥٢٦، كوئٹه ٣/ ٣٠٢)

وجملة الأمرأن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب، والكنايات ثلاثة أقسام منها ما يصلح جوابا فقط...... وقسم يصلح جوابا وشتمالاردا...... وقسم يصلح جوابا وردالاسبا: اخرجي، اذهبي، اغربي، قومي، تقنعي ومرادفها...... ففي الرضالايقع بشيء منها إلابالنية...... وفي حال المذاكرة وهي أن تسأله هي أوأجنبي الطلاق يقع بها في القسم الأول والثاني دون الثالث، وفي حالة الغضب يقع بالقسم الأول فقط (النهر الفائق، كتاب الطلاق،باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند٢/ ٣٥٦)

(۲) **وتوارثا قبل الفسخ لأن النكاح صحيح والملک به ثابت.** (تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب الأوليا والأكفاء، امدادية ملتان ٢/ ١٢٥، مكتبه زكرياديوبند ٢/ ٥١١)

وتوارثا قبل الفسخ...... لثبوت الملک بالنكاح الصحيح. (النهرالفائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٢١٣)

وتوارثا قبل الفسخ...... لأن أصل العقد صحيح والملک الثابت به قد انتهي بالموت. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٢١٧، كوئٹه ٣/ ١٢٣) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

قبل از نکاح زید کا یہ کہنا کہ زینب کی موجودگی میں دوسرا نکاح کروں تو نئی کو طلاق اس کا کیا حکم ہے

سوال (۱۲۸۴): قدیم ۲/۴۳۳- زید نے قبل ایجاب وقبول ہونے زینب سے اس کے کابین میں یہ عبارت لکھدی کہ بی بی موصوفہ کی موجودگی میں کبھی کوئی بی بی خفیہ یا ظاہر کر کے نکاح یا شادی نہیں کرسکیں گے اگر کبھی کسی کو کسی جگہ نکاح یا شادی کریں تو نئی شادی کرنے والی بی بی پر مجرد ایجاب وقبول کرنے کے تین طلاق بائن ہوگی اور کابین لکھنے کے بعد زید اور زینب سے ایجاب وقبول ہوا اور کئی برس کے بعد زید نے خانگی جھگڑے کے سبب ایک عالم سے زبانی پوچھا کہ میں اس صورت میں دوسرا نکاح کرسکتا ہوں یا نہیں اس نے کہا کہ کر سکتے ہو تب زید نے دوسری بی بی ہندہ سے نکاح کرلیا اب صورت مسئولہ میں چند امور دریافت طلب ہیں:

(۱) صورت مسئولہ میں دوسری بی بی ہندہ پر مجرد ایجاب وقبول سے تین طلاق بائن واقع ہوگئی یا نہیں؟

(۲) تعلیق بالطلاق کے لئے ملک یا اضافت الی الملک شرط ہے کابین کی اس قدر عبارت سے کہ بی بی موصوفہ کی موجودگی میں کبھی کوئی بی بی خفیہ یا ظاہر کر کے نکاح یا شادی نہیں کرسکیں گے نہ ثبوت ملک ہے اس لئے کہ قبل ایجاب وقبول کے لکھا اور نہ اضافت الی الملک جیسا کہ ظاہر ہے باقی رہا کابین کی اگلی عبارت سے کہ اگر کبھی کسی جگہ کسی کو نکاح یا شادی کریں تو نئی شادی کرنے والی بی بی پر مجرد ایجاب قبول کرنے سے تین طلاق بائن ہوگی ملک تو ثابت نہیں اس لئے کہ قبل ایجاب وقبول لکھا البتہ اضافت الی الملک العام ثابت ہوتی ہے اب اگر تعلیق بالطلاق بعد وجود ملک کے واقع ہوگی تو نئی شادی کرنے والی بی بی پر اور وہ اس صورت مسئولہ میں زوجۂ اوّل زینب ہوگی نہ ہندہ کیونکہ اس سے تو بعد نکاح زینب کے نکاح کیا پھر زینب پر طلاق کیونکر واقع ہوگی؟

(۳) صورت مسئولہ میں فتاویٰ عالمگیری وبزازیہ وغیرہ کی یہ عبارت مسئلہ کا جواب ہوسکتی ہے یا نہیں؟

قال لأجنبية مادمت في نكاحي فكل امرأة أتزوجها فهي طالق، ثم تزوجها فتزوج عليها امرأة لا يقع. (۱)

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع، مطلب اختلاف الزوجين، قديم زكريا ۱/ ٤٢٦.

(۴) صورت مسئولہ میں دوسری بی بی ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوگئی تو آئندہ پھر زید اگر کوئی نکاح کرے تو مجرد ایجاب وقبول سے ہر بار منکوحہ جدید پر تین طلاق بائن معلقہ واقع ہوجایا کریں گی یا نہیں؟

(۵) دوسری بی بی ہندہ سے پھر دوسری بار اگر نکاح کرے تو تحلیل کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(۶) زید زینب کو طلاق رجعی دیدے اور عدت گزر جانے کے بعد مبائنت کے زمانہ میں کسی دوسری عورت سے نکاح کرے تو اس پر تین طلاق بائن معلقہ واقع ہوں گی یا نہیں؟

(۷) زید زینب کو طلاق رجعی دیدے اور عدت گزر جانے کے بعد پھر زینب سے تجدید نکاح بلا تحلیل کرے کسی دوسری عورت سے نکاح کرے تو تین طلاق بائن معلقہ واقع ہوں گی یا نہیں؟

الجواب: (۱) نہیں واقع ہوئی نہ اس وجہ سے کہ اس میں نہ ثبوت ملک ہے نہ اضافت الی الملک ہے کیونکہ جس عورت کے طلاق کی تعلیق مقصود ہے اس کی تطلیق میں اضافت الی الملک موجود ہے کل امرأۃ اتزوجھا قوۃ میں ان تزوجت امرأۃ کے ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور عالمگیریہ کا یہ جزئیہ جو بعد جزئیہ مذکور سوال نمبر ۳ کے مذکور ہے: **ولو قال إن تزوجتک مادمت في نکاحي فکل امرأۃ أتزوجھا والمسئلۃ لحالھا یقع.** (۱) اس کا مؤید بھی ہے اور اس کے جواب میں یہ کہنا کہ اس مقیس علیہ میں اضافت الی الملک بصیغہ شرط ہے اس لئے صحیح نہیں کہ جس عورت کی ملک کی طرف اضافت بصیغہ شرط اضافت الی الملک نہیں پس اضافت تطلیق مقصودہ بالطلاق کی دونوں جگہ یکساں یعنی بغیر صیغہ شرط ہے غرض عدم وقوع کی وجہ صورت مسئولہ میں یہ نہ ہوئی کہ اُس میں اضافت الی الملک بھی نہیں بلکہ وہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں ایک دوسری شرط کے ساتھ بھی تعلیق ہے اور اس کا تحقق نہیں ہوا کیونکہ معنی اس کلام کے کہ بی بی موصوفہ الخ ایسے وقت میں کہ اُس سے نکاح نہیں ہوا وہی ہیں جو جزئیہ مذکورہ سوال نمبر ۳ کے ہیں قال لاجنبیۃ الخ جس کا حاصل تعلیق جملہ کل امرأۃ الخ کا بقاء النکاح اجنبیہ کیساتھ ہے جو مدلول ہے مادمت کا اور بقاء نکاح اجنبیہ ایک مفہوم ممتنع الوجود ہے پس تعلیق بالامر المحال ہوئی اور چونکہ اس کا تحقق کبھی نہ ہوگا؛ اس لئے حکم جملہ کل امرأۃ اتزوجھا الخ کا جو اُس شرط مستحیل الوجود کے معنیً جزاء ہے نیز کبھی واقع نہ ہوگا بخلاف جزئیہ ان تزوجتک الخ کے کہ اُس کا حاصل تعلیق جملہ کل امرأۃ کی بقاء نکاح بعد حدوث نکاح اجنبیہ کے ساتھ ہے جو مدلول ہے ان تزوجتک الخ اور یہ محتمل الوجود ہے اس لئے اس کے وقوع کے وقت حکم کل امرأۃ الخ کا واقع ہوجاوے گا۔(۱)

---

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع، مطلب اختلاف الزوجین قدیم زکریا ۱/ ۴۲۶۔

(۱) **کإن نکحت امرأۃ أو إن نکحتک فأنت طالق وکذا کل امرأۃ وتحته في الشامیة:** ←

(۲) اس اضافت الی الملک العام میں ایسا عموم نہیں ہے کہ زینب اُس میں داخل ہو بلکہ زینب اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ نئی شادی الخ کے معنی یہ ہیں کہ زینب کی موجودگی میں جو نئی شادی الخ پس زینب پر تو اس لئے طلاق واقع نہ ہوگی اور ہندہ پر واقع نہ ہونے کی وجہ جواب سوال نمبرا میں مذکور ہوئی اور بقیہ سوالات کے جوابات کی اب حاجت نہیں رہی کیونکہ وہ سب مبنی ہیں وقوع طلاق علیٰ ہندہ پر اور اوپر عدم وقوع ثابت ہو چکا۔

(تتمہ اولیٰ، ص ۱۰۳)

اگر نماز نہ پڑھے گی تو ہمارے واسطے حرام ہے کہنے کا حکم

سوال (۱۲۸۵): قدیم ۲/ ۴۳۵- ہم نے بوجہ نماز نہیں پڑھنے کے اپنی زوجہ کو بارہا کہا تھا کہ نماز پڑھو مگر اس نے نہیں سُنا تو ہم نے یہ کہہ کر کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو تو ہمارے واسطے حرام ہے صحبت موقوف رکھی چنانچہ اسی لئے قریب ایک سال کے آمد ورفت بند کر دیا اب اُس نے نماز شروع کی تو ہم اس سے آمد ورفت رکھتے ہیں چونکہ طلاق کا مسئلہ بہت نازک ہے اس لئے حضور سے دریافت کیا۔

الجواب: یہ کہنا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو ہمارے لئے حرام ہے ایلاء ہے کیونکہ ظاہراً اس نے کچھ نیت نہیں کی اور اس صورت میں ایلاء ہوتا ہے "**كذا في الدر المختار**.(۱)

← **أو إن نكحتك لافرق بين كونها أجنبية أو معتدة وكذا كل امرأة أي إذا قال كل امرأة أتزوجها طالق إلى قوله فلو قال فلانة بنت فلان التي أتزوجها طالق فتزوجها لم تطلق الخ.**
(الدرالمختار مع الشامي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٩٤، كراچي ٣/ ٣٤٥)

(۱) **قال لامرأته أنت على حرام ونحو ذلك كأنت معي في الحرام إيلاء إن نوى التحريم أولم ينو شيأ.** (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مطلب في قوله: أنت على حرام، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٧٤- ٧٥، كراچي ٣/ ٤٣٣- ٤٣٤)

أنت على حرام إيلاء إن نوى التحريم أولم ينو شيأ لأن الأصل في تحريم الحلال إنما هو اليمين عندنا. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مكتبه زكريا ديوبند٤/ ١١٤، كوئته ٤/ ٦٧)

أنت على حرام إيلاء إن نوى التحريم أولم ينو شيأ لأن تحريم الحلال يمين. (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٤٣٣)

لوقال لامرأته: أنت علي حرام سئل عن نيته لأنه مجمل فكان بيانه إلى المجمل، ←

جب چار ماہ گزر گئے ایک طلاق بائن پڑگئی (۱) اب بتراضی طرفین سے نکاح جدید ضروری ہے (۲) بدون نکاح صحبت حرام ہے۔

۲۲/ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ، ص۱۰۶)

طلاق دی یا طلاق دیکر چھوڑ دیا یا اس کو گھر لاؤں تو اس کی ماں کو لاؤں کہنے کا حکم

سوال (۱۲۸۶): قدیم ۲/ ۴۳۵- اول گواہ زید نے قسم کھا کر گواہی دی کہ عمرو نے اپنے مکان میں بیٹھ کر اپنے سالے کی طرف نسبت کر کے کہا کہ اس کی بہن کو میں نے سچ طلاق دی اور کہا کہ رجسٹری کر لیویں اور میں نے عمرو سے پوچھا کہ تم نے کیسے طلاق دی جواب دیا جیسے شریعت میں ہوسکتا ہے دوسرے گواہ بکر نے قسم کھا کر گواہی دی کہ عمرو نے اپنے مکان میں بیٹھکر کہا کہ میں نے اس کو طلاق دیکر چھوڑ دیا اور کہا کہ اس کے بھائی کو کہ تمھاری بہن کو رجسٹری کر لو دو مہینے سے میں اس کو گھر میں جگہ نہیں دیتا

← **فإن قال: أردت به التحريم أولم أرد به شيأ فهو يمين يصير به موليا لأن تحريم الحلال يمين.** (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مكتبه زكريا ديوبند٣/ ١٨٠)

(۱) **إن لم يطأفي المدة وهي أربعة أشهر وقعت عليه تطليقة بائنة.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مكتبه زكريا ديوبند٤/ ١٠٤، كوئٹه ٤/ ٦٢)

قال رحمه الله: وإلا بانت أي إن لم يطأها في المدة وهي أربعة أشهر بانت منه. (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مكتبه زكريا ديوبند٣/ ١٧١)

فإن قربها في المدة حنث...... وسقط الإيلاء ...... وإلايقربها بانت بواحدة بمضيها أي بطلقة واحدة. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مكتبه زكريا ديوبند٥/ ٦٥، كراچي ٣/ ٤٢٧)

(۲) **وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.** (هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/ ٣٩٩)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ١٤٨، رقم: ٧٥٠٤-

هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٤٧٢، جديد ١/ ٥٣٥- شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اور اس کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاتا میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ عمرو نے کہا کہ اس کو میں نہیں لاؤں گا اگر لاؤں گا تو اس کی ماں کو لاؤں گا۔ بلا پرسش عمرو کے موافق اس دو گواہی کے کون سی طلاق واقع ہوگی طلاق رجعی یا بائنہ بہ تقدیر اوّل اگر عمرو نے اس عورت سے وطی کر کے رجوع کر لی اور اس وطی میں کوئی لڑکا پیدا ہو تو یہ لڑکا عمرو کا وارث بن سکتا ہے یا نہیں بہ تقدیر اوّل اگر کوئی شخص اس لڑکے کو ولد الزنا قرار دیوے تو اس پر شہادت کذب کی لازم ہوگی یا نہیں موافق مذاہب حنفیہ کے کیا حکم ہے؟ بینوا مع الدلیل تو جروا۔

الجواب: اس کہنے سے کہ طلاق دی یا طلاق دیکر چھوڑ دیا طلاق رجعی واقع ہوئی تھی (۱) پھر اس کے بعد جو یہ کہا کہ اگر لاؤنگا تو اس کی ماں کو لاؤں گا اس میں تشبیہ ہے ماں کے ساتھ مثل **أنت علي كأمّي** کے جس کا حکم یہ ہے کہ قائل سے پوچھا جاتا ہے کہ نیت کیا تھی ظہار یا طلاق یا اور کچھ اور تنجیز و تعلیق سے حکم متفاوت نہیں ہوتا کذا في الدر المختار۔ پس اس بناء پر چونکہ یہ صیغہ محتمل معنی طلاق وغیر طلاق کو ہے تو کنایہ ہوا۔ (۲)

---

(۱) الصريح هو كأنت طالق و مطلقة، وطلقتك وتقع واحدة رجعية. (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۳۲۱-۳۲۳)

فالصريح قوله: أنت طالق و مطلقة و طلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعي. (هداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۵۹)

صريحه مالم يستعمل إلافيه ولو بالفارسية كطلقتك وأنت طالق و مطلقة ويقع بها واحدة رجعية. ...... (الدر المختار على الرد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٥٧-٤٦٠، كراچي ۳/ ۲٤٧-۲٤۹)

(۲) وإن نوى بأنت على مثل أمي أو كأمي برا أوظهارا أو طلاقا صحت نيته ووقع مانواه لأنه كناية وفي ردالمحتار لأن هذا اللفظ من الكنايات وبها يقع الطلاق بالنية أو دلالة الحال. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ۱۳۱-۱۳۲، كراچي ۳/ ٤٧٠)

ولو قال لها كأمي أومثل أمي يرجع إلى نيته، فإن نوى به الظهار كان مظاهرا، وإن نوى به الكرامة كان كرامة، وإن نوى به الطلاق كان طلاقا. (بدائع الصنائع، كتاب الظهار، فصل في شرائط ركن الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳٦٦)

وإن نوى بأنت على مثل أمي براأوظهارا أوطلاقا فكما نوى وفي البحر وإذانوى الطلاق في مسألة الكتاب كان بائنا كلفظ الحرام وفي منحة الخالق تحت قوله: فإن نوى الكرامة قبل منه. ←

اوروہ قسم کنایہ کی ہوئی کہ ما لا یحتمل الرد ولا السب بل یصلح للجواب فقط یاباحتمال مرجوح وہ قسم بھی ہوسکتی ہے کہ مالا یحتمل السب اور مذاکرۃ طلاق کے وقت ان دونوں قسم کا حکم یہ ہے کہ بدون نیت طلاق واقع ہوجاتی ہے۔(۱) پس اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس شخص نے یہ قول کہ اگر لاؤں گا الخ اسی جلسہ میں کہا ہے جس میں طلاق صریح واقع کی ہے یا دوسرے جلسہ میں کہا اگر اسی جلسہ میں کہا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر دوسرے جلسہ میں کہا ہے تو اس کی نیت دریافت کی جاوے گی اور اس کے بیان کے موافق حکم ہوگا اور طلاق (یعنی جو صریح ہے اور سطر اول میں مذکور ہے) صرف رجعی واقع ہوگی پھر جس صورت میں رجعی واقع ہو عدت کے اندر رجعت جائز ہے(۲) اور اس وطی سے اولاد ثابت النسب ہے اور اس کو ولد الزنا کہنا موجب حد قذف ہے اور جس صورت میں طلاق بائن واقع ہو یا رجعی میں بعد عدت کے رجعت کی ہو ان دونوں صورتوں میں رجعت درست نہیں (۳) اور اگر اس صورت میں وطی کی ہے تو تصریح کرنا چاہیے کہ عدت کے اندر کی ہے یا بعد عدت اور اولاد طلاق دینے سے کتنی مدت کے بعد پیدا ہوئی ہے اُس وقت مفصل جواب ہوسکتا ہے۔

۲۷/ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ، (تتمہ اولی، ص ۱۰۷)

← قال الرملي: ينبغي أن لا يصدق قضاء في إرادة البر إذا كان في حال المشاجرة وذكر الطلاق. (البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ٤/١٦٥-١٦٦، كوئٹه ٤/٩٨)

(۱) فالحالات ثلاث: رضا وغضب ومذاكرة، والكنايات ثلاث حاصله أنها كلها تصلح للجواب .... لكن منها قسم يحتمل الرد أيضا: أي عدم إجابة سوالها ...... وقسم يحتمل السب والشتم لها دون الرد وقسم لا يحتمل الرد ولا السب بل يتمحض للجواب .... والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالة الرضا والغضب والمذاكرة، والثاني في حالة الرضا والغضب فقط ويقع في حالة المذاكرة بلانية، والثالث يتوقف عليها في حالة الرضا فقط، ويقع في حالة الغضب والمذاكرة بلانية. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٢٨-٥٣٣، كراچي ٣/٢٩٨-٣٠١)

(۲) إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها. (هندية كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٤٧٠، جديد زكريا ١/٥٣٣)

هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٣٩٩۔

(۳) إذا انقضت العدة فقد بطل حق المراجعة. (المحيط البرهاني، كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون: في مسائل الرجعة، المجلس العلمي ٥/١٨٣، رقم: ٥٥٣٧) ←

اول ایک طلاق دینا پھر کہنا کہ تین طلاق کر دیا

سوال (۱۲۸۷): قدیم۲/۴۳۶- مسمّٰی زید مسمّٰی بکر کی دختر مسماۃ ہندہ کو اپنے نکاح میں لایا بعدہ چندسال رہ کر زید موصوف نے عمرو کی دختر کلثوم کو پھر نکاح کیا بعدہ ہندہ کے باپ بکر موصوف نے زید سے کہا جب تک کلثوم کو طلاق نہیں دو گے تب تک ہندہ کو تیرے پاس نہیں دونگا آخرش زید موصوف نے مجبوراً کلثوم کو ایک طلاق رجعی دیدیا بکر نے قابو پا کر پھر کہا کہ تین طلاق کر دو زید نے اپنی بی بی ہندہ کو مکان میں لانے کے حیلہ سے اور کلثوم کو بھی ایک رجعی جو آگے دیا تھا اُس سے زیادہ نہ دینے کی نیت سے فقط مضبوطی کیلئے بکر کے سامنے کہدیا خیر تین طلاقیں کر دیا اب زید اور کلثوم کی رجعت صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: تینوں طلاقیں ہوگئیں؛ لہٰذا رجعت درست نہیں ہوئی۔

في درالمختار: باب الكنايات طلقها واحدة بعد الدخول فجعلها ثلاثا صح كما لو طلقها رجعيًّا فجعله قبل الرجعة بائناً أو ثلاثا. اھ (۱)

۲۱/ شعبان ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ، ص۱۰۹)

← **وإذا انقضت العدة فقد بطل حق المراجعة.** (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون: في مسائل الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۱۴۳، رقم: ۷۴۹۴)

وأما شرائط الرجعة فمنها: قيام العدة فلاتصح الرجعة بعد انقضاء العدة. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في شرائط جواز الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۲۸۹) *شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ*

(۱) الدر المختار على ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۵۳۸، كراچي ۳/۳۰۵۔

وقال حسن لولا أني سمعت أبي يحدث عن جدي النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال من طلق امرأته ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره لراجعتها. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصداق، باب المتعة ۱۱/۵۲، رقم: ۱۴۸۵۵، ۱۱/۲۲۱، رقم: ۱۵۳۴۷)

سنن الدارقطني، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية ۴/۲۰، رقم: ۳۹۲۷۔

وقال الليث عن نافع كان ابن عمر إذا سئل عمن طلق ثلاثا قال: قال لو طلقت مرة أو مرتين فإن النبي صلى الله عليه وسلم أمرني بهذا فإن طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره. (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من قال لامرأته أنت على حرام، النسخة الهندية ۲/۷۹۲، رقم: ۵۲۶۴) ←

محلل ومحللہ میں وقوع صحبت میں اختلاف کا فیصلہ

سوال (۱۲۸۸): قدیم ۲/ ۴۳۷ - ایک شخص نے اپنی بی بی کو طلاق بائن دیدی اہل محلّہ نے مطلقہ کا عقد دوسرے شخص سے کرادیا اس غرض سے کہ جب یہ طلاق دے تب تو نکاح کرلے؛ چنانچہ زوج ثانی نے چند ہی روز بعد اُس کو طلاق دیدی اور شوہر اول نے اُس سے نکاح پھر کرلیا اب شوہر ثانی تو یہ کہتا ہے اور قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے اس عورت سے صحبت نہیں کی اور عورت قسم کھا کر یہ کہتی ہے کہ اس نے یعنی شوہر ثانی نے مجھ سے صحبت کی ہے عندالشرع اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب: في الدر المختار: ويقبل قول الفاسق والكافر والعبد في المعاملات وشرط العدالة في الديانات كالخبر عن نجاسة الماء و يتحرى في خبر الفاسق و خبر المستور، ثم يعمل بغالب ظنه. و في رد المحتار: تحت قوله: ولو أخبر عدل بطهارته وعدل بنجاسته الخ مانصه فقد اعتبروا التحري بعد تحقيق المعارضة بالتساوي بين الخبرين. الخ (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگران مرد وعورت میں ایک عادل ثقہ ایک غیر عادل وغیر ثقہ ہے تو عادل ثقہ کا قول معتبر ہے خواہ وہ شوہر ثانی ہو یا عورت ہو اور اگر دونوں عادل یا دونوں غیر عادل یا دونوں مجہول الحال ہوں

یہ وہ سوال و جواب ہے جس کا حوالہ کتاب النکاح میں آچکا ہے حوالہ کی عبارت شروع یہ ہے یہ جواب باعتبار وجوب مہر الخ ۱۲ منہ

← مسلم شريف، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغيررضاها، النسخة الهندية ١/ ٤٧٦، دارالسلام رقم: ١٤٧١)

ولو قال لها أنت طالق، فقيل له بعد ماسكت: كم؟ قال: ثلاثا قال أبو يوسف رحمه الله: كان الطلاق ثلاثا...... ويحتمل أن هذاقول أبي حنيفة رحمه الله أيضا على أن من طلق امرأته واحدة ثم قال ''جعلتها ثلاثا'' قال الصدر الشهيد: وهو الظاهر. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع: الحاق العد بالإيقاع وفي نية العدد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٤٢، رقم: ٦٦٢٤) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر و الإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ٩/ ٤٩٨-٥٠٠، كراچي ٦/ ٣٤٥-٣٤٧۔

تو دونوں کے قول میں تحری کرے جس طرف قلب شہادت دے مگر اس شہادت میں نفسانی غرض نہ ہو خود بخود جس طرف دل جھکتا ہو اور جو سچا معلوم ہوتا ہو اُس کے قول پر عمل کرے کیونکہ حلت وحرمت دیانات سے ہے اور دیانات کا یہی قاعدہ اوپر کی روایت سے معلوم ہوا۔(۱)

۶/صفر ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۱۰)

---

(۱) اس مسئلہ کا صریح جزئیہ موجود ہے کہ ایسے اختلاف کی صورت میں کہ عورت جماع کا دعوی کر رہی ہے اور زوج ثانی انکار کر رہا ہے تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور شوہر اول کے لئے عدت کے بعد نکاح کرنا جائز ہوجائے گا اور زوج ثانی کا قول معتبر نہ ہوگا جزئیہ ملاحظہ فرمائے:

قال الزوج الثاني كان النكاح فاسدا، أولم أدخل بها و كذبته فالقول لها، ولو قال الزوج الأول ذلک فالقول له: أي في حق نفسه وتحته في الشامي وعبارة البزازية: ادعت أن الثاني جامعها وأنكر الجماع حلت للأول، وعلى القلب لا، ومثله في الفتاوى الهندية عن الخلاصة...... ولوقالت دخل بي الثاني والثاني منكر فالمعتبر قولها. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب حيلة إسقاط التحليل بحكم شافعي بفساد النكاح الأول، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۵۱، كراچي ۳/۴۱۷-۴۱۸)

لوأخبرت المرأة أن زوجها الثاني جامعها وأنكر الزوج الجماع حلت للأول ولو كان على القلب بأن أنكرت وأقرالزوج الثاني لاتحل. (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۴۷۴، جديد ۱/۵۳۷)

ولوقالت دخل بي الثاني والثاني منكر فالمعتبر قولها. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۹۹، كوئٹه ۴/۵۹)

أخبرت أن الثاني جامعها وأنكر الجماع حلت للأول. (بزازيه على هامش الهندية، الفصل التاسع في الحظر والإباحة، نوع آخر في المحلل، مكتبه زكريا قديم ۴/۲۶۲، جديد ۱/۱۷۰)

وفي نكاح الأجناس لوأخبرت المرأة أن زوجها الثاني جامعها وأنكر الزوج الجماع حلت للأول ولوكان على القلب بأن أنكرت وأقرالزوج الثاني لاتحل. (خلاصة الفتاوى، كتاب الطلاق، الفصل التاسع في الحظر والإباحة، الجنس الثاني، مكتبه اشرفية ۲/۱۲۱)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

طلاق نامہ کو منظوری زوجہ سے مشروط کرنے کا حکم

سوال (۱۲۸۹): قدیم۲/ ۴۳۸ - زید نے بلا حکم عمرو کے عمرو کی طرف سے ایک طلاق نامہ لکھا پھر عمرو کو بلا کر وہ طلاق نامہ پڑھ سنایا اور کہا کہ اس پر صحیح کر دے عمرو نے اولاً انکار کیا مگر کچھ کہہ سُنکر اُس طلاق نامہ پر اس شرط سے دستخط کر دیئے کہ اگر میری زوجہ ہندہ منظور رکھے تو یہ طلاق نامہ اُس کو دیدینا اور میں زبان سے بھی اُس کو طلاق کہدوں گا عمرو کہتا ہے کہ یہ شرط میں نے اس وجہ سے لگائی کہ میری زوجہ ہندہ اس کو منظور نہ کرے گی اور میں لوگوں کے کہنے سننے سے خلاصی پاؤں گا جب وہ طلاق نامہ ہندہ کے پاس لے گئے تو اس نے منظور نہیں کیا اور فوراً عمرو کے گھر چلی آئی اور کئی روز گزر گئے اب تک وہ عمرو کے پاس رہتی ہے طلاق نامہ کی نقل یہ ہے :۔ ''فلاں گاؤں کی رہنے والی ہندہ بنت فلاں راقم مذکور گاؤں کا رہنے والا عمرو میں تجھے یہ فارغ خطی لکھ دیتا ہوں کہ تیرے ساتھ میرا نکاح تخمیناً دو برس پر ہوا تھا مگر میرے نباہ نہ ہونے سے میں آج تجھے طلاق دیتا ہوں اور میں نے نکاح کے وقت سوا چار سو کی جنس دی تھی وہ تیرے پاس ہے سو اس سے ایک سو ساڑھے ستائیس کی مہر کے عوض ہے اور باقی جنس میں نے تجھے بخشش کر دی ہے سو میں نے تجھے خدا واسطے طلاق دی ہے میں نے تجھے طلاق دی ہے میں نے تجھے طلاق دی ہے میں نے تجھے شرع محمدی کے موافق تین طلاق دی ہے اس لئے میرا تجھ پر عورت طریقہ کا حق رہا نہیں اور تیرا مہر بھی میرے پاس رہا نہیں ہے تو کسی سے نکاح کرے یا نہ کرے اس کا تجھے اختیار ہے اس میں میرا کسی طرح کا روک ٹوک نہیں ہے۔ ۱۲/ جون ۱۹۱۱ء

اب سوال یہ ہے کہ طلاق نامہ پر بدون زبان سے کہے دستخط کر دیئے اس شرط سے کہ اگر عورت منظور رکھے تو منظور ورنہ نہیں اور پھر عورت نے اسے منظور نہ رکھا تو اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب : جبکہ عورت نے منظور نہیں کیا اور شرط طلاق کی یہ تھی کہ عورت منظور کرے تو طلاق اُس عورت پر واقع نہیں ہوئی کیونکہ معلق بالشرط بدون تحقق شرط واقع نہیں ہوتی۔(۱) هکذا في عامة کتب الفقه. واللہ اعلم

کتبہ: عزیز الرحمٰن عفی عنہ
مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح: اشرف علی عفی عنہ
۲۷/ رمضان ۱۳۲۹ھ

۲۷/ رمضان ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۱۱)

---

(۱) فإذا حصل الشرط المعلق علیه وقع الطلاق ...... وإذا لم یحصل لم یقع.
(الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۲۹/ ۳۸) ←

نہ میں تیرا میاں نہ تو میری بیوی میرے سے کچھ تعلق نہیں کہنے کا حکم

سوال (۱۲۹۰): قدیم ۲/۴۳۹- ایک شخص نے اپنی بیوی سے یہ لفظ کہے کہ نہ میں تیرا میاں اور نہ تو میری بیوی میرے سے کچھ تعلق نہیں ہے کیا طلاق پڑ گئی یہ لفظ طلاق دینے کی نیت سے نہیں کہے گئے بلکہ اُس کو ڈرانے کی نیت سے کہے؟

الجواب: (*) اگر ان الفاظ کے کہنے سے پہلے کچھ ذکر طلاق کا ہو رہا تھا اور اس کے بعد یہ الفاظ کہے تب تو بدون نیت کے بھی طلاق واقع ہوگئی اور اگر کچھ ذکر نہ تھا تو بدون نیت کے طلاق نہیں واقع ہوئی؛ کیونکہ یہ کلمات محتمل ہیں سبّ اور جواب کے اور اس قسم میں یہی حکم ہے کذا فی الدر المختار ور دالمحتار ۔(۱)

۱۰/ رجب ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۱۵)

(*) نہ میں تیرا میاں- حسب تصریح شامیہ طلاق رجعی ہے (۲) لہٰذا میرے سے کچھ تعلق نہیں کے جملہ سے دوسری طلاق بائنہ بھی واقع ہو جائے گی۔ واللہ اعلم ۱۲/ رشید احمد عفی عنہ

← **وأما حكم هذه اليمين فحكمها واحدوهو وقوع الطلاق أوالعتاق المعلق عند وجود الشرط(إلى قوله)حتى إذا وجد ذلك المعنى يوجد الشرط فيقع الطلاق والعتاق وإلا فلا.** (بدائع الصنائع، كتاب الأيمان، الفاظ اليمين المعلق، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۵۰)

كقوله لمنكوحته أولمعتدته إن زرت فأنت طالق فيقع بعد وجود الشرط. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب التعليق، دارالكتب العلمية، بيروت ۲/ ۵۶-۵۷)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت وعتق وإلا لا. (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب التعليق، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۶۰۹، كراچي ۳/ ۳۵۵)

(۱) قوله يحتمل ردّا أي ويصلح جوابا أيضاً ولا يصلح سباً ولاشتماً (قوله) خليّة أي خالية إما عن النكاح أو عن الخير أي فهو على الأول جواب وعلى الثاني سبٌ وشتمٌ الخ. (شامي، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۵۲۹)

(۲) لستُ لكِ بزوجٍ أولستِ لي بامرأة أوقالت له لست لي بزوج فقال صدقت طلاق إن نواه خلافا لهما وتحته في الشامية، لأن الجملة تصلح لإنشاء الطلاق كما تصلح لإنكاره فيتعين الأول بالنية، وقيدبالنية لأنه لايقع بدونها اتفاقا لكونه من الكنايات، ←

وقوع طلاق بلفظ بائن وقت مذاکرہ

سوال (۱۲۹۱): قدیم ۲/۴۳۹ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے بمقابلہ چند اشخاص کے یہ کہا کہ اگر اپنی زوجہ کو آٹھ روپیہ نہ دوں نصف شب تک تو میرا نکاح بائن ہوجائے گا بعد اُس کے زوج نے صرف چارروپیہ دیئے اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں اوراس گفتگو کی وجہ یہ ہوئی کہ زید اپنی زوجہ کو تکلیف میں رکھتا تھا اورنان ونفقہ سے بالکل بے توجہی رکھتا تھا اہل محلّہ نے اس کی اصلاح کے واسطے یہ کہا کہ تم اپنی زوجہ کو یا طلاق دیدو یا اچھا برتاؤ رکھواورنان ونفقہ کے واسطے کوئی ضامن دواُس نے جواب دیا کہ ضامن کس کو بنایا جائے کوئی میرا ضامن نہیں ہوسکتا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تکلیف نہ دوں گا اورنفقہ کے واسطے آٹھ روپیہ دیتا ہوں اگرنصف رات تک نہ دوں تو میرا نکاح بائن ہوجاوے گا اور ہرمہینہ خرچ دیا کرونگا۔ الغرض تذکرہ طلاق میں زید نے یہ کہا تھا۔اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں اوراگر ہوگی تو بائن یا رجعی؟

← **وأشار إلى أنه لايقوم مقامها دلالة الحال، لأن ذلک فيمايصلح جوابافقط وهو ألفاظ ليس هذا منها، وأشار بقوله طلاق إلى أن الواقع بهذه الكناية رجعي كذا في البحر من باب الكنايات.** (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، قبيل باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٠٧، كراچي ٣/٢٨٢-٢٨٣)

قوله : وتطلق بلست لي بامرأة أولست لک بزوج إن نوى طلاقا يعني وكان النكاح ظاهرا، وهذاعند أبي حنيفة لأنها تصلح لإنشاء الطلاق كماتصلح لإنكاره فيتعين الأول بالنية وقالالاتطلق وإن نوى لكذبه......... وقدمنا أن الصالح للجواب فقط ثلاثة، ألفاظ ليس هذا منها فلذا شرط النية للإشارة إلى أن دلالة الحال هنا لاتكفي وأشار بقوله تطلق إلى أن الواقع بهذه الكناية رجعي. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٣١، كوئٹه ٣/٣٠٥-٣٠٦)

ولوقال لامرأته: لست لي بامرأة، ولوقال لها ما أنا بزوجک أوسئل فقيل له: هل لک امرأة؟ فقال لا، فإن قال أردت الكذب يصدق في الرضاوالغضب جميعا ولايقع الطلاق، وإن قال نويت الطلاق يقع الطلاق على قول أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمدؒ لايقع الطلاق وإن نوى. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٧١) شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ

الجواب: في الدر المختار: بخلاف أنت بائن أوحرام حيث يقع إذا نوى (۱) ج: ۲، ص: ۷۳۳. و في رد المحتار في جدول: مايحتمل السب والجواب يقع بلانية في حالة المذاكرة (۲) جلد: ۲، ص: ۷٦۵.

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں طلاق بائن واقع ہوجاوے گی۔ ۸/ رجب ۱۳۳۱ھ

طلاق کو معلق کرنے اور بار بار کہنے کا حکم

سوال (۱۲۹۲): قدیم ۲/ ۴۴۰ - اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کئی مرتبہ یوں کہے کہ اگر تو اپنے میکے میں جاوے تو تجھکو طلاق ہے اب اگر وہ جاوے تو کے طلاق واقع ہوں گی ایک یا دو یا تین؟ اگر ایک یا دو طلاق واقع ہوں گی تو کون سی طلاق واقع ہوگی۔؟

---

(۱) الدرالمختار على ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قولهم: اليوم متى قرن بفعل ممتد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٩٣، كراچي ٣/ ٢٧٢-

(۲) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٣٣، كراچي ٣/ ٣٠١-

لكن ثمانية تقع بها حال المذاكرة: أنت خلية، برية، بتة، بائن، حرام، اعتدي، أمرك بيدك، اختاري. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٥٢٦، كوئٹه ٣/ ٣٠٢)

وجملة الأمر أن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب، والكنايات ثلاثة أقسام: منها مايصلح جوابا فقط، وهو امرك بيدك واختاري، اعتدي ومرادفها، وقسم يصلح جوابا وشتمالا ردا: هي خلية، برية، بتة، بائن، حرام ومرادفها، وقسم يصلح جوابا وردالا سبا: اخرجي،اذهبي، اغربي، قومي، تقنعي ومرادفها ...... ففي الرضا لايقع بشيء منها إلا بالنية...... وفي حال المذاكرة وهي أن تسأله هي أو أجنبي الطلاق يقع بها في القسم الأول والثاني دون الثالث وفي حالة الغضب يقع بالقسم الأول فقط. (النهرالفائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٣٥٦)

وأما القسم الثاني: فخمسة ألفاظ أيضاخلية، برية، بتة، بائن، حرام...... ولايصدق في حال ذكر الطلاق؛ لأن الحال لا يصلح إلا للطلاق. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ١٧٠- شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب:: چونکہ تاکید کی نیت قضاءً معتبر نہیں اس لئے تین طلاق واقع ہونگی ۔(۱)

۱۰/ رجب ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۱۵)

لفظ صریح سے طلاق دینے اور سوال کے جواب میں انھیں الفاظ کے اعادہ کا حکم

سوال (۱۲۹۳): قدیم ۲/ ۴۴۰- زید نے کسی وجہ سے اپنی امرأۃ ہندہ سے حالت غضب میں ایک مرتبہ بلفظ صریح کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدیا اس لفظ کو سنتے ہی ہندہ نے اپنے شوہر سے کہا کہ کیا کہا اس پر شوہر پھر اُس لفظ کا اعادہ کر کے ساکت ہو گیا چند منٹ یعنی تھوڑے ہی عرصہ کے بعد شخص ثالث نے پوچھا ہندہ کے شوہر سے کہ کیا ہوا ہے کیا؟ اُس وقت میں بھی زید نے اُسی لفظ کو کہہ کر بتلا دیا اب معلوم ہونا چاہیے کہ طلاق رجعی ہے یا مغلظ؟

الجواب: سوال کے جواب میں اس کا واقع ہونا قرینہ ہے اس کا کہ دوسری تیسری طلاق دینا مقصود نہیں بلکہ پہلی طلاق کی خبر دینا مقصود ہے اس لئے وہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی دوسری تیسری واقع نہ ہوگی اور چونکہ صریح لفظ سے دی گئی ہے اس لئے رجعی ہوگی اور عدت کے اندر رجعت جائز ہوگی۔

---

(۱) **وفي الولوالجية الطلاق والعتاق متى علق بشرط متكرر يتكرر.** (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب التعليق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٦، كوئٹه ٤/ ١٦)

الفتاوى الولوالجية، كتاب الطلاق، الفصل الثاني: فيما يصح تعليقه وفيما لايصح، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٥٢.

وقد عرف في الطلاق أنه لو قال إن دخلت الدار فأنت طالق، إن دخلت الدار فأنت طالق، إن دخلت الدار فأنت طالق وقع الثلاث يعني بدخول واحد. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب فيما لو تعدد الاستثناء، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٦٣٨- ٦٣٩، كراچي ٣/ ٣٧٦)

لو كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التاكيد دين أي ووقع الكل قضاء. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٢١، كراچي ٣/ ٢٩٣)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

في الدر المختار: فلا يقع لأنه إخبار فلا ضرورة في جعله إنشاء. وفي رد المحتار: قوله: لأنه إخبار أي يجعل إخباراً لأنه أمكن ذلک. جلد: ۲، ص: ۷۷۴. (۱)

۹/ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۱۵)

سوال (۱۲۹۴): قدیم ۲/ ۴۴۰ - گزارش خدمت آنکہ اگر کسی شخص نے کسی وجہ سے اپنی جورو پر خفا ہو کر یہ کہا کہ اب اس کو اور نہیں رکھوں گا یہ کہہ کر گھر سے روانہ ہو کر دوسرے کسی کے مکان میں چلا آیا تو ایک شخص نے اُس سے کہا کہ تو نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا جواب میں اس نے کہا کہ ہاں چھوڑ دیا یہ بہت زبان دراز ہے گالی گلوچ بکتی ہے دوسرے شخص نے پھر اس سے کہا کہ کیا تو نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا پھر کہا کہ ہاں چھوڑ دیا یہ کسی دن ہوٹل میں رہی تھی تیسرے شخص نے بھی ایسا ہی اس سے پوچھا اس کے جواب میں بھی یہی کہا

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٥، كراچي ٣/ ٣١٠ـ

ولو قال لامرأته أنت طالق فقال له رجل ماقلت؟ فقال: طلقتها، أو قال: قلت: هي طالق فهي واحدة في القضاء، لأن كلامه انصرف إلى الإخبار بقرينة الإستخبار. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل النية في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ١٦٣)

ولو قال لامرأته أنت طالق فقال له رجل ماقلت؟ فقال: طلقتها، أو قال: قلت: هي طالق فهي واحدة في القضاء. (هندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني: الفصل الأول في صريح الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٣٥٥، جديد ١/ ٤٢٣)

عن عبدالله وعن أناس من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم – إلى قوله – الطلاق مرتان، قال هو الميقات الذي يكون عليها فيه الرجعة، فإذا طلق واحدة، أوثنتين، فإما أن يمسک ويراجع بمعروف وإما يسكت عنها حتى تنقضي عدتها، فتكون أحق بنفسها. (السنن الكبري للبيهقي، كتاب الرجعة، دارالفكر بيروت ١١/ ٢٨١، ٢٨٢، رقم: ١٥٥٣٩)

إذاطلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أوتطليقتين فله أن يراجعها في عدتها. (هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/ ٣٩٤)

هندية كتاب الطلاق، الباب السادس: في الرجعة، مكتبهزكريا ديوبند قديم ١/ ٤٧٠، جديد ١/ ٥٣٣ـ

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

کہ ہاں چھوڑ دیا تو کیا صورت مسئول عنہا میں اس شخص کی جورو پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں اور اگر طلاق واقع ہوتو ایک طلاق ہوگی یا تین طلاقیں پڑ جائیں گی اور اگر ایک واقع ہوتو وہ رجعی ہوگی یا بائن یہاں کے عرف میں چھوڑ دینے کو ایسے محل میں طلاق دینے ہی کے معنی پر استعمال کرتے ہیں دوسرے معنی مراد نہیں ہوتے۔ والسلام

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اس لئے کہ زوج کا استفہام بایقاع الطلاق کے جواب میں، یہ کہنا کہ ہاں چھوڑ دیا بمقتضائے مطابقۃ جواب للسوال انشاء طلاق نہیں ہے اخبار عن انشاء الطلاق ہے جس سے بصورۃ کذب خبر صرف قضاءً وبصورۃ صدق دیانۃً بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

في البحر عن الفتح: ولو أقر بالطلاق وهو كاذب وقع في القضاء. اھ (۱) ج:۳،ص:۲۴۶. وفي رد المحتار عن البحر عن البزازية والقنية: لو أراد به (أي بإقرار الطلاق) الخبر عن الماضي كذبا لا يقع ديانةً وإن أشهد قبل ذلك لايقع قضاءً أيضاً. اھ (ص:۶۹۴، ج:۲)(۲)

اور تکرار اخبار گو محتمل تعدد مخبر عنہ ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ تینوں خبریں ایک ہی انشاء کی اور تینوں حکایتیں ایک ہی محکی عنہ کی ہیں اس لئے باوجود تکرار اخبار طلاق ایک ہی واقع ہوگی۔

ونظيره مارواه الشامي في رد المحتار عن كافي الحاكم وإذا قال أنت طالق، ثم قيل له ما قلت فقال قد طلقتها أو قلت هي طالق فهي طالق واحدة؛ لأنه جواب انتهىٰ. (۳) (ص:۵۵۷، ج:۲)

---

(۱) البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۴۲۷/۳، كوئٹہ ۲۴۶/۳۔

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح مع الإكراه، مكتبه زكريا ديوبند ۴۴۳/۴، كراچي ۲۳۸/۳۔

و لو أقربه وادعى إنه كان هازلا أو كان كاذبا وقع قضاء إلا إذا أشهد قبل ذلك لزوال التهمة به كما في القنية. (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية ۸/۲)

(۳) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مطلب فيما قال امرأته طالق وله امرأتان أو أكثر الخ، مكتبه زكريا ديوبند ۵۲۱/۴، كراچي ۲۹۳/۳۔

ولو قال لامرأته: أنت طالق فقال له رجل ماقلت فقال: طلقتها أوقال: قلت هي طالق ←

تو جبکہ جزئیہ مذکورہ میں انشاء طلاق (جو کہ حکم بوقوع الطلاق میں اصل واعلیٰ ہے اُس کے بعد کا اخبار (باوجود احتمال تعدد انشاء میں اخبار بعد الاخبار کے ساتھ متحد ہونے کے دال علی تعدد الطلاق نہ ہوا تو اخبار عن الانشاء) (جو کہ حکم لوقوع الطلاق میں تابع وادنیٰ ہے) اس کے بعد کا اخبار بدرجۂ اولیٰ دال علی التعدد نہ ہوگا اور چونکہ لفظ چھوڑ دیا وہاں کے عرف میں ایسے محل میں حسب بیان مستفتی طلاق ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے؛ اس لئے یہ صریح فی الطلاق ہوگا اور اس لفظ کے ساتھ اقرار سے بھی طلاق رجعی واقع ہوگی فی تنویر الابصار۔

صریحه مالم یستعمل إلا فیه (ولو بالفارسیة ۱۲ دُر) کطلقتک وأنت طالق مطلقة ویقع بها (أي بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصریح ۱۲ دُر) واحدة رجعیة وإن نوی خلافها أولم ینو شیئًا. (۱) انتهی ص ۴۰۷ ج ۲) فقط واللّٰه سبحانه وتعالیٰ أعلم وعلمه أتم و حکمه أحکم المرقوم.

۱۸/ شعبان ۱۳۴۹ھ

← **فهي واحد في القضاء؛ لأن کلامه انصرف إلی الإخبار بقرینة الاستخبار.** (بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في النیة في طلاق الکنایة، مکتبه زکریا دیوبند ۳/۱٦۳)

هندیة کتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الأول في صریح الطلاق، مکتبه زکریا دیوبند قدیم ۱/۳۵۵، جدید ۱/٤۲۳۔

(۱) الدرالمختار کتاب الطلاق، باب الصریح، مکتبه زکریا دیوبند ٤/٤۵۷-٤٦۰، کراچي ۳/۲٤۷-۲٤۹۔

بخلاف فارسیة قوله: سرحتک وهو رها کردم؛ لأنه صار صریحا في العرف...... فإذا قال: رهاکردم أي سرحتک یقع به الرجعي. (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مکتبه زکریا دیوبند ٤/۵۳۰، کراچي ۳/۲۹۹)

إذا قال الرجل لامرأته: ''بهشتم تراازني'' فاعلم بأن هذه اللفظة استعمالها أهل خراسان، وأهل العراق في الطلاق، وأنها صریحة عند أبي یوسفؒ حتی کان الواقع به رجعیا ویقع بدون النیة. (هندیة کتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفظ الفارسیة، مکتبهز کریا دیوبند قدیم ۱/۳۷۹، جدید ۱/٤٤۷)

الفتاوی التاتار خانیة، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنایات، مکتبه زکریا دیوبند ٤/٤٦۳، رقم: ٦٦۷۸۔

الجواب : صحیح ہے اور جس صورت میں قضاءً وقوع طلاق ہو جاتا ہے عورت کو بھی وقوع طلاق پر ہی عمل کرنا واجب ہے والمرأۃ کالقاضی مصرح ہے۔(۱) اشرف علی

۲۹/ شعبان ۱۳۴۹ھ (النور ربیع الثانی ۵۰ھ، ص ۶)

طلاق ہے تو مجھ سے بولے اور مجھے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں کہنے کا حکم

سوال (۱۲۹۵): قدیم ۲/۴۴۲- خاوند بی بی میں کچھ تفرقہ پیدا ہوا اور یہاں تک رنج پیدا ہوا کہ خاوند نے غصہ میں کہا کہ (طلاق ہے جو تو مجھ سے بولے اور مجھے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں) بس یہ ہی الفاظ ایک مرتبہ زبان سے اور کہے اور پھر بیوی کسی بات پر بول اُٹھی اب فرمایئے کہ طلاق ہوگئی یا نہیں اگر طلاق ہوئی تو کون سی ہوئی اب پھر سے اپنے پاس نکاح پڑھا کر یا بے نکاح رکھ سکتا ہے یا نہیں اور طلاق کے بارے میں یہ الفاظ مذکورہ کہہ کر شرمندہ ہوا اس کا جواب بہ تشریح صاف لفظوں میں ارقام کیجئے؟

الجواب: یہ جملہ کہ طلاق ہے صریح ہے۔(۲)

---

(۱) **المرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لاتحل لها تمكينه.** (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان: رجعي، بائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٦٣، كراچي ٣/٢٥١)

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لايحل لها تمكينه. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٤٨، كوئٹه ٣/٢٥٧)

والمرأة كالقاضي لايحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أوعلمت به؛ لأنها لا تعلم إلا الظاهر. (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، إمداديه ملتان ٢/٢١٨، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٨٢) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **وأنت الطلاق أوطلاق أو أنت طالق الطلاق أو أنت طالق طلاقا، يقع واحدة رجعية إن لم ينو شيأ أونوى.** (الدرالمختار على ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب الصريح نوعان رجعي، بائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٦٣، كراچي ٣/٢٥١)

صريحه مالم يستعمل إلا فيه ولو بالفارسية كطلقتک وأنت طالق ومطلقة ويقع بها أي بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصريح ...... واحدة رجعية. (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٥٧-٤٦٠، كراچي ٣/٢٤٧-٢٤٩) ←

اور یہ لفظ مجھے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں کنایہ ہے(۱)اور(*) بائن ملحق ہوسکتی ہے صریح کنایہ کے ساتھ کذا في الدر المختار باب الکنایات (۲)اور دونوں معلق بالشرط ہیں اور شرط واقع ہوگئی (۳) پس دونوں طلاقیں واقع ہوگئیں اس لئے رجعت تو درست نہیں لیکن نکاح جدید درست ہے حاجت حلالہ کی نہیں البتہ بتراضی زوجین شرط ہے۔

۹/ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۱۶)

(*) غالبًا کاتب سے سہو ہوا ہے، عبارت یوں ہونی چاہئے:- بائن بالکنایہ ملحق ہوسکتی ہے صریح رجعی کے ساتھ واللہ اعلم ۱۲/ رشید احمد عفی عنہ

← **الصریح هو کانت طالق مطلقة، و طلقتک وتقع واحدة رجعية.** (النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مکتبه زکريا ديوبند ۲/ ۳۲۱-۳۲۳)

هداية، کتاب الطلاق، باب ايقاع الطلاق، مکتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۵۹

(۱) **وفي الفتاوی لم يبق بيني وبينک عمل ونوی يقع، کذا في العتابيه.** (هندية، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنايات، مکتبه زکريا ديوبند قديم ۱/ ۳۷۶، جديد ۱/ ۴۴۳)

لو قال لها لانکاح بيني وبينک، أو قال لم يبق بيني وبينک نکاح يقع الطلاق إذا نوی. (هندية، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنايات، مکتبه زکريا قديم ۱/ ۳۷۵، جديد۳ ۴۴۳)

بزازية علی هامش الهندية، کتاب الطلاق، نوع آخر في إنکار النکاح، مکتبه زکريا ديوبند قديم ۴/ ۱۹۶، جديد ۱/ ۱۲۸۔

(۲) **البائن يلحق الصريح.** (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنايات، مکتبه زکريا ديوبند ۴/ ۵۴۰، کراچي ۳/ ۳۰۶)

البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب الکنايات، مکتبه زکريا ديوبند ۳/ ۵۳۱، کوئٹه ۳/ ۳۰۷۔

مجمع الأنهر کتاب الطلاق، دارالکتب العلمية بيروت ۲/ ۴۰۔

(۳) **إذا أضافه إلی الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا.** (هندية کتاب الطلاق، الباب الرابع، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، مکتبه زکريا قديم ۱/ ۴۲۰، جديد ۱/ ۴۸۸)

هداية کتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، مکتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۸۵۔

فإذا علق الطلاق بشرط وقع عقيبه. (الفقه الحنفي، وحيدي کتب خانه پشاور ۲/ ۲۳۳) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اگر زوجہ سے یہ شرط کرے کہ اگر تیرے سوا کسی اور سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے اس کا عند الاحناف کیا حکم ہے

سوال (۱۲۹۶): قدیم ۲/۴۴۲- زید نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ سوائے اس کے جس عورت کا نکاح کریگا اُس پر طلاق ہے اور اُس کی منکوحہ کو کوئی ایسا دائمی عارضہ ہے جس سے زید کو ہر طرح کی تکلیف ہوتی ہے حتیٰ کہ ہم بستری سے بھی محروم رہنا پڑتا ہے اس حالت میں نزدیک حنفی کے دوسرا نکاح جائز ہے یا نہیں اگر نزدیک حنفي کے جائز نہ ہو تو تقلید اور کسی امام کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: تینوں سوالوں کا جواب ایک ہی ہے وہ یہ کہ ان تینوں صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہو جاوے گی (۱) لیکن اگر کسی شخص کو اس قدر غلبہ شہوت کا ہو کہ بدون نکاح زنا کا اندیشہ ہو تو اُس کو جائز ہے کہ امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرے بعد تحریر جواب ہذا یہ سمجھ میں آیا کہ بلا ضرورت شدیدہ دوسرے امام کے مذہب پر عمل نہ کرنا چاہیے (۲) اور یہاں یہ صورت ہو سکتی ہے کہ فضولی

---

(۱) **إذا أضاف الطلاق إلى النكاح وقع عقيب النكاح نحو أن يقول: إن تزوجتك فأنت طالق أو كل امرأة أتزوجها فهي طالق.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، مكتبه زكريا ديوبندقديم ۱/ ۴۲۰،جديد ۱/ ۴۸۸)

كقوله لأجنبية: إن نكحتك فأنت طالق فيقع إن نكحها لوجود الشرط. (ملتقي الأبحر، كتاب الطلاق، باب التعليق، دارالكتب العلمية ۲/ ۵۷)

وإذا أضاف الطلاق إلى النكاح وقع عقيب النكاح مثل أن يقول لامرأة إن تزوجتك فأنت طالق أو كل امرأة أتزوجها فهي طالق. (هداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۸۵)

(۲) **وأن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقا، وهو المختار في المذهب.** (الدرالمختار على ردالمحتار، المقدمة، مطلب: في حكم التقليد والرجوع عنه، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۱۷۷، كراچي ۱/ ۷۵)

فالمقلد إذا عمل بحكم من مذهب لايرجع عنه إلى آخر من مذهب آخر. (خلاصة التحقيق ص: ۵)

اس شخص کا نکاح کردے اور یہ شخص اس کو اجازت بالقول سے نافذ نہ کرے؛ بلکہ اس عورت سے جا کر صحبت کرلے اس سے وہ نکاح نافذ ہوگا۔(۱)

۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۱۶)

شوہر نے کہا کہ اگر شام تک گھر نہ آئی تو میری طرف سے جواب ہے پھر شوہر نے انکار کر دیا اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۲۹۷): قدیم ۲/۴۴۳- کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ میرے شوہر زید نے بحالت غضب مجھ کو یہ لفظ کہا کہ اگر تو شام تک میرے گھر نہ آئی تو میری طرف سے جواب ہے زید نے یہ الفاظ میرے مواجہہ میں بھی کہے ہیں اور اس وقت اور رشتہ دار بھی میرے موجود تھے اور پھر انہی الفاظ کا اقرار میرے تایا صاحب کے روبرو جا کر کیا اور وہاں یہ بھی جا کر کہا کہ معافی نامہ مہر بھی میرے پاس ہے جو خود قرینہ نیت طلاق کا ہوسکتا ہے اب زید ان الفاظ کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ کہے تھے کہ تو اگر شام تک میرے گھر میں نہ آئی تو میں جواب دیدونگا اور حالت غصہ کا بھی انکار کرتا ہے لیکن میرے نزدیک وہ اپنے انکار میں سچا نہیں ان الفاظ کے حالت غصہ میں سرزد ہونے کے شاہد میرے تایا اور میری والدہ اور نانی اور تائی اور چچی ہیں جو ثقہ اور عادل ہیں پس اس صورت میں مجھ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

---

(۱) **حلف لايتزوج فزوجه فضولي فأجاز بالقول حنث وبالفعل لايحنث، به يفتى تحته في الشامية كبعث المهر ...... وكتقبيلها بشهوة وجماعها.** (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل وغيره ذلك، مطلب: حلف لايتزوج فزوجه فضولي، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٦٧٢، كراچي ٣/٨٤٦)

حلف لايتزوج فزوجه فضولي وأجاز بالقول حنث وبالفعل لاولو قبلها بشهوة أو جامعها تكون إجازة بالفعل. (البحرالرائق، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل، مكتبه زكريا ٤/٦٢٠-٦٢١، كوئٹه ٤/٣٧٠)

والحلية فيه عقد الفضولي ...... وكيفية عقد الفضولي أن يزوجه فضولي، فأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه لابالقول فلا تطلق. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٦٠) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اور قضاءً بھی ہوئی یا صرف دیانۃً اگر محض دیانۃً ہی واقع ہوئی ہوتو مجھ کو زید کے ساتھ مقام اور تمکین وطی حلال ہے یا حرام اور اگر طلاق واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوگی زید یہ بھی کہتا ہے کہ اُس وقت میری نیت ہرگز طلاق کی نہ تھی میں اُس کو اس میں بھی سچا نہیں جانتی ہوں اس بارے میں جو حکم شرعی شریف کا ہو تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں زیادہ والسلام؟

الجواب: یہ لفظ کہ میری طرف سے جواب ہے عرفاً کنایہ ہے طلاق سے جیسا کہ اہل زبان پر مخفی نہیں ہے اور یہ کنایہ کے اقسام میں سے وہ قسم ہے جس میں رد اور سب کا احتمال نہیں بلکہ محض جواب میں مستعمل ہے اور یہ بھی ظاہر ہے اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ صرف حالت رضاء میں نیت شرط ہے دلالۃ حال یعنی غضب اور مذاکرہ میں شرط نہیں کما صرح بہ الفقہاء (۱) اور صورۃ مسئولہ میں دلالت حال متحقق ہے پس اگر واقعہ اسی طرح ہوتو حکم یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگئی اور چونکہ اس لفظ کو اہل عرف قطعی فیصلہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور قطعی فیصلہ کا اثر ہے تحریم اور وہ مخصوص ہے بائن کے ساتھ اس لئے طلاق بائن ہوگئی۔

---

(۱) أن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب ...... وأن الكنايات ثلاثة أقسام: قسم يصلح جوابا ولايصلح رداو لاشتما، وقسم يصلح جوابا وردًا ولايصلح شتما، وقسم يصلح جوابا وشتما ولايصلح ردا...... وحاصل مافي الخانية أن من الكنايات ثلاث عشرة لايعتبر فيها دلالة الحال ولاتقع إلابالنية...... لكن ثمانية تقع بها حال المذاكرة :أنت خلية، برية، بتة، بائن، حرام اعتدي، أمرک بيدک، اختاري. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۵۲٦، كوئٹه ۳/۳۰۲)

إن الكنايات أقسام ثلاثة: في قسم منها لايدين في الحالين جميها ...... وفي قسم منها يدين في حال الخصومة والغضب ولايدين في حال مذاكرة الطلاق وسؤاله، وفي قسم منها يدين في الحالين جميعا......وأما القسم الثاني فخمسة ألفاظ أيضا: خلية، برية، بتة، بائن، حرام...... ولايصدق في الحال ذكر الطلاق؛ لأن الحال لايصلح إلا للطلاق. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۷۰)

فالحالات ثلاث: رضاوغضب ومذاكرة، والكنايات ثلاث ......فنحو إخرجي واذهبي وقومي ...... يحتمل ردا أي ويصلح جوابا أيضا ولايصلح سبا ولا شتما ونحو خلية، برية، حرام، بائن ومراد فها كبتة وبتلة يصلح سبا أو يصلح جوابا أيضا ولايصلح ردا، ونحو اعتدي، واستبرئي رحمک ...... لايحتمل السب والرد أي بل معناه الجواب فقط ←

کما حقق العلامة الشامي تحت قول الدر المختار حرام. وقال: بعد البحث الطويل والحاصل أنه لما تعورف به (أي بحرام) الطلاق صار معناه تحريم الزوجة و تحريمها لا يكون إلا بالبائن. ج: ۲، ص: ۶۲۳. (۱)

اور جب دلالت حال قرینہ ظاہرہ ہے ارادۂ طلاق کا تو انکار نیت میں بوجہ خلاف ظاہر ہونے کے قضاءً شوہر کی تصدیق نہ کی جاوے گی اور عورت پر اس معاملہ میں مثل قاضی کے معاملہ کرنا واجب ہے۔

قال الشامي عن الفتح: والتأكيد خلاف الظاهر وعلمت أن المرأة كالقاضي لايحل لها أن تمكن إذا علمت منه ماظاهره خلاف مدعاه. (۲) ج ۲، ص ۶۹ ۷.

← وفي ردالمحتار والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالة الرضا والغضب والمذاكرة، والثاني في حالة الرضا والغضب فقط ويقع في حالة المذاكرة بلانية، والثالث يتوقف عليها في حالة الرضا فقط، ويقع في حالة الغضب والمذاكرة بلانية. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٢٨-٥٣٣، كراچي ٣/ ٢٩٨-٣٠١)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٣١، كراچي ٣/ ٣٠٠)

قوله حرام ...... أن المتعارف به إيقاع البائن. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٥٢٣، كوئٹه ٣/ ٣٠٠)

(حرام) أن التمعارف به إيقاع البائن به لاالرجعي. (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٣٥٩)

(۲) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، قبيل مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، مكتبهزكريا ديوبند ٤/ ٥٤٠، كراچي ٣/ ٣٠٥

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لايحل لها تمكينه. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٤٤٨، كوئٹه ٣/ ٢٥٧)

والمرأة كالقاضي لايحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلک أو علمت به؛ لأنها لاتعلم إلا الظاهر. (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات۔ (امدادية ملتان ٢/ ٢١٨، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٨٢)

أخرج البخاري عن الحسن فلا تعضلوهن، قال حدثني معقل بن يسار أنها نزلت فيه، ←

پس اگر تمہارا بیان واقع میں صحیح ہے تو تم پر طلاق بائن واقع ہوگئی اور تم کو شوہر کے ساتھ مقام اور تمکین جائز نہیں ہے باقی اگر برضامندی تجدید نکاح کرلو تو جائز ہے (۱) کیونکہ طلاق تین نہیں ہیں۔فقط

۱۸/ رجب ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۱۱۷)

حکم شہادت طلاق بذریعہ سماع واقعہ من وراء الحجاب وحکم طلاق باقرار خود

سوال (۱۲۹۸): قدیم ۲/۴۴۴- ایک شخص نے اپنے گھر میں جہاں بجز اس کی خوش دامن اور بی بی کے دوسرا کوئی نہ تھا اپنی بی بی کو طلاق دیا وقت رات کا تھا صبح کو اس نے کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو دو طلاق دی ہیں اور ایک مرتبہ کہا ہے لیکن دوسرے دو آدمی جو کہ طلاق دہندہ کے مکان کے سوا دوسرے گھر میں تھے (بیچ میں چند دیوار کھڑی ہیں) کہنے لگے کہ اس نے دو طلاق دو طلاق دو مرتبہ کہا ہے اس صورت میں بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ چونکہ یہ شہادت من وراء الحجاب ہے آواز سُن کر کہتے ہیں مقبول نہیں فقط اقرار طلاق دہندہ کا معتبر ہوگا اور دو ہی طلاق واقع ہوں گی اور بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس شخص طلاق دہندہ کو گواہوں نے اگرچہ نہیں دیکھا ہے لیکن چونکہ وہ کسی دوسرے شخص کے بیچ میں بولنے کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ ایک بار دو طلاق کے لفظ کہنے کا اقرار کرتا ہے تو ضرور وہ شہادت مقبول ہوگی گو من وراء الحجاب ہے اس واسطے کہ وہ طلاق دہندہ کہتا ہے کہ اس مکان میں بجز میرے اور میری خوشدامن اور بی بی کے کوئی نہ تھے خوشدامن اور بی بی میں سے کوئی بھی یہ دوہرا دو طلاق کے لفظ بولنے کا اقرار نہیں کرتا سو معلوم ہوا کہ یہ تلفظ فقط اُسی طلاق دہندہ کا ہے اس صورت میں سوال اس بات کا ہے کہ عالمگیری میں ہے۔

← **قال زوجت أختالي من رجل، وطلقها حتى انقضت عدتها جاء يخطبها، فقلت له زوجتک، وفرشتک، وأكرمتک، فطلقتها، ثم جئت تخطبها! لا والله لاتعود إليک أبدا، وكان رجلا لابأس به، وكانت المرأة تريد أن ترجع إليه، فأنزل الله هذه الآية فلاتعضلوهن، فقلت الآن أفعل يارسول الله! قال فزوجها إياه.** (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب من قال لانكاح إلا بولي ۲/ ۷۷۰، رقم: ۴۹۳۷، ف: ۵۱۳۰)

(۱) **إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.** (هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۹۹) ←

ولو سمع من وراء الحجاب لا يسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره إذا النغمة تشبه النغمة إلا إذا كان في الداخل وحده و دخل وعلم الشاهد أنه ليس فيه غيره، ثم جلس على المسلک وليس له مسلک غيره فسمع إقرار الداخل ولا يراه؛ لأنه يحصل به العلم وينبغي للقاضي إذا فسرله لا يقبله كذا في التبيين انتهٰى. (١)

اس عبارت سے تلقین تیقن کے واسطے تشدد معلوم ہوتا ہے سوال کے اندر جس قدر تفصیل لکھی گئی ہے اس قدر تیقن کے واسطے کافی ہوگا یا نہیں اور صورت مرقومہ میں کون سی طلاق معتبر ہوگی۔

الجواب : یہ شہادت معتبر نہیں (۲) اقرار ہی کا اعتبار ہوگا عالمگیریہ میں جو قیود لکھی ہیں وہ یہاں کہاں ہیں مثلاً ثم جلس الخ اور یہ بہت ظاہر ہے۔

۱۳/ رمضان ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۶۸)

← هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٤٧٢، جديد ١/٥٣٥ ۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(١) عالمگيري كتاب الشهادة، الباب الثاني في بيان تحمل الشهادة وحده أدائها والامتناع عن ذلك، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٣/٤٥٢، جديد ٣/٣٨٩۔

(٢) **ولو سمع من رواء الحجاب لايسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره إذا النغمة تشيه النغمة إلا إذا كان في الداخل وحده، وعلم الشاهد أنه ليس فيه غيره ثم جلس على المسلک وليس له مسلک غيره فسمع إقرار الداخل ولايراه؛ لأنه يحصل به العلم وينبغي للقاضي إذا فسرله أن لايقبله لأن النغمة تشبه النغمة.** (تبيين الحقائق، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ٥/١٦٢، إمداية ملتان ٢/٢١٣-٢١٤)

ولو سمع من وراء الحجاب لايسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره إذا النغمة تشبه النغمة ...... وقالوا إذا سمع صوت امرأة من وراء الحجاب لايجوز أن يشهد عليها إلاإذا كان يرى شخصه وقت الإقرار. (مجمع الأنهر، كتاب الشهادات، الفصل الأول، دارالكتب العلمية ٣/٢٦٦)

ولايشهد على محجب بسماعه منه إلا إذا تبين لقائل بأن لم يكن في البيت غيره، لكن لو فسر لاتقبل أويرى شخصها أي القائلة. (الدر المختار على ردالمحتار، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ٨/ ١٨١، كراچي ٥/٤٦٨) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

طلاق کے مسئلہ میں اضافت کی تحقیق

(۱) **سوال** (۱۲۹۹): قدیم ۲/۴۴۵ - بعد اتحاف تحفہ مسنونہ واظہار نیازمندی ہائے ہرگونہ معروض ایں کہ در فتاویٰ عالمگیریہ در فصل سابع کہ دریں طلاق بالفاظ فارسیہ است مرقوم است ''**في الفتاوی الرجل قال لامرأتها گر تو زن منی سہ طلاق مع حذف التاء لایقع إذا قال: لم أنو الطلاق لأنه لما حذف فلم یکن مضیفا إلیها. وفیه أیضاً ولو قالت: طلقني فضر بها. وقال: اینک طلاق لا یقع ولو قال: اینکت طلاق یقع وفیه أیضاً سکران هر بت منه امرأة فتبعها ولم یظفر بها، فقال بالفارسیة بسه طلاق إن قال عنیت امرأتي یقع وإن لم یقل شیئا لایقع کذا في الخلاصة (۲)**''

ازعبارات مذکورہ بالا بخوبی معلوم می شود کہ در وقوع طلاق اضافت صریحہ ازبس لابدی ست واگرچہ

---

(۱) **ترجمۂ سوال ۱۲۹۹**: تحفہ مسنونہ بھیجنے اور ہر طرح سے نیاز مندی کا اظہار کرنے کے بعد یہ عرض ہے کہ فتاوی عالمگیریہ ساتویں فصل میں طلاق کا ذکر جس میں فارسی الفاظ سے لکھا ہوا ہے۔ **في الفتاوی الرجل قال لامرأة الخ** مذکورہ عبارت بالا سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کے واقع ہونے کے سلسلہ میں اضافت صریحہ از حد ضروری ہے اگرچہ طلاق کا ذکر درمیان میں ہو، بغیر اضافت صریحہ طلاق واقع نہ ہوگی اور خلاصۂ عبارت ''**وإن لم یقل شیئا لم یقع**'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف بیوی کے طلاق کی نیت بھی دلیل نہیں ہے جب تک کہ زبان سے اقرار نہ کرے کہ میں نے فلانی کو طلاق دینے کی نیت کی ہے اور علامہ شامیؒ نے باب الصریح کے شروع میں **قوله لترکه الإضافة** کے حاشیہ پر اپنی رائے پیش کی ہے اور تحقیق کی ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لئے اضافت صریحہ ضروری نہیں ہے اور عالمگیری میں اسی فصل میں ہے کہ عورت کہے مجھے طلاق دے مجھے طلاق دے اور مجھے طلاق دے اس نے کہا دیدیا تو تین واقع ہو جائے گی بہرحال عالمگیری کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کے واقع ہونے کے لئے اضافت صریحہ ضروری ہے اور عالمگیریہ کی دوسری بعض عبارات سے اور علامہ شامی کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اضافت صریحہ ضروری نہیں ہے امید ہے کہ ایک گونہ تعارض کا دفع اچھی طرح فرمائیں گے۔

(۲) عالمگیري، کتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسیة، مکتبه زکریا دیوبند قدیم ۱/۳۸۲، جدید ۱/۴۵۰۔

مذاکرۂ طلاق درمیان باشد بلا اضافت صریحہ طلاق واقع نہ گردد واز عبارت خلاصہ **وإن لم یقل شیئا لا یقع** ہویدا می گردد کہ صرف نیت طلاق زن ہم بسند نیست تاوقتیکہ بزبان اقرار نہ کند کہ من نیت طلاق فلانہ کردہ ام وعلامۂ شامی در اوائل باب الصریح برحاشیہ قولہ لترکہ الاضافۃ از خود نظرے پیش کردہ وتحقیق نمودہ کہ از بہر وقوع طلاق ضرور اضافت صریحہ نیست ودر عالمگیری در ہماں فصل ست لو قالت مرا طلاق دہ ومرا طلاق دہ ومرا طلاق دہ فقال دادم یقع ثلاث بہر حال از بعض عبارات عالمگیر یہ معلوم می شود کہ از بہر وقوع طلاق اضافت صریحہ ناگزیر ست واز بعض عبارات دیگر عالمگیری واز تحقیق علامہ شامیؒ ہویدا می شود کہ ضرورت اضافت صریحہ نیست امید کہ دفع تدافع مذکور بگونہ خوب نمایند؟

(۱) **الجواب**: از قواعد وجزئیات چناں می نماید کہ شرط وقوع طلاق مطلق اضافت ست (۲)

---

(۱) **ترجمۂ جواب**: قواعد وجزئیات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کے واقع ہونے کی شرط مطلق اضافت ہے نہ کہ اضافت صریحہ ہاں البتہ مطلق اضافت کے تحقق کے لئے قرائن قویہ کی ضرورت ہوتی ہے، قرائن ضعیفہ کافی نہیں ہوتے ہیں، پس جن جزئیات میں حکم عدم وقوع کا ہے اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ اس میں اضافت صریحہ نہیں ہے؛ بلکہ سبب یہ ہے کہ اس میں قوی قرینہ اضافت پر قائم نہیں ہے اور یہ قرینہ تلاش کے بعد چند قسم رہے اول اضافت کی صراحت اور یہ ظاہر ہے کہ جیسا کہ اس کے قول میں اینکت میں دوم نیت جیسا کہ اس کے قول **عنیت امرأتي** میں اور خلاصہ کی عبارت **وإن لم یقل شیئًا لا یقع** سے شبہ نہ کیا جائے کہ بلا اضافت صریحہ نیت کافی نہیں ہے؛ کیونکہ لایقع کے معنی **لا یحکم بوقوعه ما لم یقل عنیت** ہیں؛ کیونکہ نیت کرنے والے کے اظہار کئے بغیر دوسری کو نیت کا علم کس طرح ہوسکتا ہے **فإذا قال عنیت یقع الخ** سوم: سائل کے کلام میں اضافت جیسا کہ عورت کے قول مرا طلاق دہ (مجھے طلاق دے) کے جواب میں شوہر کا قول دادم (میں نے تجھے طلاق دی) میں ہے؛ لہٰذا تین واقع ہوں گی عورت کے تین بار کہنے کی وجہ سے ورنہ تو لفظ دادم نہ تو طلاق کے لئے موضوع ہے اور نہ تین کے عدد کے لئے چہارم عرف جیسا کہ شامی کی عبارت **الطلاق یلزمني** میں ہے، پس جن جزئیات میں تمام قرائن مفقود ہوں طلاق واقع نہ ہوگی اضافت صریحہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے نہیں؛ بلکہ مطلق اضافت نہ پائے جانے کی وجہ سے پس اس توضیح کے بعد مسائل میں کسی طرح کا تعارض نہیں ہے یہ میرے نزدیک ہے ہوسکتا ہے کہ دوسروں کے نزدیک اس سے اچھی رائے ہو۔

(۲) **ولکن لا بد في وقوعه قضاء و دیانة من قصد إضافة لفظ الطلاق إلیها عالما بمعناه ولم یصرفه إلی ما یحتمله کما أفاده في الفتح وحققه في النهر.** (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: الصریح نوعان: رجعي و بائن، مکتبه زکریا دیوبند ٤/٤٦١)

النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق الصریح، مکتبه زکریا دیوبند ٢/٣٢٥۔

نہ کہ اضافت صریحہ آرے تحقق مطلق اضافت محتاج ست بقرائن قویہ وقرائن ضعیفہ محتملہ در آں کافی نیست پس درجز ئیاتیکہ حکم بعدم وقوع کردہ اند سببش نہ آنست کہ در واضافۃ صریحہ نیست بلکہ سبب آن ست کہ در وقرینۂ قویہ بر اضافت قائم نیست وآں قرینہ بہ تتبع چند قسم ست اول صراحۃ اضافت وآں ظاہر است کما فی قوله اینکت (۱) دوم نیت کما فی قولہ عنیت امرأتی (۲) واز عبارت خلاصہ وإن لم يقل شيئا لا يقع شبہ نہ کردہ شود کہ نیت بلا اضافت صریحہ کافی نیست زیرا کہ معنی لایقع اے لاتحکم بوقوعہ مالم یقل عنیت است چرا کہ بدون اظہار نادی دیگراں راعلم نیت جگو نہ می تواں شد فإذا قال عنيت يقع لا لقوله عنيت لا نه ليس موضوعا للطلاق بل لقوله سه طلاق مع النية فافهم فإنه متعين متيقن سوم اضافۃ درکلام سائل کما فی قولہ دادم فی جواب قولہا۔ مرا طلاق دہ (۳) ولہٰذا ثلث واقع شود لتکرار ہا ثلاثا ورنہ کلام دادم نہ برائے طلاق موضوع ست ونہ برائے عدد ثلثہ۔

فتح القدير، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤۔

(۱) **الصريح كأنت طالق ومطلقة وطلقتك وتقع واحدة رجعية.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٣٧، كوئٹه٣/٢٥٠)

صريحه ما مل فيه خاصة ولا يحتاج إلى نية وهو أنت طالق ومطلقة، وطلقتك . (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ٢/١١)

الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٥٧، كراچي٣/٢٤٧۔

قال طالق فقيل له من عنيت، فقال: امرأتي طلقت امرأته. (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٥٨، كراچي ٣/٢٤٧)

(۲) **لو قال طالق فقيل له من عنيت، فقال: امرأتي طلقت امرأته.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٥٨، كراچي ٣/٢٤٨)

فلو قال طالق فقيل له من عنيت فقال امرأتي طلقت امرأته. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٤٢، كوئٹه٣/٢٥٣)

(۳) **امرأة قالت لزوجها: مرا طلاق ده فقال: دادمت يقع، امرأة طلبت الطلاق من زوجها فقال الزوج: دادم! إن كانت هذا لغة بلدة من البلدان لا يصدق أنه لم يرد به الطلاق كما لو أجاز بالعربية.** (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤١٢، رقم: ٦٥٥٨)

چہارم عرف کما فی روایۃ الشامي الطلاق يلزمني. (۱) پس درجزئیاتیکہ ہمہ قرآئن مفقود باشند طلاق واقع نہ خواہدشد لا لعدم الاضافۃ الصریحۃ بل لعدم مطلق الاضافۃ پس بریں تقریر در مسائل ہیچ گونہ تدافع نیست ہذا اما عندی ولعل عند غیری احسن من ہذا۔

۳/محرم ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۰۶)

وقوع طلاق بائن بلفظ فارغ خطی

سوال (۱۳۰۰): قدیم ۲/ ۴۴۶- بعد سلام مسنون کے عرض ہے کہ میرے ایک دوست کو عرصہ آٹھ سال کا گزرا یہ اتفاق پیش آیا کہ اس کی عورت اور اس میں تکرار ہوئی عورت نے رہنے سے انکار کیا مرد نے رکھنے سے انکار کیا مرد نے عورت سے یہ کہا کہ تو مہر معاف کر دے میں تجھ کو فارغ خطی لکھوائے دیتا ہوں چنانچہ عورت نے چند حاضرین کے سامنے مہر معاف کیا جن کے نام اس وقت یاد نہیں ہیں اور مرد نے ایک رقعہ ایک شخص معلوم سے لکھوا کر اُس عورت کو دیا اُس کا مضمون یہ تھا چونکہ مسماۃ فلاں میرے نکاح جدید پر میرے پاس رہتی ہے ناراض ہو کر لڑتی جھگڑتی رہتی ہے اور فارغ خطی چاہتی ہے اور مہر معاف کرتی ہے اس واسطے یہ چند کلمات مسماۃ مذکور کو لکھ کر بطور فارغ خطی کے دیئے جاتے ہیں کہ اب مجھ کو اس عورت سے کچھ سروکار نہیں ہے

---

(۱) **من الألفاظ المستعملة الطلاق يلزمني، الحرام يلزمني وعلي الطلاق وعلي الحرام فيقع بلانية للعرف الخ فأوقعوا به الطلاق مع أنه ليس فيه إضافة الطلاق إليها صريحًا**. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: سن بوش، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٥٩، كراچي ٣/ ٢٤٨)

وفي فتح القدير وقد تعورف في عرفنا في الحلف الطلاق يلزمني لا أفعل كذا يريد إن فعلته لزم الطلاق ووقع فوجب أن يجري عليهم؛ لأنه صار بمنزلة قوله: إن فعلت كذا فأنت طالق، وكذا تعارف أهل الأرياف بقوله: على الطلاق لا أفعل. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٤٤٠، كوئٹه ٣/ ٢٥٢)

وفي تصحيح القدوري من الألفاظ المستعملة الطلاق يلزمني، والحرام يلزمني وعلي الطلاق وعلي الحرام. (سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ١٤)

اس ملک میں فقط فارغ خطی بجائے لفظ طلاق کے مستعمل ہے اس واقعہ کو دو ماہ گزرے ہوں گے کہ پھر اُن مرد وعورت میں رنجش دور ہو کر سلوک ہو گیا اور میاں بی بی کی طرح اس وقت تک رہتے سہتے چلے آرہے ہیں مجھ سے اس مرد نے جس کا یہ واقعہ ہے اپنا پریشان ہونا ظاہر کیا کہ آیا طلاق ہو چکی ہے یا نہیں اس مسئلہ کو بہشتی زیور میں تلاش کیا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہے اس پر بغیر فتویٰ خاص کے کار بند ہونا دشوار ہے لہٰذا حکم موافق شرع شریف صادر فرمایا جاوے؟

الجواب: یہ لفظ فارغ خطی کنایہ ہے اور چونکہ اس سے ایقاع بائن متعارف ہے اس لئے بلا نیت اس سے طلاق بائن واقع ہو جاوے گا۔(۱)

---

(۱) حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ نے لفظ فارغ خطی کو الفاظ کنایہ میں شمار فرمایا ہے شاید حضرتؒ کے زمانہ میں یہ لفظ طلاق کے لئے صریح نہ رہا ہو؛ لیکن اب عرف میں یہ لفظ طلاق کے علاوہ کسی اور معنی میں استعمال ہی نہیں ہوتا؛ اس لئے یہ الفاظ صریحہ میں شمار ہوگا اور اس سے طلاق صریح رجعی واقع ہوگی؛ کیونکہ یہ لفظ اب کنایہ کے الفاظ میں سے نہیں رہا ہے؛ اس لئے اس لفظ سے وقوع کے طلاق کے لئے نہ نیت کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس سے طلاق بائن ہوگی؛ بلکہ اس سے صریح رجعی واقع ہوا کرے گی؛ اس لئے کہ صریح اس کو کہا جاتا ہے کہ جس لفظ کو کسی بھی علاقہ اور کسی بھی زبان میں طلاق کے لئے استعمال کرنا متعارف ہو گیا ہو اور شمالی ہند میں یہ لفظ طلاق ہی کے لئے استعمال ہونا متعارف ہے فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمایئے:

صريحه ما لم يستعمل إلا فيه ولو بالفارسية تحته في الشامية: فما لا يستعمل إلا في الطلاق فهو صريح يقع بلا نية. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٥٧، كراچي ٣/٢٤٧)

قوله: سرحتك كناية لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح فإذا قال: رها كردم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضًا وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق وقد مر أن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت.
(رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٣٠، كراچي ٣/٢٩٩)

والأصل الذي عليه الفتوى في زماننا هذا في الطلاق بالفارسية أنه إن كان فيها لفظ لايستعمل إلا في الطلاق فذلك اللفظ صريح يقع به الطلاق من غير نية إذا أضيف إلى المرأة مثل أن يقول في عرف ديارنا رها كنم أو في عرف خراسان بهشتم. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل: النية في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٦٤) ←

كما في رد المحتار في قوله حرام ما نصه وسياتي وقوع البائن به بلانية في زماننا للتعارف إلى آخر ما قال وأطال. ج:۲، ص: ۷۶۲. (۱)

اور یہاں تو مذاکرۂ طلاق بھی ہے جس میں لفظ بریۃ خلیۃ سے بلانیت واقع ہوتا ہے اور یہ لفظ اسی کا ہم معنی ہے۔ كما في شباك في رد المحتار. ج:۲، ص: ۷۶۵. (۲)

اور چونکہ بینونہ غلیظہ کی کوئی دلیل نہیں؛ اس لئے بینونہ خفیفہ ثابت ہوگی، جس میں تجدید نکاح زوجین میں بلاحلالہ جائز ہے، پس صورت مسئولہ میں بلاتجدید نکاح تو ان زوجین کا اجتماع حرام ہے؛ لیکن بلاحلالہ تجدید نکاح کرلیں۔

۱۲/ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ (تمتہ ثانیہ ص: ۱۳۳)

حکم تعلیل طلاق مغائر تعلیق

سوال (۱۳۰۱): قدیم ۲/ ۴۴۷- ایک روز کا یہ واقعہ ہے کہ میں نے بغرض کچھ ضرورت کے اپنے گھر والوں سے کچھ طلب کیا اور یہاں تک ہوا کہ میں نے غصہ میں یہ سمجھا کہ اگر اب ضرورت نہ رفع ہوئی تو بڑا نقصان ہوگا میں نے اپنے گھر والوں سے تین مرتبہ کہا کہ اگر تم یہ کام نہیں کرتے تو جاؤ میں نے طلاق دیدی پھر گھر والوں نے مجھے روپیہ کا بندوبست کر کے دیدیا اگر آپ اس مسئلہ کو حل کر کے جواب دیویں تو عین بندہ پروری ومہربانی ہوگی؟

الجواب: اس صورت میں تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں (۲) اس وقت تک تو وہ کام نہ کیا تھا فقولہ اگر تم یہ کام الخ للتعليل لا للتعليق.

۲۶/ رمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۶۷)

← فإن الصريح في أصول الفقه ما غلبا ستعماله في معنى بحيث يتبادر حقيقة أو مجازًا. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۴۳۷، كوئٹه ۳/ ۲۵۱)

(۱) رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۵۲۹، كراچي ۳/ ۲۹۸ ۔

(۲) شامي، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب لا اعتبار بالإعراب هنا، زكريا ۴/ ۵۳۴، كراچي ۳/ ۳۰۲ .

عن سهل ابن سعدؓ في هذا الخبر قال: فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فأنفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم. (أبو داؤد شريف، كتاب الطلاق، باب في اللعان، النسخة الهندية ۱/ ۳۰۶، دار السلام رقم: ۲۲۵۰) ←

معنی حدیث حتیٰ تذوق ''عُسیلۃ'' اور حلالہ میں انزال کا شرط نہ ہونا

سوال (۱۳۰۲): قدیم ۲/ ۴۴۸- بعض کتاب میں جولکھا ہے کہ حلالہ نفس دخول سے ہوجاتا ہے انزال شرط نہیں تو حدیث عسیلہ کا کیا جواب ہوگا عدم انزال میں تو مذوق صادق نہیں آئے گا؟

الجواب: ذوق اور عسیلہ بالتصغیر عدم اشتراط انزال ہی کے مؤید ہیں کہ مشعر ہیں تقلیل سے اور انزال سے تو شبع حاصل ہوجاتا ہے اُس کو ذوق سے تعبیر کرنا قدرے بعید ہے۔(۱)

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۶۰)

← بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلث، النسخة الهندية ۲/ ۷۹۱، رقم: ۵۰۶۰، ف: ۵۲۵۹

مسلم شريف، النسخة الهندية ۱/ ۴۸۹، دار السلام رقم: ۱۴۹۲۔

لو كرر لفظ الطلاق وقع الكل. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۵۲۱، كراچي ۳/ ۲۹۳)

لو قال لزوجته: أنت طالق، طالق، طالق، طلقت ثلاثا. (الأشباه والنظائر قديم ص: ۲۱۹، جديد زكريا ص: ۳۸۶)

البائن بينونة كبرى: أن يكون طلاقا ثالثا سواء أكان مكملا للثلاث تفريقا، بأن يطلق الرجل زوجته كل مرة طلقة ...... أم مكررا ثلاث مرات في مجلس واحد أو مجالس متعددة، بأن يقول لها: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فيقع ثلاثا. (الفقه الإسلامي وأدلته الطلاق، مكتبه هدىٰ انٹرنیشنل ديوبند ۷/ ۴۱۶)

(۱) **والشرط الإيلاج دون الإنزال؛ لأن الإنزال كمال ومبالغة فيه أي في الدخول، والكمال قيد لا يثبت إلا بالدليل ولا دليل عليه، بل الدليل يدل على عدمه لأنه ذكر العسيلة وهي تصغير العسيلة وهي كناية عن إصابة حلاوة الجماع وهي تحصل بالإيلاج وكان التصغير دالا على عدم الشبع بالإنزال.** (عناية على فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقه، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۱۶۱، كوئٹه ۴/ ۳۳، دار الفكر بيروت ۴/ ۱۸۰)

حاشية هداية، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۴۰۰

اتفق العلماء على أن تغييب الحشفة في قبلها كاف في ذلك من غير إنزال المني ...... قال الجمهور: بدخول الذكر تحصل اللذة والعسيلة. (شرح النووي على مسلم شريف، ←

یہ کہنا کہ اگر دو ماہ تک خرچ نہیں دیا تو طلاق

سوال (۱۳۰۳): قدیم۲/ ۴۴۸ - زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہوا کچھ عرصہ تک وہ اس کے ہمراہ رہی پھر اس نے ایک دوسری عورت سے نکاح کرلیا اور اس نے یہ بھی لکھدیا کہ اگر دو ماہ تک بھی میں خرچ نہ دونگا تو ہندہ میری نکاح سے باہر ہے آج تخمیناً نو ماہ گزر چکے ہنوز اس نے ایک ماہ کا بھی خرچ نہ روانہ کیا آیا کیا یہ ہندہ اس زید کے نکاح سے باہر ہوگئی یا نہیں اور اس عرصہ میں عورت کو آٹھ حیض آچکے؟

الجواب: جب اس نے دو ماہ خرچہ نہیں دیا وہ مطلقہ ہوگئی اور چونکہ اس کے بعد رجعت بھی نہیں کی گئی اور اس کو تین حیض بلکہ زیادہ آچکے پس عدت بھی گزر گئی اس لئے اس کو دوسرا نکاح جائز ہے۔

لما في الدرالمختار لست لک بزوج أو لست لی بامرأة أو قالت له لست لي بزوج فقال صدقت إن نواه. وفي رد المحتار: قوله طلاق إن نواه لأن الجملة تصلح لإنشاء الطلاق كما تصلح لإنكاره فيتعين الأول بالنية (إلى قوله) وأشار بقوله طلاق إلىٰ أن الواقع بهذه الكناية رجعي كذا في البحر من الكنايات. ج: ۲، ص: ۷۴۴.(۱) قلت ولما قامت القرينة هٰهنا على كون الكلام للإنشاء كما يدل عليه التعليق تعين كونه إنشاء فيقع بلانية.

البتہ اگر عدت کے درمیان میں شوہر نے رجعت کرلی ہوتو دوبارہ سوال کرنا چاہئے۔

۲۵/محرم ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ ص ۹)

← كتاب الطلاق، باب لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتى تنكح زوجًا غيره ويطأها ثم يفارقها وتنقضي عدتها، النسخة الهندية ١/٤٦٣)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، قبيل باب طلاق غيرالمدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٠٧، كراچي ٣/٢٨٢-٢٨٣

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٣١، كوئٹه ٣/٣٠٥-٣٠٦ ۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اختیار طلاق کو مجلس پر منحصر کرنے کا حکم

سوال (۱۳۰۴): قدیم ۲/ ۴۴۹ - میرے دل میں ایک خیال آیا جس کو عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر زوج کا مقصود (اگر تم چاہتی ہو تو لو طلاق طلاق طلاق) کہنے سے تعلیق نہ ہو تعلیل ہو تب تو طلاق ہو ہی گئی؛ لیکن اگر تعلیق مقصود ہو تو اسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی؛ جبکہ زوجہ نہ چاہتی تھی لیکن اگر اب عورت چاہے اور اپنی زبان سے کہدے کہ میں چاہتی ہوں تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ تعلیق مقصود ہونے کی صورت میں طلاق نہ ہونے کی وجہ عورت کا نہ چاہنا تھا اور اب عورت چاہتی ہے اور اب عدت گزرنے کے بعد اس کا دوسرا نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: في رد المحتار: أن التعليق بالمحبة يقتصر على المجلس لكونه تخييراً حتیٰ لوقامت وقالت أحبک لا تطلق. اھ ج: ۲، ص: ۸۲۸. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اب کہنے سے طلاق نہ ہوگی کیونکہ مجلس ختم ہوگئی۔

۱۳/ ربیع الثانی (۱۳۳۳ھ) (تتمہ ثالثہ، ص ۲۹)

---

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب اختلاف الزوجين في وجود الشرط، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٦١٣، كراچي ٣/ ٣٥٩

طلقها إن شاء ت لم يصر وكيلاً ما لم تشأ فإن شاء ت في مجلس علمها طلقها في مجلسه لا غير والوكلاء عنه غافلون وتحته في الشامية: فلو قام من مجلسه بطل التوكيل هو الصحيح؛ لأن ثبوت الوكالة بالطلاق بناء على ما فوض إليها من المشيئه، ومشيئتها تقتصر على المجلس الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الأمر باليد، فصل في المشيئة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٧٨، كراچي ٣/ ٣٣٣)

قال لها اختاري أو أمرک بيدک إلى قوله: أو طلقي نفسک فلها أن تطلق في مجلس علمها به مشافهة أو إخبارًا إلى قوله: لا تطلق بعده أي المجلس. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٥٢-٥٥٤، كراچي ٣/ ٣١٥)

ولو قال لها اختاري ينوي الطلاق فاختارت في مجلسها بانت بواحدة وفي البحر: ←

طلاق کے اقرار کو ثبوت پر موقوف رکھنا

سوال (۱۳۰۵): قدیم ۲/ ۴۴۹- متعلق سوال بالا) زوج نے صرف اپنی چچی سے یہ کہا ہے کہ مجھ سے یہ غلطی تو ہوگئی ہے لیکن میں اور کسی سے اس کا اقرار نہ کروں گا اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر مجھ سے یہ غلطی ہوگئی ہے تو میں پھر نکاح کرنے کو تیار ہوں میرا پھر نکاح کرا دیا جاوے تو ان باتوں سے اقرار طلاق دینے کا سمجھا جاوے گا یا نہ۔

الجواب: اس جملۂ شکیہ سے تو اقرار طلاق کا نہ سمجھا جاوے گا (۱) لیکن چچی سے جو کہا ہے یہ اقرار ہے (۲) مگر یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایک طلاق کا اقرار کیا ہے یا تین کا دوسرے یہ کہ اُس اقرار کا ثبوت کس حجت سے ہوگا۔

۱۳/ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص ۲۹)

← **وقيد بالمجلس لأنها لو قامت عنه أو أخذت في عمل آخر بطل خيارها.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۵۳۹-۵۴۰، كوئٹه ۳/ ۳۱۰-۳۱۱)

إذا قال لامرأته اختاري ينوي بذلك الطلاق أو قال لها طلقي نفسك فلها أن تطلق نفسها مادامت في مجلسها ذلك ...... **إذا قامت عن مجلسها قبل أن تختار نفسها وكذا إذا اشتغلت بعمل آخر يعلم أنه قاطعاً لما قبله كما إذا دعت بطعام لتأكله أو نامت أو نشطت** ...... **هذا كله يبطل خيارها.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب الثالث تفويض الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۳۸۷، جديد ۱/ ۴۵۵) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) ومنها عدم الشك من الزوج في الطلاق وهو شرط الحكم بوقوع الطلاق حتى لو شك فيه لا يحكم بوقوعه حتى لا يجب عليه أن يعتزل امرأته لأن النكاح كان ثابتا بيقين ووقع الشك في زواله بالطلاق فلا يحكم بزواله بالشك. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل وأما الذي يرجع إلى المرأة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۱۹۹، كراچي ۳/ ۱۲۶)

شك هل طلقها أم لا، فلا يقع الطلاق في هذه الحالة بإجماع الأمة واستدلوا لذلك بأن النكاح ثابت بيقين فلا يزول بالشك لقوله تعالىٰ: "ولا تقف ما ليس لك به علم" سورة الإسراء: ۳۶. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۶/ ۱۹۹)

(۲) من أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعا منه في الحال. (مبسوط سرخسي، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ۶/ ۱۳۳) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مذکورہ طلاق میں یہ کہنا کہ آپ یوں ہی سمجھو سے عدم وقوع

سوال (۱۳۰۶): قدیم ۲/ ۴۴۹ - خادمہ کی لڑکی کا نکاح عرصہ سات برس کا ہوتا ہے کہ مسمیٰ فضل حسین سے ہوا یہ لڑکا پہلے چال چلن کا اچھا تھا اب عرصہ چار پانچ برس سے نشۂ شراب میں زدوکوب سے پیش آتا ہے اور بے انتہا مارتا ہے آخر لوگوں نے کہا کہ تم اس قدر مارتے ہو اگر وہ موافق نہیں ہے تو اس کو طلاق دیدو اُس نے کہا کہ تم لوگ ایسا ہی سمجھو لہذا دو برس سے میرے گھر میں موجود ہے ایسی صورت میں نکاح باطل ہوا یا نہیں طلاق ثابت ہوئی یا نہیں؟

الجواب: في العالمگيرية: امرأة قالت لزوجها: مرا طلاق ده، فقال الزوج: داده كيرو كرده كير أوقال داده باد، وكرده باد إن نوى يقع ويكون رجعياوإن لم ينو لا يقع وفيها ولوقال داده انكار اوكرده انكار لايقع وان نوى ص ٧٢، ج ٢. (١)

اور یہ لفظ کہ تم لوگ ایسے ہی سمجھو ترجمہ دارہ انگار کا معلوم ہوتا ہے اس لئے اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

۹/ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص ۱۶۰)

نا قابل وطی عورت مطلقہ کے حلالہ کا مسئلہ

سوال (۱۳۰۷): قدیم ۲/ ۴۵۰ - ایک عورت اس صورت پر ہے کہ فقط پیشاب کر سکتی ہے اور اس کا شوہر اس سے وطی نہیں کر سکتا اور اس کو حیض بھی نہیں آتا اب اس حالت پر اُس کے شوہر نے اُس کو تین طلاق دیدیں پھر اُس عورت کا شوہر دوبارہ اُس کو اپنے یہاں لانا چاہتا ہے اب کسی صورت پر لا سکتا ہے تحلیل کرنا پڑے گا یا نہیں اگر تحلیل کرنا پڑے تو کس طرح پر کرے عدت ہوگی یا نہیں تحلیل کے واسطے دخول ہونا چاہئے اب دخول نہیں ہو سکتا باعث تنگی محل کے؟

الجواب: في الدرالمختار أحكام الخلوة الصحيحة والخلوة بلا مانع حسى وطبعي وشرعي ومن الحسي رتق بفتحتين التلاحم وقرن بالسكون عظم وعفل بفتحتين غدة. الخ

---

(١) عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٣٨٠، جديد ١/ ٤٤٧ ـ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وفي رد المحتار: القرن في الفرج مانع يمنع من سلوك الذكر فيه اما غدة غليظة أو لحم اوعظم. الخ في الدرالمختار: بعدالعبارة المذكورة كالوطء (إلىٰ قوله) في ثبوت النسب (وإلى قوله) وكذا في وقوع طلاق بائن اٰخرعلىٰ المختار لاتكون كالوطء في حق بقية الأحكام كالغسل والإحصان وحرمة البنات وحلها للأول والرجعة. في رد المحتار: قوله: وحلها للأول أي لاتحل مطلقة الثلاث للزوج الأول بمجرد خلوة الثانى بل لا بد من وطئه لحديث العسيلة. (۱) وفي الدرالمختار باب الرجعة، والشرط(أي للحل الأول) التيقن بوقوع الوطء في المحل المتيقن وفيه وكأنه (أي مافي القنية من قوله والإيلاج في محل البكارة يحلها) ضعيف الخ وفي رد المحتار من البحر: أنه لو أتى امرأة وهي عذراء لاغسل عليه مالم ينزل لأن العذرة مانعة من موارات الحشفة. اٰه أي ولا يحلها إلا الوطء الموجب للغسل ط. (۲)

روایات بالا سے یہ امور مستفاد ہوئے۔

نمبر۱ :ایسی عورت سے خلوت صحیحہ نہیں ہوتی للمانع۔

نمبر۲ : پس یہ مثل غیرموطوٴہ کے ہوگی اس لئے اگراس کوتین طلاق ایک جملہ سے دی یعنی یوں کہا کہ تجھ پرتین طلاق تو تینوں طلاق واقع ہوں گی اوراگرجداجدا طلاق دی تو ایک ہی واقع ہوگی۔(۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في أحكام الخلوة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٤٩-٢٥٧، كراچي ٣/١١٤-١١٩

عن عائشةؓ أن رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول قال: لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول. (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، النسخة الهندية ٢/٧٩١، رقم:٥٠٦٢، ف:٥٢٦١)

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب حيلة إسقاط عدة المحلل، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٤٤-٤٦، كراچي٣/٤١٢-٤١٤

(۳) **قال لزوجته غير المدخول بها أنت طالق ثلاثًا وقعن لما تقرر أنه متى ذكر العدد كان الوقوع به وتحته في الشامية: ونص محمدؒ قال: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثا جميعا فقد خالف السنة وأثم وإن دخل بها أو لم يدخل سواء، وإن فرق بوصف أو خبر أو جمل بعطف أو غيره بانت بالأولىٰ.** (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٠٩-٥١١، كراچي ٣/٢٨٤-٢٨٥)

نمبر۳ : جب ایک طلاق ہوتو شوہر اول کا نکاح کافی ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔(۱)

نمبر٤ : اور اگر تینوں واقع ہوئیں تو حلالہ واجب ہے(۲) اور حلالہ ممکن نہیں؛ لہٰذا شوہر اول سے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔

(تتمہ خامسہ، ص ۴۷)

نہ بودن ارتداد در حکم طلاق

سوال (۱۳۰۸): قدیم ۲/۴۵۱- اگر زید اپنی زوجہ کو طلاق رجعی یکے بعد دیگرے دو مرتبہ دے چکا ہے اور اس کی زوجہ کی زبان سے کلمہ کفر جاری ہوگیا اور پھر اس نے اُسی وقت تجدید ایمان کرلیا تو اُن کا نکاح ہو جائے گا یا بسبب اس ارتداد کے اُس کی طلاق مغلظہ کا حکم حاصل ہوگا اور یہ کہنا خدا نے کسی مصیبت میں ڈالدیا مثلاً قحط کی تنگی سے یہ کہدیا تو موجب ارتداد ہوگا یا نہیں؟

← **طلق غير المدخول بها ثلاثا وقعن وإن فرق بانت بالأولىٰ ولاتقع الثانية.** (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، فصل طلاق غير المدخول بها، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ٣١)

طلق غير الموطوءة ثلاثًا وقعن، وإن فرق بانت بواحدة. (كنز الدقائق على البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل طلاق غير المدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٥٠٧، كوئٹه٣/ ٢٩١)

(۱) **وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.** (هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/ ٣٩٩)

هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٤٧٢، جديد ١/ ٥٣٥

(۲) **وقال الليث عن نافع كان ابن عمر إذا سئل عمن طلق ثلاثًا قال: لو طلقت مرة أومرتين فإن النبي صلى الله عليه وسلم أمرني بهذا فإن طلقها ثلاثًا حرمت حتى تنكح زوجا غيره.** (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من قال لامرأته أنت على حرام، النسخة الهندية ٢/ ٧٩٢، رقم: ٥٠٦٦، ف: ٥٢٦٤)

عن ابن عمرؓ قال سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الرجل يطلق امرأته ثلاثًا فيتزوجها الرجل، فيغلق الباب، ويرخي الستر، ثم يطلقها قبل أن يدخل بها، قال: لا تحل للأول حتى يجامعها الآخر. (نسائي شريف، كتاب الطلاق، باب إحلال المطلقة ثلاثًا والنكاح الذي يحلها به، النسخة الهندية ٢/ ٨٤، دارالسلام رقم: ٣٤٤٤) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: صورت مسئولہ میں ارتداد بحکم طلاق مغلظہ نہیں فقہاء نے تصریح کی ہے۔

(کما في الدرالمختار کتاب الطلاق) فخرج الفسوق کخيار عتق وبلوغ وردة فإنه فسخ لا طلاق (۱) وفيه باب الولي فسخ لاينقص عددالطلاق) (۲) کہ ارتداد فسخ ہے طلاق نہیں ہے تجدید ایمان کے بعد نکاح کی تجدید جائز ہے (۳) حلالہ کی ضرورت نہیں اور یہ کلمہ کہ خدا نے الخ میرے نزدیک بے ہودہ کلمہ ضرور ہے مگر موجب ارتداد نہیں مقصود جناب حق میں گستاخی نہیں بلکہ محض اظہار تنگی ہے اور چونکہ خالق سب احوال کا حق تعالیٰ ہے اس لئے اس کی طرف نسبت کردی۔

۲۶/ رمضان ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ، ص ۹۴)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، أول كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٦ ٢ ٤، كراچي ٣/ ٧ ٢ ٢

(۲) **ثم الفرقة إن من قبلها ففسخ لا ينقص عدد الطلاق.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب مهم: هل للعصبة تزويج الصغير امرأة غير كفء له، مكتبه زكريا ديوبند ٤/١٧٦، كراچي ٣/ ٧٠)

و ارتداد أحدهما أي الزوجين فسخ فلا ينقص عددا قال ابن عابدين: فلو ارتد مرارا وجدد الإسلام في كل مرة وجدد النكاح على قول أبي حنيفة تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٦٦، كراچي ٣/١٩٣)

وأفاد بقوله: فسخ أنه لاينقص العدد ولذا قال في الخانية: رجل ارتد مرارا وجدد الإسلام في كل مرة وجدد النكاح على قول أبي حنيفة تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٣٧٥، كوئٹه ٣/ ٢١٥)

(۳) **وتجبر على الإسلام وعلى تجديد النكاح زجرا لها بمهر يسير.** (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٦٦، كراچي ٣/ ١٩٤)

ولكن يجبر على النكاح لزوجها الأول بعد الإسلام ...... وليس لها أن تتزوجها إلا بزوجها الأول، ولكل قاض أن يجدد بينهما بمهر يسير. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، بإنكاح الكافر، دارالكتب العلمية بيروت ١/٥٤٧)

لكنها تجبر على الإسلام والنكاح مع زوجها الأول. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٧٣، كوئٹه ٣/ ٢١٤) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بغیر ہمبستری کے محض خلوت صحیحہ حلالہ کے لئے کافی نہیں

سوال (۱۳۰۹): قدیم ۲/ ۴۵۱ - حلالہ کی صورت میں خلوت صحیحہ بھی جواز کے لئے کافی ہوجاوے گی یعنی خلوت صحیحہ میں کوئی مانع عورت کی جانب سے نہ تھا مرد کو رغبت ہی وطی کی نہ ہوئی اس لئے وطی نہیں ہوئی تو کیا ایسی خلوت صحیحہ کے بعد وہ عورت اپنے اول شوہر سے نکاح کرسکتی ہے؟

الجواب: **لا تكون (الخلوة الصحيحة) كالوطء في حق بقية الأحكام كالغسل و الإحصان وحرمة البنات وحلها لالأول الخ قوله وحلها للأول أي لاتحل مطلقة الثلث للزوج الأول بمجرد خلوة الثاني بل لابد من وطئه لحديث العسيلة در مختار مع شامي** (ج۲ ص ۵۶۱) (۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ محض خلوت صحیحہ حلالہ کے لئے کافی نہیں۔

۷/صفر ۱۳۴۰ھ (تتمہ خامسہ ص ۲۱۶)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في أحكام الخلوة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٥٧، كراچي ٣/١١٩

عن عائشةؓ أن رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلقها فسئل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول قال: لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول. (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، النسخة الهندية ٢/٧٩١، رقم:٥٠٦٢، ف:٥٢٦١)

عن عائشة قالت: طلق رجل امرأته ثلاثًا، فتزوجها رجل ثم طلقها قبل أن يدخل بها فأراد زوجها الأول أن يتزوجها، فسئل النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال: لا حتى يذوق الآخر من عسيلتها ما ذاق الأول. (مسلم شريف، كتاب النكاح، باب: لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتى تنكح زوجا غيره ويطأها ثم يفارقها، وتنقضي عدتها، النسخة الهندية ١/٤٦٣، رقم:١٤٣٣)

نسائي شريف، كتاب الطلاق، باب إحلال المطلقة ثلاثا والنكاح الذي يحلها به، النسخة الهندية ٢/٨٤، دارالسلام رقم:٣٤٤١

عن ابن عمرؓ قال سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الرجل يطلق امرأته ثلاثًا فيتزوجها الرجل، فيغلق الباب، ويرخي الستر، ثم يطلقها قبل أن يدخل بها، قال: لا تحل حتى يجامعها الآخر. (نسائي شريف، كتاب الطلاق، باب إحلال المطلقة ثلاثًا والنكاح الذي يحلها به، النسخة الهندية ٢/٨٤، دارالسلام رقم:٣٤٤٤) ←

مکرہ کی طلاق کا حکم جب کہ وہ طلاق دیتے وقت امام شافعی کی تقلید کی نیت کرے

سوال (۱۳۱۰): قدیم ۲/۴۵۲ - مُکرہ شخص طلاق دیتے وقت نیت اس طرح کرے کہ میں اس طلاق دینے میں اتباع اور تقلید مذہب شافعی کی کرتا ہوں اور الفاظ طلاق کو ہلاکت کے خوف سے فقط زبان سے کہہ دیا تو باوجود حنفي ہونے شخص مکرہ کے یہ نیت معتبر اور طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب: اول تو اسی میں کلام ہے کہ دوسرے مذہب کی تقلید کے شرائط یہاں متحقق ہیں یا نہیں اور قطع نظر اس سے اُس کو اپنے التزام کے ترک کرنے کا اختیار ہوگا مگر دوسرے کے التزام میں تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں یعنی عورت پر اس کا یہ فعل کیسے حجت ہوگا اس لئے اس کو ایسی طلاق کے بعد مرد کی تمکین اپنے نفس پر جائز نہ ہوگی۔ (۱)

۲۵/ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ (تتمہ خامسہ، ص ۳۱۰)

سوال (۱۳۱۱): قدیم ۲/۴۵۲ - مکرہ شخص طلاق دیتے وقت نیت اس طرح کی کرے کہ میں اس طلاق دینے میں اتباع اور تقلید مذہب شافعی کی کرتا ہوں اور الفاظ طلاق کو ہلاکت کے خوف سے فقط زبان سے کہہ دیا تو باوجود حنفي ہونے شخص مکرہ کے یہ نیت معتبر اور طلاق واقع ہوگی یا نہیں فقط جواب بحوالہ کتاب اور نقل عبارت ہونا چاہیے؟

← **إعلم أن أصحابنا أقاموا الخلوة الصحيحة مقام الوطء في بعض الأحكام ...... ولم يقيموها مقام الوطء في حق الإحصان، وحرمة البنات وحلها للأول والرجعة والميراث.** (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المهر، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۵۱۶) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) **المرأة كالقاضي إذ سمعته أو أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه.** (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان رجعي بائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٦٣، كراچي ۳/۲۵۱)

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۳/٤٤٨، كوئٹه ۳/۲۵۷۔

والمرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك أو علمت به لأنها لاتعلم إلا الظاهر. (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، امداديه ملتان ۲/۲۱۸، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۸۲) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

الجواب: اول تو اسی میں کلام ہے کہ دوسرے مذہب کی تقلید کی شرائط یہاں متحقق ہیں یا نہیں اور قطع نظر اس سے اس کو اپنے التزام کے ترک کرنے کا اختیار ہوگا مگر دوسرے کے التزام میں تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں یعنی عورت پر اس کا یہ فعل کیسے حجت ہوگا اس لئے اس کو ایسی طلاق کے بعد مرد کی تمکین اپنے نفس پر جائز نہ ہوگی۔(۱)

۲۵/ رمضان ۱۳۴۲ھ (تتمہ خامسہ، ص ۳۱۳)

''میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو اپنے پاس ہرگز نہ رکھوں گا میرا دوسرا نکاح کردو'' کہنے کا حکم

سوال (۱۳۱۲): قدیم ۲/۴۵۳- براہ کرم ان الفاظ سے کیا ثابت ہوتا ہے تحریر فرما کر مشکور فرماویں اور برائے خدا جواب سے جلد بواپسی ڈاک مطلع فرماویں تاکہ اطمینان ہووے (میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو اپنے پاس ہرگز نہ رکھوں گا؛ چونکہ والدہ صاحبہ آپ کے پاس ہیں اُن سے کہد یجئے گا کہ وہ میرا دوسرا نکاح کرادیں اگر کوئی بیوہ عورت ہو تو مناسب ہے میں بجنور سے قطع تعلق کر چکا) بجنور سے اس کا مقصد بیوی کا تھا چونکہ بجنور میں سوائے اس کی بیوی کے اور کوئی نہیں ہے؟

الجواب: ظاہر ہے کہ اس کا صریح مدلول تو یہ ہے نہیں کہ منکوحہ سے قطع تعلق کر چکا کیونکہ ممکن ہے کہ بجنور نہ جاوے زوجہ کو بلالے یا زوجہ خود آجاوے۔

نظیره ما في الدرالمختار، باب الإيلاء أو قال وهو بالبصرة والله لا أدخل مكة وهي بها لايكون موليا؛ لأنه يمكنه أن يخرجها منها فَيَطأها. (۲)

البتہ احتمال یہ ہے کہ کنایہ ہو جیسا کہ صیغۂ مذکور کے متعلق شامی میں ط سے نقل کیا ہے۔

---

(۱) اس مضمون کا سوال وجواب دونوں تقریباً سابقہ سوال وجواب کی طرح ہے، مگر امداد الفتاویٰ کے قدیم نسخہ میں اسی طرح مکرر ہے؛ اسلئے یہاں بھی مکرر ہی چھوڑ دیا گیا۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٧٠، كراچي ٣/ ٤٣٠۔

وقد يجاب بإنه من كناية فلايكون موليا به إلا بالنية. (۱)

سو اول تو یہ منقول نہیں محض ایک بحث ہے دوسرے ظاہر ہے کہ یہ لکھنا نہ حالت مذاکرہ طلاق میں ہے گو مذاکرۂ نکاح جدید میں ہے اور مذاکرۂ نکاح جدید مستلزم مذاکرۂ طلاق کو نہیں کیونکہ دو منکوحہ جمع ہو سکتی ہیں اور نہ حالت غضب میں ہے بلکہ حالت رضا میں ہے جس میں جمیع اقسام کنایہ میں نیت شرط ہے تو کیا وہ نیت طلاق کا اقرار کرتا ہے؟ البتہ انکار نیت کی حالت میں اس سے قسم لے سکتے ہیں۔

وفي الدرالمختار: باب الكنايات، ففي حالة الرضا أي غيرالغضب والمذاكرة تتوقف الأقسام الثلثة تاثيرا على نية الاحتمال والقول له بيمينه في عدم النية ويكفي تحليفها له في منزله فإن أبي رفعته للحاكم فإن نكل فرق بينهما مجتبىٰ. (۲)

اور اگر مذاکرۂ طلاق پر اس جملہ کو دال کہا جاوے کہ اُس کو اپنے پاس نہ رکھوں گا تو اس میں کلام ہے باوجود بقاء نکاح کے ممکن ہے کہ بوجہ نفرت کے اپنے پاس نہ رکھے۔

۷/شوال ۱۳۴۲ھ (تتمہ خامسہ، ص ۳۱۱)

از ترجیح الراجح جلد خامس، ص: ۱۹.

بہشتی زیور حصہ چہارم باب طلاق، ص ۳۳۰ مثال طلاق بائن دادہ اند (میں نے تجھ کو چھوڑ دیا) ایں صحیح نیست کہ بایں لفظ طلاق رجعی واقع می شود کہ صریح لفظ لغت ہندیہ است وصریح ہر لغت معتبر است

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۷۰، كراچي ۳/ ۴۳۰۔

أو قال وهو بالبصرة والله لا أدخل مكة وهي بها لا يكون موليا لأنه يمكنه أن يخرجها منها فيطأها ...... وفيه أنه لم يتحقق الإيلاء على كل لأن الحلف على ترك قربان المنكوحة والحلف هنا على عدم الدخول وقد يجاب بأنه من كنايته فلايكون موليا إلا بالنية. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، المكتبة العربية، كوئٹه ۲/ ۱۸۲)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۵۳۲ -۵۳۳، كراچي ۳/ ۳۰۰- ۳۰۱۔

صریحه مالم یستعمل إلا فیه ولو بالفارسیة. ۱۲ درالمختار، ص: ۷۰۴. (۱)

لاسیما آں جناب مدظلہ درامداد الفتاویٰ جلد دوم، ص۶۶.

تسلیم فرمودندی (جیسے کوئی کہے میں نے تجھ کو جدا کیا اور الگ کیا یہ فرمانا آپ کا بجا ہے الخ یہ فرمانا آپ کا بجا ہے کہ اس لفظ کا غالب استعمال عرفاً طلاق ہی میں ہوتا ہے (۲) جناب مولوی شاہ احمد علی صاحبؒ جو ابتدائے حصص بہشتی زیور کے مؤلف تھے غالب یہ ہے کہ انھوں نے اس لفظ کا استعمال مخصوص بطلاق نہیں سمجھا۔ اس وجہ سے اس کو کنایہ میں داخل کیا اور ایسا سمجھنا مستبعد نہیں ہے کہ یہ استعمال محل تامل ضرور ہے۔

الفاظ (میں نے یکبارگی چھوڑ دیا)

سوال (۱۳۱۳): قدیم ۲/۴۵۴- زید نے اپنی بی بی کو دو طلاق گواہوں کے سامنے دیکر دوسرے آدمی ثقہ کے پاس جا کر کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دیدیا اُس نے پوچھا کہ تو نے کتنی طلاق دیا زید نے اس لفظ سے جواب دیا کہ میں نے ایک بارگی چھوڑ دیا ہے (یعنی کُل طلاق دیا) اور شوہر خود بھی

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٥٧، كراچي ٣/٢٤٧۔

(۲) **قوله: سرحتک كناية لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: رها كردم أي سرحتک يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضًا وما ذلک إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق وقد مر أن الصريح، ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٣٠، كراچي ٣/٢٩٩)

والأصل الذي عليه الفتوى في زماننا هذا في الطلاق بالفارسية أنه إن كان فيها لفظ لايستعمل إلا في الطلاق فذلک اللفظ صريح يقع به الطلاق من غير نية إذا أضيف إلى المرأة مثل أن يقول في عرف ديارنا رها كنم أو في عرف خراسان بهشتم. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل: النية في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٦٤)

فإن الصريح في أصول الفقه ما غلب استعماله في معنىٰ بحيث يتبادر حقيقة أومجازًا.

(البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٣٧، كوئٹه ٣/٢٥١)

اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنی بی بی کو کُل طلاق دیا ہے اب اس صورت میں اُس عورت کو کتنی طلاق واقع ہوگی ؟ بینوا بالنقل والبرهان توجروا من اللّٰه.

الجواب: اگر زید نے صرف یہ الفاظ کہے ہیں کہ ایکبارگی چھوڑ دیا اور یہ تفسیر یعنی کل طلاق دیا سائل نے اپنی طرف سے کر لی ہے تب تو حکم زید ہی کے کہے ہوئے الفاظ سے متعلق ہوگا جس کی تحقیق یہ ہے کہ ایکبارگی چھوڑنے کا مطلب تامل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علاقہ نکاح کا بالکل قطع کر دیا ہے رجعت کی گنجائش نہیں رکھی تو اس صورت میں یہ حاصل ترجمہ ہوا لفظ البتہ کا جس میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

في الدرالمختار: ويقع بقوله أنت طالق بائن أو البتة (إلىٰ قوله) واحدة بائنة ج: ۲، ص: ۷۳۷-۷۳۸.

البتہ اگر وہ بیان کرے کہ میری مراد اُس سے بینونہ غلیظہ یعنی تین طلاق ہیں تو تین واقع ہوجائیں گی۔

لما بعد العبارة المذكورة، إن لم ينوثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة فتصح. اه (۱)

تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ نہ رجعت کی گنجائش رہی نہ نکاح جدید بلا تحلیل کی (۲) اور اگر لفظ کل طلاق دیا خود زید ہی کے الفاظ میں تو یہ لفظ خود تین طلاق کے وقوع کو مفید ہوگا۔

---

(۱) **فيصح لما مر تحته في الشامية: أي في أول هذا الباب من أنه مصدر يحتمل الفرد لاعتباري. وهو الثلاثة في الحرة وثنتان في الأمة فتصح نيته، والفاء في جواب شرط محذوف: أي فإن نوى ما ذكر صح.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٩٨-٥٠٠، كراچي ٣/٢٧٦-٢٧٧)

ولو وصف الطلاق بضرب من الشدة والزيادة بأن قال: أنت طالق بائن أو البته (إلى قوله) وقع واحدة بائنة ...... وصحت نية الثلاث في الكل. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٣٠)

(۲) **وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٤٧٣، جديد ١/٥٣٥)

هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٣٩٩۔

وفي رد المحتار عن مختارات النوازل: في قوله كل الطلاق أنه يقع ثلاث وعن الذخيرة (في قوله) أنت طالق الطلاق كله ثلاث ثم قال ولافرق يظهر بين كل الطلاق والطلاق كله تأمل. ج:۲، ص:۷۴۳. (۱)

اوراس کے قبل جو دوطلاق دی ہیں اگروہ ایسے لفظ سے تھی کہ محتمل بینونۃ کے تھے تب تو یہ اُس کی تفسیر ہوسکتی ہے اوراگروہ ایسے لفظ سے تھے جو محتمل بینونۃ نہ تھے تو اُس کو لقرینۂ مقام انشاء تو نہ کہیں گے۔

كما في رد المحتار: إذا قال أنت طالق ثم قيل له ماقلت فقال قدطلقتها أوقلت هي طالق فهي طالق واحدة؛ لأنه جواب كذا في كافي الحاكم ج۲، ص۷۵۵. (۲)

اورنہ یوں کہیں گے کہ اس دورجعی صریح سے مراد بائن یا تین تھی۔

لما في الدرالمختار: ويقع بها (إلىٰ قوله) واحدة رجعية وإن نوى خلافها من البائن أو أكثر. ج:۲، ص:۷۰۷. (۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، قبيل باب طلاق غيرالمدخول بها، مكتبه زكريا ديوبند ۵۰۶/٤، كراچي۲۸۲/۳

ولو قال كل الطلاق فواحدة تحته في منحة الخالق كذا رأيته في الذخيرة؛ لكن ذكر في مختارات النوازل أنه يقع ثلاث. قلت وهو الذي يظهر لأن الطلاق مصدر يحتمل الثلاث على أنه لا فرق بين كل الطلاق وبين الطلاق كله. (البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۵۰۵/۳، كوئٹه۲۹۰/۳)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مطلب: فيما قال امرأته طالق وله امرأتان أو أكثر، مكتبه زكريا ديوبند ۵۲۱/٤، كراچي۲۹۳/۳

ولو قال لامرأته أنت طالق فقال له رجل ما قلت فقال طلقتها أو قال: قلت هي طالق فهي واحدة في القضاء؛ لأن كلامه إنصرف إلى الإخبار بقرينة الاستخبار. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل: النية في طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ۱۶۳/۳)

هندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الأول في صريح الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۳۵۵/۱، جديد ٤۲۳/۱

(۳) **صريحه ما لم يستعمل إلا فيه ولو بالفارسية كطلقتك وأنت طالق ومطلقة ...... ويقع بها أي بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصريح ...... واحدة رجعية وإن نوى ←**

بلکہ اس کو اقرار کہا جاوے گا پس اگر اس کا محکی عنہ واقع میں موجود ہے خواہ کسی کو علم ہو یا نہ ہو تب تو اقرار صادق ہے کہ دیانۃً بھی طلاق ہو جاتی ہے (۱) اور اگر اس کا محکی عنہ واقع میں موجود نہیں تو اقرار کاذب ہے مگر قضاءً اس سے وقوع ہو جاوے گا۔

في الدرالمختار عن البزازية والقنية: لو أراد به الخبر عن الماضي كذباً لايقع ديانةً. ج: ۲، ص: ۶۹۴. (۲)

اور عورت کو مثل قاضی کے معاملہ کرنا چاہیے یعنی اس اقرار کو صادق سمجھے۔

لما في رد المحتار: أن المرأة كالقاضي لايحل لها أن تمكنه إذا علمت منه ماظاهره خلاف مدعاه (۳). ج: ۲، ص: ۶۷۹. ولاتشكن في قولي نہ یوں کہیں گے الخ

← **خلافها من البائن أو أكثر.** (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٥٧-٤٦١)

(۱) **من أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعا منه في الحال.** (المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق، باب من الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت ٦/١٣٣)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في مسائل اللتي تصح مع الإكرام، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٤٣، كراچي ٣/٢٣٨

ولو أقرّ بالطلاق هازلا أو كذبا كذا في الخانية من الإكراه، ومراده بعدم الوقوع في المشبه به عدمه ديانة، لما في فتح القدير ولو أقر بالطلاق وهو كاذب وقع في القضاء. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٢٨، كوئٹه ٣/٢٤٦)

ولو أقرّ به وادعىٰ أنه كان هازلا أو كان كاذبا وقع قضاء. (سكب على مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٨)

(۳) رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، قبيل مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٠، كراچي ٣/٣٠٥

المرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٤٨، كوئٹه ٣/٢٥٧)

والمرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أو علمت به لأنها لا تعلم إلا الظاهر. (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٨٢، امداديه ملتان ٢/٢١٨)

بما في الدر المختار: طلقها واحدة بعد الدخول فجعلها ثلاثاً صح. ج۲، ص ۶۹۷. لأن معناه أنه ألحق (*) بها اثنتين لأنه جعل الواحدة ثلاثا؛ كذا في رد المحتار الصفحة المذكور. (۱)

اور یہ سب مدخول بہا کے لئے تفصیل ہے۔

۲۱/صفر ۱۳۲۸ھ

سوال (۱۳۱۴): قدیم۲/۴۵۶- ایک شخص نے اپنی عورت کو باہمی نزاع میں یہ کہہ دیا تھا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا اور کچھ عرصہ کے بعد میں پھر اُن دونوں میں نزاع ہوا تو اس نے پھر یہ کہا کہ اب میں ماں کر کے رکھوں یا بہن کر کے گھر میں رکھوں اس کلمہ کے بعد اُس عورت سے کوئی کسی قسم کا تعلق نہیں رکھا بلکہ اُس کے ہاتھ کا کھانا تک بھی نہیں کھایا اور عرصہ چھ ماہ سے زیادہ گزر چکا ہے فی الحال دونوں میں صلح ہوئی اور تجدید نکاح پر آمادہ ہوئے نکاح پڑھنے والے نے اس بات کی تحقیقات کی اس شخص سے دریافت کیا کہ تو نے کیا کلمہ کہا اس نے جواب دینے میں اس معاملہ کو چھپا لیا بعد اُس کے مجبور ہو کر کہا صاحب میں نے تو جو طلاق کا حق ہوتا ہے وہی دی تھی اب اس کی تجدید نکاح ہو سکتی ہے یا نہیں اور جو شخص ماں یا بہن کہہ لے اُس کا کفارہ کیا ہے اور وہ شخص اگر کفارہ بھی نہ ادا کرے تو اُس کی تجدید نکاح جائز ہے یا نہیں۔ تیسری بات یہ کہ ایک یا دو طلاق کے بعد تجدید جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: پہلی بار میں جب کہا چھوڑ دی یہ طلاق صریح اور رجعی ہے (۲) پھر جب دوسری بار میں کہا کہ

(*) یعنی قوله جعلتها ثلثا معناه ألحقت بها اثنتين بعين هذا القول لأن المراد بالواحدة السابقة ثلثا۔ ۱۲ منہ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٣٨-٥٩٣، كراچي ٣/٣٠٥۔ **شبیر احمد قاسمی عفا الله عنه**

(۲) **قوله: سرحتک كناية لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح فإذا قال: رها كردم أي سرحتک يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضًا وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق وقد مر أن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت.** (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديو بند ٤/٥٣٠، كراچي ٣/٢٩٩) ←

ماں کر کے رکھوں یا بہن کر کے یہ تشبیہ ہے محارم کے ساتھ جس میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے(۱) لیکن بعد میں پوچھنے کے وقت اُس کا یہ کہنا کہ جو طلاق کا حق ہوتا ہے دیدی ہے یہ قرینہ ہے کہ اس لفظ سے طلاق مقصود تھی پس یہ طلاق بالکنایہ اور بائن ہوئی غرض ایک طلاق رجعی ہوئی اور ایک بائن (۲) اگر اس نے ایسا ہی کوئی لفظ تیسری بار نہیں کہا بلکہ صرف یہی دو کلمہ دو دفعہ کر کے کہے تو اب نکاح جدید شوہر اول سے درست ہے (۳)

← **إذا قال الرجل لامرأته: بهشتم ترا أززني فاعلم بأن هذه اللفظة استعملها أهل خراسان، وأهل العراق في الطلاق، وأنها صريحة عند أبي يوسفؒ حتى لو كان الواقع رجعيا ويقع بدون النية.** (هندية، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٣٧٩، جديد ١/٤٤٧)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات ٤/٤٦٣، رقم:٦٦٧٨

(١) وإن نوى بأنت عليّ مثل أمي أو كأمي برّا أو ظهارا أو طلاقا صحت نيته ووقع مانواه لأنه كناية تحته في الشامية لأن هذا اللفظ من الكنايات وبها يقع بالنية أو دلالة الحال. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ٥/١٣١-١٣٢، كراچي ٣/٤٧٠)

ولو قال لها: كأمي أو مثل أمي يرجع إلى نيته، فأن نوى به الظهار كان مظاهرًا، وإن نوى به الكرامة كان كرامة، وإن نوى به الطلاق كان طلاقا. (بدائع الصنائع، كتاب الظهار، فصل في شرائط ركن الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٦٦)

وإن نوى به بأنت علي مثل أمي برّا أو ظهارا أو طلاقا فكما نوى وفي البحر وإذا نوى الطلاق في مسألة الكتاب كان بائنًا كلفظ الحرام. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبه زكريا ديوبند ٤/١٦٥-١٦٦، كوئٹه ٤/٩٨)

(٢) الصريح يلحق الصريح والبائن، والبائن يلحق الصريح. وفي رد المحتار: وإذا لحق الصريح البائن كان بائنا. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٤٠، كراچي ٣/٣٠٦)

الصريح يلحق الصريح والبائن والبائن يلحق الصريح. (كنز الدقائق على البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٣١، كوئٹه ٣/٣٠٦-٣٠٧)

(٣) وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.

(هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٣٩٩)

اور اگر تیسری بار بھی کچھ ایسا ہی لفظ کہہ دیا تو بدون حلالہ نکاح درست نہیں۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم
۱۶/ ربیع الثانی ۲۴ھ (امداد، ج ۲، ص ۶۶)

نکاح فاسد سے حلالہ کی عدم صحت

سوال (۱۳۱۵): قدیم ۲/ ۴۵۶ - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید نے ہندہ کو طلاق دیدی اور ہندہ نے اندر عدت کے بکر سے نکاح کرلیا بکر نے تین چار روز اپنے یہاں رکھ کر ہندہ کو طلاق دیدی اب زید ہندہ سے مکرر نکاح کرنا چاہتا ہے بعد عدت نکاح بکر کے تو نکاح درست ہے یا نہیں اور حلالہ ہوگیا یا نہیں ہوا اور نکاح بکر میں مجامعت کا ہونا شرط ہے یا نہیں؟

سوال نمبر۲: عمرو نے ایک عورت کو طلاق دیدی اور وہ عورت چکلہ میں جا بیٹھی تو اب عمرو اس سے نکاح کرے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب عن السوالین: **في الدرالمختار: باب العدة، هي تربص يلزم المرأة عند زوال النكاح فلاعدة لزنا أو شبهته وتحته في الشامية عطف على زوال كنكاح فاسد. وفي رد المحتار: قوله: فلاعدة لزنا؛ بل يجوز تزوج المزني بها، وإن كانت حاملا لكن يمنع عن الوطء حتىٰ تضع وإلا فيندب له الاستبراء ج۲، ص ۹۸۶. (۲)**

← هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۴۷۲، جديد ۱/ ۵۳۵

(۱) **(فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ) فيجامعها** (تفسير روح المعاني، سورة البقرة: ۲۳۰، ۲/ ۲۱۲)

وقال الليث عن نافع عن ابن عمر إذا سئل عمن طلق ثلاثا قال: قال لو طلقت مرة أو مرتين فإن النبي صلى الله عليه وسلم أمرني بهذا فإن طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره. (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، النسخة الهندية ۲/ ۷۹۲، رقم: ۵۰۶۶، ف: ۵۲۶۴)

مسلم شريف، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها، النسخة الهندية ۱/ ۴۷۶، رقم: ۱۴۷۱۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۷۷ - ۱۷۹، كراچي ۳/ ۵۰۳ - ۵۰۲۔ ←

وفي الدر المختار: لاتنكح مطلقة بها أي بالثلاث حتىٰ يطأ ها غيره بنكاح نافذ خرج به الفاسد والموقوف. وفي رد المحتار: وبه علم أنه كان ينبغي للمصنف متابعة الكنزوغيره في التعبير بنكاح صحيح فيخرج الفاسد وكذا الموقوف الخ جلد۲، ص ۸۸۶. (۱)

ان روایات سے چند امور ثابت ہوئے:

نمبر ۱: زید جو ہندہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس میں طلاق بکر کی عدت گزرنا شرط ہے؛ کیونکہ نکاح فاسد میں عدت لازم ہے۔

نمبر ۲: اگر زید نے تین طلاق ہندہ کو دی تھیں جس سے حلالہ واجب ہوگیا تھا تو نکاح بکر سے یہ حلالہ نہیں ہوا اس صورت میں زید کو ہندہ سے نکاح درست نہیں کیونکہ نکاح فاسد سے حلالہ نہیں ہوتا اگرچہ بکر مجامعت بھی کرتا۔

← **هي تربص يلزم المرأة عند زوال النكاح أو شبهته: وفي البحر قوله: أو شبهته معطوف على الزوال لا على النكاح ...... فعدة الأقراء لوجوبها أسباب منها عدة النكاح الفاسد...... وشرطها أن تكون بعد الوطء حقيقة.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢١٤-٢١٦، كوئٹه ٤/١٢٧-١٢٨)

هي تربص يلزم المرأة ...... وكذا وُطِئَتْ بشبهة أو بنكاح فاسد. (ملتقي الأبحر على مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة، دارالكتب العلمية بيروت ٢/١٤٢)

وفي الكافي هي تربص يلزم المرأة بزوال النكاح المتأكد ......وكذلك بالفرقة بالنكاح الفاسد وكذلك بالوطئ بشبهة النكاح. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٢٢٦، رقم:٧٧٢٢)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقدة على المبانة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٤٠-٤٢، كراچي ٣/٤٠٩-٤١١

وينكح مبانته في العدة وبعد ها لا المبانة بالثلاث لو حرة وبالثنتين لو أمة حتى يطأها غيره ولو مراهقًا بنكاح صحيح وتمضى عدته أي لا ينكح مبانته بالبينونة الغليظة ...... وأراد بالنكاح الصحيح النافذ فخرج النكاح الفاسد والموقوف. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٩٤-٩٥، كوئٹه ٤/٥٦-٥٧)

وينكح مبانته في العدة، وبعدها لا المبانة بالثلاث لوحرة، وبالثنتين لو أمة، حتى يطأها غيره، ولو مراهقا بنكاح صحيح وتحته بنكاح صحيح متعلق بيطأ وخرج الفاسد. (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٤٢٠-٤٢٢)

نمبر ۳: چکلہ میں بیٹھنے کے بعد عمرو اُس سے نکاح کرسکتا ہے کیونکہ زنا سے عدت واجب نہیں ہوتی اب سب سوالوں کا جواب ہوگیا۔(۱)

۳/ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۲۹)

’’تم اپنا عقد دوسرا کرلو‘‘ کہنے سے طلاق

سوال (۱۳۱۶): قدیم ۲/ ۴۵۷- کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی زوجہ سے جس کو عرصہ تخمیناً زائداز پانچ سال کا ہوتا ہے قطع تعلق کر کے کوئی واسطہ غرض کھانا کپڑا وغیرہ سے نہیں رکھا بلکہ اپنی جائداد وغیرہ کو وقف کر کے مفقود الخبر ہوگیا اب سُنا گیا ہے کہ حیدرآباد کی طرف کہیں پر ہے زید کی زوجہ کا بیان ہے کہ زید نے بطلب نان نفقہ کئی مرتبہ کہا کہ ہم سے اب کوئی واسطہ نہیں ہے اور نہ ہم کھانا کپڑا دے سکتے ہیں جب اس نے طلاق کے متعلق کہا کہ طلاق دیدو اُس وقت تشدد عمل میں لا کر زید نے کہا کہ تم اپنا عقد دوسرا کرلو ہم بھی اپنا عقد کرلیں گے اور تم اپنے میکہ ماں باپ کے یہاں چلی جاؤ تو ایسی صورت میں زید کی زوجہ کا عقد ثانی شرعاً ہوسکتا ہے یانہیں اور وہ زید کے نکاح سے نکل گئی یانہیں؟

الجواب: عورت کا یہ کہنا کہ طلاق دیدو مذاکرہ طلاق ہے۔

في الدر المختار: فتفسر المذاكرة بسؤال الطلاق وتقديم الإيقاع (إلىٰ قوله) المذاكرة أن تسأله هى أو أجنبي الطلاق. (۲)

---

(۱) **قوله: فلا عدة لزنا بل يجوز تزوج المزني بها.** (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۷۹، كراچي ۳/ ۵۰۳)

(**نكاح فاسد**)...... **وفيه إشارة إلى أنه لا عدة على الموطوءة بالزنا.** (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۴۳) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۵۲۸، كراچي ۳/ ۲۹۸

وفي حال المذاكرة وهي أن تسأله هي أو أجنبي الطلاق. (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۳۵۶)

عند مذاكرة الطلاق بأن سألت الطلاق أو سأله أجنبي. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، فصل في الكناية، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۸)

اور مرد کا یہ کہنا کہ تم اپنا عقد کرلو یہ ان کنایات میں سے ہے جو صرف جواب کو محتمل ہیں اور جواب کی تفسیر ردالمحتار میں یہ کی گئی ہے۔ **تصلح للجواب أي إجابة سوالها (إلیٰ قوله) قسم لایحتمل الردو لا السب بل یتمحض للجواب.**

اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ مذاکرۂ طلاق کے وقت نیت کی ضرورت نہیں (۱) اور مذاکرہ ہونا اس کا ظاہر ہے پس اگر عورت کا بیان صحیح ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی جس میں رجعت بھی جائز نہیں اور بعد عدت دوسرا نکاح کرسکتی ہے لیکن اگر مرد نے اس بیان کا انکار کیا تو عورت کے ذمہ گواہوں کا قائم کرنا لازم ہے۔

۳/ ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ (النور جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ ص ۷)

---

(۱) حضرت والا تھانویؒ نے اس صورت میں مذاکرۂ طلاق کے وقت اس لفظ کے کہنے سے (تم اپنا عقد کرلو) بلا نیت طلاق بائن کے وقوع کا حکم لکھا ہے، اس کے موافق درمختار کی ایک عبارت ہے اور وہ یہ ہے:

اذهبي وتزوجي تقع واحدة بلانية. (الدر المختار مع الشامي، مکتبه زکریا دیوبند ۴/۵۵۱، کراچي ۳/۳۱۴)

لیکن اس عبارت کے نیچے علامہ شامیؒ نے کافی بحث کرکے یہ ثابت فرمایا ہے کہ اس سے بلانیت کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی؛ اس لئے حضرتؒ کے اس فتوی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اس سے بلانیت طلاق واقع نہ ہوگی۔ ملاحظہ فتاوی ڈابھیل ۱۲/۵۳۵، میرٹھ ۱۹/۹۳، اور فتاوی قاسمیہ ۱۵/۱۴۷، رقم: ۶۴۳۲، اور علامہ شامیؒ نے ذخیرہ کے حوالہ سے یہ عبارت نقل ہے:

ویؤید مما في الذخیرة اذهبي وتزوجي لا یقع إلا بالنیة، وإن نویٰ فهي واحدة بائنة. (شامي، مکتبه زکریا دیوبند ۴/۵۵۱، کراچي ۳/۳۱۴)

اور ہندیہ کی عبارت بھی اسی کی مؤید ہے ملاحظہ فرمایئے:

وبابتغي الأزواج تقع واحدة بائنة إن نواها. (هندية، مکتبه زکریا دیوبند قدیم ۱/۳۷۵، جدید ۱/۴۴۲)

اور تاتارخانیہ کی عبارت میں بھی ہر حال میں نیت کی قید ہے ملاحظہ فرمایئے:

لو قال لها: اذهبي فتزوجي لا یقع الطلاق إلا بالنیة. (الفتاوی التاتارخانیة، مکتبه زکریا دیوبند قدیم ۴/۴۶۱، رقم: ۶۶۷۲)

عن إبراهیم قال إذا قال لامرأته اذهبي فانکحي لیس بشيء إلا أن یکون نوی الطلاق فهي واحدة وهو أحق بها. (مصنف عبد الرزاق، کتاب الطلاق، باب اذهبي فانکحي، مکتبه المجلس العلمي بیروت ۶/۳۶۶، رقم: ۱۱۲۱۴) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

نکاح کے بعد دعویٰ خارج ہوجانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال (۱۳۱۷): قدیم ۲/ ۴۵۸ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید سے ہوا لیکن ہندہ زید کے یہاں آباد نہیں ہوئی زید نے بازو دعویٰ (*) کیا تو عدالت نے قانون کے مطابق نکاح ثابت نہ کیا زید کا بازو دعویٰ خارج کیا گیا لیکن بے شمار لوگ ہندہ کے گاؤں کے زید کے نکاح کا ثبوت دیتے ہیں کیا عدالت کے نفوذ حکم سے اب ہندہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا زید کے ہی نکاح میں رہے؟

الجواب: اول تو حاکم عدالت کا مسلمان ہونا شرط ہے (۱) دوسرے حاکم مسلم کی قضاء صرف عقد و فسخ میں نافذ ہوتی ہے اور عدم ثبوت عقد نہ عقد ہے نہ فسخ؛ لہٰذا یہ قضاء مؤثر نہیں۔ اس کے مقتضاء پر دیانۃً عمل جائز نہیں۔

۸/ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ (النور ماہ رمضان ۱۳۵۰ھ، ص ۷)

(*) محاورہ پنجابی میں بازو سے مراد عورت ہے یعنی عورت کے نکاح کا دعوی۔ ۱۲ مسائل

---

(۱) **ولا يجوز تحكيم الكافر والعبد والذمي والمحدود في القذف والفاسق والصبي لإنعدام أهلية القضاء اعتبارًا بأهلية الشهادة.** (هداية، كتاب أدب القاضي، باب التحكيم، مكتبه اشرفية ديوبند ۳/ ۱۴۴)

حتى لو حكما كافرًا أو عبدا محجورا أو محدودًا في قذف أو صبيا لا يجوز لأنه لايصلح قاضيًا لانعدام أهلية الشهادة فكذا حكمًا. (تبيين الحقائق، كتاب القضاء، باب التحكيم، امداديه ملتان ۴/ ۱۹۳، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۱۸)

ولايجوز تحكيم الكافر والعبد والذمي والمحدود في القذف والفاسق والصبي. (هندية، كتاب أدب القاضي، الباب الرابع والعشرون في التحكيم، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۳/ ۳۹۷، جديد ۳/ ۳۴۶)

ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولىٰ شرائط الشهادة ...... من الإسلام والتكليف والحرية. (هندية، كتاب أدب القاضي، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۳/ ۳۰۷، جديد ۳/ ۲۷۶) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بیان حیلۂ نکاح جبکہ قسم کھائے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق

سوال (۱۳۱۸): قدیم ۲/ ۴۵۹ - مندرجہ ذیل مسئلہ میں حکم شرعی جو ہو تحریر فرمایا جاوے ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیتے ہوئے یہ کہا تجھے طلاق ہے اور اگر کسی اور عورت سے نکاح کروں تو اس کو بھی طلاق ہے یا یوں کہا کہ اگر چار یا پانچ (عدد مطلق کے یہاں بھی یاد نہیں) اور کروں تو ان کو بھی طلاق ہے ایسی حالت میں جبکہ اُس شخص کو یہ یاد نہیں کہ ان دونوں قولوں میں سے اُس نے کون سا قول اختیار کیا اگر وہ نکاح ثانی کرنا چاہے تو اس کے جواز کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب: جب جواز کی صورت ہر حال میں نکل سکتی ہے اس لئے کسی خاص قول کے یاد کرنے یا اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہر صورت میں اُس تدبیر پر عمل کر کے نکاح ثانی ثالث رابع کر سکتے ہیں وہ صورت یہ ہے کہ نہ خود نکاح کرے نہ کسی کو نکاح کا وکیل بناوے بلکہ کسی فہیم آدمی کے سامنے یہ کہے کہ میں نے ایسا حلف کرلیا ہے اور مجھ کو نکاح کی حاجت ہے اور اُس کے جواز کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص اگر بلا میری اجازت کے میرا نکاح کردے اور پھر مجھ کو خبر کردے اور میں اس کو سُنکر اُس کو جائز رکھوں تو نکاح درست ہوجائے گا اور طلاق واقع نہ ہوگی اور یہ مضمون سُنکر کوئی شخص یہی عمل کرے اور یہ شخص سُنکر جائز رکھدے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

ودليل المسئلة ما في رد المحتار: ونصه في البحرعن البزازية: والتزوج فعلاً أولىٰ من فسخ اليمين في زماننا وينبغي أن يجيئ إلىٰ عالم ويقول له ما حلف واحتياجه إلىٰ نكاح الفضولي فيزوجه العالم امرأة ويجيز بالفعل فلايحنث وكذا إذا قال لجماعة لي حاجة إلىٰ نكاح الفضولي فزوجه واحد منهم أما إذا قال لرجل اعقد لي عقد فضولي يكون توكيلا .اه (۱) (باب التعليق من كتاب الطلاق تحت قول الدرالمختار بل إفتاء عدل الخ).

۲۸/ رجب ۱۳۵۰ھ (النور ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ص ۳)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب: في فسخ اليمين المضافة إلى الملك، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۵۹۸، كراچي ۳/ ۳۴۸۔ ←

یہ کہنا کہ اگر خسر یا بیوی کی رائے کے بغیر کہیں جائے تو نکاح باطل

سوال (۱۳۱۹): قدیم ۲/ ۴۵۹- ایک شخص نے اپنا نکاح اس شرط پر کیا کہ اگر میں کہیں بے رائے اپنی بی بی یا خسر کے چلا جاؤں تو نکاح باطل ہے ایک بار ایسا بھی ہوا کہ ایک روز کے واسطے اپنے خسرو بی بی سے اجازت لیکر مکان پر چلا گیا بعد پندرہ روز کے آیا اور ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ اپنے خسر بی بی کے والد سے کہا کہ آپ کی مرضی ہو تو میں اپنی بی بی کو لے کر علیحدہ رہوں یہیں یا اپنے مکان پر لے جاؤں اس پر نہ اُس کی بی بی اور نہ اُس کا خسر راضی ہوا کچھ شخصوں نے اُس کے خسر کو سمجھایا مگر جب بھی راضی نہیں ہوا جو لوگ کہ سمجھانے آئے تھے کہا تمہاری بی بی ہے جس طرح سے چاہو لے جاؤ بہر کیف اُس شخص نے اپنی بی بی کو بلا رضا مندی اپنے خسر اور اپنی بی بی کے کھینچ کر اٹھا کر زبردستی لے گیا اور کچھ روز سے اپنے مکان پر وہ شخص ہے اور اس کا مکان چار کوس کے قریب پر ہے آیا یہ نکاح باطل ہوا یا نہیں اور نکاح کے وقت جو شرط لکھی گئی تھی اُس کی نقل یہ ہے۔ بنام فلاں ولد فلاں از طرف فلاں کے ہم نے فلاں صاحب کی لڑکی مسماۃ فلاں سے نکاح کرلیا ہے اگر بے رائے زوجہ یا خسر صاحب کے ہم چلے جائیں تو نکاح باطل ہو جائے اگر چلے جائیں تو مہر دَین دیں اور از طرف خسر کے یہ ہے کہ بعد ہمارے کل کا اختیار مسماۃ فلاں (یعنی دختر) کا ہے اور فلاں فلاں گواہ شرط کے وقت ہیں؟

← البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مکتبہ زکریا دیوبند ٤/ ١٠- ١١، کوئٹہ ٤/ ٧۔

الفتاوی البزازیة، کتاب الطلاق، الفصل السادس، نوع في تعلیقه بالملك، مکتبہ زکریا دیوبند قدیم ٤/ ٢٥٥، جدید ١/ ١٦٥۔

إذا قال کل امرأة أتزوجها طالق فزوجه فضولي فأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه لا تطلق. (فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب الأیمان في الطلاق، مکتبہ زکریا دیوبند ٤/ ١٠٦)

إذا قال کل امرأة أتزوجها فهي طالق فزوجه فضولي وأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه لا تطلق. (هندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع، مطلب إذا علق الطلاق علی التزوج وزوجه فضولي وأجاز بالفعل لا یحنث، مکتبہ زکریا دیوبند قدیم ١/ ٤١٩، جدید زکریا ١/ ٤٨٨) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

الجواب : الرواية الأولیٰ في الدرالمختار : باب الصريح ومن الألفاظ المستعملة الطلاق يلزمني والحرام يلزمني وعلي الطلاق وعلي الحرام فيقع بلانية للعرف. (۱)

الرواية الثانية في رد المحتار : باب الكنايات، مانصه وسياتي وقوع البائن به أي بقوله حرام بلانية في زماننا للتعارف إلیٰ آخر ما قال وأطال وختمه علیٰ قوله وكونه التحق بالصريح للعرف لاينافي وقوع البائن به فإن الصريح قد يقع به كتطليقة شديدة ونحوه كما أن بعض الكنايات قد يقع به الرجعي مثل اعتدي واستبرئی رحمک وأنت واحدة والحاصل أنه لما تعورف به الطلاق صار معناه تحريم الزوجة وتحريمها لايكون إلابالبائن. (۲)

الرواية الثالثة في الدرالمختار : التعليق شرطه الملک كقوله لمنكوحته أومعتدته إن ذهبت فأنت طالق أوالإضافة إليه كإن نكحت امراة أو إن نكحتک فأنت طالق كما لغا إيقاعه الطلاق مقارنا لثبوت ملک كأنت طالق مع نكاحک اه. (۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ۴۶۴/۴، كراچي ۲۵۲/۳ـ

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند ۵۲۹/۴ تا ۵۳۱، كراچي ۲۹۸/۳-۳۰۰ـ

ولوقال: فسخت النكاح ونوى الطلاق يقع. (هندية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۳۷۵/۱، جديد ۴۴۲/۱)

ولو قال: فسخت النكاح بيني وبينک ونوى الطلاق يقع الطلاق لأن فسخ النكاح نقضه فكان في معنى الإبانة. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في النوع الثاني من طلاق الكناية، مكتبه زكريا ديوبند ۱۷۲/۳)

قال فسخت نكاحک يقع الطلاق إذ نوى. (خانية على الهندية، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۴۶۸/۱، جديد ۲۸۴/۱)

بزازية على الهندية، كتاب الطلاق، الفصل الثاني في الكنايات، نوع آخر في إنكار النكاح، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱۹۶/۴، جديد ۱۲۹/۱ـ

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق، مكتبه زكريا ديوبند ۵۹۳/۴-۵۹۵، كراچي ۳۴۴/۳ تا ۳۴۶ـ

پس شرط نامہ میں جو لفظ باطل لکھا گیا ہے عرف میں اس سے طلاق مفہوم ہوتی ہے اس لئے یہ صیغہ طلاق کا ہوگا ''دلت علیہ الروایة الأولیٰ'' اور طلاق میں بھی بائن کو مفید ہوگا ''دلت علیہ الروایة الثانیة'' لیکن چونکہ یہ طلاق معلق ہے غیر نکاح کے ساتھ اور اس صورت میں نکاح کے بعد تعلیق مؤثر ہوسکتی ہے(۱) ''دلت علیہ الروایة الثالثة'' اور کاغذ لکھنا یا اُس کا حوالہ کرنا بمنزلہ تکلم بالطلاق کے ہے(۲) اس لئے دیکھنا چاہئے کہ کاغذ کب لکھا اور کب دیا اگر نکاح کے بعد لکھا ہے تو حکم یہ ہے کہ بلا اجازت چلے جانے سے طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور اگر لکھا تو ہو نکاح سے پہلے لیکن دیا ہے نکاح کے بعد تو بھی یہی حکم ہے کہ طلاق بائن ہوجائے گی اور اگر نکاح کے قبل دیدیا تو اُس کا کوئی اثر نہ ہوگا اور اصلاً طلاق نہ پڑے گی اور اگر بالکل لفظ قبول کے ساتھ ہی دیا ہے گو عادۃً یہ مستبعد ہے تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی روایت ثالثہ اس پر بھی دال ہے۔

خلاصہ جواب یہ کہ اگر یہ کاغذ نکاح کے بعد لکھا ہے یا نکاح کے بعد دیا ہے تب تو طلاق بائن ہوگئی اور اگر نکاح کے قبل دیدیا ہے یا معاً دیا ہے تو طلاق نہ ہوگی فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

۲۰/ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ (امداد، ص۲۹، ج۲)

---

(۱) **شرطه الملک حقیقة ...... ولو حکمًا کقوله لمنکوحته أو معتدته إن ذهبت فأنت طالق أو الإضافة إلیه أي الملک الحقیقي أو الحکمي کإن نکحت امرأة أو إن نکحتک فأنت طالق...... فلغا قوله لأجنبیة إن زرت زیدًا فأنت طالق فنکحها فزارت ...... کما لغا إیقاعه الطلاق مقارنا لثبوت ملک کأنت طالق مع نکاحک.** (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مکتبه زکریا دیوبند ٤/٥٩٣-٥٩٥، کراچي ٣/٣٤٤-٣٤٦)

إنما یصح في الملک کقوله لمنکوحته إن زرت فأنت طالق أو مضافًا إلیه کإن نکحتک فأنت طالق فیقع بعده فلو قال لأجنبیة إن زرت فأنت طالق فنکحها فزارت لم تطلق. (کنز الدقائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مکتبه مجتبائي دیوبند ص:١٢٦)

البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مکتبه زکریا دیوبند ٤/٥، کوئٹه ٤/٣۔

النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مکتبه زکریا دیوبند ٢/٣٨٥-٣٨٧۔

(٢) **عن الحکم قال الکتاب کلام، فأوحیٰ إلیهم "أن سبحوا بکرة وعشیًا" قال: کتب إلیهم.** (مصنف عبد الرزاق، کتاب الطلاق، باب الرجل یکتب إلی امرأته بطلاقها، دارالکتب العلمیة بیروت ٦/٣١٩، رقم:١١٤٧٩) ←

حکم رجسٹری طلاق ونکاح

سوال (۱۳۲۰): قدیم ۲/ ۴۶۱ - آجکل اہل الرائے نکاح وطلاق کی رجسٹری کے استحسان یا ضرورت کی رائے دے رہے ہیں قواعد شرعیہ سے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اول رجسٹری کی حقیقت سمجھ لینا چاہئے پھر قواعد سے اُس کے احکام خود ظاہر ہو جائیں گے سو حقیقت اس کی یہ ہے کہ وہ ایک لکھی ہوئی شہادت ہے حاکم یا رجسٹرار کی کہ میرے سامنے فلاں صاحبِ معاملہ نے فلاں معاملہ کا اقرار کیا اس حقیقت کے معلوم ہونے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس کا تعلق فقہ کے دو باب سے ہے ایک باب الشہادت سے ایک باب الاقرار سے سو باب الشہادت کے جزئیات میں سے۔

نمبر ۱: ایک جزئی یہ بھی ہے کہ لکھی ہوئی شہادت اگر یاد ہو یا اپنی تحریر دیکھ کر یاد آ جاوے کہ فلاں واقعہ میرے مشاہدہ میں آیا ہے تب تو شہادت دینا جائز ہے ورنہ نہیں (۱) تو اس بناء کا مقتضا یہ ہے کہ محض رجسٹری کے کاغذات دیکھ کر فیصلہ کرنا جائز نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ اگر رجسٹرار کو اپنے دستخط دیکھ کر واقعہ یاد آ جاوے کہ واقعی فلاں شخص نے میرے سامنے اقرار کیا تھا تب تو اُس کی شہادت جائز شہادت ہے ورنہ نہیں۔

← **الكتابة من الصحيح والأخرس على ثلاثة أوجه: على وجه الرسالة مصدرًا معنونا وثبت ذلك بإقراره أو البينة فكالخطابات.** (بزازية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، الفصل الأول في صريح الطلاق، نوع آخر في التوكيل وكنايته، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٤/١٨٥، جديد ١/١٢٠)

لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة. (خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/١٧٢، جديد ١/٢٨٧)

(۱) **لا يحل للشاهد إذا رأي خطه أن يشهد حتى يتذكر.** (البحر الرائق، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ٧/١٢١، كوئٹه ٧/٧٢)

ولا يشهد من رأي خطه ولم يذكرها أي الحادثة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ٨/١٨٥، كراچي ٥/٤٧٠)

لا يحل للشاهد إذ رأي خطه أن يشهد إلا أن يتذكر. (مجمع الأنهر، كتاب الشهادات، دارالكتب العلمية بيروت ٣/٢٦٧)

نمبر۲: ایک جزئی اس باب کی یہ ہے کہ شہادت میں نصاب شرط ہے یعنی نکاح وطلاق میں اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت شہادت دیں تو اس شہادت پر عمل ہوگا ورنہ نہیں (۱) اس کا مقتضا یہ ہے کہ خالی رجسٹرار کی شہادت کافی نہیں جب تک نصاب شہادت مکمل نہ ہو۔

نمبر۳: ایک جزئی یہ ہے کہ تحریری اور غیر تحریری شہادتیں مساوی ہیں اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اگر کسی معاملہ میں مثلاً نکاح میں دو شخص مدعی ہوں مگر ایک نکاح میں رجسٹرار کی شہادت ہو دوسرے میں غیر رجسٹرار کی شہادت ہو تو شرعاً دونوں شہادتیں ہم وزن ہوں گی اور اس میں وہی قانون جاری ہوگا جو تعارض شہادتین میں ہوتا ہے رجسٹرار کی شہادت کو ترجیح نہ ہوگی۔ (۲)

نمبر ٤: ایک جزئی یہ ہے کہ شہادت کے لئے شاہد میں جو خاص شرائط معتبر ہیں وہ شرائط رجسٹرار میں بھی ضروری ہوں گی۔ (۳)

---

(۱) **ولغير ذلک رجلان أو رجل وامرأتان مالا كان الحق أو غير مال كالنكاح والرضاع والطلاق والوكالة والوصية.** (مجمع الأنهر، كتاب الشهادات، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲٦۱)

ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا أو غيره كنكاح وطلاق ...... **رجلان أو رجل وامرأتان.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۱۷۸، كراچي ۵/٤٦۵)

ولغيرها رجلان أو رجل وامرأتان للآية أطلقه فشمل المال وغيره كالنكاح والطلاق والوكالة. (البحر الرائق، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ۷/۱۰٤، كوئٹه۷/٦۲)

(۲) **ولا يرجع بزيادة عدد الشهود** ...... **وكذا لا ترجيح بزيادة الدالة لأن الترجيح لا يقع بكثرة العلل.** (البحر الرائق، كتاب الدعوى، باب دعوى الرجلين، مكتبه زكريا ديوبند ۷/٤۱۷، كوئٹه۷/۲٤٦)

الدر المختار مع الشامي، كتاب الدعوى، باب دعوى الرجلين، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۳۳۳، كراچي ۵/۵۷٦

(۳) **فما يرجع إلى الشاهد وأما ما يخص بعضها فالإسلام إن كان المشهود عليه مسلمًا، والذكورة في الشهادة بالحد والقصاص وتقدم الدعوى فيما إذا كان من حقوق العباد، وموافقتها للدعوى فيما يشترط فيها فإن خالفتها لم تقبل إلا إذا وافق المدعى ←**

نمبر ۵: ایک جزئی یہ ہے کہ شہادت میں محض تحریر شاہد کی معتبر نہیں اس کا مقتضی یہ ہے کہ محض رجسٹرار کا حاکم مجوز کے روبرو ہونا کافی نہیں ہوگا۔ تاوقتیکہ رجسٹرار حاضر عدالت ہوکر زبانی شہادت نہ دے۔(۱)

نمبر ٦: ایک جزئی یہ ہے کہ اگر شاہد خود حاکم ہوتو اُس کی شہادت کالعدم ہے اس کا مقتضایہ ہے کہ اگر رجسٹرار ہی خود مجوز ہوتو اس کی رجسٹری یعنی تحریری شہادت گو کہ اس کو دیکھ کر واقعہ بھی یاد آجاوے علم قاضی سے زیادہ درجہ نہیں رکھتی یعنی وہ نصاب شہادت کا جزو بھی نہیں بن سکتی (۲) یعنی اس شہادت کے علاوہ اور مستقل نصاب شہادت کی ضرورت ہوگی۔

نمبر ۷: ایک جزئی یہ ہے کہ رجسٹری پر جن شاہدوں کی شہادت ہے صرف اس شہادت کا بھی لکھا ہوا ہونا کافی نہیں وہ بھی حاضر عدالت ہوکر شہادت دیں (۳) جبکہ حاکم غیر رجسٹرار ہو البتہ اگر رجسٹرار خود ہی

← **عند إمكانه، وقيام الرائحة في الشهادة على شرب الخمر ولم يكن سكرانا لا لبعد مسافة.** (البحر الرائق، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ٧/٩٥، كوئٹه ٧/٥٧)

(۱) **وما يرجع إلى الشهادة لفظ الشهادة ...... وما يرجع إلى مكانها واحد وهو مجلس القضاء ...... وفي البحر تحت قول الكنز: "تلزم بطلب المدعى" وفي الأداء يلزمهما الحضور إلى القاضي.** (البحر الرائق، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ٧/٩٥-٩٧، كوئٹه ٧/٥٧)

(۲) **واعلم أن الكتابة بعلمه كالقضاء بعلمه في الأصح بحر فمن جوزه جوزها ومن لا فلا إلا أن المعتمد عدم حكمه بعلمه في زماننا أي عند المتأخرين لفساد قضاة الزمان، وعبارة الأشباه: الفتوى اليوم على عدم العمل بعلم القاضي في زماننا كما في جامع الفصولين.** (الدرالمختار مع الشامي، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره، مكتبه زكريا ديوبند ٨/١٤٠، كراچي ٥/٤٣٨-٤٣٩)

شرطها أحد وعشرون شرطا وفي الشامية: وما يرجع إلى الشهادة: لفظ الشهادة ...... وما يرجع إلى مكانها واحد وهو مجلس القضاء. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ٨/١٧٣، كراچي ٥/٤٦٢)

(۳) **وما يرجع إلى الشهادة لفظ الشهادة ...... وتحت قول الكنز "تلزم بطلب المدعى" وفي الأداء يلزمهما الحضور إلى القاضي.** (البحر الرائق، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ٧/٩٥-٩٧، كوئٹه ٧/٥٧)

مجوز بھی ہو تو اُس حالت میں اپنے علاوہ دوسرے اشخاص کی جو شہادت رجسٹری کے وقت لکھی ہوئی سرکاری کاغذات میں پائی جاوے اگر یہ کاغذات اس کی نگرانی وانتظام میں محفوظ ہوں جن میں کسی کے جعل کا احتمال نہ ہو اُس کو دیکھ کر حکم دے سکتا ہے گو واقعہ اس شہادت کا یاد بھی نہ ہو بشرطیکہ کوئی دوسری شہادت اس شہادت کے معارض نہ ہو اور یہ صرف صاحبین کا قول ہے اور بضرورت اس پر عمل جائز ہے (۱) اور صورت اولیٰ میں جبکہ حاکم دوسرا ہو اور رجسٹرار دوسرا اگر اصل شاہدین حاضر عدالت نہ ہوسکیں اور رجسٹرار شہادت دے کہ ان شاہدوں نے میرے روبرو شہادت لکھی ہے تب بھی معتبر نہیں۔

یہ وہ جزئیات کثیر الوقوع ہیں جن کا تعلق باب الشہادت سے ہے اب وہ جزئیات باقی رہے جن کا تعلق باب الاقرار سے ہے اُن میں نمبر ۸ ایک جزئی یہ ہے کہ اقرار خود مقر کے نفس پر حجت ہے غیر مقر پر حجت نہیں (۲) اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رجسٹری کے وقت جس نے اقرار کیا ہے وہ اس کے خلاف کہے تو مسموع نہیں۔

نمبر ۹ :ایک جزئی یہ ہے کہ اقرار صاحب معاملہ کا معتبر ہے غیر صاحب معاملہ کا معتبر نہیں۔(۳)

---

(۱) ولا يعمل شاهد وقاض وراو بالخط إن لم يتذكروا أي لا يحل للشاهد إذا رأي خطه أن يشهد حتى يتذكر وكذا القاضي إذا وجد في ديوانه مكتوبا شهادة شهود ولا يتذكر ...... وهو قول الإمام ...... وجوز محمد للكل الاعتماد على الكتاب إذا تيقن أنه خطه وإن لم يتذكر توسعة للأمر علي الناس وجوزه أبو يوسف للراوي والقاضي دون الشاهد. (البحر الرائق، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ۷/۱۲۱، كوئٹه ۷/۷۲)

مجمع الأنهر، كتاب الشهادات، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲٦۷

(۲) وهو حجة قاصرة لقصور ولاية المقر عن غيره فتقتصر عليه. (هداية، كتاب الإقرار، مكتبه اشرفية ديوبند ۳/۲۳۱)

وهو حجة قاصرة علي المقر لا يتعدي أثره إلى غيره، لقصور ولاية الإقرار على غيره فيقتصر أثر الإقرار على المقر نفسه. (الفقه الإسلامي وأدلته، لمحة إجمالية عن طرق الإثبات العامة، الفصل الخامس: طرق اثبات الجناية، مكتبه هدى انٹرنيشنل ديوبند ٦/۳٦۱)

(۳) أن الأمة أجمعت على أن الأقرار حجة في حق نفسه...... وإن لم يكن حجة في حق غيره لعدم ولايته عليه. (تبيين الحقائق، كتاب الإقرار، مكتبه زكريا ديوبند ۵/٤۱۱، امداديه ملتان ۵/۳)

اس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر رجسٹری میں غیر صاحب معاملہ کا بیان لکھا ہوا ہے تو اُس کا اثر صاحب معاملہ پر نہ ہوگا دونوں جزئی کی مثال یہ ہے کہ ایک نکاح ہوا اور منکوحہ کے باپ نے اپنا بیان لکھایا کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح فلاں شخص سے کر دیا اگر وہ لڑکی بالغ ہے تو اقرار اُس لڑکی پر حجت نہ ہوگا جب تک کہ وہ بھی تسلیم نہ کرے کہ ہاں یہ نکاح میری اجازت سے ہوا اور اگر وہ انکار کرے تو اجازت پر مستقل شہادت کی ضرورت ہوگی اور اگر وہ نابالغ تھی اور اختلاف کے وقت بالغ ہے تو اگر منکوحہ بوقت نکاح اپنا نابالغ ہونا تسلیم کرے تو باپ کا وہ اقرار معتبر ہے اور اگر وہ اس وقت میں نابالغ ہونا تسلیم نہ کرے تو پھر اُس کے نابالغ ہونے پر مستقل شہادت قائم کرنی ہوگی اسی طرح اگر مرد نکاح سے انکار کرے تو منکوحہ یا اس کے ولی کا اقرار اس پر حجت نہ ہوگا یا اگر مرد دعویٰ کرے اور عورت انکار کرے تو مرد کا اقرار عورت پر حجت نہ ہوگا۔

نمبر ۱۰ : ایک جزئی یہ ہے کہ جو معاملہ تراضی طرفین پر موقوف ہے اس میں جانبین کا اقرار شرط ہے (۱) اس کا مقتضا یہ ہے کہ نکاح میں محض ایک کے بیان پر معاملہ کے سب اجزاء کی رجسٹری ناجائز ہوگی البتہ جس معاملہ میں خود مقر مستقل ہو جیسے طلاق اس میں صرف شوہر کا بیان رجسٹری کے لئے کافی ہے اسی طرح مقدار مہر میں صرف شوہر کا بیان یا درصورت اس کے نابالغ ہونے کے اس کے ولی کا بیان کمی کی نفی کے لئے انفراداً کافی ہے اور منکوحہ کا بیان یا درصورت اس کے نابالغ ہونے کے اُس کے ولی کا بیان بیشی کی نفی کے لئے انفراداً بھی کافی ہے۔

نمبر ۱۱ : ایک جزئی یہ ہے کہ مقر اگر پس پردہ سے اقرار کرے اس اقرار پر شہادت جائز نہیں (۲)

(۱) **لأن النكاح مما يحكم به بتصادق الزوجين.** (البحر الرائق، كتاب الدعوىٰ، باب دعوى الرجلين، مكتبه زكريا ديوبند ۴۰۲/۷، كوئٹه ۲۳۷/۷)

تبيين الحقائق، كتاب الدعوىٰ، باب ما يدعيه الرجلان، مكتبه زكريا ديوبند ۳۶۹/۵، امداديه ملتان ۳۱۶/۴۔

(۲) **ولو سمع من وراء الحجاب لا يسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره إذ النغمة تشبه النغمة .** (هندية، كتاب الشهادة، الباب الثاني في بيان تحمل الشهادة وحد أدائها والامتناع عن ذلك، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۴۵۲/۳، جديد ۳۸۹/۳)

تبيين الحقائق، كتاب الشهادة، امداديه ملتان ۲۱۳/۴-۲۱۴، مكتبه زكريا ديوبند ۱۶۲/۵

هداية، كتاب الشهادة، مكتبه اشرفية ديوبند ۱۵۸/۳۔

اس کا مقتضا یہ ہے کہ صرف منکوحہ کے بیان پر رجسٹری جائز نہیں جب تک کہ معتبر شناخت کرنے والے یہ نہ کہیں کہ اس وقت بولنے والی فلاں عورت ہے اور ہم اس کے بولنے کے وقت اُس کو دیکھ رہے ہیں یہ دونوں باب کے ایسے جزئیات ہیں جو کثیرالوقوع ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی ان ابواب کے ضروری جزئیات ہیں جن پر احاطہ رجسٹرار کے لئے ازبس ضروری ہے اور جو رجسٹری ان جزئیات کی رعایت سے کی جاوے گی وہ تو موافق شرع کے ہوگی ورنہ خلاف شریعت ہوگی پس اگر قانون رجسٹری میں جزئیات کثیرالوقوع کی تصریح ہو اور دوسرے جزئیات کی رعایت کی یہ صورت اختیار کی جاوے کہ رجسٹرار کے لئے عالم باعمل ہونا شرط ہو کیونکہ بجز عالم متبحر کے ان جزئیات کا لحاظ ممکن نہیں اور بدون القاء کے رشوت کا احتمال قطع نہیں ہوسکتا جس کا انتخاب بھی علماء کی کثرت رائے سے ہو عوام کا اس انتخاب میں اصلاً دخل نہ ہو تب تو یہ قانون شرعاً جائز ہے ورنہ ناجائز اور جائز ہونے کی صورت میں فائدہ بھی اتنا ہے کہ واقعہ کے باقاعدہ محفوظ ہونے سے شریر مکاروں کی ہمت غلط دعووں کی فطرۃً نہیں ہوتی اور ہونے پر بھی بعض صورتوں میں خود رجسٹری کی بنا پر فیصلہ بھی جائز ہے جیسا کہ اوپر اُن بعض صورتوں کی تصریح آچکی ہے۔

ربیع الاول ۱۳۴۵ھ (تتمہ خامسہ ص ۴۴۱)

اگر کوئی کہے کہ ”میں فلاں اور فلاں کے گھر جاؤں تو میری مدخولہ عورت کو طلاق“ اس کا کیا حکم ہے

سوال (۱۳۲۱): قدیم ۲/ ۴۶۵ - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بایں الفاظ تعلیق طلاق کی کہ آج سے اگر میں اُس کے گھر کے اندر جاؤں اور زید کے گھر اور عمرو کے گھر اور بکر کی جانب احاطہ میں اور خالد کے گھر اگر میں قدم رکھوں تو میری مدخول بہا عورت کو طلاق متعلق صورت بالا حسب ذیل سوالات ہیں۔

← مجمع الأنهر، کتاب الشهادات، الفصل الأول، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/ ۲۶۶ ۔
شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) جملہ اشخاص مذکورین بالا کے مکانوں میں داخل ہونے کے بعد وقوع طلاق ہوگا یا کسی ایک کے مکان میں داخل ہونے سے وقوع طلاق ہوجائے گا۔

(۲) اگر صورت ثانی ہے تو کیا ہر ہر مکان میں داخل ہونے سے وقوع طلاق ہوا کرے گا یا صرف ایک میں۔

(۳) طلاق رجعی ہوگی یا بائن بصورتِ ثانی کوئی حیلہ شرعی بیان فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: السلام علیکم مجھ کو فرصت بہت کم ہوتی ہے مفتی مدرسہ سفر میں ہیں اس لئے میں بجز ہدایہ و شامی و عالمگیریہ کے اور کوئی فقہ کی کتاب نہ دیکھ سکا مگر اُن میں ایسا کوئی جزئیہ نہ ملا احتیاطاً میں نے کتب اصول میں سے نور الانوار و توضیح تلویح میں حروف معانی کی بحث میں دیکھا سو تلویح میں مصرح ہے

إذا حلف لايكلم هذا وهذا فهو لنفي المجموع (بحث كون أو بمعنى الواو تحت قول التوضيح إلا أن يدل الدليل)

اس میں تصریح ہے کہ مجموعہ محلوف علیہ کے فعل سے حانث ہوگا ایک جزو کے فعل سے حانث نہ ہوگا۔ اور نور الانوار بحث کون **أو بمعنى الواؤ** میں ایک متن کی دو توجیہیں نقل کی ہیں لیکن مدرسہ ہذا کے ایک مدرس نے حاشیہ پر کشف بزدوی سے دونوں کے کلام کرنے سے ایک ہی بار حانث ہونا نقل کیا ہے پس حاصل مجموعہ کا یہ ہوا کہ صورتِ مسئول عنہا میں کسی ایک مکان میں داخل ہونے سے طلاق واقع نہ ہوگی جب سب میں داخل ہوگا اُس وقت طلاق واقع ہوگی اور ایک ہی طلاق ہوگی (۱) اور صریح اور مادون الثلاث و بعد الدخول ہونے کے سبب رجعی ہوگی۔ (۲) واللہ اعلم احتیاطاً اور جگہ بھی تحقیق کرلیجئے۔

۲۸/ رجب ۱۳۵۲ھ (النور، ص۸ شوال ۱۳۵۲ھ)

---

(۱) **وفي المحيط في كلام فلان وفلان على حرام أو والله لا أكلم فلانا وفلانا الصحيح أنه لا يحنث في المسئلتين ما لم يكلمهما.** (رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب حلف لا يأكل معينا فأكل بعضه، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۱۱، كراچي ۳/ ۷۳۱)

إذا حلف الرجل لا يكلم فلانا وفلانا، فكلم أحدهما لا يحنث في يمينه. (المحيط البرهاني، كتاب الأيمان والنذور، الفصل العاشر: الحلف على الأقوال، المجلس العلمي ۶/ ۱۲۱، رقم: ۶۹۲۱)

إذا حلف لا يكلم فلانا وفلانا فكلم أحدهما لا يحنث في يمينه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الأيمان، الفصل العاشر، الحلف على الأقوال، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۶۳، رقم: ۸۸۴۱)

(۲) **صريحه ما لم يستعمل إلا فيه ولو بالفارسية كطلقتك وأنت طالق ومطلقة** ←

کیا طلاق کی اطلاع ضروری ہے

سوال (۱۳۲۲): قدیم ۲/ ۴۶۵ - زید بدکاری کے قرائن پر اپنی عورت کو طلاق رجعی دے چکا ہے اور مدت رجعت بھی گزر چکی ہے کیا زید پر عورت کو طلاق کی اطلاع دلوانا واجب ہے یا نہ؟

الجواب: جی ہاں قال: اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَان (۱)۔ وقال تعالیٰ وَلَاتُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَاراً (۲) اورظاہر ہے کہ اطلاع نہ کرنے میں تسریح باحسان بھی نہیں اور ضرار بھی ہے۔

بقیۃ السوال: اب زید نادم ہوا ہے تحقیق سے اب اس کا شبہ بھی زائل ہوا ہے اب اس عورت سے نیا نکاح کرنا چاہتا ہے مگر چونکہ بدکاری کے قرائن پر جو مرد وعورت میں رنجش تھی اس کی شکایت اہل محلّہ میں بھی کچھ ظاہر ہوچکی تھی اس لئے مرد نے طلاق کو اب تک ظاہر نہیں کیا کہ طلاق کے ظہور سے وہ تحقیق بدکاری کا ہوجائیگا۔ اور ہماری عورت کے خاندان پر بدکاری کا دھبہ جھوٹا آجائے گا جس سے ہتک خاندان کی ہوگی؟

← **ويقع بها أي بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصريح واحدة رجعية وإن نوى خلافها من البائن أو أكثر.** (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٥٧-٤٦١، كراچي ٣/ ٢٤٧ - ٢٥٠)

الصريح كأنت طالق وطلقة وطلقتك وتقع واحدة رجعية. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٤٣٧، كوئٹه ٣/ ٢٥٠)

صريحه ما استعمل فيه خاصة ولا يحتاج إلى نية وهو أنت طالق ومطلقة وطلقتك وتقع بكل منها واحدة. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ١١) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) سورة البقرة: رقم الآية: ٢٢٩۔

"**أو تسريح بإحسان" أي إطلاق مصاحب له من جبر الخاطر وأداء الحقوق و ذلك إما بأن لا يراجعها حتى تبين أو يطلقها الثالثة.** (روح المعاني، سورة البقرة: ٢/ ٢٠٤)

(۲) سورة البقرة: رقم الآية: ٢٣١۔

"**لاتمسكوهن" ظلما لتظلموا وهو ماترى وأجيب بأن المراد بالضرار تطويل المدة** ←

الجواب: کیا یہ ممکن نہیں کہ ظہور عام نہ ہو صرف عورت پر ظاہر کیا جاوے۔

بقية السوال : اب اگر طلاق ظاہر کی جاتی ہے تو عورت یا اس کا باپ نئے سرے سے نکاح پر راضی نہ ہوں؟

الجواب: عورت مختار ہے(۱) کسی حیلہ سے یا اکراہ سے نکاح کی تجدید کرنا خداع یا ظلم ہے۔

بقيةالسوال: اس لئے اب اگر اس تہمت سے بچنے کے لئے طلاق تو ظاہر نہ کی جائے فقط مرد وعورت کی مصالحت کے وقت اور گفتگو کے ساتھ ایسے الفاظ کہلائے جائیں جس سے نکاح منعقد ہوجائے جیسے مرد سے کہا جائے کہ کیا تو نے اب اس عورت کو اپنی بی بی کیا اور آئندہ کے واسطے اچھے سلوک سے رہنا وغیرہ وہ جواب میں کہے کہ ہاں اور عورت سے بھی ایسے الفاظ کہلائے جائیں اور وہ بھی ہاں کہے تو کیا یہ دھوکا اور فریب تو نہیں اور گناہ یا نکاح میں تو کوئی خلل نہ ہوگا؟

الجواب :خود یہ الفاظ نکاح کے لئے کافی نہیں کما سیاتی اور اگر کافی بھی ہوتے تب بھی خداع کا گناہ ہوتا اور اب تو کافی ہی نہیں کیونکہ عورت سمجھ ہی نہیں سکتی کہ یہ نکاح ہو رہا ہے اور یہ شرط ہے صحت نکاح کی۔

كما في رد المحتار تحت قول درالمختار ولايشترط العلم بمعنى الإيجاب والقبول فيما يستوي فيه الجد والهزل الخ مانصه لكن قيد في الدرر عدم الاشتراط بماإذا عالما أن هذا اللفظ ينعقد به النكاح أي وإن لم يعلما حقيقة معناه اه. (۲)

← **وبالاعتداء الإلجاء فكأنه قيل لا تمسكوهن بالتطويل لتلجئوهن إلى الإختلاع والظلم قد يقصد ليؤدي إلى ظلم آخر.** (تفسير روح المعاني، سورة البقرة، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٢١٥)

(١) **عن عبد الله وعن أناس من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر التفسير إلى قوله الطلاق مرتان قال: هو الميقات الذي يكون عليها فيه الرجعة، فإذا طلق واحدة أو ثنتين، فإما أن يمسك ويراجع بمعروف وإما يسكت عنها حتى تنقضي عدتها فتكون أحق بنفسها.** (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الرجعة، دارالفكر بيروت ١١/ ٢٨١-٢٨٢، رقم: ١٥٥٣٩)

(٢) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح قبيل مطلب: هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحفة نحو تجوزت، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٧٨، كراچي ٣/ ١٥۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بقیة السوال : شبہ یہ ہے کہ جبکہ مطلقہ ہونے کے بعد اب عورت کو اختیار ہے اور اطلاع نہ دینے کی وجہ سے اس کے اختیار کو زائل کرنا ہے اور چونکہ عورت جاہل ہے مسائل سے واقف نہیں اور اوپر کے الفاظ سے جبکہ دوسری گفتگو سے ملا کر کہے جائیں گے اور اس کو یہ پتہ نہیں کہ میں نئے سرے سے نکاح کرتی ہوں تو کیا نکاح میں خلل تو نہ ہوگا۔ مگر اوپر کے الفاظ گویا جو رد ہونا تسلیم کریگی یعنی جب کہے گی کہ ہاں میں بی بی ہو کر رہوں گی؟

الجواب: سب حیلۂ لغو ہے۔ کما سبق۔

۱۹/ رجب ۱۳۵۶ھ (النور، ص: ۸ شعبان ۱۳۵۷ھ)

دیوار کے پیچھے سے سنکر طلاق وعتاق کی شہادت دینے کا حکم

سوال (۱۳۲۳): قدیم ۲/ ۴۶۷ - اگر شاہد دیوار کے پیچھے یا مکان کے باہر سے سنکر طلاق وعتاق کی شہادت دے تو شرعاً مقبول ہوگی یا نہیں؟ فقط

الجواب: مقبول نہ ہوگی۔

كما في الهداية: ولو سمع من وراء الحجاب لايجوز له أن يشهد ولو فسر للقاضي لايقبله لأن النغمة يشبه النغمة فلم يحصل العلم.

البتہ ایک خاص صورت جس کا تحقق بہت نادر ہے اس سے مستثنیٰ ہے جس کو اس کے بعد ہی اس عبارت میں مستثنیٰ کیا ہے۔

إلا إذا كان دخل البيت وعلم أنه ليس فيه أحد سواه، ثم جلس على الباب وليس في البيت مسلک غيره فسمع إقرار الداخل ولايراه له أن يشهد لأنه حصل العلم في هذا الصورة جلد ثاني، ص ۱۴۲.(۱)

---

(۱) هداية، كتاب الشهادة، مكتبه اشرفية ديوبند ۳/ ۱۵۸۔

ولو سمع من وراء الحجاب لا يسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره إذ النغمة تشبه النغمة إلا إذا كان في الداخل وحده ودخل وعلم الشاهد أنه ليس فيه غيره، ثم جلس على المسلک وليس له مسلک غيره فسمع إقرار الداخل ولا يراه لأنه يحصل به العلم وينبغي للقاضي إذا فسره له لا يقبله كذا في التبيين. (هندية، كتاب الشهادة، الباب الثاني في بيان تحمل الشهادة وحد أدائها والامتناع عن ذلك، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۳/ ۴۵۲، جديد ۳/ ۳۸۹) ←

جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے سے کوئی گھر خالی ہو اور ایک شخص اس گواہ کے روبرو اُس کے اندر گیا اور بجز اس دروازہ کے اور کوئی آنے کی جگہ بھی اُس گھر میں نہ ہو اور ایسی حالت میں اندر سے کوئی مضمون سُنائی دیا تو یقین کیا جاوے گا کہ اُس جانے والے ہی کی آواز ہے بس اس صورت میں شہادت جائز ہے اور اس زمانہ کے اعتبار سے یہ بھی شرط ہے کہ اس مکان میں گراموفون بھی نہ ہو۔ فقط

۳۰/ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۱۸۷)

والد کے حکم سے بیوی کو طلاق دینے کا حکم

سوال (۱۳۲۴): قدیم ۲/ ۴۶۷ - اگر حرام سے بچنے کے لئے میں نے اپنے حسب مرضی نکاح کرلیا اور وہ عورت بھی مجھ کو غایت درجہ پسند ہے مگر میرا والد کہتا ہے کہ تمھارا دوسرا نکاح کر دیتا ہوں تم اس عورت کو طلاق دیدو کیا میں طلاق دیدوں یا نہیں؟

الجواب: اگر اپنے یا اس عورت کے صبر نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو طلاق نہ دیں۔ (۱)

۲۹/ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۲۰۶)

← **ولو سمع من وراء الحجاب لا يسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره إذ النغمة تشبه النغمة إلا إذا كان في الداخل وحده وعلم الشاهد أنه ليس فيه غيره ثم جلس على المسلك وليس له مسلك غيره فسمع إقرار الداخل ولا يراه لأنه يحصل به العلم.** (تبيين الحقائق، كتاب الشهادة، امداديه ملتان ٤/ ٢١٣-٢١٤، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ١٦٢)

ولو سمع من وراء الحجاب لا يسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره إذ النغمة تشبه النغمة. (مجمع الأنهر، كتاب الشهادات، الفصل الأول، دارالكتب العلمية بيروت ٣/ ٢٦٦)

ولا يشهد على محجب بسماعه منه إلا إذا تبين لقائل بأن لم يكن في البيت غيره. (الدر المختار، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ٨/ ١٨١، كراچي ٥/ ٤٦٨) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(١) عن معاذ رضي الله عنه قال أوصاني رسول الله صلى الله عليه وسلم بعشر كلمات قال لاتشرك بالله شيئًا وإن قتلت وحرقت ولا تعقن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك قال ابن حجر شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضًا أي لا تخالف واحدًا منهما وإن غلا في شيء أمرك به، وإن كان فراق زوجة أو هبة مال أما باعتبار أصل الجواز ←

← **فلا يلزمه طلاق زوجة أمراه بفراقها وإن تأذيا ببقائها إيذاء شديدًا لأنه قد يحصل له ضرر بها فلا يكلفه لأجلهما إذ من شأن شفقتهما أنهما لو تحققا ذلک لم يأمراه به فإلزامهما له به مع ذلک حمق منهما ويلتفت إليه وكذلک إخراج ماله.** (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الكبائر، مكتبه امداية ملتان ١/١٣٢)

وأما الطلاق فإن الأصل فيه الحظر بمنى أنه محظور إلا لعارض يبيحه وهو معنى قولهم: ''الأصل فيه الحظر'' والإباحة للحاجة إلى الخلاص ...... **فحيث تجرد عن الحاجة المبيحة له شرعًا يبقي على أصله من الحظر.** (الدر المختار، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٢٨، كراچي ٣/٢٢٨)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲/ باب في فسخ النكاح والخلع

حکم اشتراط قاضی برائے فسخ نکاح وشرائط فسخ نکاح

سوال (۱۳۲۵): قدیم۲/ ۴۶۷ - میں نے اپنی دختر نابالغہ کا عقد نکاح ایک شخص کا ظاہر بصلاح وطریقہ اسلام دیکھ کر اُس کے پسر سے کر دیا اور اطمینان کے لئے ہر قسم کے شرائط عہد و پیمان کر لئے میری دختر جب اُن کے گھر گئی تو تمام شرائط انھوں نے توڑ دیئے لڑکے کی والدہ غیر مردوں کے سامنے آتی ہے اور خلوت میں بے حیائی کے کام کرتی ہے تحقیق کیا تو تمام محلّہ کے ہمسائے اُس کے گواہ پائے اور وہاں وہ لڑکا اپنی والدہ اور غیر مردوں کے پیام پہونچانے اور بلانے میں درمیانی ہے غرض باپ بیٹے دونوں دیوثی کے کام میں شریک ہیں جب میں بخوبی اس امر سے واقف ہوا کہ میری بیٹی کو جو قاری صاحب مشہور و مغفور کی حقیقی نواسی ہے اس کے خاوند نے غیر مردوں کے سامنے کیا اور وہی بے حیائی کا پیشہ اس سے بھی کرانا چاہتا ہے میں نے اُس کو گھر بٹھالیا میری لڑکی قرآن شریف مع ترجمہ پڑھتی ہے اور چند کتابیں پڑھ چکی ہے اب آپ کی کتاب اصلاح الرسوم شروع کی ہے جب میری لڑکی ص۶ پر پہونچی اور سطر تین پڑھی کہ اگر نابالغہ کا نکاح ولی نے غیر کفو سے کر دیا سوا گر باپ دادا نے کسی مصلحت ضروری سے کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ ظاہراً کوئی امر خلاف مصلحت نہ ہو ورنہ صحیح نہ ہوگا تو مجھ کو جرأت ہوئی کہ آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھا مجھ کو اپنی لڑکی اُن کے یہاں بھیجنا اور اُس کے ساتھ رکھنا منظور نہیں ہے اور لڑکا یہ کہتا ہے کہ ہم یوں ہی سڑائیں گے اور طلاق ہرگز نہ دیں گے فارغ خطی نہیں دیتا اب میں کیا کروں اگر پہلا نکاح صحیح نہ ہو تو اُس کا نکاح کسی نیک آدمی سے کردوں یا کیا تدبیر کروں کہ میری لڑکی اب بالغہ ہے وہ اس بلا سے نجات پائے اور اس کا نکاح کسی مرد صالح سے ہو جائے اور میں گنہ گاری اور کسی قسم کے مواخذہ میں گرفتار نہ ہوں؟

الجواب: عبارت اصلاح الرسوم کی بوجہ اختصار کے مجمل ہے اس مسئلہ میں بہت اختلاف اور تفصیل ہے۔ ملخص اُس کا یہ ہے کہ اس میں چند شرطیں ہیں اول صغیرہ کا باپ جس نے نکاح کیا ہے وہ اس نکاح کے قبل سے ناعاقبت اندیش اور بدشفقت مشہور ہو اُس وقت یہ نکاح باطل کہا جائے گا دوسرے باطل

ہونے کے یہ معنی ہیں کہ باطل کرنے کے قابل ہے تیسرے باطل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی یعنی حاکم مسلم کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہو اور وہ حکم فسخ کا کر دے، چوتھے اس ابطال کی شرط یہ ہے کہ وہ صغیرہ بالغ ہوتے ہی فوراً یہ کہے کہ میں اس نکاح پر رضا مند نہیں ہوں (۱)، پانچویں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حقِ ابطال اُس وقت ہے جبکہ عقد کے وقت زوج نے دعویٰ صالح ہونے کا کیا ہے اور اگر اس سے سکوت کیا پھر اُس کا حال خلاف ظاہر ہوا تو حق فسخ حاصل نہیں ہے اور یہ سب شرطیں امام صاحب کے مذہب کے موافق ہیں کہ اُن کے نزدیک نکاح کرنا باپ کا غیر کفو سے صحیح ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک بالکل صحیح نہیں ہوتا پس صورۃ مسئولہ میں ظاہرا یہ شرائط مجتمع نہیں ہیں اگر واقعی اجتماع ان شرائط کا نہیں ہے تو امام صاحب کے نزدیک اس میں کچھ نہیں ہوسکتا البتہ اگر کسی حاکم مسلمان کے یہاں یہ مقدمہ پیش کیا جائے اور وہ کسی عالم سے فتویٰ حاصل کر کے صاحبین کے مذہب پر حکم کر دے یعنی زبان سے کہدے کہ میں نے یہ نکاح فسخ کر دیا تو نکاح باطل ہو جائے گا گو وہ حاکم کسی سلطان غیر مسلم کا مقرر کیا ہوا ہو یا کسی طریق سے زوج کو رضا مند کر کے خلع یا طلاق کی تدبیر کی جائے۔

والدليل على الشرائط الخمسة المذكورة هذه العبارات. في الدرالمختار: باب للولي إنكاح الصغير والصغيرة ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفء إن كان الولي أبا أوجدا لم يعرف منهما سوء الاختيار مجانة أو فسقا وإن عرف لا يصح النكاح اتفاقاً.

---

(۱) قالوا ينبغي أن تطلب مع رؤية الدم فإن رأته ليلا تطلب بلسانها فتقول فسخت وتشهد بعد الصبح وقالت: بلغت ساعة كذا واخترت نفسي. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۴۹۵)

ينبغي أن تبطل مع رؤية الدم فإن رأته ليلا تطلب بلسانها فتقول فسخت نكاحي وتشهد إذا أصبحت وتقول رأيت الدم الآن. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ۳/۲۱۴، كوئٹہ ۳/۱۲۲)

وإذا أدركت بالحيض لا بأس بأن تختار نفسها مع رؤية الدم، وإن رأت الدم في الليل تقول فسخت النكاح وتشهد إذا أصبحت وتقول إنما رأيت الدم الآن. (هندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/۲۸۶، جديد ۱/۳۵۲)

وفي رد المحتار: والحاصل: أن المانع هو كون الأب مشهورا بسوء الاختيار، فإذا لم يكن مشهورا بذلک، ثم زوج بنته من فاسق صح وإن تحقق بذلک أنه سيئ الاختيار (إلىٰ قوله) ولو كان المانع مجرد تحقق سوء الاختيار بدون الاشتهار. الخ وبعد أسطر، ثم اعلم أن مامرعن النوازل من أن النكاح باطل معناه سيبطل كما في الذخيرة لأن المسئلة مفروضة فيما إذا لم ترض البنت بعد ما كبرت كما صرح به . في الخانية والذخيرة: وغيرهما وعليه يحمل ما في القنية. الخ (۱)

وفي الدرالمختار: باب الكفائة في جزئية إلا إذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوجوها علىٰ ذلک ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم الخيار. (۲) وفيه لهما خيار الفسخ بالبلوغ (إلىٰ قوله) بشرط القضاء. اه (۳)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۱۷۰-۱۷۲، كراچي ۳/۶۵-۶۷۔

وللولي إنكاح المجنونة والصغير والصغيرة ولو ثيبًا فإن كان أبا أو جدا لزم وفي سكب الأنهر، ولاخيار لهم بالبلوغ ولو بغبن فاحش أو غير كفء عنده. وقالا: لا تجوز...... والصحيح قول الإمام كما في الجامع لوفور الشفقة إلا أن يكون الأب سكران، أو معروفًا بسوء الاختيار مجانة أو فسقًا فالعقد باطل عنده هو الصحيح. (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۴۹۴)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۲۰۸، كراچي ۳/۸۶۔

أما إذا شرطوا فأخبرهم بالكفاءة فزوجوها على ذلک ثم ظهر أنه غير كفئكان لهم الخيار.

(البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبة زكريا ديوبند ۳/۲۲۶، كوئٹه ۳/۱۲۸)

فلو زوجت نفسها من رجل، ولم تعلم أنه عبد أو حر فإذا هو عبد مأذون في النكاح فلا خيار لها كما في البحر ولو زوجها الولي برضاها ولم يعلم بعدم الكفاءة، ثم علم لاخيار له هذا إذا لم يشترط بالكفاءة، أما إذا اشترط أو عقد على أنه حر فإذا هو عبد مأذون فله الخيار.

(مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء و الأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۵۰۰)

(۳) الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۱۷۴-۱۷۶، كراچي ۳/۶۹-۷۰۔

وفيه وبطل خيار البكر للسكوت ولا يمتد إلىٰ اٰخر المجلس. اٰه (۱)

قلت: وما في البزازية: زوج بنته من رجل ظنه مصلحا لا يشرب مسكرا فإذا هو مدمن فقالت بعد الكبر لا أرضى بالنكاح إن لم يكن أبوها يشرب المسكر ولا عورف به وغلبة أهل بيتها مصلحون فالنكاح باطل اتفاقاً. اه (۲)

يحمل فيه قوله ظنه مصلحا على إخبار الزوج بأنه مصلح بناء علىٰ مامر من قول الدر المختار إلا إذا شرطوا الكفاءة. الخ ويحمل قوله باطل على معنى أنه سيبطل كما مر من تاويل عبارة النوازل فافهم. وفي رد المحتار عن شرح المجمع: أن تزويج الأب الصغيرة من غير كفء أو بغبن فاحش جائز عنده لاعندهما. اٰه (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۲/صفر ۱۳۲۱ھ (امداد، ص ۱۷، ج ۲)

← وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد، فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به، فإن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۱۷۶، كراچي ۳/۷۰)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۱۸۷-۱۸۸، كراچي ۳/۷۳-۷۴۔

وسكوت البكر رضا ولا يمتد خيارها إلى آخر المجلس أي مجلس البلوغ أو العلم فاللام للعهد فخيارها على الفور. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۴۹۵)

(۲) رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۲۱۴، كراچي ۳/۸۹۔

رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل ذكر أنه لا يشرب المسكر فوجده شريبًا مدمنا فبلغت الصغيرة وقالت لا أرضى قال الفقيه أبو جعفرؒ إن لم يكن أبو البنت يشرب المسكر وكان غالب أهل بيته الصلاح فالنكاح باطل. (خانية على الهندية، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۴/۳۵۳، جديد ۱/۲۱۴)

(۳) رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب مهم هل للعصبة تزويج الصغير امرأة غير كفء له، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۱۷۳، كراچي ۳/۶۸۔

سوال (۱۳۲۶): قدیم ۲/۴۷۰- ہندہ نابالغہ کا نکاح ایسے ولی کی ولایت سے ہوا کہ جس کے فسخ کا اختیار بعد بلوغ ہندہ کو حاصل ہے مگر نفاذِ فسخ کے واسطے چونکہ ترافع الی القاضی شرط ہے اور آج کل ہندوستان میں سلطنت کفار کی ہے کوئی قاضی اسلام ایسا مقرر نہیں جو تمام قصاص وحدود وغیرہ شرعیہ کا نفاذ کرے، کہیں پر تو کفار خود نزاعات بین المسلمین کا فیصلہ کرتے ہیں اور کہیں کفار کی جانب سے ایک مسلمان حاکم ہے کہ نزاع باہمی کا فیصلہ کرے اور کسی جگہ ان کی طرف سے عالم مقرر ہے کہ بعض نزاع بین المسلمین کا موافق شرع کچھ فیصلہ کردیا کرے اور کہیں کوئی مقرر نہیں بلکہ وہاں پر مسلمان کسی عالم کو اپنے امور کا حکم بنا لیتے ہیں آیا صورۃ اولیٰ میں اگر فسخ نکاح ہوا تو وہ فسخ شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اور صورۃ ثانیہ وثالثہ ورابعہ کا کیا حکم ہے آیا اُن لوگوں کا فیصلہ فسخ نکاح میں جوکہ موافق حکم شرعی ہوا ہو معتبر ہوگا یا نہیں؟ اور ان سب صورتوں میں حکم واحد ہے یا کچھ تفصیل ہے اور بوجہ معدوم ہونے قاضی اسلام کے ہندہ کو خود فسخ کا اختیار ہے یا نہیں نیز اس وقت میں جملہ امور میں جوکہ مفوض بقضاء قاضی ہیں پیش آتے ہیں ان میں کیا تدبیر کی جاوے؟

الجواب: في الدرالمختار في خيار الفسخ بشرط القضاء للفسخ. وفي رد المحتار: أي هذا الشرط إنما هو للفسخ لا لثبوت الاختيار. ج: ٢، ص: ٥٠٢. (١)

وفي الدرالمختار: كتاب القضاء: يجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافرا. اه (٢)

---

(١) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب مهم هل للعصبة تزويج صغير امرأة غير كفء له، مكتبة زكريا ديوبند ١٧٦/٤، كراچي ٧٠/٣۔

أما الفسخ المتوقف على القضاء فهو في الجملة يكون في الأمور الآتية عدم الكفاءة، نقصان المهر عن مهر المثل، إباء أحد الزوجين الإسلام إذا أسلم الآخر ...... خيار البلوغ لأحد الزوجين عند الحنفية إذا زوجهما في الصغر غير الأب والجد. (الموسوعة الفقهية الكويتية ١٣٧/٣٢)

أما فرق الفسخ المتوقفة على القضاء فهي: الفرقة بسبب عدم الكفاءة، الفرقة بسبب نقصان خيار البلوغ لأحد الزوجين عند الحنفية إذا زوجهما في الصغر غير الأب والجد.

(الفقة الإسلامي وأدلته، كتاب الطلاق، مكتبة هدى انٹرنیشنل ديوبند ٣٤٢/٧)

(٢) الدر المختار مع الشامي، كتاب القضاء، مكتبة زكريا ديوبند ٤٣/٨، كراچي ٣٦٨/٥۔

وفي الهداية: ولاتصح ولاية القاضى حتىٰ يجتمع في المولى شرائط الشهادة. اه أي من العقل والبلوغ والإسلام (۱) في الهداية فإذا حكم رجلان رجلا فحكم بينهما ورضيا بحكمه جاز لأن لهما ولاية علىٰ أنفسهما فصح تحكيمهما وينفذ حكمه عليهما. (۲) قال العينى: لا على غيرهما حتىٰ لو ظفر المشترى بعيب فحكم هو والبائع رجلا فرد على البائع بحكمه لم يكن للبائع أن يرده على بائعه. اه.(۳)

← **ويجوز تقليد القضاء من السلطان العادل والجائر ومن أهل البغي ...... وأطلق في الجائر فشمل المسلم والكافر كما ذكره مسكين معزيا إلى الأصل.** (البحر الرائق، كتاب القضاء، فصل في التقليد، مكتبة زكريا ديوبند ۶/ ۴۶۰-۴۶۱، كوئٹه۶/ ۲۷۴)

يجوز تقليد القضاء من السلطان العادل أو الجائر ......وذكر في الملتقط ...... والإسلام ليس بشرط فيه أي في السلطان الذي يقلد. (تاتارخانية، كتاب أدب القاضي، الفصل الأول من يجوز له تقليد القضاء، مكتبة زكريا ديوبند ۱۱/ ۸، رقم: ۱۵۳۳۹-۱۵۳۴۰)

(۱) هداية، كتاب أدب القاضي، مكتبة اشرفية ديوبند ۳/ ۱۳۱۔

ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولىٰ شرائط الشهادة كذا في الهداية: من الإسلام والتكليف والحرية وكونه غير أعمى ولا محدودا في قذف. (هندية، كتاب أدب القاضي، الباب الأول، مكتبة زكريا ديوبند قديم۳/ ۳۰۷، جديد ۳/ ۲۷۶)

وأهله أهل الشهادة وفي الشامية: وحاصله أن شروط الشهادة من الإسلام والعقل والبلوغ والحرية وعدم العمى والحد في قذف شروط لصحة توليته ولصحة حكمه بعدها. (الدر المختار مع الشامي، كتاب القضاء، مطلب الحكم الفعلي، مكتبة زكريا ديوبند ۸/ ۲۳، كراچي ۵/ ۳۵۴)

(۲) هداية، كتاب أدب القاضي، باب التحكيم، مكتبة اشرفية ديوبند ۳/ ۱۴۴۔

ولو حكم الخصمان من يصلح قاضيا ليحكم بينهما صح ونفذ حكمه عليهما. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب القضاء، فصل في التحكيم، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۲۴۱)

حكما رجلا ليحكم بينهما فحكم ببينة أو إقرار أو نكول في غير حد وقود ودية على العاقلة صح لو صلح المحكم قاضيا ...... فإن حكم لزمهما. (البحر الرائق، كتاب القضاء، باب التحكيم، مكتبة زكريا ديوبند ۷/ ۴۳-۴۴، كوئٹه۷/ ۲۵-۲۶)

(۳) حاشية هداية، كتاب أدب القاضي، باب التحكيم، مكتبة اشرفية ديوبند ۳/ ۱۴۴۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے اول صورت اولیٰ میں فسخ معتبر نہ ہوگا صورۃ ثانیہ میں معتبر ہوگا اورصورۃ ثالثہ میں اگر اس عالم کو حاکمانہ اختیارات دیئے گئے ہیں تو مثل صورۃ ثانیہ کے فسخ معتبر ہوگا اوراگر صرف درجۂ مفتی میں ہے تو معتبر نہ ہوگا اورصورت رابعہ میں جن لوگوں نے حکم بنایا ہے اُن کے حق میں معتبر ہوگا دوسروں کے حق میں نہ ہوگا پس مقضی لہ و مقضی علیہ دونوں کا حکم بنانا شرط ہے۔

(۲) خود ہندہ کو اختیار نہیں۔

(۳) سب مل کر حاکم وقت سے درخواست کریں کہ ایسے امور کے لئے ایک مسلمان حاکم مقرر کردے۔ واللہ اعلم

۴/ صفر ۱۳۲۵ھ (امداد، ص ۸۱، جلد ۳)

(۱) **سوال** (۱۳۲۷): قدیم ۲/ ۱۷۴ - ازیں کہ بعد رخصت ارادہ فسخ نکاح کند (وآں نکاح از غیراب وجد واقع شدہ) دراں وقت گواہ نمودن ضروری ست یا نہ ودرمیان قبل رخصت وبعد رخصت درباب فسخ فرق ہست یا نہ اگر ہست چگونہ؟

(۲) **الجواب**: في الدرالمختار: باب الولي: لهما أي لصغير و صغيرة خيار الفسخ ولو بعدالدخول بالبلوغ أوالعلم بالنكاح بعده(۳). و فيه وشرط للكل القضاء.(۴)

---

(۱) **ترجمۂ سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رخصتی کے بعد نکاح کو فسخ کرنے کا ارادہ کیا اور وہ نکاح باپ اور دادا کے علاوہ کی جانب سے ہوا تھا، اس وقت گواہوں کو بتانا ضروری ہے یا نہیں؟ اورفسخ کے باب میں رخصتی سے پہلے اوررخصتی کے بعد فرق ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیا؟

(۲) **ترجمۂ جواب**: درمختار باب الولی میں ہے: ”**لهما أي لصغير وصغيرة (إلى قوله) إحياء الحق**“ ان روایات سے تمام اجزاء کا جواب حاصل ہوگیا۔

(۳) الدرالمختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ٤/١٧٤-١٧٥، كراچي ٣/٦٩۔

(۴) الدرالمختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ٤/١٧٤-١٧٥، كراچي ٣/٧١۔

وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ...... **ويشترط فيه القضاء.** (هداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، مكتبة اشرفية ديوبند ٢/٣١٧) ←

وفيـه ولايمتد إلىٰ اٰخر المجلس (۱). وفيـه وتشهد قائلة بلغت الاٰن ضرورة إحياء الحق. (۲)

ازیں روایات جواب جمیع اجزاء حاصل شد۔

۱۸/محرم الحرام ۱۳۴۲ھ (تتمہ خامسہ، ص ۲۴۹)

← هـنـدية، كتـاب الـنـكـاح، الباب الرابع في الأولياء، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/۲۸۵، جديد ۱/۳۵۱۔

للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولاجـد بشـرط قضاء القاضي بالفرقة. (البحـر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۳/۲۱۱، كوئٹه ۳/۱۲۰)

(۱) الـدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ٤/۱۸۸، كراچي ۳/۷٤۔

ولا يـمتـد خيـارهـا إلـى آخـر المجلس أي مجلس البلوغ أو العلم فاللام للعهد فـخيـارها على الفور. (مـجـمـع الأنهـر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت ۱/٤۹٥)

واستـفيـد مـن بـطلانه بسكوتها أنه لا يمتد إلى آخر المجلس. (البحـر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ۳/۲۱٤، كوئٹه ۳/۱۲۲)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب في فرق النكاح، مكتبة زكريا ديوبند ٤/۱۸۹، كراچي ۳/۷٤۔

قـالـوا يـنـبـغي أن تـطـلـب مع رؤية الدم فإن رأته ليلا تطلب بلسانها فتقول فسخت وتشهد بعد الصبح وقالت بلغت ساعة كذا واخترت نفسي. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ۱/٤۹٥)

يـنـبـغي أن يبـطـل مـع رؤية الدم فإن رأته ليلا تطلب بلسانها فتقول فسخت نكاحي وتشهـد إذا أصبـحـت وتقول رأيت الدم الآن. (البـحـر الـرائـق، كتـاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ۳/۲۱٤، كوئٹه ۳/۱۲۲)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

سوال (۱۳۲۸): قدیم ۲/ ۱۷۴- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی جس کے ماں باپ مرگئے ہیں صرف ایک نانی رہ گئی ہے اور دادی کا نکاح کیا ہوا تھا جس کے یہاں نکاح کیا گیا تھا وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے لڑکے سے طلاق دلوادیں گے تو طلاق تو ہو نہیں سکتی کیونکہ لڑکا لڑکی دونوں نابالغ ہیں اب جس وقت لڑکی جوان ہوجاوے اور وہ یہ کہدے کہ میں اس کے یہاں نہیں رہتی تو نکاح ٹوٹ سکتا ہے یعنی طلاق ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: **في رد المحتار: وهل تقدم أم الأب عليها (أي على أم الأم) أو تتأخر عنها أو تزاحمها (إلىٰ قوله) وقد يقال قرابة الأب لها حكم العصبة فتقدم أم الأب فليتأمل الخ. ملخصا قلت: وجزم الخير الرملي بهذا الأخير فقال: قيد في القنية بالأم لأن الجدة لأب أولىٰ من الجدة لأم قولا واحدا، ثم قال: وما جزم به الرملي أفتى به في الحامدية (۱) ج: ۲،ص: ۲ ۱ ۵. وفي درالمختار: لهما أي لصغير و صغيرة خيار الفسخ ولوبعد الدخول في البلوغ (إلىٰ قوله) بشرط القضاء. (۲) ج ۱،ص ۱ ۵۰و ص ۵۰۲.**

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب الولي، مطلب: لايصح تولية الصغير شيخًا على خيرات، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۱۹۵، كراچي ۳/۷۸۔

فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم، ثم أم الأب، ثم أم الأم. (الفقه الإسلامي وأدلته، الزواج وآثاره، مكتبة هدى انٹرنيشنل ديوبند ۷/۲۰۱)

وقيد فيها بالأم لأن الجدة لأب أولىٰ من الجدة لأم قولا واحدا فتحصل بعد الأم أم الأب، ثم أم الأم. (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ۳/۲۱۹، كوئٹه ۳/۱۲۴)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۱۷۴-۱۷۶، كراچي ۳/۶۹-۷۰۔

وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح، وإن شاء فسخ وهذا عند أبي حنيفة ومحمدؒ ويشترط فيه القضاء. (هندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ۱/۲۸۵، جديد ۱/۳۵۱)

هداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، مكتبة اشرفية ديوبند ۳/۳۱۷۔

ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ۳/۲۱۱، كوئٹه ۳/۱۲۰)

ان روایات کی بناء پر جواب مسئلہ کا یہ ہے کہ جب اُس نابالغ لڑکی کا نکاح ماں باپ کے مرنے کے بعد دادی نے کر دیا تو نکاح ہو گیا گو نانی کی اجازت نہ ہوا اور اس لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد نکاح توڑنے کا اختیار شرعاً تھا مگر اس میں قضاء قاضی شرط ہے جو یہاں مفقود ہے؛ اس لئے اب کوئی صورت نکاح ٹوٹنے کی نہیں ہوسکتی۔ بجز اس کے کہ لڑکا بالغ ہو کر طلاق دیدے جب تک ایسا نہ ہو اُس لڑکی کا دوسرا عقد نہیں ہوسکتا۔(۱)

۷/ رمضان ۴۲ھ (تتمہ خامسہ ،ص۲۹۴)

جھوٹی شہادت سے نابالغہ کا نکاح مسلم حاکم کے حکم سے ختم ہو جانا

سوال (۱۳۲۹): قدیم ۲/۲۷۴- مسماۃ کا باپ مرگیا بے رحم چچا نے مسماۃ کا نکاح اُس کی غیر موجودگی میں اپنے رشتہ داروں میں کر دیا اور اُس کے عوض میں اپنے دوسرے لڑکے کا ناتہ لے لیا۔ مسماۃ کی بڑی دو بہنیں بالغ ہو کر جب گھر والی ہوئیں مسماۃ ابھی نابالغ تھی خیار بلوغ کے شرائط اور قیود خاصہ سے پوری واقفیت حاصل کر کے ان دو بہنوں نے بغرض مخلصی ورستگاری اسے بھی کماینبغی تعارف و واقفیت کرادی اور تنہائی میں اس سے ان شرائط کا احیاناً امتحان بھی لے لیا کرتیں۔ حُسن اتفاق سے ایک دن مسماۃ اپنی دو بہنوں کے پاس بیٹھی تھی کہ اسے آثارِ بلوغ نمودار ہوئے اس نے ظاہر ہوتے ہی اپنے منھ سے اپنی دونوں بہنوں کے سامنے تین دفعہ کہدیا کہ جو میرا نکاح میرے چچا نے فلاں بن فلاں سے کر دیا تھا میں نے اُسے توڑ دیا بہنوں نے مسماۃ کو اپنے ماموں اور اپنے اخیافي بھائی کے یہاں بھیج دیا اُس نے تمام ماجرا بیان کیا۔ ماموں چونکہ ایک ذی علم اور سمجھدار آدمی تھا اُس نے مسماۃ سے حلفیہ بیان لیا نیز اُس کی دونوں بہنوں کو بلوا بھیجا

---

(۱) **ولایجوز نکاح منکوحة الغیر و معتدة الغیر عند الکل.** (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب النکاح، الفصل الثامن، ما یجوز من الأنکحة و ما لا یجوز، مکتبة زکریا دیوبند ٤/٦٦، رقم: ٥٥٤٤)

لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره. (هندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، مکتبة زکریا دیوبند قدیم ١/٢٨٠، جدید ١/٣٤٦)

أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته (إلی قوله) لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: في النکاح الفاسد، مکتبة زکریا دیوبند ٤/٢٧٤، کراچي ٣/١٣٢) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

انھوں نے بھی حلفیہ بیان کیا کہ آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی اُس نے اپنا نکاح فسخ کیا ہے۔ سوتیلے بھائی نے عدالت میں چارہ جوئی کی۔ جج صاحب کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہوا۔ جج صاحب نے لڑکی کو آزاد کر دیا جج صاحب مسلمان ہیں۔ ذی علم ہونے کے علاوہ متقی متشرع صوم وصلوٰۃ کا پابند اور داڑھی مولویوں کی سی ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ کا سابقہ نکاح جو ستمگر چچا نے کر دیا تھا وہ فسخ ہو گیا ہے یا نہیں۔ ونیز نابالغہ کا نکاح جب حقیقی چچا کر دیوے تو اسے بعد از بلوغ فسخ کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ شرائط فسخ کے کیا ہیں جب انڈیا اسلامی سلطنت نہیں تو یہاں قضاء قاضی کیونکر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جج صاحب کا فیصلہ قضاء قاضی کے قائم مقام ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: في الدر المختار: وللولي إنكاح الصغير والصغيرة (إلیٰ قوله) وإن كان المزوج غيرهما أي غير الأب وأبيه لا يصح النكاح من غير كفء أو بغبن فاحش أصلا، وإن كان من كفء بمهر المثل صح؛ ولكن لهما أي الصغير والصغيرة وملحق بهما خيار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده (إلیٰ قوله) بشرط القضاء للفسخ. وفي رد المحتار: وحاصله: أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ والعلم به، فإن اختار الفسخ لايثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. ج:۲، ص ۴۹۹ تا ۵۰۲.(۱)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب: مهم هل للعصبة تزويج الصغير والصغيرة من غير كفئكفء له، مكتبة زكريا ديوبند ٤/١٦٩-١٧٦، كراچي ٣/٦٥-٧٠۔

وللولي خاصة، ولو غير أب إنكاح المجنونة ولو كبيرة ثيبا والصغير والصغيرة (إلى قوله) وإن كان المزوج غير هما أي غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضي في الأصح فلهما الخيار إذا بلغا إن كان من كفء وبمهر المثل، وإلا فلا يصح أصلا على الصحيح لتقيد الولاية بالنظر ...... وشرط القضاء للفسخ في خيار البلوغ المذكور. (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ١/٤٩٤-٤٩٦)

وللولي إنكاح الصغير والصغيرة ...... ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء أي للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولاجد بشرط قضاء القاضي بالفرقة. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ٣/٢٠٨-٢١١، كوئٹه ٣/١١٨-١٢٠) ←

وفي الدرالمختار: ولا يمتد إلىٰ اٰخرالمجلس. وفي رد المحتار: فلوسكتت ولوقليلا بطل خيارها ولو قبل تبدل المجلس. ج: ۲، ص: ۵۰۷. (۱) في الدرالمختار: وتشهد قائلة بلغت الاٰن وتحصل من مجموع ذٰلک أنها. .... لو قالت: بلغت الاٰن وفسخت تصدق بلابينة ولايمين، ولوقالت: فسخت حين بلغت تصدق بالبينة أواليمين ولوقالت بلغت أمس وفسخت فلا بد من البينة لأنها لاتملک إنشاء الفسخ في الحال بخلاف الصورة الثانية حيث لم تسنده إلىٰ الماضي فقد حكت ماتملک استينافه فقد ظهر الفرق بين الصورتين وإن خفي علىٰ صاحب الفصولين كما أفاده في نور العين. ج۲، ص۵۰۲. (۲)

← **لولي الصغير والصغيرة أن ينكحهما (إلى قوله) وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح، وإن شاء فسخ وهذا عند أبي حنيفة ومحمدؒ ويشترط فيه القضاء.** (هندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/ ۲۸۵، جديد ۱/ ۳۵۱)

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب: في فرق النكاح، مكتبة زكريا ديوبند ۴/ ۱۸۸، كراچي ۳/ ۷۴۔

وسكوت البكر حين البلوغ رضا ...... ولا يمتد خيارها إلى آخر المجلس أي مجلس البلوغ أو العلم فاللام للعهد فخيارها على الفور. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۹۵)

واستفيد من بطلانه بسكوتها أنه لا يمتد إلى آخر المجلس. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ۳/ ۲۱۴، کوئٹہ۳/ ۱۲۲)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب في فرق النكاح، مكتبة زكريا ديوبند ۴/ ۱۸۹، كراچي ۳/ ۷۴۔

وإذا أدركت بالحيض لا بأس بأن تختار نفسها مع رؤية الدم، وإن رأت الدم في الليل تقول فسخت النكاح وتشهد إذا أصبحت وتقول إنما رأيت الدم الآن؛ لأنها لاتصدق ان تقول رأيت الدم في الليل وفسخت. (هندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/ ۲۸۶، جديد ۱/ ۳۵۲)

ينبغي أن تبطل مع رؤية الدم فإن رأته ليلا تطلب بلسانها فتقول: فسخت نكاحي وتشهد ←

وفي الدر المختار: ويجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافراً. ج:۴، ص:۴۷۸.(۱) وفي رد المحتار: بخلاف ما إذا كان المجتهد فيه نفس المقضى به قبل القضاء فإن القضاء به نافذ بدون تنفيذ وإذا رفع إلىٰ آخر نفذه وإن لم يكن مذهبه وهذا مامر في قوله وإذا رفع إليه حكم قاض آخر نفذه وبخلاف ماخالف الدليل فإنه لا ينفذ وإن نفذه ألف قاض كما قاله الزيلعي وهذا مامر في قوله إلا ماخالف كتاباً أو سنة مشهورة أو إجماعاً. اھ ج۴، ص ۵۱۳. (۲)

روایات مذکورہ سے اُمور ذیل مستفاد ہوئے۔

نمبر۱: نابالغہ کا نکاح جب اُس کا چچا کر دے تو بمجرد بلوغ اُس کو فسخ کر دینے کا اختیار ہے۔

نمبر ۲: شرائط فسخ بھی معلوم ہوئے۔

نمبر ۳: مسلمان جج گو غیر مسلم سلطنت کا مقرر کیا ہوا ہو شرعی قاضی ہے۔

نمبر ۴ : نفاذ قضاء قاضی مشروط ہے اس کے ساتھ کہ خلافِ شریعت فیصلہ نہ ہو۔

اب جواب کے لئے بعد ان روایات کے اس تحقیق کی ضرورت ہے کہ صاحب جج نے یہ فیصلہ کس شہادت کی بناء پر کیا۔ جواب اس پر موقوف ہے۔ ۶/ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

← إذا أصبحت وتقول رأيت الدم الآن.وقيل: لمحمد كيف يصح وهو كذب وإنما أدركت قبل هذا؟ فقال: لا تصدق في الإسناد فجاز لها أن تكذب كيلا يبطل حقها. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ۲۱۴/۳، كوئٹه۱۲۲/۳)

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب القضاء، مكتبة زكريا ديوبند ۴۳/۸، كراچي ۳۶۸/۵۔

ويجوز تقليد القضاء من السلطان العادل أو الجائر وذكر في الملتقط: والإسلام ليس بشرط فيه أي في السلطان الذي يقلد. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أدب القاضي، الفصل الأول، مكتبة زكريا ديوبند ۱۱/۸، رقم: ۱۵۳۳۹-۱۵۳۴۰)

ويجوز تقليد القضاء من السلطان العادل والجائر ...... وأطلق في الجائر فشمل المسلم والكافر. (البحر الرائق، كتاب القضاء، فصل في التقليد، مكتبة زكريا ديوبند ۴۶۰/۶-۴۶۱، كوئٹه۲۷۴/۶)

(۲) رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في الحكم بما خالف الكتاب أو السنة أوالإجماع، مكتبة زكريا ديوبند ۹۱/۸، كراچي ۴۰۳/۵۔

پھر سائل نے اس کا جواب خط سے اس طرح دیا کہ گواہ صرف دو بہنیں تھیں اور اُن کو چچا نے گواہی سے روک دیا لہٰذا احیاءِ حق کی غرض سے دو جعلی گواہوں سے شہادت دلوائی، انھوں نے عدالت میں بیان کیا کہ ہمارے سامنے مسماۃ نے بیان کیا کہ میں اسی وقت اس مجلس میں تمھارے سامنے بالغ ہوئی ہوں اور اپنا نکاح فسخ کرتی ہوں؛ حالانکہ ان دو گواہوں کے سامنے نہ وہ بالغ ہوئی اور نہ اُن کے سامنے یہ بیان کیا بلکہ ان دو گواہوں کے سامنے اس لڑکی نے وہی سچا واقعہ بیان کیا۔اھ ملخصاً۔اور سائل نے جج کے فیصلہ کی نقل بھی بھیجی اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اُنھوں نے ان ہی کی شہادت پر فسخ کو نافذ کیا ہے؛ لہٰذا جواب ذیل یہاں سے لکھا گیا:

الجواب: درصورتِ مسئولہ یہ نکاح فسخ ہوگیا۔

والشاهدان وإن كانا شاهدى زور يأثمان؛ بهذه الشهادة ويجب عليهما التوبة لكن القضاء نفذظاهراً وباطناً وإن ظهر كونهما شاهدى زور لاينفسخ القضاء ولايزول أثره كما في العالمگيرية: ومن جملة صور الفسخ وصبى وصبية سبيا وهما صغيران فكبرا وأعتقا ثم تزوج أحدهما الآخر ثم جاء حربى مسلماً وأقام بينة انهاولداه فالقاضي يقضي بينهما ويفرق بينهما فإن رجع الشاهدان عن شهادتهما حتىٰ تبين أنهما شهدا بزور لايسع للزوج وطؤهاعند أبي حنيفةؒ لأنه مقضى عليه بالحرمة وقد نفذالقضاء ظاهراً وباطناً وكذلك على قول محمدؒ لايسع للزوج وطؤها لأنه لايعلم بحقيقة كذب الشهود. ج:۲، ص:۱۸۲-۱۸۳. (۱)

(تتمہ خامسہ، ص۱۵۹)

---

(۱) هندية، كتاب القضاء، الباب السابع عشر فيما إذا وقع القضاء بشهادة الزور، ولم يعلم القاضي به، مكتبة زكريا ديوبند قديم۳/۳۵۱، جديد ۳/۳۱۱۔

وينفذ القضاء بشهادة الزور ظاهرا وباطنا في العقود كبيع ونكاح والفسوخ كإقالة وطلاق. وفي الشامية قوله: والفسوخ أراد بها ما يرفع حكم العقد فيشمل الطلاق ومن فروعها ادعت أنه طلقها ثلاثا وهو ينكر وأقامت بينة زور فقضى بالفرقة فتزوجت بآخر بعد العدة حل له وطؤها عند الله تعالىٰ وإن علم بحقيقة الحال وحل لأحدالشاهدين أن يتزوجها ويطأها ولا يحل للأول وطؤها ولا يحل لها تمكينه بحر. (الدر المحتار مع الشامي، كتاب القضاء، مطلب في القضاء بشهادة الزور، مكتبة زكريا ديوبند ۸/۹۴-۹۵، كراچي ۵/۴۰۵-۴۰۶) ←

احکام خلع

سوال (۱۳۳۰): قدیم ۲/۴۷۵ - (۱) خلع نزد ابوحنیفہؒ کے طلاق بائن ہے یا کہ فسخ ہے؟

(۲) خلع کے بعد طلاق دینی چاہیے یا فقط خلع سے بیوی اجنبی ہوجاتی ہے؟

(۳) فسخ میں نکاح وہی رہتا ہے یا کہ دوسرا نکاح ہونا چاہیے؟

(۴) اور کے مہینے کی عدت کرنی چاہیے؟

الجواب: (۱) طلاق بائن ہے۔(۱)

(۲) اُس کے بعد طلاق دینے کی حاجت نہیں۔

(۳) فسخ میں نکاح نہیں رہتا ہے۔(۲)

← البحر الرائق، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره، مكتبة زكريا ديوبند ۲۵/۷، كوئته ۷/۱۴-۱۵۔

والقضاء بحل أو حرمة ينفذ ظاهرا وباطنا ولو بشهادة زور إذا أدعى بسبب معين من العقود والفسوخ كالنكاح والطلاق. (مجمع الأنهر، كتاب القضاء، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲۳۷)

(۱) **عن ابن عباسؓ أن النبي صلى الله عليه وسلم جعل الخلع تطليقة بائنة.** (سنن الدار قطني، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۳۱، رقم: ۳۹۸۰)

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة. (هداية، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبة اشرفية ديوبند ۲/۴۰۴)

وفي الزاد: وإذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال. (الفتاوى التارتاخانية، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشر في الخلع، مكتبة زكريا ديوبند ۵/۵، رقم: ۷۰۷۱)

وحكمه أن الواقع به أي بالخلع ولو بلا مال وبالطلاق الصريح على مال طلاق بائن. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبة زكريا ديوبند ۵/۹۱، كراچي ۳/۴۴۴)

(۲) **الفسخ: في الاصطلاح ...... ارتفاع حكم العقد من الأصل كأن لم يكن ...... فيستعمل الفسخ أحيانا بمعنى رفع القيد من أصله كما في الفسخ بسبب أحد الخيارات.** (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۲/۱۳۱)

(۴) طلاق اور فسخ دونوں میں عدت واجب ہے۔ حائضہ کو تین حیض صغیرہ اور کبیرہ کو تین ماہ اور حاملہ کو وضع حمل۔

في الدر المختار: باب العدة، وهی في حرة تحيض لطلاق أو فسخ الخ. (۱)

البتہ فسخ میں عدد طلاق نہیں کم ہوتا اور اُس کے بعد طلاق واقع نہیں ہوتی کذا فی الدر المختار باب الولی۔ (۲)

۹/ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ (امداد ثانی، ص ۷۶)

سوال (۱۳۳۱): قدیم ۲/ ۴۷۵- حالتِ خلع میں جو بی بی کی جانب سے ہوتا ہے دین مہر شوہر کو ادا کرنا چاہیے یا کیا طریقہ خلع کا ہے؟ فقط

← بدائع الصنائع، كتاب البيوع، فصل وأما شرائط الصحة، مكتبة زكريا ديوبند ٣٩٧/٤، كراچي ١٨٢/٤۔

تبيين الحقائق، كتاب القضاء، باب مسائل شتى، مكتبة زكريا ديوبند ١٢٥/٥، كراچي ١٩٧/٤۔

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبة زكريا ديوبند ١٨١/٥، كراچي ٥٠٤/٣۔

وإذا طلق الرجل امرأته بائنا أو رجعيا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء لقوله تعالىٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ. [البقرة: ٢٢٨] ......**وإن كانت ممن لا تحيض من صغر أو كبر فعدتها ثلاثة أشهر. لقوله تعالىٰ: وَاللّٰائِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُر.** [سورة الطلاق: ٤]......**وإن كانت حاملا فعدتها أن تضع حملها لقوله تعالىٰ: وأولات الأحمال أنها يضعن حملهن.** [طلاق: ٤]

هداية، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبة اشرفية ديوبند ٤٢٢/٢-٤٢٣۔

(۲) **ثم الفرقة إن كانت من قبلها ففسخ لا ينقص عدد طلاق ولا يلحقها طلاق أي لا يلحق المعتدة بعدة الفسخ في العدة طلاق ولو صريحا.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ١٧٦/٤، كراچي ٧٠/٣)

وإنما عبر بالفسخ ليفيد أن هذه الفرقة فسخ لا طلاق فلا ينقص عدده ...... **والمعتدة بعدة الفسخ لا يلحقها طلاق آخر في العدة.** (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ٢١٢/٣-٢١٣، كوئٹہ ١٢٠/٣-١٢١)

النهر الفائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ٢١٠/٢-٢١١۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: طریقہ خلع کا یہ ہے کہ دونوں میاں بی بی میں ناموافقت ہوئی عورت نے کچھ مال دینا طے کیا کہ لیکر مجھے چھوڑ دے اور اُس مرد نے منظور کرلیا پس یہ خلع ہوگیا اور طلاق بائن پڑگئی اور عورت پر مال مذکور واجب ہوگیا (۱) اور اگر مہر سے کم پر کیا ہے تو وہ مقدار مرد سے ساقط ہوگئی (۲) باقی ذمہ رہا اور جو مہر سے زیادہ پر کیا تو سارا مہر ساقط ہوگیا اور زیادتی عورت پر واجب رہی پھر یہ کہ یہ زیادتی لینی مرد کو جائز ہے یا نہیں تو عنداللہ تو مکروہ ہے لیکن حاکم دلوادے گا۔

وإن كان النشوز منها كرهنا له أن يأخذ منها أكثر مما أعطاها ولو أخذالزيادة جاز في القضاء. هداية جلد أول، ص ۳۸۵. (۳)

۲۶/ربیع الاول ۱۳۰۱ھ (امداد ثانی، ص ۷۶)

---

(۱) عن ابن عباسؓ قال: جاءت امرأة ثابت بن قيس بن شماس إلى النبي صلي الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! ما أنقم على ثابت في دين ولا خلق إلا أني أخاف الكفر، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فتردين عليه حديقته فقالت: نعم فردت عليه وأمره ففارقها. (صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب الخلع، وكيف الطلاق فيه ۲/۷۹۵، رقم: ۵۰۷۶، ف: ۵۲۷۶)

في الملخص والإيضاح: الخلع عقد يفتقر إلى الإيجاب والقبول يثبت الفرقة ويستحق عليها العوض...... وفي الهداية: وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله تعالىٰ فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به. وفي الزاد: وإذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشر في الخلع، مكتبة زكريا ديوبند ۵/۵، رقم: ۷۰۷۱)

هداية، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبة اشرفية ديوبند ۲/۴۰۴۔

(۲) رجل خلع امرأته بمالها عليه من المهر -إلى- كان الخلع بمهرها إن المهر على الزوج يسقط. (هندية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/۴۸۹، جديد ۱/۵۴۹)

(۳) هداية، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبة اشرفية ديوبند ۲/۴۰۴۔

وإن كان النشوز من قبلها كرهنا له أن يأخذ أكثر مما أعطاها من المهر؛ ولكن مع هذا يجوز أخذ الزيادة في القضاء. (هندية، كتاب الطلاق، الباب الثامن: في الخلع وما في حكمه، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/۴۸۸، جديد ۱/۵۴۸) ←

خلع میں شوہر کا بالغ ہونا شرط

سوال (۱۳۳۲): قدیم۲/ ۴۷۶- (۱) ہندہ نابالغہ کا عقد بکر نابالغ کے ساتھ ہوا۔

(۲) ہندہ نے وقت بلوغ اپنے بوجہ نابالغی بکر عدالت مجاز میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ کیا جس میں ہندہ کامیاب رہی چونکہ ہندہ شرع محمدی کی پابند ہے بوجوہاتِ ذیل اپنے شوہر سے خلع چاہتی ہے؟

(وجہ اول) ہندہ بالغ ہے بکر بوجہ نابلوغیت حق زوجیت ادا نہیں کرسکتا۔

(دوم) بوجہ بدمزاجی وبدلیاقتی ورنج سابق ورنجش عدالتی بکر کے بالغ ہونے پر بھی ہندہ کو بکر سے اُمید بہبودی بالکل مفقود ہے۔

(سوم) تابلوغ بکر ہندہ کو اپنے تحفظ عصمت کے علاوہ دین اسلام سے منحرف ہونے کا اندیشہ ہے، پس بوجوہاتِ بالا کیا شرع محمدی بکر نابالغ یا اُس کے ولی کو خلع کرنے پر مجبور کرسکتی ہے۔ اگر مجبور کرسکتی ہے تو بحوالہ کتب مع صفحہ وغیرہ کے حکم نافذ فرمایا جاوے؟

الجواب: في الدرالمختار: وشرطه (أي الخلع) كالطلاق. وفي رد المحتار: وهو أهلية الزوج وكون المرأة محلا للطلاق الخ ج ۲، ص ۵۱۹. (۱)

← وكره تحريما أخذ شيء ويلحق به الإبراء عما لها عليه إن نشز، وإن نشزت لا ولو منه نشوز أيضًا ولو بأكثر مما أعطاها على الأوجه فتح وصحح الشمني كراهة الزيادة، وتعبير الملتقي لا بأس به يفيد أنها تنزيهية وبه يحصل التوفيق. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبة زكريا ديوبند ۵/۹۳-۹۵، كراچي ۳/۴۴۵) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبة زكريا ديوبند ۵/۸۸، كراچي ۳/۴۴۱۔

وشرطه شرط الطلاق. (هندية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/۴۸۸، جديد ۱/۵۴۸)

مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الخلع، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۱۰۱۔

يشترط في الخلع ما يأتي: أهلية الزوج لإيقاع الطلاق: بأن يكون بالغا عاقلا في رأي الجمهور ...... فكل من لا يصح طلاقه لا يصح خلعه كالصبي والمجنون والمعتوه←

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب تک لڑکا بالغ نہ ہوجائے خلع نہیں ہوسکتا۔ اور بالغ ہونے کے بعد بھی شرط یہ ہے کہ وہ اپنی رضا مندی سے خلع کرے کوئی اُس کو مجبور نہیں کرسکتا۔(۱)

۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۹۹)

← **ومن اختل عقله لمرض أو كبر سن.** (الفقه الإسلامي وأدلته، انحلال الزوج وآثاره الخلع، مكتبة هدى انٹرنيشنل ديوبند ٤٦٨/٧)

(۱) **وأما ركنه فهو الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولايستحق العوض بدون القبول.** (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في ركن الخلع، مكتبة زكريا ديوبند ٢٢٩/٣)

رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبة زكريا ديوبند ٨٨/٥، كراچي ٤٤١/٣ ـ

والخلع جائز عند السلطان وغيره؛ لأنه عقد يعتمد التراضي كسائر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض. (المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق، باب الخلع، دارالكتب العلمية بيروت ١٧٣/٦)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳/ باب في الظهار والإيلاء

کسی نے کہا ایک سال تک تیرے ساتھ جماع کروں تو اپنی ماں بہن کے ساتھ کروں اور بعد میں کہا کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی

سوال (۱۳۳۳): قدیم۲/ ۴۷۶- بکر نے اپنی بی بی منکوحہ کو بحالتِ غصہ یوں کہا کہ اگر میں ایک سال تک تمہارے ساتھ جماع کروں تو اپنی ماں اور بہن کے ساتھ جماع کروں اور کہتا ہے کہ میری نیت طلاق دینے کی نہ تھی، یہ الفاظ ہیں بکر کے اس میں جو حکم شرع کا ہو مفصل فرماویں؟

الجواب: یہ قول مرادف ہے۔(۱) أنت حرام علي كأمي کا اور یہ ظہار ہے علی الأصح.
وفي رد المحتار: تحت قول الدرا لمختار: وإن نوى بانت عليّ مثل أمي أو كأمي الخ مانصه قال في البحر: وإذا نوى به الطلاق كان بائناً كلفظ الحرام وإن نوى الإيلاء فهو إيلاء عند أبي يوسفؒ وظهار عند محمدؒ والصحيح أنه ظهار عندالكل لأنه تحريم مؤكد بالتشبيه. اھ

---

(۱) حضرت والا تھانویؒ نے شوہر کا قول ''اگر میں ایک سال تک تمہارے ساتھ جماع کروں تو اپنی ماں اور بہن کے ساتھ جماع کروں'' ''أنت حرام علي كأمي'' پر قیاس کر کے اس کے ہم معنی قرار دیا ہے، یہ قابل غور ہے اس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے؛ اس لئے کہ سوال نامہ میں شوہر نے جو الفاظ کہے ہیں ان الفاظ کا صریح حکم حضرات فقہاء کی عبارات میں موجود ہے کہ یہ الفاظ محض گالی گلوج کے ہیں، ان سے کوئی طلاق یا ظہار یا ایلاء وغیرہ واقع نہ ہوگی فتاوی محمودیہ میں بھی یہ سوال موجود ہے اور جواب میں حضرت مفتی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ان الفاظ کے کہنے سے شوہر پر کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا اور بیوی پر کوئی طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔فتاوی محمودیہ جدید میرٹھ ۱۹/ ۳۶۱، ڈابھیل۱۳/ ۳۲۵،فقہاء کے جزئیات ملاحظہ فرمایئے:

لو قال: إن وطئتک وطئت أمي فلا شيء عليه. كذا في غاية السروجي. (هندية، قديم كوئٹه ۱/ ۵۰۷، جديد ۱/ ۵٦٤)

ونظر فيه في الفتح: بأنه إنما يتجه في أنت علي حرام كأمي وبعد أسطر وقال الخير الرملي: وكذا لونوى الحرمة المجردة ينبغي أن يكون ظهاراً. الخ ج: ۲، ص: ۹۴۹.(۱)

۴/ شعبان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۵۵)

طلاق کی نیت سے محارم کے ساتھ تشبیہ کا حکم

سوال (۱۳۳۴): قدیم ۲/ ۴۷۷- زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو جوایک نہایت متقیہ اور پرہیز گار عورت ہے کسی شخص سے متہم کیا اور چند تحریرات مندرجۂ ذیل لکھیں (نقل تحریرات) یہ تحریرات بنام والد ہندہ کے تھی۔

(۱) نورالدین کی بیماری کا حال ہمیشہ اس سے کہد یا جاتا تھا (یہ اشارہ ہندہ کی طرف ہے) اوراس مرتبہ بھی اُن کی آرام کی خوش خبری پہنچادی۔ آپ بھی نورالدین سے فرمادیجئے کہ وہ ۲۵ کوخود آ کرتم سے ملاقات کریں گی اطمینان رکھیں (یہ لفظ قابل غور ہے) یہ شخص نورالدین ہندہ کا رشتہ کا چچاہےاور بدچلن بھی نہیں ہے؟

(۲) (یہ تحریر ہندہ کے نام تھی) آپ مرادآباد پہنچ کرخوش تو ضرور ہوئی ہوں گی کیونکہ جن لوگوں کوآپ کا انتظار اورآپ کواُن لوگوں کا انتظارتھا بلکہ اُن کی دوری بہت شاق تھی ملاقات بخوبی ہوئی ہوگی خیراللہ آپ کواوراُن کو مبارک کرے۔ ہاں اس خط میں منشی صاحب قبلہ نے خیریت نورالدین یا بیماری کی نہیں ارقام فرمائی لہٰذا اگرنا گوارنہ ہوتو آپ اپنے پرچہ میں لکھدینا کیونکہ مجھ کوخاص طور سے ایسے لوگوں سے محبت ہوتی ہے مجھ کو بڑاافسوس ہے کہ آپ کے والد بزرگوار نے آپ پر بڑاظلم کیا جوایک پردیسی شخص سے نکاح کیااور وہ شخص بھی کیسا کہ اوّل نمبر کا مشکوک اورشکی اورآوارہ اورغریب اور بوڑھا غالبًا آپ کا دل تو یہاں میرے پاس آنے کو بھی کبھی نہیں چاہے گا مگر میں اپنی عادت اورآبرو سے مجبور ہوں کہ آپ کو بلانا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو۔اس خط کا ایک ایک فقرہ قابلِ غور ہے۔

(۳) آپ کی حالت دن بدن مخدوش ہوتی جاتی ہوگی احتیاط کرنا اللہ تم کو خیریت سے فراغت دے۔ اس میں بھی اشارہ ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ۵/ ۱۳۱، كراچي ۳/ ۴۷۰۔

(۴) اب تو خوب اطمینان سے وہاں رہتی ہو کوئی خلش نہیں خوب دل بھر لو اور خوش رہو اللہ تم کو اور زیادہ توفیق دے اس میں بھی اشارہ ہے۔

(۵) یہ مجھ کو دعویٰ ہے کہ مجھ سے زیادہ آپ کی قدر دوسرا کبھی نہیں کرسکتا اس میں بھی اشارہ ہے اور قابلِ غور ہے، یہ سب تحریرات ہیں اور صاف زبان سے بھی بہتان زنا کا لگایا اور اس کی والدہ کو جھوٹ اپنے آپ سے تہمت زنا لگائی اور کم از کم سو بار ظہار یعنی ماں بہن کہا اور کہا کہ میرے واسطے ہندہ ایسی ہے جیسی ماں اور بہن، ہندہ نے چونکہ مسائل شریعت سے خوب واقف تھی اور حدیث شریف خواندہ تھی علیحدگی اختیار کر لی اور بلا اجازتِ زید رات کو اپنے باپ کے یہاں چلی آئی۔ اب بعد عرصہ سات برس کے زید چاہتا ہے کہ ہندہ سے موافقت کرے اور یہ بھی کہا کہ ہندہ کا نکاح اس کے باپ کے ساتھ ہوا ہے میرے ساتھ نہیں ہوا اور وہ اپنے باپ سے خراب رہتی ہے؟

الجواب: ان تحریرات اور اقوال میں کوئی کلمہ ایسا نہیں ہے کہ جس سے صریح طلاق واقع ہو جائے یا ظہار ہو جاوے؛ البتہ دو جملے اس کے محتمل ہیں: ایک یہ کہ ہندہ میرے واسطے ایسی ہے جیسی ماں اور بہن۔ اور دوسرا یہ کہ میرے ساتھ نکاح نہیں ہوا۔ سو جملۂ اول میں زید سے ہی پوچھا جاوے گا کہ تیری کیا نیت تھی اگر طلاق کی نیت تھی طلاق واقع ہو گی اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار واقع ہوگا اگر کچھ نیت نہ ہونا ظاہر کرے کچھ بھی نہ ہوگا۔(۱)

---

(۱) **وإن نوى بأنت على مثل أمي أو كأمي برا أو ظهارا أو طلاقا صحت نيته ووقع ما نواه لأنه كناية، وإن لا ينو شيأ لغا.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٥/١٣١، كراچي ٣/٤٧٠)

ولو قال لها: أنت علي كأمي أو مثل أمي يرجع إلى نيته، فإن نوى به الظهار كان مظاهرًا، وإن نوى به الكرامة كان كرامة وإن نوى به الطلاق كان طلاقا، وإن نوى به اليمين كان إيلاء لأن اللفظ يحتمل كل ذلك ...... وإن لم يكن له نية لا يكون ظهارًا عند أبي حنيفة وهو قول أبي يوسف إلا أن عند أبي حنيفة لا يكون شيئا. (بدائع الصنائع، كتاب الظهار، فصل في شرائط ركن الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٣/٣٦٦)

وإن نوى بأنت علي مثل أمي برا أو ظهارًا أو طلاقا فكما نوى وإلا لغا. وتحته في البحر: فإن نوى الكرامة قبل منه؛ لأنه مستعمل فيه ...... وإن نوى الظهار كان ظهارًا بكونه كناية فيه ←

اور طلاق کی شق میں چونکہ کئی بار کہا؛ لہٰذا تین طلاق سے مغلظہ ہو جائے گی (۱) اور ظہار کی شق میں کفارہ ظہار کا واجب ہوگا اور بدون کفارہ کے صحبت حرام ہوگی (۲) اور اسی طرح جملۂ ثانیہ میں بھی زید ہی سے پوچھا جاوے گا اگر طلاق کی نیت بیان کرے طلاق ہوگا ورنہ کچھ نہ ہوگا۔

کما في العالمگيرية: ولو قال لامرأة لست لي بامرأة. وقال لها: ما أنا بزوجک (إلیٰ قوله) لايقع الطلاق وإن قال نويت الطلاق يقع الطلاق في قول أبي حنيفةؒ وبعد أسطر لوقال ما أنت لي بامرأة أولست لک بزوج نوی الطلاق يقع عندأبي حنيفةؒ وعندهما لايقع وبعد أسطر لوقال لها لانكاح بيني وبينک أو قال لم يبق بيني وبينک نكاح يقع الطلاق إذا نوی. اھ (۳) فقط واللہ اعلم

۲۸/ جمادی الاُولیٰ ۱۳۲۶ھ (تتمہ اُولیٰ، ص ۹۷)

← ...... وإذا نوی الطلاق في مسئلة الكتاب كان بائنًا كلفظ الحرام وإن لم ينو شيئا كان باطلا. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ۱۶۵/٤، کوئٹہ ۹۸/٤)

(۱) حضرتؒ نے الفاظ کنایہ سے طلاق کی نیت کی وجہ سے وقوع طلاق کا حکم لگایا ہے اور کئی بار یعنی تین بار یا اس سے زائد بار کہنے کی وجہ سے تین طلاق سے مغلظہ واقع ہونے کا حکم لگایا ہے، اس میں نظر ثانی کی ضرورت ہے؛ اس لئے کہ تعدد کنایہ کی وجہ سے وقوع طلاق میں تعدد نہیں ہوتا، الفاظ کنایہ کے تعدد سے عدد میں تعدد نہیں ہوتا؛ بلکہ نیت کے ساتھ صرف ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے، جیسا کہ فقہاء کی صراحت اس بارے میں موجود ہے۔

الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة والبائن يلحق الصريح لا يلحق البائن البائن. (الدر المختار مع الشامي، مكتبة زكريا ديوبند ٥٤٠/٤ تا ٥٤٢، كراچي ۳۰٦/۳-۳۰۸)

حضرتؒ نے پہلے ۱۳۲۴ھ میں الفاظ کنایہ کے تعدد سے تعدد طلاق کا لکھا تھا جو سوال نمبر: ۱۲۶۲/ میں موجود ہے پھر ۱۳۲۵ھ میں اس سے رجوع کر کے عدم تعدد طلاق کا حکم تحریر فرمایا تھا جو سوال نمبر: ۱۲۶۳/ میں موجود ہے اور زیر بحث مسئلہ ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ کا لکھا ہوا ہے، ممکن ہے کہ ۱۳۲۵ھ میں جو رجوع فتوی ہے وہ ذہن میں نہ رہا ہو! بہر حال مسئلہ زیر بحث میں الفاظ کنایہ سے نیت طلاق کی صورت میں صرف ایک طلاق بائن ہی واقع ہوگی تین واقع نہ ہوگی۔

(۲) وحكمه حرمة الوطء ودواعيه إلی وجود الكفارة. (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ۲۱۹/٤)

(۳) هندية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۳۷٥/۱، جديد ٤٤۳/۱۔

سوال (۱۳۳۵): قدیم ۲/ ۴۷۹- خاوند نے بہت سہولت کے ساتھ اپنی عورت کو یہ کلمات دو اور عورت اور اپنی ماں کے سامنے کہے کہ مثل میری ماں کے عورت ہے اور یہ لفظ تین مرتبہ کہا اور یہ بھی کہا کہ نکاح بھی ٹوٹ گیا نکاح اُس عورت کا اُس مرد سے باطل ہو گیا یا قائم رہا؟

الجواب: **في الدر المختار: وإن نوى بأنت علي مثل أمي أو كأمي و كذا لو حذف علي برا أو ظهارا أو طلاقا صحت نيته ووقع مانواه لأنه كناية وإلا ينو شيئاً أو حذف الكاف لغا وتعين الأولىٰ أي البريعنى الكرامة(۱). وفي العالمگيرية: باب الكنايات أوقال لم يبق بيني وبينک نكاح يقع الطلاق إذا نوى(۲)**

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٥/ ١٣١، كراچي ٣/ ٤٧٠۔

ولو قال لها: أنت علي كأمي أو مثل أمي يرجع إلى نيته، فإن نوى به الظهار كان مظاهرًا، وإن نوى به الكرامة كان كرامة وإن نوى به الطلاق كان طلاقا، وإن نوى به اليمين كان إيلاء لأن اللفظ يحتمل كل ذلک ...... وإن لم يكن له نية لا يكون ظهارًا عند أبي حنيفةؒ وهو قول أبي يوسف إلا أن عند أبي حنيفة لا يكون شيئا. (بدائع الصنائع، كتاب الظهار، فصل في شرائط ركن الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٣/ ١٦٦)

وإن نوى بأنت علي مثل أمي برًا أو ظهارًا أو طلاقا فكما نوى وإلا لغا. وتحته في البحر فإن نوى الكرامة قبل منه؛ لأنه مستعمل فيه ...... وإن نوى الظهار كان ظهارًا بكونه كناية فيه ...... وإذا نوى الطلاق في مسئلة الكتاب كان بائنًا كلفظ الحرام وإن لم ينو شيئا كان باطلا. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٤/ ١٦٥، كوئٹه٤/ ٩٨)

(۲) عالمگيرية، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، مكتبة زكريا ديوبند قديم ١/ ٣٧٥، جديد ١/ ٤٤٣۔

خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، مكتبة زكريا قديم ١/ ٤٦٨، جديد ١/ ٢٨٤۔

وفي شرح الطحاوي لا نكاح بيني وبينک ...... وإن قال لم أرد به الطلاق أو لم تحضره النية لا يكون طلاقا. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس: في الكنايات، مكتبة زكريا ديوبند ٤/ ٤٦٠، رقم: ٦٦٦٩)

وفيها ففي حالة الرضا لايقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية قلت قوله مثل .(۱)

میری ماں کے الخ ترجمہ عبارت انت علیٰ الخ وقولہ نکاح بھی الخ ہو حاصل قولہ لم یبق وقولہ بہت سہولت دلیل الرضا بنا بر روایت مذکورہ جواب یہ ہے کہ اگر اُس شخص نے ان الفاظ سے نیت طلاق کی کی ہے تب تو تینوں طلاق واقع ہو گئیں۔ اب نہ رجعت ہو سکتی ہے اور نہ بدون حلالہ کے تجدید نکاح ہو سکتی ہے (۲) اور اگر نیت طلاق کی نہیں کی تو بیان کرے کہ کیا نیت کی ہے اُس وقت جواب دیا جاوے گا۔

۸/محرم ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ ص ۹۸)

سوال (۱۳۳۶): قدیم ۲/ ۴۷۹ - سائل کی دختر حلیماً کا نکاح ہمراہ مسمیٰ جیموں عرصہ ایک سال کا ہوا ہو گیا تھا۔ حقوق زوجہ کے ادا کرنے اور اُس کو نان ونفقہ دینے کا اس کا خیال تک نہیں ہے عرصہ تقریباً ۴ ماہ کا ہوا بلا وجہ گھر میں اپنی زوجہ کے ساتھ درپے فساد ہو گیا اور روبرو چند کسان اپنی زوجہ سے کئی مرتبہ یہ کہا کہ تو میری ماں ہے۔ سائل نے عرصہ تقریباً ساڑھے تین ماہ کا ہوا دیہات کے لوگوں کو بغرض کرانے فیصلہ جمع کیا تو مسمیٰ جھنڈ وکمبوہ نے جیموں مذکور سے کہا کہ تو اس بات کو جانے دے ایسے الفاظ کہنے سے تو ہمارے یہاں بھی پھیرے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس پر جیموں نے کہا کہ میں کسی چیز کا خریدار نہیں ہوں اور ایک کیا چودہ دفعہ میں اُس کو ماں کہتا ہوں۔ تو کیا بموجب شرع شریف کے جھگڑے وفساد کے موقع پر اور تصفیہ کی پنچائت میں ایسے الفاظ کہنے سے مسماۃ مذکورہ کو طلاق بائن پڑ چکی ہے یا نہیں؟

---

(۱) عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الخامس في الكنايات، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/ ۳۷۵، جديد ۱/ ۴۴۳

ففي حالة الرضا لا يكون شيئا منها طلاقا إلا بالنية والقول قوله في إنكار النية. (هداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مكتبة اشرفية ديوبند ۲/ ۳۷۴)

(۲) تین طلاق واقع ہونے کی بات میں نظر ثانی کی ضرورت ہے کیونکہ الفاظ کنایہ جن سے وقوع طلاق کے لئے نیت لازم ہوتی ہے، ان کے تعدد سے متعدد طلاق واقع نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ صرف ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے سوال نمبر: ۱۳۳۴، نیز دیکھئے سوال نمبر: ۱۲۶۳، جس میں حضرت کے رجوع کی بات سمجھ میں آتی ہے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب : یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے محض لغو ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا (۱) اور یہ کہنا کہ میں کسی چیز کا خریدار نہیں محتمل کنایہ کا تھا، مگر عالمگیریہ میں تصریح ہے کہ اس سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی اُس کی عبارت یہ ہے:

إذا قال: لا أريدک أولا أحبک أو لا أشتهيک أولا رغبة فيک، فإنه لايقع وإن نوى في قول أبي حنيفةؒ كذا في البحرالرائق. ج: ۲، ص: ۶۹. (۲)

۲۹/ ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ (تتمہ خامسہ، ص ۲۲۶)

تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں کہنے کا حکم

سوال (۱۳۳۷): قدیم ۲/۴۸۰- علماء دین شرع متین درباب ایں مسئلہ چہ فرمایند ایک شخص نے اپنی زوجہ ہندہ کو چند بار زدوکوب کیا اور زبان سے اپنی یہ الفاظ نکالا کہ تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں اور وہ شخص وہاں سے آن کر اپنے برادر معظم سے کہا کہ تو مہر مصروف یعنی روپیہ دے میں چھوڑ دوں ویا طلاق دیدوں، تو اُس کے بھائی نے کہا کہ میں نہیں دوں گا روپیہ آیا اُس پر طلاق ہوا کہ کفارہ۔ مع حوالہ کتب بیان فرمایئے گا؟

---

(۱) **وقيد بالتشبيه؛ لأن لو خلا عنه بأن قال: أنت أمي لا يكون مظاهرًا؛ لكنه مكروه.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٤/١٦٥، كوئٹہ ٤/٩٨)

وفي أنت أمي لا يكون مظاهرًا، وينبغي أن يكون مكروها. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٥/١٣١، كراچي ٣/٤٧٠)

إذا قال لها: "أنت أمي" يريد به الطلاق فهو باطل؛ لأنه كذبه، وكذلک إذا قال إن فعلت كذا فأنت أمي ولا نية له فهو باطل، وكذلک إن أراد به التحريم ففعل ذلک فهو باطل. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في مسائل الظهار وكفارته، مكتبة زكريا ديوبند ٥/١٧٠، رقم: ٧٥٦٨)

(۲) عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الخامس في الكنايات، مكتبة زكريا ديوبند قديم ١/٣٧٥، جديد ١/٤٤٣

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، مكتبة زكريا ديوبند ٣/٥٢٨، كوئٹہ ٣/٣٠٣

ولو قال لا حاجة لي فيک لا يقع الطلاق، وإن نوى لأن عدم الحاجة لا يدل على عدم الزوجية. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في طلاق الكناية، مكتبة زكريا ديوبند ٣/١٧٢) ←

الجواب: یہ جو کہا کہ تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں یہ صیغہ تعلیق کا ہے اور یہ عبارت ظہار اور طلاق دونوں کو محتمل ہے اور تعلیق ظہار دونوں کی جائز ہے، پس اگر اس عبارت سے نیت طلاق کی کی ہے تو طلاق واقع ہوگئی (*) اور چونکہ کنایہ ہے؛ لہٰذا طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر نیت ظہار کی کی ہے تو ظہار ہوگیا اور کفارہ واجب ہوگا (۱) اور یہ جو کہا کہ چھوڑ دوں و یا طلاق دیدوں اگر یہ عبارت اِس متکلم کے محاورہ میں صیغۂ حال میں مستعمل ہے بمعنی اس کے کہ طلاق دیتا ہوں یا چھوڑتا ہوں تو طلاق واقع ہوجائے گی اور چونکہ صریحہ ہے: لہٰذا رجعی واقع ہوگی۔ اور اگر یہ عبارت اس کے محاورہ میں بمعنی وعدہ کے مستعمل ہے تو طلاق نہ ہوگی۔

والكل ظاهر مشهور من القواعد والروايات۔ فقط

۱۰/ شوال ۱۳۲۵ھ (امداد، ص ۴۷ ج ۲)

در تحقیق بعض مسائل مندرجۂ تتمہ اولیٰ وثانیہ امداد الفتاویٰ

(۲) **سوال** (۱۳۳۸): قدیم ۲/ ۴۸۱ - تتمہ جلد: ۲، ص: ۸۷/ رچچا تدین سے نگرانی پر قادر ہوا لخ غرض سوال از ولایت مال است۔ نہ از حضانت صبی ولایت مال عم را نمی رسد.

(الولي في النكاح لا المال) قوله: لا المال فإن الولي فيه الأب ووصيه والجد ووصيه والقاضي ونائبه. فقط شامی (۳)

(*) کیونکہ تصدیق ایسے امر کے ساتھ ہے جو بالفعل متحقق ہے؛ لہٰذا وجود شرط کی وجہ سے جزاء مرتب ہوگئی۔ ۱۲ منہ

← خانية على الهندية، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/ ۴۶۸، جديد ۱/ ۲۸۴.

(۱) اس سے حضرتؒ نے رجوع فرمالیا ہے۔ آگے سوال نمبر: ۱۳۴۰/ پر ملاحظہ فرمایئے: سائل نے ہندیہ کے جزئیہ کے ساتھ سوال پیش فرمایا ہے اور حضرتؒ نے اس کی تائید میں اپنا دوسرا جواب لکھا کہ اس سے کوئی حکم ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ لغو ہوجائے گا۔

(۲) **ترجمۂ سوال**: سوال کا مقصد مال میں ولایت سے متعلق ہے نہ کہ بچہ کی پرورش سے اور چچا کو مال میں تصرف کی ولایت حاصل نہیں ہے۔

(۳) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ۴/ ۱۹۰، كراچي ۳/ ۷۶۔

دون الأخ والعم. ۱۲ شامي (۱). قال الزيلعي: وأما ماعدا الأصول من العصبة كالعم والأخ لايصح اذنهم له لأنهم ليس لهم أن يتصرفوا في ماله تجارة. ۱۲ شامی. (۲)

در بہشتی زیور حصہ چہارم باب ظہار الخ

(۳) **سوال** (۱۳۳۹): قدیم ۲/ ۴۸۱ - در بہشتی زیور حصہ چہارم باب ظہار ص ۵۵ فرمودند (مسئلہ کسی نے یوں کہا کہ اگر تجھ کو رکھوں تو ماں کو رکھوں الخ اس سے کچھ نہیں ہوا) و در فتاویٰ امدادیہ، ص ۵۴ جلد دوم فرمودند (الجواب یہ جو کہا تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں یہ صیغہ تعلیق کا ہے اور یہ عبارت ظہار اور طلاق دونوں کو محتمل ہے الخ) این ظاہراً تناقض است پس در حواشی یا در ترجیح الراجح دفع آں ثبت فرمایند تا کہ عوام الناس خصوصاً عورات خالیۃ الذہن در غلطی و حیرانی نہ افتند۔ ہر چند خیال کردہ شد تفاوت صرف در لفظ (اپنی) است و ایں کدام زائد فائدہ نہ بخشیدہ، وسند کدام کتاب فقہ کہ خاص جزئی باشد در ہر دو کتابان غیر موجود است تا سند نہ آرند اطمینان نہ خواہد شد۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب المأذون، مبحث في تصرف الصبي ومن له الولاية عليه وترتيبها، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۲۵۵، كراچي ۶/ ۱۷۴۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب المأذون، مبحث في تصرف الصبي ومن له الولاية عليه وترتيبها، مكتبة زكريا ديوبند ۹/ ۲۵۵-۲۵۶، كراچي ۶/ ۱۷۴۔

یہ مسئلہ جواب کی شکل میں ہے الگ سے اس کا سوال نہیں آگے سوال نمبر: ۱۴۰۲/ میں اس مسئلہ کی وضاحت ہے اس کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمایئے۔

(۳) **ترجمۂ سوال**: بہشتی زیور حصہ چار باب ظہار ص: ۵۵/ میں فرمایا گیا ہے (مسئلہ کسی نے یوں کہا کہ اگر تجھ کو رکھوں تو ماں کو رکھوں الخ اس سے کچھ نہیں ہوا) اور امداد الفتاوی ۲/ ۵۴ میں فرمایا گیا ہے (الجواب یہ جو کہا تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں یہ صیغہ تعلیق کا ہے اور یہ عبارت ظہار اور طلاق دونوں کو محتمل ہے) یہ بظاہر تناقض ہے؛ اس لئے حاشیہ یا ترجیح الراجح میں اس کا جواب نقل فرمائیں تا کہ عوام الناس خاص طور پر خالی الذہن عورتیں غلطی اور حیرانی میں نہ پڑیں بہت غور وفکر کیا گیا صرف لفظ (اپنی) کا فرق ہے اس میں کوئی خاص فائدہ وفرق نہیں ہے اور دونوں کتابوں میں فقہ کی کسی کتاب سے دلیل کے طور پر کوئی خاص جزئیہ موجود نہیں ہے جب تک دلیل نہ ہو اطمینان حاصل نہیں ہوگا۔

الجوابات : ترجیح الراجح میں درج کر دیا گیا ہے، ناظرین کو علماء سے تحقیق کر لینا چاہیے ۲۵ / جمادی الثانیہ ۱۳۳۵ھ اس جواب کے ایک صاحب علم نے صاحب فتاوی سے زبانی مشورہ کر کے ذیل کا مضمون اضافہ کیا ''وہو ہذا حسب فہو ناقص'' جواب مسئلہ از افادہ حضرت والا صاحب قبلہ محرر ذیل جو تحقیق امداد الفتاوی میں کی گئی ہے وہ اس صورت میں ہے؛ جبکہ متکلم کی نیت احد المحتملین سے متعلق ہو؛ چنانچہ اس کی عبارت خود اس کا قرینہ ہے اور بہشتی زیور میں جو مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے وہ اس صورت میں ہے؛ جبکہ متکلم خالی الذہن ہو۔ فافہم بہشتی زیور کے حاشیہ میں اس کی توضیح کر دی گئی ہے اور مسئلہ اولیٰ کے متعلق بھی حواشی میں لکھ دیا گیا ہے۔ (ترجیح الراجح ۵/ ۱۹)

در تحقیق قول قائل بزن الخ

سوال (۱۳۴۰): قدیم ۲/ ۴۸۱ - تین مرتبہ ایک شخص نے اپنی عورت سے حالت غصہ میں کہا کہ میں تجھے رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں اور طلاق کی نیت کی پس اس صورت میں کیسی طلاق ہوگی مغلظہ یا بائن قائل جاہل ہے عدد طلاق تغلیظ اور تاکید نہیں سمجھ سکتا عالمگیری کے باب ظہار میں ایک جزئی موجود ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں: لو قال إن وطئتك وطئت أمي فلاشئ عليه. (۱)

اس کے مقتضی سے تو کوئی طلاق نہ ہونی چاہیے اور جملہ کے لغو ہونے کی وجہ سے نیت کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔ حضرت مولانا محمد رشید صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی یہی رائے ہے مگر یہ جملہ ''أنتِ عليَّ حرام'' کے ہم معنی بتاویل ہوسکتا ہے اور اس کا حکم ایک مرتبہ میں طلاق بالکنایہ اور تین مرتبہ میں مغلظہ ہے پس کیا جملہ مقولہ اس پر محمول ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجوابات :في الدر المختار: باب الظهار في حكم قوله أنت علي مثل أمي أو كأمي مانصه ولاينو شيئاً أوحذف الكاف لغا. وفي رد المحتار عن الفتح: أنه لابد من التصريح بالأداة. جلد ۲، ص ۹۴۹ و ص ۹۵۰. (۲)

---

(۱) عالمگیرية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/ ۵۰۷، جديد ۱/ ٥٦٤۔

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ۵/ ۱۳۱، كراچي ۳/ ٤٧٠۔ ←

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تفصیل نیت کی اُس صورت میں ہے جب حرف تشبیہ بھی مصرحاً مذکور ہو ورنہ لغو ہوگا اور جملۂ مسئول عنہا میں تصریح حرف تشبیہ کی نہیں ہے اس لئے باوجود نیت کے لغو ہوگا اور اسی قاعدہ پر مبنی ہے جزئیہ عالمگیریہ(۱) کا حکم کہ اُس میں بھی اداۃ تشبیہ نہیں حتیٰ کہ اگر یوں کہا ہو کہ اگر تجھ کو رکھوں تو گوُ یا ماں بہن کو رکھوں اُس وقت اُس میں تفصیل وہی تفصیل ہوگی۔

إن نوى برًا أو ظهارًا أو طلاقًا صحت نيته. (٢)

اورسوال میں نیت طلاق کی مذکور ہے پس طلاق بائن ہوگی۔

في رد المحتارعن البحر: وإذا نوى به الطلاق كان بائنا. اه تحت قوله: أنت علي مثل أمي أو كأمي. (٣) ج وص مذکورین لیکن اس فتویٰ کو دو چار جگہ دکھلا بھی دیا جاوے اُس کے بعد قابل اطمینان سمجھا جاوے۔

۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

← **فعلم أنه لابد من التصريح بأداة التشبيه شرعًا.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٤/١٦٦، كوئٹه ٤/٩٨)

فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٤/٢٢٦۔

(١) لو قال إن وطئتك وطئت أمي فلا شئ عليه كذا في غاية السروجي. (عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار، مكتبة زكريا ديوبند قديم ١/٥٠٧، جديد ١/٥٦٤)

(٢) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٥/١٣١، كراچي ٣/٤٧٠۔

ولوقال: أنت علي كأمي أو قال: مثل أمي، فإن نوى ظهارًا أو طلاقا فهو على مانوى. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع والعشرون في مسائل الظهاروكفارته، مكتبة زكريا ديوبند ٥/١٦٩، رقم:٧٥٦٧)

وإن نوى بأنت عليّ مثل أمي برًا أو ظهارًا أو طلاقًا فكما نوى وإلا لغا. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٤/١٦٥، كوئٹه ٤/٩٨)

(٣) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٥/١٣١، كوئٹه٣/٤٧٠۔

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٤/١٦٥، كوئٹه ٤/٩٨۔ ←

چچازاد بہن ہونے کی وجہ سے شوہر کا کہنا کہ وہ تو میری بہن ہے تو ظہار نہیں

سوال (۱۳۴۱): قدیم ۲/۴۸۲ - زید کا اپنے بنت العم ہندہ سے بزمانۂ عدم بلوغ بتولیت اب زید نکاح ہوا اور بلوغ واطلاع پر اس نے یوں کہا کہ وہ تو میری بہن ہے مجھے یہ نکاح منظور نہیں۔ کیا طلاق ہوجاوے گی یا ظہار ہوگا یا کچھ نہیں اور اب اگر جدید طلاق دے تو کیا اس کے بھائی سے نکاح کر دینے میں مطلقہ کے بلوغ کا انتظار دیکھنا پڑے گا۔ لڑکا بالغ ہوگیا ہے مگر ہندہ ابھی تک نابالغ ہے؟

الجواب: یہ نکاح لازم ہوگیا (۱) اور اس کہنے سے نہ طلاق ہوئی نہ ظہار محض لغو ہے۔ (۲)

← **وإن قال أردت الطلاق فهو طلاق بائن.** (هداية مع فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٤/ ٢٢٦)

هداية، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة اشرفية ديوبند ٢/ ٤١٠ ـ *شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ*

(۱) **وللولي إنكاح الصغير والصغيرة ولزم النكاح ...... إن كان الولي أبا أو جدًا.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ٤/ ١٧٠-١٧١، كراچي ٣/٦٥-٦٦)

وللولي إنكاح المجنونة والصغير والصغيرة ولو ثيبًا، فإن كان أبا أو جدا لزم. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٤٩٤)

بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما لأنهما كاملا الرأى وافرا الشفقة فيلزم العقد بمبا شرتهما. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ٣/ ٢١١، كوئٹه ٣/ ١٢٠)

(۲) **عن أبي تميمة الهجيمي: أن رجلا قال لامرأته يا أخية، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أختک هي؟ فكره ذلک ونهى عنه.** (أبوداؤد شريف، كتاب الطلاق، باب في الرجل يقول لامرأته يا أختي، النسخة الهندية ١/ ٣٠١، دار السلام رقم: ٢٢١٠-٢٢١١)

وفي أنت أمي لا يكون مظاهرا وينبغي أن يكون مكروها ...... ومثله أن يقول لها يا بنتي أو يا أختي. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٥/ ١٣١، كراچي ٣/ ٤٧٠)

فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الظهار، مكتبة زكريا ديوبند ٤/ ٢٢٥-٢٢٦ ـ

اور اگر اب طلاق دے تو نکاح زوج ثانی میں زوجہ کے بلوغ کا انتظار ضروری نہیں بشرطیکہ کوئی ولی نکاح کرنے والا ہو۔(۱)

۲۹/ جمادی الاولیٰ، ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۳۳)

عنین سے تفریق کا طریقہ

سوال (۱۳۴۲): قدیم ۲/۴۸۲- مسماۃ ہندہ کے ولیوں نے نکاح اُس کا زید کے ساتھ کر دیا اور درحالیکہ یہ دونوں جوان اور بالغ تھے زید رجولیت سے خارج تھا دو سال ہندہ نے بتقاضاء شرم وحجاب اِس امر کو پوشیدہ رکھا۔ اس کے بعد یہ راز سربستہ فاش ہوا اور ہندہ کے ولیوں نے زید اور اُس کے ولیوں سے خلع کی درخواست کی انھوں نے علاج کی غرض سے دو دو چار چار اور چھ چھ مہینے کی کتنی ہی مہلتیں لیں اور زید نے دور دور مقامات میں نامی اور حاذق طبیبوں کے پاس جا کر علاج کیا پورے چار سال مہلت اور علاج میں گزرے اور کچھ سود نہ ہوا۔ مسماۃ ہندہ اور اُس کے ولیوں نے یک لخت مدّت چھ سال صبر کیا اب اُن کو یارائے صبر مزید باقی نہیں وہ طلاق چاہتے ہیں اور زید اور اُس کے ولی اب بھی طلاق دینے سے گریز کرتے ہیں، ایسی صورت میں علماء دین اور مفتیانِ شرع کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا

← البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الظهار، مکتبة زکریا دیوبند ۱۶۵/۵-۱۶۶، کوئٹہ ۹۸/۳۔

(۱) **وهو أي الولي شرط صحة نكاح صغير وتحته في الشامية: أي شخص صغير فيشمل الذكر والأنثىٰ.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، مكتبة زكريا ديوبند ١٥٥/٤، كراچي ٥٥/٣)

وقيد بالمكلفة احترازا عن الصغيرة والمجنونة، فإنه لاينعقد نكاحهما إلا بالولي. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبة زكريا ديوبند ١٩٣/٣، کوئٹہ ١١٠/٣)

ثم إنما يحتاج إلى الولي في الصغير والصغيرة والمجنونة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الحادي عشر في معرفة الأولياء، مكتبة زكريا ديوبند ٨٧/٤، رقم:٥٦٠٨)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: چونکہ انکار طلاق کے وقت حاکم شرعی کی تفریق کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ اس ملک میں نہیں ہے لہٰذا تفریق کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو شوہر طلاق دیدے یا دونوں زن وشوہر برضامندی کسی عالم یا فہیم کو اپنی طرف سے اس مقدمہ میں حَکم مقرر کر کے اُس کے روبرو پیش کریں اور وہ اگر عالم ہو تو خود موافق قواعد شرعیہ اور اگر عالم نہ ہو تو کسی عالم سے اُس کا طریقہ دریافت کر کے اُسی کے موافق دونوں میں تفریق کرادے؛ البتہ اگر کوئی مسلمان حاکم جو منجانب گورنمنٹ مامور ہو اور ایسے معاملات کے قانوناً اس کو اختیارات دئے گئے ہوں بعد رجوع نالش کسی عالم سے تفریق قاضی کے معتبر ہے اور اگر شوہر نہ طلاق دے نہ دونوں برضاء خود کسی کو حَکم ٹھیراویں نہ کوئی مسلمان حاکم اس قسم کا میسّر ہو تو عورت یا اُس کے اولیا بجز صبر کے کچھ نہیں کرسکتے۔

والروايات المثبتة لماذكرهذه في الدرالمختار: فإن وطء مرة فبها وإلابانت بالتفريق من القاضى ان أبي طلاقها بطلبها وهو علىٰ التراخى لاالفور فلو وجدته عنينا أو مجبوباً ولم تخاصم زمانا لم يبطل حقها وكذا لوخاصمته ثم تركت مدة فلها المطالبة ولوضاجعته تلك الأيام خانية.(۱)

وفي الدرالمختار: كتاب المفقود، وفي واقعات المفتين لقدرى أفندى معزيًا للقنية انه إنما يحكم بموته بقضاء لأنه أمر محتمل فمالم ينضم اليه القضاء لايكون حجة. اه (۲)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره، مكتبة زكريا ديوبند ۵/۱۷۱-۱۷۳، كراچي ۳/۴۹۸-۴۹۹۔

فإن وطئ وإلا بانت بالتفريق إن طلبت ...... وأطلقه فشمل ما إذا طلبت على التراخي أولا وثانيا ولذا لو خاصمته ثم تركت مدة فلها المطالبة ولو طاوعته في المضاجعة تلك الأيام ...... وقيد بقوله: بانت بالتفريق؛ لأن الفرقة لا تقع باختيارها نفسها بل لابد من تطليق الزوج بائنة أو تفريق القاضي إن امتنع. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره، مكتبة زكريا ديوبند ۴/۲۰۹-۲۱۱، كوئٹه ۴/۱۲۴-۱۲۵)

ولايبطل حقها بترك الخصومة وإن طال الزمان ...... وإن مضت السنة من وقت التأجيل ولم تخاصمه زمانا لا يبطل حقها وإن طاوعته في المضاجعة. (خانية على هامش الهندية، كتاب النكاح، فصل في العنين، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/۴۱۰-۴۱۱، جديد ۱/۲۴۵-۲۴۶)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود، مكتبة زكريا ديوبند ۶/۴۶۳، كراچي ۴/۲۹۷۔

وفي الدر المختار ويجوز تقلدالقضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافرا ذكره مسكين وغيره. الخ (۱) وفي الدر المختار هو(أي التحكيم) تولية الخصمين حاكما يحكم بينهما وفيه فإن حكم لزمهما ولايتعدى إلىٰ غيرهما. (۲)والله اعلم.

۶/ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ (امداد، ص ۴۸، ج ۲)

سوال (۱۳۴۳): قدیم ۲/۴۸۴- ایک سُنی حنفی المذہب ہے اُس نے ایک قادیانی لڑکی سے لاعلمی میں نکاح کیا لڑکی اس بنیاد پر کہ لڑکا عنین ہے فسخ نکاح چاہتی ہے اور طالب مہر ہے، شریعت میں ایسا نکاح نکاح شرعی ہوا اور قابلیت انفساخ رکھتا ہے یا ایک معاملہ باطل بنفسہ ہوا جو قابلیت انفساخ نہیں رکھتا اور اس پر کوئی ترتب احکام شرعیہ ہوسکتا ہے یا نہیں اور وہ مہر پاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: صحت نکاح کے لئے مردی بمعنی مذکر بودن تو شرط ہے لیکن بمعنی قدرت علی الجماع شرط نہیں پس عنین سے نکاح تو صحیح ہوجاوے گا (۳) لیکن زوج کے عنین ہونے کی صورت میں اگر عورت تفریق

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب القضاء، مكتبة زكريا ديوبند ۸/۴۳، كراچي ۵/۳۶۸۔

ويجوز تقليد القضاء من السلطان العادل والجائر ...... **أطلق في الجائر فشمل المسلم والكافر كما ذكره مسكين معزيا إلى الأصل.** (البحر الرائق، كتاب القضاء، فصل في التقليد، مكتبة زكريا ديوبند ۶/۴۶۰-۴۶۱، كوئٹه ۶/۲۷۴)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب أدب القاضي، الفصل الأول: من يجوز له تقليد القضاء، مكتبة زكريا ديوبند ۱۱/۸، رقم: ۱۵۳۳۹-۱۵۳۴۰۔

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب القضاء، باب التحكيم، مكتبة زكريا ديوبند ۸/۱۲۵ تا ۱۲۷، كراچي ۶/۴۲۸-۴۲۹۔

ولو حكم الخصمان قاضيا ليحكم بينهما صح ونفذ حكمه عليهما وفي سكب الأنهر؛ ولكن لا يتعداهما. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر وسكب الأنهر، كتاب القضاء، فصل في التحكيم، دار الكتب العلمية بيروت ۳/۲۴۱)

حكما رجلا ليحكم بينهما فحكم ...... **صح لو صلح المحكم قاضيا** ...... **فإن حكم لزمهما.** (البحر الرائق، كتاب القضاء، باب التحكيم، مكتبة زكريا ديوبند ۷/۴۳-۴۴، كوئٹه ۷/۲۵-۲۶)

(۳) **نكاح العنين جائز.** (خانية على هامش الهندية، كتاب النكاح، فصل في العنين، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/۴۱۰، جديد ۱/۲۴۵)

چاہےتو اُس کا طریقہ شرعاً یہ ہے کہ عورت قاضی کے اجلاس میں درخواست دے کہ اُس کے عنین ہونے کے سبب میں اُس سے علیحدگی چاہتی ہوں۔(قاضی سے مراد حاکم مسلم ہے(۱) گومنجانب سلطنت غیر مسلم کے مقرر ہو کذا في الدر المختار و رد المحتار. (۲) قاضی مرد سے دریافت کرے کہ اس کا دعویٰ عنین ہونے کا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر وہ صحیح بتلا دے تو قاضی اُس کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے اور اگر وہ تغلیط کرے اور کہے کہ میں اس سے ہم بستر ہوا ہوں تو اگر وہ نکاح کے وقت باکرہ تھی یعنی باکرہ ہونیکی حالت میں اس کا نکاح ہوا تھا تو اب ایک یا دو معتبر ماہر عورتوں کو دکھلایا جاوے گا کہ وہ اب باکرہ ہے یا ثیبہ، اگر وہ باکرہ بتلا دیں تو عورت کو راست گو سمجھ کر مرد کو علاج کے لئے اس صورت میں بھی مہلت دی جائے گی اور اگر وہ ثیبہ بتلا دیں یا کہ نکاح ہی ثیبہ سے ہوا تھا تو اس صورت میں مرد سے حلف لیا جاوے گا کہ میں اس سے ہم بستر ہوا ہوں اگر وہ اس پر حلف کرلے تو عورت کا دعویٰ خارج ہو جائے گا اور اگر اس حلف سے انکار کرے تو پھر عورت کا دعویٰ صحیح قرار دیکر مرد کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اور جن صورتوں میں ایک سال کی مہلت ملی ہے اس ایک سال گزرنے کے بعد اگر عورت سکوت کرے تو حاکم دست اندازی نہ کرے گا اور اگر عورت پھر درخواست دے کہ یہ اب تک بھی ہم بستر نہیں ہوا تو قاضی

---

(۱) ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولىٰ شرائط الشهادة من الإسلام والتكليف والحرية وكونه غير أعمى ولا محدودا في قذف. (هندية، كتاب أدب القاضي، الباب الأول، مكتبة زكريا ديوبند قديم ٣/٣٠٧، جديد ٣/٢٧٦)

هداية، كتاب أدب القاضي، مكتبة اشرفية ديوبند ٣/١٣١۔

وأهله أهل الشهادة وفي الشامية وحاصله أن شروط الشهادة من الإسلام والعقل والبلوغ والحرية وعدم العمى والحد في قذف شروط لصحة توليته ولصحة حكمه بعدها. (الدر المختار مع الشامي، كتاب القضاء، مطلب: الحكم الفعلي، مكتبة زكريا ديوبند ٨/٢٣، كراچي ٥/٣٥٤)

(۲) يجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافرا. (الدر المختار مع الشامي، كتاب القضاء، مكتبة زكريا ديوبند ٨/٤٣، كراچي ٥/٣٦٨)

يجوز تقليد القضاء من السلطان العادل أو الجائر ...... وذكر في الملتقط: والإسلام ليس بشرط فيه أي في السلطان الذي يقلد. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أدب القاضي، الفصل الأول، مكتبة زكريا ديوبند ١١/٨، رقم: ١٥٣٣٩-١٥٣٤٠)

پھر مرد سے دریافت کریگا اگر وہ اس دعویٰ کو صحیح مانے تو عورت کو کہا جاوے گا کہ اب تم کو اختیار دیا جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ اسی حالت میں رہو یا تفریق کو اسی مجلس میں یعنی اجلاس برخاست ہونے سے پہلے اختیار کرو اگر وہ تفریق کو اختیار کرے تو اُس وقت قاضی مرد سے کہے کہ اس کو طلاق دیدو اگر وہ طلاق نہ دے تو قاضی زبان سے کہدے کہ میں نے دونوں میں تفریق کر دی بس اس سے بھی طلاق بائن واقع ہوگی اور اس میں پورا مہر اور عدت سب لازم ہے۔(۱) لصحۃ الخلوۃ مع العنۃ اور اگر مجلس میں اس نے تفریق کو اختیار نہ کیا تو پھر اختیار عورت کا باطل ہو جاوے گا اور اگر اس دریافت کرنے پر وہ مرد اس عورت کی تکذیب کرے یعنی دعویٰ ہم بستری کا کرے تو پھر اس میں وہی تفصیل مذکور ہے کہ اگر وہ نکاح کے وقت باکرہ تھی تو اب ایک یا دو معتبر عورتوں کو دکھلایا جاوے گا اور اگر وہ اب بھی باکرہ بتلا دیں تو اس عورت کا قول صحیح قرار دیکر مثل بالا اُس کو اختیار تفریق کا دیا جاوے گا اور مہر وعدت لازم ہوگی اور مہر وعدت اور بصورت اُس کے تفریق کو اختیار کرنے کے قاضی تفریق کر دے گا اور اگر وہ ثیبہ بتلا دیں یا کہ وہ نکاح کے وقت ہی ثیبہ تھی تو مرد اگر اپنے قول پر حلف کرلے تو عورت کا دعویٰ خارج ہو جاوے گا اور اگر حلف سے انکار کرے تو پھر دعویٰ عورت کا صحیح قرار دیکر اُس کو تفریق کا اختیار دیا جائے گا مع لزوم مہر وعدت اور یہ تمام تر تفصیل درمختار اور ردالمحتار میں ہے۔(۲)

---

(۱) **عن عبد الله قال: يؤجل العنين سنة، فإن وصل إليها، وإلا فرق بينهما ولها الصداق.** (المجعم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي بيروت ۳۴۳/۹، رقم:۹۷۰۶)

والخلوة بلا مانع حسي وطبعي، وشرعي كالوطء ولو كان الزوج مجبوبا أو عنينا أو خصيا في ثبوت النسب وفي تأكد المهر والنفقة والسكنى والعدة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبة زكريا ديوبند ۲۴۹/۴ تا ۲۵۶، كراچي ۱۱۴/۳ تا ۱۱۸)

والخلوة بلا مرض أحدهما وحيض ونفاس وصوم فرض كالوطء ولو مجبوبا أو عنينا أو خصيا وتجب العدة فيها وفي البحر أي الخلوة بلا الموانع المذكورة كالوطء ولو كان الزوج مجبوبا ونحوه فلها كمال المهر بعد الطلاق. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبة زكريا ديوبند ۲۶۶/۳-۲۷۱، كوئٹه ۱۵۱/۳-۱۵۵)

(۲) **ولو وجدته عنينا أو خصيا أجل سنة ...... فإن وطئ مرة فبها وإلا بانت بالتفريق من القاضي إن أبى طلاقها بطلبها أي طلبا ثانيا فالأول للتأجيل. والثاني: للتأخير وهو أي هذا الخيار على التراخي لا الفور، فلو وجدته عنينا ولم تخاصم زمانا لم يبطل حقها كما لو رفعته إلي قاض فأجله سنة ومضت السنة ولم تخاصم زمانا.** ←

← ولو ادعى الوطء وأنكرته، فإن قالت امرأة ثقة والثنتان أحوط هي بكر خيرت في مجلسها، وإن قالت هي ثيب أو كانت ثيبا أي حين تزوجها صدق بحلفه، فإن نكل في الإبتداء أجل وفي الإنتهاء خيرت ...... وإن إختارته ولو دلالة بطل حقها كما لو قامت من مجلسها أو أقامها أعوان القاضي أو قام القاضي قبل أن تختار شيئا ...... فإن إختارت طلق أو فرق القاضي أي إذا لم يطلق الزوج (الدر المختار) وفي رد المحتار تحت قوله: ولو ادعى الوطء. الخ والحاصل: كما في الملتقي وغيره أنهما إذا اختلفا في الوطء قبل التاجيل، فإن كانت حين تزوجها ثيبا أو بكرا وقال النساء هي الآن ثيب فالقول له مع يمينه وإن قلن بكر أجِّل. وكذا إن نكل وإن اختلفا بعد التأجيل وهي ثيب أو بكر وقلن ثيب فالقول له، وإن قلن بكر أو نكل خيّرت، وحاصله كما في البحر أنها لو ثيبا فالقول له بيمينه ابتداء وإنتهاء، فإن نكل في الابتداء أجل، وفي الانتهاء تخير للفرقة، ولو بكرا أجل في الابتداء ويفرق في الانتهاء. وفيه تحت قوله: "خيرت في مجلسها" فإن اختارت نفسها في المجلس أمره القاضي أن يطلقها وفيه تحت قول أو فرق القاضي أي إذا لم يطلق الزوج. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره، مكتبة زكريا ديوبند ٥/١٦٨-١٧٥، كراچي ٣/٤٩٦-٥٠٠)

إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي وادعت أنه عنين وطلبت الفرقة، فإن القاضي يسأله هل وصل إليها أو لم يصل فإن أقر أنه لم يصل أجله سنة سواء كانت المرأة بكرا أم ثيبا، وإن أنكر وادعى الوصول إليها فإن كانت المرأة ثيبا فالقول قوله مع يمينه أنه وصل إليها كذا في البدائع، فإن حلف بطل حقها وإن نكل يؤجل سنة كذا في الكافي، وإن قالت: أنا بكر نظر إليها النساء وامرأة تجزئي والإثنتان أحوط وأوثق فإن قلن أنها ثيب فالقول قول الزوج مع يمينه كذا في السراج الوهاج، فإن حلف لا حق لها وإن نكل يؤجله سنة كذا في الهداية: وإن قلن هي بكر فالقول قولها من غير يمين ...... جاء ت المرأة إلى القاضي بعد مضى الأجل وإدعت أنه لم يصل إليها وادعى الزوج الوصول، فإن كانت ثيبًا في الأصل كان القول قوله مع اليمين فإن حلف بطل حقها، وإن نكل خيرها القاضي وإن قالت المرأة: أنا بكر نظرت إليها النساء والواحدة تكفى والثنتان أحوط، فإن قلن هي ثيب كان القول قوله مع اليمين، وإن قلن هي بكر أو أقر الزوج أنه لم يصل إليها خيرها القاضي في الفرقة، كذا في شرح الجامع الصغير لقاضيخان فإن اختارت زوجها أو قامت عن مجلسها أو أقامها أعوان القاضي ←

مگر یہ سب اُس وقت ہے جب کہ نکاح کو صحیح قرار دیا جاوے اور بناء سوال صرف مرد کا عنین ہونا ہوا اور اگر کوئی وجہ مقتضی عدم صحت نکاح کی پائی جاوے مثلاً وہ لڑکی مرزا کو نبی مانتی ہو یا اور کسی عقیدۂ غیر اسلامیہ کی معتقد ہو تو بوجہ اس کے کہ ارتداد مانع نکاح ہے یہ نکاح ہی صحیح نہ ہوگا (۱) اور بدون طلاق ہی زوجین میں سے ہر شخص کو علیحدہ ہو جانے کا اختیار حاصل ہوگا اور اس میں اگر وطی پائی جاوے تو مہر و عدت دونوں لازم ہیں؛ لیکن مہر اگر مہر مثل سے زیادہ مقرر ہوا ہو تو صرف مہر مثل لازم ہے اور بدون وطی کچھ بھی لازم نہیں۔

كذا في الدر المختار باب المهر. (۲)

۱۱/ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۶۳)

← **أو قام القاضي قبل أن تختار شيئا بطل خيارها كذا في المحيط ...... وإن اختارت الفرقة أمر القاضي أن يطلقها طلقة بائنة فإن أبي فرق بينهما.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/ ۵۲۲-۵۲۴، جديد ۱/ ۵۷۶-۵۷۸)

هداية، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره، مكتبة زكريا ديوبند اشرفية ديوبند ۲/ ۴۲۰-۴۲۱۔

(۱) **وكذلك لايجوز نكاح المرتدة مع أحد.** (هندية، كتاب النكاح، الباب الأول، القسم السابع المحرمات بالشرك، مكتبة زكريا ديوبند قديم ۱/ ۲۸۲، جديد ۱/ ۳۴۷)

(۲) **ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطء لا بغيره ولم يزد مهر المثل على المسمىٰ ولو كان دون المسمىٰ لزم مهر المثل ...... ويثبت لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر عن صاحبه ودخل بها أولا في الأصح وتجب العدة بعد الوطء.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبة زكريا ديوبند ۴/ ۲۷۴-۲۷۶، كراچي ۳/ ۱۳۱-۱۳۳)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴/ باب في العدّة والرجعة

شوہر کے گھر میں عدت وفات گذارنا

سوال (۱۳۴۴): قدیم۲/ ۴۸۵- جوشوہر بیوی سے ناراض ہوکراس کو میکے بھیج دے اور پھر اُس کا انتقال ہوجائے تو عدت وفات عورت کہاں پوری کرے؟

الجواب: في الهداية: **تعتد في المنزل يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت؛ ولهذا لوزارت أهلها وطلقها زوجها كان عليها أن تعود إلىٰ منزل لها فتعتد فيه.** (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سکنیٰ عارضی غیر معتبر ہے چونکہ صورتِ مسئولہ میں ظاہر ہے کہ میکہ میں آنا ایک امر اتفاقی اور عارضی ہے؛ لہٰذا اس اضافت کا اعتبار نہ ہوگا۔ پس اس عورت کو عدت وفات اپنے شوہر کے گھر میں پورا کرنا چاہئے۔ **إلا بعذر معتبر شرعاً فصِلُوه.** فقط واللہ اعلم

۲۵/ محرم ۱۳۲۲ھ (امداد، ص ۵۸، ج ۲)

---

(۱) هداية، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/ ٤٢٨-٤٢٩.

عن عبد الله بن عمر أنه كان يقول: لاتبيت المتوفى عنها زوجها، ولا المبتوتة إلا في بيتها. (المؤطا للامام مالك، الطلاق، باب مقام المتوفي عنها زوجها في بيتها حتى تحل، النسخة الهندية ص ٢١٧، رقم: ٩٠)

وتعتد المعتدة في المكان الذي تسكنه قبل مفارقة الزوج أوقبل موته، وفي الجامع الصغير الحسامي: المعتبر المنزل الذي تسكن فيه يوم الفراق ولو طلقها وهى غائبة كان عليها أن تعود إلى منزلها فتعتدفيه. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢٤٥، رقم: ٧٧٦٦)

طلقت أومات وهي زائرة (في غير مسكنها عادت إليه فور) لوجوبه عليها (وتعتد ان) أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢٢٥، كراچي ٣/ ٥٣٦)

معتدة الطلاق والموت يعتدان في المنزل المضاف إليهما بالسكنى وقت الطلاق ←

عدت کے دوران سفر حج کی ممانعت

سوال (۱۳۴۵): قدیم ۲/ ۴۸۶ - جناب قبلہ وکعبہ ام تسلیمات دست بستہ قبول ہو مجھ کو یہ بات ناممکن ہے کہ ایک جگہ ایام عدت پورے ہوں جگہ ضرور چھوڑنی ہوگی تو ایسی صورت میں اگر حج ہی کو چلی جاؤں تو کیا نقصان ہے؟

الجواب: **في الدر المختار: باب الحداد، ولايخرج (إلىٰ قوله) من بيتها وفي ردالمختار: والمراد به مايضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت هداية . وفي الدرالمختار: إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل (إلىٰ قوله) فتخرج لا قرب موضع إليه في ردالمحتار: وحكم ما انتقلت إليه حكم المسكن الأصلي فلا تخرج منه بحر.**(۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر بلا ضرورت شدیدہ ومجبوری اُس گھر سے نکلنا جائز نہیں جو وفات شوہر کے وقت اس عورت کے رہنے کا تھا اور جو ایسا ہی جان ومال کے تلف ہونے کا اور کوئی اندیشہ ہوتو اس وقت اور کسی مکان میں جو حتی الامکان پہلے مکان سے قریب ہو جا کر رہے پھر اُن میں سے نکلنا جائز نہ ہوگا، بہرحال سفر جائز نہیں خواہ حج کا ہو یا غیر حج کا۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵/ رمضان ۱۳۲۳ھ (امداد، ص ۶۲، ج ۲)

← **والموت...... ولهذا قدمنا أنها لوزارت أهلها فطلقها زوجها كان عليها أن تعود إلى منزلها فتعتدفيه.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في الإحداد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٥٩، كوئٹه ٤/ ١٥٤) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكرياديوبند ٥/ ٢٢٣-٢٢٦، كراچي ٣/ ٥٣٥-٥٣٧۔

معتدة الطلاق والموت يعتدان في المنزل المضاف إليهما بالسكنى وقت الطلاق والموت ولايخرجان منه إلا لضرورة وتحت قول الكنز: "إلاأن تخرج أو ينهدم" فلها الخروج إذاخافت الانهدام عليهاوالمراد إذا خافت على نفسها ومتاعها من اللصوص فلها التحول للضرورة وليس المراد حصرا لأعذار فيما ذكره. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٥٩-٢٦٠، كوئٹه ٤/ ١٥٤)

(۲) **عن سعيد بن المسيب أن عمربن الخطاب رضی اللہ عنه كان يرد المتوفي** ←

شدید ضرورت یا شدید مرض کی وجہ سے معتدہ کو دوسرے شہر میں علاج کے لئے لیجانا

سوال (۱۳۴۶): قدیم ۲/۴۸۶- (۱) حالت عدت میں کانوں کی بالیاں پہننا بھی کیا زینت میں داخل ہے ان کو تو وہ عورتیں بھی پہن لیتی ہیں جو بوجہ جہالت کے عمر بھر سوگ قائم رکھنا اور زینت یا پھول وغیرہ کے استعمال سے گریز کرنا چاہتی ہیں؟

(۲) معتدۃ الموت اگر اس قدر مریض ہو کہ بظاہر اُمید جاں بری نہ ہو اور شوہر کے گھر میں جہاں وہ عدت گزار رہی ہے برادری کی مستورات کے آنے جانے اور میت کے غیر مشروع تذکرہ یا نوحہ و بین اور رونے دھونے سے یا مشروع زاری اور تذکرہ سے مریضہ کا مرض زیادہ ہوتا ہو بال بچوں کے شوروغل سے بیماری بڑھتی ہو اور اس کا انسداد ممکن نہ ہو کیونکہ دوسرا گھر ہونے کی وجہ سے نہ زور دیا جا سکتا ہے نہ اثر پزیر ہوسکتا ہے پس ایسی حالت میں معتدہ مریضہ کا وہاں سے منتقل کرنا اور اپنے گھر لے آنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) معتدہ مریضہ اگر شہر کے اطباء کے معالجہ سے صحت نہ پائے اور اطباء شہر کی تشخیص کے باعث کوئی معالجہ بھی کافی نہ ہو سکے تو بغرض علاج یا تشخیصِ مرض دوسرے شہر میں لے جانا یا معالجہ کے لئے چندروز دوسرے شہر میں قیام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدرالمختار: بترك الزينة بحلي. وفي رد المحتار: أي بجميع أنواعه من فضة وذهب وجواهر قهستاني. الخ (۱)

← **عنهن أزوجهن من البيداء، يمنعهن الحج**. (المؤطا للامام مالك، الطلاق، باب مقام المتوفى عنها زوجها في بيتها حتى تحل۔ ص ۲۱۷، رقم: ۸۸)

وفي الخانية المعتدة لاتسافر لحج ولالعمرة. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون، نوع آخر في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۲۵۳/۵، رقم: ۷۷۸۲۔

المعتدة لاتسافر لحج ولالغيره، خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، باب العدة فصل فيما يحرم على المعتدة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۵۵٤/۱، جديد ۳۵۱/۱)

فلاتخرج المعتدة لسفر حج أو عمرة. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۲٦۰/٤، كوئٹه ۱۵٤/٤)

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۲۱۷/۵، كراچي ۵۳۱/۳۔ ←

وفي الدرالمختار: و تعتدان في بيت وجبت فيه إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف انهدامه أوتلف مالها أولاتجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورات الخ. (۱)

روایت اولیٰ سے جواب سوال اول کا معلوم ہوگیا کہ درست نہیں اور کسی کا اس کو زینت نہ سمجھنا اس کی زینت واقعی ہونے کو رفع نہیں کرسکتا اور روایت ثانیہ سے سوال دوم وسوم کا جواب معلوم ہوگیا کہ دوسری جگہ منتقل کرنا اور دوسرے شہر میں لیجانا درست ہے ونحو ذلک کے عموم میں یقیناً یہ صورتیں داخل ہیں بلکہ خوف تلف مال کو جب ضرورت قرار دیا ہے اس میں خوف تلف نفس یا خوف تلف صحت ہے جو مال سے یقیناً اعز واکرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵/ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ (امداد جلد دوم، ص ۶۶)

← عن أم سلمةؓ زوج النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال المتوفي عنها زوجها لاتلبس المعصفر من الثياب، ولا الممشقة، ولاالحلي، ولاتختضب، ولاتكتحل. (سنن أبي داؤد، الطلاق، باب فيما تجتنبه المعتدة في عدتها النسخة الهندية ۳۱۵/۱، رقم: ۲۳۰۴)

تحد معتدة البت والموت بترك الزينة (كنز ۱۴۷) وشمل لبس الحرير بجمع ألوانه ولو أسود، وجميع أنواع الحلي من ذهب وفضة وجواهر. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۲۵۲/٤-۲۵۳، كوئٹه ۱۵۰/٤)

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۲۲۵/۵، كراچي ۵۳٦/۳

وتعتدان في بيت وجبت فيه إلا أن تخرج أو ينهدم (كنز) فلها الخروج إذا خافت الانهدام عليها والمراد إذا خافت على نفسها أومتاعها من اللصوص فلها التحول للضرورة. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۲۵۹/٤-۲٦۰، كوئٹه ۱۵٤/٤)

أن التربص على المعتدة في منزلها وإن كان واجبا لكن يجوز لها الانتقال بعذر كانهدام المنزل وغيره، وأذي القربة ووحشة الوحدة عذر، فيجوز لها الانتقال نظرا إلى وجود المقتضى وانتفاع المانع وهو ارتفاع التحريم. (عناية مع فتح القدير، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۳۱۳/٤) ←

سوال (۱۳۴۷): قدیم۲/ ۴۸۷- ایک عورت نانوتہ کی رہنے والی الور میں اپنے شوہر کے ساتھ آکر بیوہ ہوگئی اور اپنی بہن کے پاس ہے کچھ چنے گیہوں اُن کی کاشت میں نانوتہ کی زمین میں کھڑے ہیں اور وہ اپنے سامنے کٹوانا ضروری ہے ورنہ بعضے قرضخواہ اُس غلہ کو روک دیں گے آیا اس معتدہ کو اُس کی بہن نانوتہ میں لیجاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدرالمختار: وتعتد ان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه ولاتخرجان منه إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أوتخاف إنهدامه أوتلف مالها أولا تجد كراء البيت ونحو ذلک من الضرورت. الخ ج۲ ، ص ۱۰۲۲ .(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بضرورت مذکور فی السوال وہ معتدہ نانوتہ آسکتی ہے۔

۲۲/ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ (تتمہ۳، ص۳۲)

← **وتعتد المعتدة في منزل يضاف إليها وقت الفرقة أو الموت إلا أن تخرج جبرا أوخافت على مالها أو انهدام المنزل أولم تقدر على كرائه نحو ذلک من أنواع الضرورات.** (مجمع الأنهر، كتا ب الطلاق، باب العدة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۵۴-۱۵۵) شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتا ب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند۵/ ۲۲۵، كراچي ۳/۵۳۶۔

وفي القنية: خرجت المعتدة لإصلاح مالا بدلها كالزراعة، وطلب النفقة وإخراج الكرم ولاوكيل لهافلها ذلک. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۶۰، ۲۶۰، كوئٹه ۴/ ۱۵۴)

النهر الفائق، كتا ب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۴۹۰۔

مجمع الأنهر، كتا ب الطلاق، باب العدة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۵۵۔

وكذا إذا خافت على نفسها أو مالها أو كانت فيه بأجرولم تجد ما تؤديه جازلها الانتقال. (تبيين الحقائق، كتا ب الطلاق، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۷۲)

شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ

طلاق نامہ پر دستخط کے وقت سے عدت شمار ہونا

سوال (۱) (۱۳۴۸) : قدیم ۲/ ۴۸۷ - مسمیٰ زید نے زوجۂ خود مسماۃ ہندہ با حلف باللہ گفت شما از مکانِ من بیرون شو شمارا ہرگز دعویٰ نخواہم کرد۔ پس ہندہ مسطورہ درجوابش گفت کہ حلف شما ہیچ اعتبارے نیست مرا یک کاغذ نوشتہ دہ یعنی طلاق نامہ۔ پس دراں وقت بوجہ عدم میسر کاتب زید مذکور روبرو چہار اشخاص بدست زوجہ خود یک کاغذ سادہ دادہ گفت کہ ہرگاہ ترا نویسندہ میسر شود طلاق نامہ نویسا یندہ از من دستخط ببری۔ بعد چندروز زید مذکور بنزد ہندہ مسطورہ رفتہ گفت شما نزد من بیایا روپیہ من بدہ پس ہندہ گفت اگر شما از من دعویٰ کنی شما در طلاق نامہ دستخط کنید پس روپیہ شما بدہم پس دریں وقت زید در طلاق نامہ دستخط نمودہ از ہندہ روپیہ اُخذ نمودہ اندریں صورت بمطابق ملتِ غراُ وشریعت بیضاً از کدام وقت عدۃ طلاق شمار کردہ شود؟

الجواب : (۲) في رد المحتار: وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو وفيه لو قال للكاتب: أكتب طلاق امرأتي كان إقراراً بالطلاق، وإن لم يكتب فيه ولو استكتب (أي غير الزوج) من اخر كتاباً بطلاقها وقرأه على الزوج فأخذه الزوج وختمه و عنونه وبعث به إليها فأتاها وقع إن أقر الزوج أنه كتابه أو قال للرجل أبعث به إليها. الخ. (۳)

---

(۱) **ترجمۂ سوال کا خلاصہ**: مسمی زید نے اپنی بیوی مسماۃ ھندہ سے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ تم میرے مکان سے باہر ہو جاؤ تم پر ہرگز دعویٰ نہیں کروں گا، تو ھندہ نے اس کے جواب میں کہا کہ تمہاری قسم کا کوئی اعتبار نہیں ہے مجھے ایک لکھا ہوا کاغذ یعنی طلاق نامہ دو، تو اس وقت کاتب نہ ملنے کی وجہ سے زید مذکور نے چار آدمیوں کے سامنے اپنی بیوی کے ہاتھ میں سادہ کاغذ دیتے ہوئے کہا کہ جب بھی تم کو کاتب مل جائے طلاق نامہ لکھوا کر مجھ سے دستخط کرا لینا، کچھ دنوں بعد زید نے ھندہ کے پاس جا کر کہا کہ تم میرے پاس آ ؤ یا مجھ کو روپیہ دو تو ھندہ نے کہا اگر تم مجھ پر دعوی کرو گے تو پہلے تم طلاق نامہ پر دستخط کرو پھر میں تم کو روپیہ دوں گی اس پر زید نے اسی وقت طلاق نامہ پر دستخط کر کے ھندہ سے روپیہ لے لیا اس صورت میں ملت غرا اور شریعت بیضاء کی روشنی میں کس وقت سے عدت شمار کی جائے گی۔

(۲) ترجمہ خلاصہ جواب: -طلاق نامہ پر دستخط کے وقت سے عدت شمار ہوگی۔

(۳) ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٥٦، كراچي ٣/٢٤٦-٢٤٧۔ ←

قلت: وفي الصورة المسئول عنها لم يتحقق الكتابة حتىٰ تدخل في الرواية الأولىٰ الاستكتاب المطلق حتى تدخل في الرواية الثانية بل الإذن بالاستكتاب مقيدا بقوله از من دستخط ببرى فيتوقف وقوع الطلاق على تحقق هذا القيد فكان نظيره ما في الرواية الثالثة.

خلاصۂ جواب آنکہ از وقت دستخط طلاق واقع شدہ پس عدت ازہمیں وقت شمار کردہ شود(۱)۔ واللہ اعلم

۲۵/شوال ۱۳۲۴ھ (امداد، ص ۶۸، ج۲)

نابالغہ سے خلوت کی وجہ سے عدت لازم ہونا

سوال (۱۳۴۹): قدیم ۲/ ۴۸۸ - ایک لڑکی ولڑکا نابالغ کا نکاح ہوا اب بالغ ہونے پر طلاق ہوگئی رضامندی سے عدت اُس کی ہوئی یانہیں ایک مرتبہ نابالغی میں اپنی سسرال گئی تھی پھر جب سے کبھی نہیں گئی اورلڑکی اورلڑکے کی والدہ والد دونوں موجود تھے اوراب تک موجود ہیں،سو آپ عدت کے بارے میں تحریر فرمائیں؟

الجواب: جب سے ان میں نکاح ہوا ہے اگرکسی وقت دونوں کوتنہائی میں یکجائی ہوئی ہے جہاں دوسرے کے جانے کا اندیشہ نہ ہوتو عدت واجب ہوگی گو نابالغی کی صورت میں یہ خلوت صحیحہ نہ ہو۔

← **رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فأخذه الزوج وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى إمرأته فأتاها الكتاب وأقرالزوج أنه كتابه فإن الطلاق يقع عليها، وكذلك لوقال لذلك الرجل ابعث بهذالكتاب إليها.** (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل السادس فيإيقاع الطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند ٥٣١/٤، رقم: ٦٨٤٣)

هندية، كتاب الطلاق، الفصل السادس فيالطلاق بالكتابة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٣٧٩/١، جديد ٤٤٦/١ ـ

(۱) **ومبدأ العدة بعدالطلاق.** (الدرالمختارمع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٢٠٢/٥، كراچي ٥٢٠/٣)

مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه دارالكتب العلمية بيروت ١٤٩/٢ ـ

البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٢٤٣/٤، كوئٹه ١٤٤/٤ ـ

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اور اگر بعد بلوغ کے ایسا اتفاق ہوا ہے تو خلوۃ صحیحہ بھی ہوگی اور عدت ہر حال میں واجب ہوگی؛ البتہ اگر کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا ہو تو عدت واجب نہ ہوگی اور عدت حیض والی کی تین حیض ہے اور جس کو نابالغی سے حیض نہ آتا ہو اُس کی تین ماہ عدت کے ہیں۔

في رد المحتار: باب المهر. تحت قوله: ولوبزوج هكذا الباء للمصاحبة أي ولو كان الصغر مصاحب الزوج يعني لا فرق بين أن يكون الزوج والزوجة أو كل منهما صغيرا. اه قال في البحر: وفي خلوة الصغير الذي لايقدر على الجماع قولان وجزم قاضيخان بعدم الصحة فكان هو المعتمد. ولذا قيل في الذخيرة بالمراهق. اه وتجب العدة بخلوته وإن كانت فاسدة لأن تصريحهم بوجوبها بالخلوة الفاسدة شامل لخلوة الصبي كذا في البحر من باب العدة. ج: ۲، ص: ۵۵. (۱) واللہ اعلم

۱۹/ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ (امداد، ص ۷۱، ج ۲)

منکوحۃ الغیر کا زوج ثانی کی وفات پر عدت کا حکم

سوال (۱۳۵۰): قدیم ۲/ ۴۸۹ - ایک عورت اپنے خاوند سے لڑ بھڑ کر کہیں چلی گئی تو چار برس کے بعد اُس نے کسی اور شخص سے خود نکاح کر لیا یا کسی دوسرے شخصوں نے زبردستی کرا دیا تھا تو اب وہ

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في أحكام الخلوة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٥٠، كراچي ٣/ ١١٤۔

البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٢٦٧، كوئٹه ٣/ ١٥٢۔

وذكر القدوري في شرحه أن المانع إن كان شرعيا تجب العدة لثبوت التمكن حقيقة، وإن كان حقيقيا كالمرض والصغر لاتجب لانعدام التمكن حقيقة، واختاره قاضي خان في فتاواه، لكن في فتح القدير: إلا أن الأوجه على هذا أن يختص الصغير بغير القادر، والمرض بالمدنف لثبوت التمكن حقيقة في غيرهما، والمذهب وجوب العدة مطلقا. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٢٧٢، كوئٹه ٣/ ١٥٥)

مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ٥١٦۔

تبيين الحقائق مع حاشية الشبلي، كتاب النكاح، باب المهر ٢/ ٥٥١۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

دوسرا خاوند فوت ہوگیا اُس سے ایک لڑکی ایک لڑکا موجود ہے اور اُس کے پہلے خاوند سے جو کہا گیا کہ اُس کو طلاق دیدے تو فوراً اُس نے یہ کہا کہ جب میرے گھر سے چلی گئی تو جب ہی طلاق ہے یہ بھی نہیں معلوم کہ طلاق ہے کہا یا طلاق ہوگئی۔ تو اب اس کی عدت گزرنے پر دوسرا شخص نکاح کرسکتا ہے یا نہیں یا ویسے کرلیں، درست ہے یا نہیں؟

الجواب : **في الدرالمختار : باب العدة .وعدة المنكوحة نكاحاً فاسداوالموطوءة بشبهة ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها كما سيجي (إلى قوله) الحيض (هوخبرعدة) للموت أي موت الواطى وغيره(۱)۔ وفيه في اٰخر الباب وكذا لاعدة لوتزوج امرأة الغيرو وطيها عالما بذلک و دخل بها. الخ (۲)**

---

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۹۶/۵-۱۹۹، كراچي ۵۱۶/۳-۵۱۸۔

ولوتزوج بمنكوحة الغير، وهولايعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة. (هندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲۸۰/۱، جديد ۳۴۶/۱)

الفتاوى التاتار خانية، كتاب النكاح، الفصل الثامن مايجوزمن الأنكحة ومالا يجوز، مكتبه زكريا ديوبند ۶۶/۴، رقم: ۵۵۴۴۔

(۲) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۲۱۲/۵، كراچي ۵۲۷/۳۔

وقيد بالوطء بشبهة؛ لأنه لوتزوج إمرأة الغيرعالما بذلک ودخل بها لاتجب العدة عليها. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۲۳۵/۴، كوئٹه ۱۳۹/۴)

ولوتزوج بمنكوحة الغير .... وإن كان يعلم أنها منكوحةالغير فوطئها لاتجب العدة. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب النكاح، الفصل الثامن: مايجوز من الأنكحةومالايجوز، مكتبه زكريا ديوبند ۶۶/۴، رقم: ۵۵۴۴)

هندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲۸۰/۱، جديد ۳۴۶/۱۔

پس صورت مسئولہ میں جس شخص سے دوسرا نکاح ہوا ہے اگر اُس کو خبر تھی کہ یہ کسی کی منکوحہ ہے تب تو عدت واجب نہیں اور اگر خبر نہ تھی تو عدت واجب ہے اور عدت اُس کی حیض ہی سے ہے اور شوہر اول نے جس وقت کہا ہے کہ طلاق ہے یا طلاق ہوگئی اس کہنے سے طلاق ہوگئی (۱) اور عدت اسی وقت سے شمار کی جائے گی (۲)۔ پس یہاں کئی صورتیں پیدا ہوں گی ایک یہ کہ شوہر اول کے طلاق دینے کے بعد عدت گزر گئی اُس وقت شوہر ثانی کی وفات ہوگئی اور اُس کو منکوحہ ہونے کا علم نہ تھا تو اس صورت میں اس عورت کی عدت تین حیض ہیں دوسری صورت یہ کہ شوہر اول کی عدت گزرنے کے بعد شوہر ثانی کی وفات ہوئی اور اُس کو منکوحہ ہونے کا علم تھا اس صورت میں اس عورت پر عدت نہیں ہے۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ شوہر ثانی کی وفات کے وقت تک عدت شوہر اول کی ختم نہ ہوئی تھی تو شوہر اول کی عدت پوری کرنا پڑے گی اور شوہر ثانی کی عدت میں وہی تفصیل ہے اور جن صورتوں میں تین حیض عدت ہیں اُن صورتوں میں اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل عدت ہے۔

كما في رد المحتار تحت قوله الحيض. (۳)

۱۶/ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ (امداد، ج۲، ص۱۷)

---

(۱) **من أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعا منه في الحال.** (مبسوط سرخسي، كتاب الطلاق، باب من الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت ۶/ ۱۳۳)

(۲) **عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: عدتها من يوم طلقها، ومن يوم يموت عنها.** (المصنف لابن أبي شيبة كتاب الطلاق، مكتبه مؤسسة علوم القرآن، بيروت ۱۰/ ۱۳۱، رقم: ۱۹۲۴۹)

قال محمد: في طلاق الأصل: تجب العدة من وقت الطلاق. (المحيط البرهاني، كتاب الطلاق، الفصل السادس والعشرون في مسائل العدة، مكتبه المجلس العلمي ۵/ ۲۳۱، رقم: ۵۶۶۸)

(۳) **أي عدة المذكورات ثلاث حيض إن كن من ذوات الحيض، وإلا فالأشهر أو وضع الحمل.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: في النكاح الفاسد والباطل، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۹۹، كراچي ۳/ ۵۱۸)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حکم عدت ممتدۃ الطہر

سوال (۱۳۵۱): قدیم ۲/۴۹۰- ایک عورت کو برابر بدستور اور عورتوں کے حیض آتا تھا مگر فی الحال ایک سال سے اس کو حیض موقوف ہے اور اس کے شوہر نے اُس کو طلاق دیا ہے اب وہ عورت عدت کتنے روز بیٹھے گی اُس کے لئے عدت بالاشہر ہے یا عدت بالحیض اگر عدت بالاشہر ہے تو تین ماہ عدت ہوگی یا زیادہ اگر عدت بالحیض ہے تو سن ایاس تک انتظار حیض کا کیا جائے گا یا نہیں اگر سنِ ایاس تک انتظار کیا جائے تو وہ عورت نہایت غریب ہے اس کے خورد پوش کا کوئی ظاہری سامان نظر نہیں آتا؟ بینوا توجروا

الجواب: درمختار و ردالمحتار کے باب العدۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تو مدت ایاس تک انتظار حیض کا ضروری ہے اور مالکیہ کے نزدیک نو مہینے اور بقول معتمد ایک سال وقت سے عدت ہے اور ضرورت کے وقت اس قول پر عمل جائز ہے (۱) اھ احقر کہتا ہے کہ اس میں یہ امور قابلِ لحاظ ہوں گے۔

اول: اُس کا علاج کیا جائے اگر علاج سے بھی ادرار نہ ہو تب اِس قول پر عمل کیا جائے کیونکہ ضرورت کا تحقق اُسی وقت ہوگا۔

دوم: اس قول پر عمل کرنے کے لئے قضاء قاضی کی حاجت ہوگی اور حاکم مسلم گو منجانب کافر بادشاہ کے ہو قاضی شرعی ہے پس سرکار میں ایک درخواست اس کی پیش کی جائے کہ کسی مسلمان حاکم کو اس مسئلہ میں حکم کرنیکا اختیار دیدیا جائے پھر وہ حاکم مسلم اس فتویٰ کے موافق اُس عورت کو عدت گزار کر نکاح ثانی کر لینے کی اجازت دیدے، اسی طرح عمل کیا جائے۔

---

(۱) ولم تحض الشابة الممتدة بالطهر بأن حاضت ثم امتد طهرها، فتعتد بالحيض إلى أن تبلغ سن الإياس، جوهرة وغيرها، وما في شرح الوهبانية من انقضائها بتسعة أشهر غريب مخالف لجميع الروايات فلا يفتى به، وفي ردالمحتار ورأيت بخط شيخ مشائخنا السائحاني أن المعتمد عندالمالكية أنه لابد لوفاء العدة من سنة كاملة: تسعة أشهر لمدة الإياس، وثلاثة أشهر لانقضاء العدة...... ولهذا قال الزاهدي: وقد كان بعض أصحابنا يفتون بقول مالك في هذه المسألة للضرورة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في الإفتاء بالضعيف، مكتبه زكريا ديوبند ٥/١٨٥-١٨٦، كراچي ٣/٥٠٨-٥٠٩) ←

سوم: اگر اس قول کے موافق عدت شروع کی اور قبل ختم ہونے ایک سال کے اتفاقاً حیض جاری ہوگیا تو پھر عدت حیض سے کی جائے گی۔ واللہ اعلم

۹/ ذیقعدہ، ۱۳۲۵ھ (امداد ص ۵۷، ج ۲)

سوال (۱۳۵۲): قدیم ۲/۴۹۰- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا اور جس وقت ہوا تھا اُس وقت ہندہ نابالغ تھی اور جب ہندہ بالغ ہوئی تو زید سے راضی نہیں ہے اور باکراہ اپنے قرابت دار کے زوجیت میں زید کے رہی مگر دو ڈھائی برس تک زید سے مطلق صحبت و ہم بستری چھوڑ دیا ہے اور بعد اُس کے جس کو عرصہ دو ہفتہ کا ہوتا ہے زید نے بوجہ نا اتفاقی کے ہندہ کو رو برو دو آدمی کے ایک وقت میں بیک جلسہ اس طرح پر طلاق دی کہ چونکہ میں تم سے راضی نہیں ہوں اور تم ہماری خلافِ مرضی افعالِ بد میں مبتلا رہتی ہو اس لئے میں نے تم کو طلاق دیا اور اس لفظ کو اس وقت میں تین مرتبہ تکرار کیا تو ایسی حالت میں طلاق از روئے مذہب حنفی کے ہوئی یا نہیں اور اب ہندہ چاہتی ہے کہ دوسرے شخص سے نکاح کرے تو فرمایئے کہ ہندہ نکاح اپنا ساتھ دوسرے شخص کے کتنے روز میں کر سکتی ہے؟

آیا بعد گزرنے عدت کے یا فی الفور طلاق ہونے سے اور از روئے مذہب امام ابو حنیفہؒ کے عدت کس قدر زمانہ گزرنے پر ختم ہوتی ہے۔ اگر عدت تین حیض کے گزرنے پر ختم ہوتی ہے تو جس عورت کو حیض نہ آتا تو اُس کی عدت کا کس طرح پر حساب کیا جائے گا؛ چنانچہ ہندہ کا ایسا ہی حال ہے کہ بوجہ پیدا ہونے لڑکی کے حیض نہیں ہوتا اور عورتوں سے تحقیق کیا گیا ہے تو ایسا ظاہر ہوا ہے کہ جب تک لڑکا دودھ ماں کا نہیں چھوڑتا ہے یعنی دو برس ڈھائی برس تک عورت کو حیض نہیں ہوتا ہے اور جو عورت ہندہ کو لڑکی ہوئی ہے وہ دوسرے شخص سے جس سے اس وقت ہندہ نکاح کرنا چاہتی ہے پیدا ہوئی تو ایسی حالت میں بھی رعایت عدت کی کی جاوے گی یا نہیں؟ اگر عدت کی رعایت ہوگی تو کون تاریخ سے کون تاریخ تک؟

الجواب: جب ہندہ بالغ ہوئی اور زید سے راضی نہیں تو اگر ہندہ کا نکاح اُس کے باپ یا دادا نے کیا ہے تو اُس کو فسخ کا اختیار نہ ہوگا؛ بلکہ نکاح باقی رہے گا اور پھر جب زید نے تین طلاق دی تو طلاق پڑ گئی اور مغلظہ ہوگئی اور عدت اس کی وقت طلاق سے تین حیض ہے خواہ کتنے ہی دنوں میں پورے ہوں؛

← البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدۃ، مکتبہ زکریا دیوبند ۴/ ۲۲۰-۲۲۱، کوئٹہ ۴/ ۱۳۰-۱۳۱۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

کیونکہ وہ حیض سے مایوس نہیں ہوئی ایک عارض کی وجہ سے بند ہے جب تک حیض سے مایوسی نہیں ہوتی تب تک عدۃ حیض کے ساتھ معتبر ہوتی ہے پس بعد گزرنے تین حیض کے دوسرے سے نکاح جائز ہوگا خواہ جس سے لڑکی ہوئی ہے اُس سے نکاح کرنا چاہے یا اور کسی سے قبل انقضائے عدت جائز نہیں۔(۱)

اور اگر ہندہ کا نکاح اس کے باپ دادا نے نہیں کیا تھا کسی دوسرے نے کیا تھا تو بعد بلوغ اُس کو اختیار فسخ کا ہے سو اگر بالغ ہوتے ہی اُس نے کہہ دیا کہ میں راضی نہیں (*) تو نکاح ٹوٹ گیا (۲) اور فسخ طلاق نہیں ہے تو بعد نکاح ٹوٹنے کے زید محض اجنبی ہوگیا اس کی طلاقیں واقع نہیں ہوئیں نہ اُس پر عدت لازم جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر بالغ ہوتے ہی نہیں کہا بلکہ اُس وقت ساکت ہوگی اور پھر کہا کہ میں راضی نہیں سو اگر زید نے ہندہ کے بلوغ سے پہلے اُس سے صحبت نہیں کی جب تو نفس سکوت سے نکاح لازم ہوگیا۔ اِس صورت میں بھی زید کی طلاق واقع ہوں گی اور عدت لازم ہوگی اور اگر بلوغ سے پہلے صحبت کا اتفاق ہوا ہے پھر نفس سکوت سے نکاح لازم نہیں ہوا جب تک رضا کی تصریح نہ کرے خواہ زبان سے یا دلالت حال سے اور جب ناراضی بیان کرے تو نکاح فسخ (**) ہوگیا اور اب عدت کی ضرورت نہیں۔ حاصل یہ کہ جن صورتوں میں نکاح لازم ہوگیا ہے اُن میں تو زید کی طلاقیں پڑیں اور عدت لازم ہے اور جن صورتوں میں نکاح فسخ ہوگیا اُن میں نہ طلاق پڑی نہ عدت لازم۔

(*) اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کہنے کے بعد قاضی مسلم کے یہاں نالش کرے اور وہ فسخ کرے ۱۲۔

(**) یعنی بشرط قضاء قاضی ۱۲ منہ

---

(۱) **لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره و کذٰلک المعتدة کذا في السراج الوهاج سواء کانت العدة عن طلاق، أو وفاة.** (هندية، كتاب النكاح، الباب الثاني، القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، مكتبه زكريا قديم ۱/ ۲۸۰، جديد ۱/ ۳۴۶)

أما نكاح منكوحة الغير و معتدته .... لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلا.

(البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۴۲، كوئٹه ۴/ ۱۴۴)

رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۷۴، كراچي ۳/ ۱۳۲۔

(۲) هداية كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه اشرفيه ديوبند ۲/ ۳۱۷۔

هندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۲۸۵، جديد ۱/ ۳۵۱۔

فإن زوجهـما الأب أوالجد فلاخيار لهما بعدبلوغهما وإن زوجهماغير الأب والجد فـلـكـل واحد منهما الخيار إذا بلغا إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ، ثم عندهما إذا بلغت الـصغيرة وقد علمت بالنكاح فسكتت فهو رضا وإن لم تعلم بالنكاح فلها الخيار حتىٰ تـعـلـم فتسـكـت، ثم خيار البكر يبطل بالسكوت ولايبطل خيار الغلام ما لم يقل رضيت أو يجيء منه ما يعلم أنه رضا وكذلک الجارية إذا دخل بها الزوج قبل البلوغ، ثم الفرقة بخيار البلوغ ليس بطلاق. هداية. ص:۲۹۷، ج: ۱. (۱)

وطلاق البـدعة أن يـطـلـقهـا ثـلاثـا بكلمة واحدة و ثلاثا في طهر واحد فإذا فعل ذلک وقع الطلاق وكان عاصيا. هداية .ص: ۳۳۵، ج: ۱. (۲)

---

(۱) هداية، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/۳۱۷-۳۱۸۔

هندية، كتاب النكاح، باب الرابع في الأولياء ، مكتبه زكريا قديم ۱/۲۸۵، جديد۱/۳۵۱۔

وللولي نكاح المجنونة والصغير والصغيرة ولو ثيبافإن كان المزوج فيه أبا أوجدا لزم الـعقـد فليس لها خيارالفسخ بعد الإفاقة، ولالهما بعد البلوغ وإن كان غيرهما فلهما الخيار إذابـلـغا أو علما بالنكاح بعد البلوغ خلافا لأبي يوسف وسكوت البكر رضا ولا يمتد خيارها إلـى آخـر الـمـجـلـس وإن جهلت أن لها الخيار .... وخيار الغلام والثيب عند التزوج أو البـلـوغ لا يبطل ولو قاما عن المجلس مالم يرضيا صريحا أودلالة وشرط القضاء للفسخ في خيار البـلـوغ...... وهـذه الـفرقة بغير طلاق. (مـجـمـع الأنهـر، كتـاب الـنـكـاح، باب أولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت، ۱/۴۹۴-۴۹۶)

(۲) هداية، كتاب الطلاق، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/۳۵۵۔

وكـان عبـدالله بـن عـمـر إذا سـئـل عـن ذلک، قـال: أما أنت طلقت إمرتک تطليقة أوتـطـلـيـقتيـن، فـإن رسـول الله صـلـى الله عليه وسلم أمرني بهذا وإن كنت طلقتها ثلاثا، فقد حـرمـت عـلـيک حتى تـنـكـح زوجا غيرک وعصيت الله فيما أمرک من طلاق امرأتک. (سنن دارقطني، دارالكتب العلمية بيروت ۴/۱۸، رقم: ۳۹۲۱)

عـن نافع كان ابن عمر رضي الله عنه إذا سئل عمن طلق ثلاثا، قال: لوطلقت مرة أو مرتين، فـإن رسـول الله صلى الله عليه وسلم أمرني بهذا فإن طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره. (بـخـاري شـريـف، كتـاب الطلاق، باب من قال لامرأته أنت على حرام، النسخة الـهندية ۲/۷۹۲، رقم: ۵۰۶۶، ف: ۵۲۶۴) ←

وقال اللّٰه تعالىٰ: والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلثة قروء. الآية (١)

ولو رأت ثلاثة دما ثم انقطع فعدتها بالحيض وإن طال إلىٰ أن أيست كذا في العتابية. عالمگيري. ص: ٥٤٣، ج: ٢. (٢) واللہ اعلم

۹/ جمادی الاول ۱۳۲۰ھ (امداد، ص ۱۱، ج ۲)

سوال (۳) (۱۳۵۳): قدیم ۲/۳/۴۹۳ - درامداد الفتاویٰ جلد دوم ص ۳۶ در مسئلہ عورت ممتدۃ الطہر بوقت ضرورت برقول امام مالکؒ فتویٰ دادہ اند۔

← مسلم شريف، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض، النسخة الهندية ١/٤٧٦، بيت الأفكار، رقم: ١٤٧١۔

(١) سورة البقرة: ٢٢٨۔

(٢) عالمگيري، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٥٢٧، جديد ١/٥٨٠۔

فإنها لو حاضت، ثم ارتفع حيضها فإن عدتها بالحيض إلى أن تبلغ حد الأياس. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة، دارالكتب العلمية بيروت ٢/١٤٣)

إن حاضت ثم امتد طهرها، فتعتد بالحيض إلى أن تبلغ سن الأياس. (الدر المختار مع الشامي كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/١٨٥، كراچي ٣/٥٠٨)

البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٢٠، كوئٹه ٤/١٣٠۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۳) **ترجمۂ سوال کا خلاصہ**: امداد الفتاوی جلد ۲/ص ۳۶/ پر ممتدۃ الطہر عورت کے مسئلہ کے بارے میں بوقت ضرورت امام مالک رحمۃ اللہ کے قول پر فتوی دیا گیا ہے، مگر اسی مسئلہ پر عمل کرنے کے لئے قضاء قاضی شرط قرار دیا ہے، کسی کتاب سے دلیل نہیں پیش کی گئی فقہ کی تمام موجودہ کتابوں میں یہ شرط موجود نہیں ہے، غالب گمان یہ ہے کہ جناب قدس سرہ نے مفقود کے مسئلہ پر قیاس کیا ہے، لہذا ہمارا قیاس اور ہماری مثالیں درست ثابت نہیں ہوتیں، حالانکہ خود حضرت والا کی تصانیف میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ہمارا قیاس درست ہے، خاص طور پر اتحاد علت نہیں ہے، اس لئے کہ موت ایک احتمالی چیز ہے اس میں قضاء قاضی ضروری ہوگا، برخلاف ہماری زیر بحث کے یا فقہ کی کسی کتاب سے قاعدہ کلیہ فرما دیا جائے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر عمل کرنے میں قضاء قاضی شرط ہے یا خاص صورت میں ورنہ یہ بحث مشکل ہے۔

مگر قضاء قاضی بر عمل ایں مسئلہ شرط فرمودند سند کدام کتاب نہ آورند در تمام کتب فقہ موجودہ ایں شرط غیر موجود است اغلب کہ جناب اقدس سرہ قیاس بر مسئلہ مفقود فرمودہ باشند، پس قیاس امثال مایان غیر مقبول است چنانچہ در تصانیف خود جناب مدظلہ، تصریح فرمودہ اند کہ قیاس مایان مقبول است خصوصاً اتحاد علت نیست کہ موت امر محتمل است الحاق قضاء قاضی دراں ضروری باشد بخلاف ما نحن فیہ یا قاعدہ کلیہ از کدام کتاب فقہ بیان فرمایند کہ در عمل بر مذہب غیر بوقت ضرورت قضاء قاضی شرط ست یا در خاص صور، دونہ خرط القتاد؟

الجواب : قضاء قاضی کی شرط قواعد کلیہ سے لگائی گئی ہے اور یہ نہ قیاس ہے کہ ایجاد مسئلہ نہیں ہے؛ بلکہ قواعد مقررہ مذہب سے کام لیا گیا ہے اور ہے بھی ظاہر اور نہ عمل بمذہب الغیر بتصرف فی مذہب الغیر ہے کیونکہ ہم نے مذہب غیر کو علی حالہ برقرار رکھ کر اس پر عمل کی یہ شرط لگائی ہے جیسے کہ ہمارے مذہب کا یہ مسئلہ ہے کہ ضرورتِ شدیدہ میں غیر کے مذہب پر عمل جائز ہے اور مذہب غیر میں اُس مذہب پر عمل کرنے کی یہ شرط نہیں ہے؛ بلکہ علی الاطلاق عمل جائز رکھا گیا ہے تو کیا اس شرط ضرورت کو عمل بمذہب الغیر بتصرف فی مذہب الغیر اور تلفیق کہہ سکتے ہیں ہرگز نہیں پس اسی طرح مسئلہ متنازع فیہ بھی ہے۔

اب تفصیلاً چند نظائر تحریر کئے جاتے ہیں جن میں قضاء قاضی تقویت کے لئے شرط کیا گیا ہے اور یہاں بھی تقویت کی حاجت ہے کیونکہ حق غیر ثابت بالشرع کا ارتفاع کسی قوی دلیل سے ہوسکتا ہے یعنی جس مذہب کو ہم خطا سمجھتے ہیں اور ضرورت کی وجہ سے اس پر عمل کیا اور اس عمل میں حق غیر کا اتلاف ہے؛ لہٰذا ارتفاع حق غیر کے لئے کوئی قوی مقتضی ہونا لازم ہے۔

في الدرالمختار: في باب الهبة، و لا يصح الرجوع إلا بتراضيها أو يحكم الحاكم للاختلاف فيه. (۱) لأن الرجوع فسخ العقد فلايصح إلا ممن له ولاية عامة وهو القاضي أو منهما لو لايتهما على أنفسهما كالرد بالعيب بعد القبض. اھ (۲)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة، مكتبه زكريا ديوبند ۵۱۳/۸، كراچي ۷۰۴/۵۔

(۲) الكفاية على الهداية، مع تكملة فتح القدير، كتاب الهبة، فصل في الهبة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۳/۹۔

حاشية هداية، كتاب الهبة، باب مايصح رجوعه ومالا يصح، مكتبه اشرفية ديوبند ۲۹۰/۳۔

(یعنی بین المجتہدین) اور کفایہ میں ہے: وفي الهداية: لأنه مختلف بين العلماء وفي أصله وهاء وفي حصول المقصود وعدمه خفاء الخ. (۱)

اور نیز ہدایہ میں ہے: ويشترط فيه (أي في خيار البلوغ) القضاء بخلاف خيار العتق؛ لأن الفسخ هنا لدفع ضرر خفي وهو تمكن الخلل ولهذا يشتمل الذكر والأنثى فجعل الزاما في حق الآخر فيفتقر إلى القضاء. الخ (۲)

اور یہاں پر کتب بھی کم ہیں نیز فرصت بھی کم ہے اگر مناسب ہو تو اشباہ والنظائر ملاحظہ فرمائیں۔ اُمید ہے کہ اس میں یہ قاعدہ ملے گا کہ مذہب غیر پر عمل کرنے کی شرط قضاء قاضی ہے جس صورت میں کہ اس عمل سے الزام علی الغیر ورفع حق غیر ہوتا ہے۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۳/رجب ۱۳۳۵ھ (ترجیح خامس، ص ۲۰)

---

(۱) هداية، كتاب الهبة، باب مايصح رجوعه ومالا يصح، مكتبه اشرفية ديوبند ۳/ ۲۹۰۔

(۲) هداية كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۳۱۷۔

(۳) قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف واقع ہو جائے اور حاکم اور قاضی نے ایک بات پر فیصلہ اور حکم صادر کر دیا ہے، تو ائمہ کا اختلاف مرتفع ہو جاتا ہے اور سب پر قاضی اور حاکم کے فیصلہ پر عمل کرنا اور اس کو ماننا لازم ہو جاتا ہے، اسے کہا جاتا ہے، حکم حاکم رافع اختلاف ہے، یہ قاعدہ اشباہ کے علاوہ ذیل کی عبارات سے واضح ہے ملاحظہ فرمایئے:

إذا قضي القاضي برأي نفسه في حادثة اختلف فيه الفقهاء نفذ على الكل، وثبت صحته في حق من يخالفه. (كشف الأسرار ۴/ ۲۶)

إن قضاء القاضي في المجتهدات بما غلب على ظنه وأدى إليه اجتهاده ينفذ ظاهرا وباطنا ويرفع الخلاف فيصير المقضي به هو حكم الله تعالیٰ باطنا وظاهرا. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۳/ ۳۳۸)

وفي الولوالجية: القاضي إذا قضى بقول مرجوع عنه جاز قضاءه، وكذا لو قضي بقول يخالف قول علمائنا إذا كان القاضي من أهل الرأي والاجتهاد، وفي النوازل قال الفقية أبو الليث: وقد قال في رواية محمدبن الحسن أن كل شئ قد اختلف الفقهاء فيه فقضي القاضي بذلک جاز قضاءه ولم يكن لقاض آخر أن يبطله ولم يذكره فيه الاختلاف وبه نأخذ.

(الفتاوى التاتارخانية، كتاب أدب القاضي، الفصل التاسع عشر في القضاء في المجتهدات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۱/ ۱۳۲، رقم: ۱۵۶۷۷) ←

عدت طلاق میں اقل مدت حائض کا اعتبار

سوال (۱) (۱۳۵۴): قدیم ۲/۴۹۴ - ما قولکم اندریں کہ زن مطلقہ بزبان خودمی گوید کہ مدت حیض معتادش سہ روز ست ومدتِ طہر معتادش پانزدہ پس بعد انقضائے عدت او کہ سی ونہ شبانہ روز باشد نکاحش درست است یانہ وشہادت شاہدان مخالفش باطل است یاچہ؟

الجواب: (۲) درباب انقضائے عدت قول معتدہ معتبر است بشرطیکہ مدت محتمل عدت باشد۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ولایحل لهن أن یکتمن ما خلق اللّٰہ في أرحامهن. في المظهري وفیه دلیل علی أن قولها مقبول في ذلک. (۳)اھ. وفي الدرالمختار: قالت: مضت عدتی والمدة تحتمله وکذ بها الزوج قبل قولها مع حلفها وإلا لا.اھ (۴)

ودراقل مدت عدت حائضہ اختلاف است نزد امام ابوحنیفہؒ شصت روز است ونزد صاحبینؒ سی ونہ روز کہ مذکورسوال است۔

في الدرالمختار. أقلها لحرة ستون یوما ومافي رد المحتار وعندهما أقل مدة تصدق فیها الحرة تسعة و ثلاثون یوما. (۵). واللہ اعلم (امداد ص ۷۷، ج ۲)

← ثم إن حکم الحاکم رافع للخلاف في الأمور المجتهد فیها. (تکملة فتح الملهم، کتاب المساقات والمزارعة، مکتبه اشرفیة دیوبند ۱/ ٦٣٦) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **ترجمۂ سوال کا خلاصہ**: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ مطلقہ عورت خود کہتی ہے کہ حیض میں اس کی عادت تین دن کا عرصہ ہے اور طہر میں اس کی عادت پندرہ دن کا عرصہ ہے تو اس کی عدت گزرنے کے بعد جو انتالیس دن بنتی ہے اس کا نکاح درست ہے یانہیں؟ اور اس کے مخالف گواہوں کی گواہی قبول ہے یانہیں؟

(۲) **ترجمۂ جواب کا خلاصہ**: معتدہ کا قول عدت پوری ہونے میں معتبر ہوتا ہے، بشرطیکہ اس مدت میں عدت پوری ہونے کا امکان ہو۔

(۳) تفسیر مظهري، سورة البقرة، مکتبه زکریا دیوبند ۱/ ۲۹۷۔

(۴) الدر المختار مع الشامي، کتاب الطلاق، باب العدة، مکتبه زکریا دیوبند ۵/ ۲۰۷، کراچي ۳/ ۵۲۳۔

(۵) الدر المختار مع الشامي، کتاب الطلاق، باب العدة، مکتبه زکریا دیوبند ۵/ ۲۰۷، کراچي ۳/ ۵۲۳۔ ←

عدت پوری ہونے میں عورت کی خبر کا اعتبار

سوال (۱۳۵۵): قدیم ۲/۴۹۴ - درمختار شامی بزازیہ قاضی خان وغیرہ سب کتابوں میں ہے:

المطلقة المعتدة إذا قالت انقضت عدتي تصدق ويجوز بها النكاح.

اس سے ظاہر ہے کہ اُس کا حال معلوم کرنا کہ کتنے روز تک تم کو حیض آتا ہے اور کئے روز کا طہر ہے اور حیض کے کتنے رنگ ہیں وغیرہ وغیرہ ضرور نہیں بے اس کے دریافت اور سوال کے قائلہ سے نکاح جائز ہے مگر معین الحکام میں اس امر کی نسبت سخت تاکید کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح ہی درست نہ ہوگا۔

ونصه هذا ومن ذلك ما أهملوه من سؤال المعتدة إذا أرادت النكاح ومباحثتها عن انقضاء العدة بما يفهم به أحكامها من التفصيل و تعيين الأقراء ونحو ذلك من شروط الحيضة في عدة فينبغي الاجتهاد في ذلك ولا يكتفي بقولها قد انقضت عدتي على الإجمال فإن النساء اليوم قد جهلن ذلك جهلا كثيرا بل جهله كثير ممن يظن به علم ويرى لنفسه خطا و تقد ماوقد عاينت بعض الجهلة من الموثقين يستغني عن سؤال المرأة جملة إذا هو وجد التاريخ للطلاق شهرين فصاعدا واتخذ اليوم هذا المقدار من المدة كثير من النساء والرجال أصلا في إكمال عدة الطلاق وما أدري كيف هذا الغلط القبح انتهىٰ. ص: ۸۸، مطبع مصر.

← **ومن قالت انقضت عدتي بالحيض فالقول لها مع اليمين إن مضى عليها ستون يوما عندهما إن مضى تسعة وثلاثون يوما.** (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۵۰)

ولو قالت مضت عدتي وكذبها الزوج فالقول لها مع الحلف (كنز) وترك المصنف قيد الابد منه وهو كون المدة تحتمل الانقضاء على الخلاف الذي قدمناه وهو شهران عندهٗ وتسعة وثلاثون يوما عندهما. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۴۷، كوئٹه ۴/ ۱۴۶-۱۴۷)

تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند۳/ ۲۶۳۔

بزازية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن في العدة، مكتبه زكريا قديم ۴/ ۳۵۶، جديد ۱/ ۱۶۶۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب : دونوں عبارتوں میں کچھ تعارض نہیں کیونکہ عبارت اول میں یہ قید بھی ثابت ہے کہ **كان أكبر رأيه أن قولها حق بعد التحري** جیسا کہ ہدایہ کتاب الکراہۃ فصل البیع میں ایک ایسا ہی مسئلہ ہے اوراس میں اس قید کی تصریح ہے اور وہ یہ ہے۔

ولو أن امرأة أخبرها ثقة إن زوجها الغائب مات عنها (إلیٰ قوله) **إلا أن أكبر رأيها أنه حق يعني بعد التحري فلا بأس بأن تعتد ثم تزوج.**

اس کے بعد وہی سوال والا مسئلہ نقل کیا ہے:

وكذا لو قالت لرجل: طلقني زوجي وانقضت عدتي فلا بأس أن يتزوجها. (۱)

اس پر غایۃ البیان میں لکھا ہے:

إذا غلب على ظنه صدقها.

اس کے بعد ایک اور مسئلہ اخبار عن الحلالہ کا لکھا ہے (۲) اُس پر کفایہ میں ہے:

أي إذا كانت ثقة أو وقع في قلبه أنها صادقة. (۳)

اور معین الحکام میں اسی قید کی شرح اور تفصیل ہے کیونکہ غلبۂ ظن صدق مرأۃ وشہادت قلب اُس وقت حاصل ہوگا جب یہ متحقق ہوجائے کہ عورت ان احکامِ ضروریہ کو جانتی ہے ورنہ بالضرور اُس کے صدق میں شک ہوگا پس معین الحکام کی شکایت کا حاصل یہ ہوا کہ لوگ ظن صدق مخبر کی رعایت نہیں کرتے۔

۱۴/ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ، (تتمہ ثانیہ، ص ۱۸۴)

---

(۱) هداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبه اشرفية ديوبند ٤/ ٤٦٩ ـ

(۲) **وكذا إذا قالت المطلقة الثلاث انقضت عدتي وتزوجت بزوج آخر ودخل بي ثم طلقني وانقضت عدتي فلابأس بأن يتزوجها الزوج الأول.** (هداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبه اشرفية ديوبند ٤/ ٤٦٩)

(۳) الكفاية على الهداية مع تكملة فتح القدير، كتاب الكراهية، مكتبه زكريا ديوبند ١٠/ ١٢ ـ

حاشية هداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مكتبه اشرفية ديوبند ٤/ ٤٦٩ ـ

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

عدتِ نومسلمہ

سوال (۱۳۵۶): قدیم ۲/ ۴۹۶ - کیافرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کافرہ کو مسلمان کر کے بلاعدت پوری کرائے نکاح کرلیا جس کو عرصہ ڈیڑھ برس کا ہوا اور ابھی تک اس عورت کے کوئی بچہ نہیں ہوا ہے۔ اب اس کو معلوم ہوا ہے کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا تو آیا اب یہ عدت پوری کرا کر پھر سے نکاح کرے اگر کرے تو عدت کتنے دن کی ہوگی؟

الجواب: تین حیض کے بعد تو شوہر کافر کا نکاح فسخ ہوگا اور تین حیض اس کے بعد عدت ہوگی اس کے بعد مسلمان مرد سے نکاح درست ہوگا پس اگر یوم اسلام سے چھ حیض گزر گئے ہوں تو اب نکاح جدید کرلے۔(۱)

۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۳۵)

---

(۱) **وإذا أسلمت المرأة في دار الحرب وزوجها كافر أو أسلم الحربي وتحته مجوسية لم تقع الفرقة عليها حتى تحيض ثلاث حيض، ثم تبين من زوجها...... وإذا وقعت الفرقة والمرأة حربية فلاعدة عليها، وإن كانت هي المسلمة فكذلك عند أبي حنيفة خلافا لهما قال ابن الهمام: فالحاصل أنه لاعدة بعد البينونة عند أبي حنيفة في الصورتين وعندهما إذا كانت هي المسلمة فعليها العدة وهكذا ذكر شمس الأئمة وكأنه أخذه من قول محمد في السير فيما إذا أسلمت المرأة في دار الحرب بعد أن ذكر الفرقة بشرطها وعليها ثلاث حيض أخرى بعد الثلاث الأول وهي فرقة بطلاق ويقع طلاق عليها مادامت في العدة في الثلاث الحيض الأواخر.** (فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۹۸-۳۹۹)

ومنها إسلام أحد الزوجين في دار الحرب، لكن لاتقع الفرقة في الحال بل تقف على مضي ثلاث حيض إن كانت ممن تحيض وإذا وقعت الفرقة بعد مضي هذه المدة هل تجب العدة بعد مضيها بأن كانت المرأة هي المسلمة فخرجت إلى دار الإسلام فتمت الحيض في دار الإسلام لاعدة عليها عند أبي حنيفة وعند هما عليها العدة. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، كيفية الفرقة عند إباء الزوج عن الإسلام، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۵۶۶-۵۶۷)

البحرالرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۷۰، كوئٹه ۳/ ۲۱۳۔

استفتاء: ایک سوال و جواب بغرض تحقیق بھیجتا ہوں کہ یہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال (۱۳۵۷): قدیم ۲/ ۴۹۶- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کافرہ غیر حاملہ اپنے شوہر کافر سے جُدا ہوکر مدت دراز تک علیحدہ رہی اور نوکری کر کے اوقات بسر کرتی رہی اور آج تک غیر حاملہ ہے اور اس مدت دراز میں بظاہر اس کے زانیہ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں؟ اس کے بعد اسلام قبول کر کے ایک مسلم کے نکاح میں آئی پس ایسی حالت میں عدت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب خلاف الصواب من بعض مدرسے مدرسۃ فیض الغربانی آرہ

صورتِ مسئولہ میں نکاح کے جواز میں شبہ نہیں اور ہرگز عدت کی ضرورت نہیں کہ وہ عورت بے شوہر ہے اور زانیہ ہونا ثابت بھی ہوتا ہم عدت کی ضرورت نہیں۔ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ، ص ۱۷ میں ہے:

يصح نكاح الزانية الغير الحاملة. الخ

یعنی زانیہ غیر حاملہ کا نکاح صحیح ہے اور عدت کی ضرورت نہیں، ہدایہ صفحہ ۲۹۲ میں ہے:

كذا إذا رأى امرأة تزني. الخ (۱)

یعنی کسی عورت کو زنا کرتے دیکھے اور اُس سے نکاح کرلے تو ہم بستری حلال ہے عدت کی ضرورت نہیں، مسئلہ واضح ہے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

کتبہ: حنفی قادری مدرس اول مدرسہ فیض الغربا آرہ

الجواب من صاحب الفتاویٰ مع الرد علی الجواب الأول

في الهداية: وإذا أسلمت المرأة وزوجها كافر عرض القاضي عليه الإسلام فإن أسلم فهي امرأته وإن أبى فرق بينهما وكان ذلک طلاقا عند أبي حنيفة ومحمدؒ وفيها

← الدرالمختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٦٢-٣٦٣، كراچي ٣/١٩١-١٩٢۔

(۱) هداية، كتاب النكاح، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٣١٢۔

وإذا أسلمت المرأة في دارالحرب وزوجها كافر أو أسلم الحربي وتحته مجوسية لم يقع الفرقة عليها حتىٰ تحيض ثلث حيض ثم تبين من زوجها. ص: ۳۲۶، ج: ۱ (۱)

اس روایت میں تصریح ہے کہ کافر عورت کے مسلمان ہونے سے دارالاسلام میں بعد عرض قاضی کے اور اباء زوج کے فرقت کردی جاتی ہے اور یہ فرقت طلاق ہوگی اور بعد طلاق کے عدت کا وجوب ظاہر ہے اور دارالکفر میں بعد اسلام لانے سے تین حیض گزرنے سے وہ بائنہ ہوتی ہے اور بینونت کے بعد عدت واجب ہوتی ہے بہرحال دونوں صورتوں میں حالتِ کفر میں مدت تک محض جُدا رہنے سے اُن کا نکاح سابق ہی نہ ٹوٹا تھا جب وہ مسلمان ہوئی ہے نکاح اب ٹوٹا ہے مگر موقع اسلام لانے کا اگر دارالاسلام ہے تب تو نکاح ٹوٹنے میں یہ بھی شرط ہے کہ زوج پر قاضی اسلام کو پیش کرے گا اور جب وہ انکار کرے گا تب نکاح ٹوٹے گا اور اگر وہ موقع دارالکفر ہے تو اسلام لانے کے بعد تین حیض گزرنے پر نکاح ٹوٹا ہے۔ پس پہلی صورت میں بعد اباء زوج کے عدت واجب ہوگی۔(۲) اور دوسری صورت میں بعد بینونۃ کے عدت واجب ہوگی (۳) پس اسلام لاتے ہی بلا انقضائے عدت نکاح کر لینا کسی حال میں جائز نہ ہوگا۔

---

(۱) هداية، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، مكتبه اشرفية ديو بند ۲/ ۳۴۶-۳۴۷۔

(۲) وإذا أسلم أحد الزوجين عرض الإسلام على الآخر فإن أسلم وإلافرق بينهما وإباءه طلاق (كنز) وأشار بالطلاق إلى وجوب العدة عليها إن كان دخل بها لأن المرأة إذاكانت مسلمة فقد التزمت أحكام الإسلام ومن حكمه وجوب العدة، وإن كانت كافرة لاتعتقد وجوبها؛ لأن الزوج مسلم والعدة حقه وحقوقنا لاتبطل بديانتهم. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۳۶۷-۳۷۰، كوئٹه ۳/ ۲۱۱-۲۱۲)

(۳) ولو أسلم أحدهما ثمة أي في دار الحرب لم تبن حتى تحيض ثلاثا قبل إسلام الآخر وفي الشامية: وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة فإن كانت المرأة حربية، فلا؛ لأنه لاعدة على الحربية، وإن كانت هي المسلمة فخرجت إلينا تمت الحيض هنا فكذلک عند أبي حنيفة خلافا لهما؛ لأن المهاجرة لاعدة عليها عنده خلافا لهما" بدائع، هداية" وجزم الطحاوي بوجوبها...... وينبغي حمله على اختيار قولهما. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب النكاح،باب نكاح الكافر، مكتبه زكرياديوبند ۴/۳۶۲-۳۶۳، كراچي ۳/ ۱۹۱-۱۹۲) ←

روایت مذکورہ اس کی صاف دلیل ہے اور ان عبارتوں سے کہ:

يصح نكاح الزانية الغير الحاملة الخ اور كذا إذا رأى امرأة تزني. الخ.(۱)

صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ خود زنا موجبات عدت سے نہیں یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اگر دوسرے موجبات عدت پائے جاویں تو محض زانیہ نہ ہونا موجبات عدت کے اثر کو بھی باطل کردے گا ورنہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ کسی مطلقہ پر بھی جب کہ وہ زانیہ نہ ہو عدت واجب نہ ہو اور کسی متوفی عنہا زوجہا پر بھی جبکہ وہ زانیہ نہ ہو عدت واجب نہ ہو۔ کیا اس کا کوئی قائل ہو سکتا ہے اور اگر کوئی قائل ہو تو کیا اُس کا قول مقبول ہو سکتا ہے۔ اشرف علی

۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

الصحيح هو الثاني من الجوابين
عبد الصمد عفی عنہ
اسلام آبادی

الجواب الثاني صحيح
محمد مظہر عفی عنہ مدرس
مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب الثاني صحيح
محمد رشید عفی عنہ
مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب الثاني صحيح
زاہد حسین مدرس
مدرسہ عالیہ کلکتہ

ما أجاب به مولانا اشرف علی فهو صحيح
مدرس سعادت حسین عفی عنہ شمس العلماء
مدرسہ عالیہ کلکتہ

وجواب الاُولیٰ غلط
محمد یحیٰ عفی عنہ مدرس
مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب الثاني هو الصحيح
محمد سہول غفرلہ مدرس
مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب الثاني هو الصحيح
محمد قاسم مدرس
مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب الثاني يصح ويطبق بالسوال
محمد اسمٰعیل عفی عنہ

الجواب الثاني صحيح
محمد اسحٰق عفي عنہ مدرسہ
مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب الثاني صحيح
سید وصی الدین مدرس
مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب الثاني صحيح
مقبول حسین عفی عنہ امام
مسجد مرغی ہٹہ کلکتہ

← بدائع الصنائع، كتاب النكاح، بيان مايرفع حكم النكاح، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٦٥٦-٦٥٧۔

البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٧٠، كوئٹه ٣/٢١٣۔

فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٩٨-٣٩٩۔

(۱) هداية، كتاب النكاح، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٣١٢۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب الأول الذي أجاب به المولوي......بخش فهو مردود وغير صحيح وأنا أتعجب على فهمه وتفقهه فإنه مع أنه مدرس وكيف لايفهم هذه العبارة الفقهية وأما ما أجاب به مولانا أشرف علی فهو صحيح موافق للكتب الفقهية. عبدالاحد عفاعنہ، دربھنگوی محمد پوری

جناب مولانا اشرف علی صاحب کا جواب صحیح ہے۔ مجیب اُول کے جواب پر مجھے سخت حیرت ہوتی ہے کہ جو عبارت اُنھوں نے اپنے استدلال میں نقل کی ہے اُس کو اس سوال سے کیا تعلق۔

محمد عبدالغنی اصلح اللہ بالہ دربھنگوی رسولپوری

الجواب الثانی صحیح: الجواب صحیح عبارات فقہاء کرام سے اسی جواب ثانی کی قوت ثابت ہوتی ہے۔

عبدالعزیز عفی عنہ مدرس مدرسہ رمضانیہ کلکتہ ابوالخیر عبدالوہاب بہادری عفی عنہ الباری

الجواب من المفسر الحقاني وفيه بعض التفصيل الضروري

اگر اس عورت کو اُس کے شوہر نے چھوڑ دیا اور اس مدت دراز تک اگر وہ ان کے نزدیک عدت وطلاق سب کچھ ہو گیا تو اسلام لانے کے بعد تین حیض کی عدت کوئی ضروری نہیں کیونکہ صدر اسلام میں ایسی عورات بہت سی آئی ہیں کہ حالتِ کفر میں اُن کے شوہروں سے طلاق وعدت ہو چکی مسلمان ہونے کے بعد صحابہ نے نکاح کیا مگر تین حیض کی عدت گزارنا ثابت نہیں اگر اس نے طلاق بھی نہیں دی اور چھوڑ بھی نہیں دیا اور عدت بھی نہیں گزری تو تین حیض عدت کے گزارنا چاہئے۔ ابومحمد عبدالحق

پھر سائل مذکور کا یہ خط آیا

حضرت سیدی ومرشدی دامت برکاتہم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔فتویٰ پر جناب مولوی عبدالحق صاحب نے جو جواب لکھا ہے ملاحظہ اقدس کے واسطے ارسال خدمت ہے۔

سوال (۱): یہ بات تحقیق طلب ہے کہ آیا وہ جو اپنے شوہر کافر سے مدت دراز تک جدا رہی جیسا کہ سوال میں لکھا ہے۔ یہ تفریق شرعاً معتبر ہے؟۔

سوال (۲): اگر اُس کے شوہر نے طلاق دیدی اور عدت بھی ہو چکی تو آیا جیسا کافروں کا نکاح شرعاً معتبر ہے ویسے کافروں کی طلاق وعدت بھی شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

جواب سوال (۱): صرف جُدا رہنا تفریق معتبر نہیں۔(۱)

جواب سوال (۲): معتبر ہے۔(۲) اگر اُن کی طلاق وعدت کے قواعد احکام اور اُس کا وقوع محقق ہوجاوے اور صرف قرائن وروایات غیر محققہ معتبر نہیں۔

۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۳۳۲ھ

پھر سائل مذکور کا خط آیا

حضرت سیدی و مرشدی دام برکاتہم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ جناب مولوی عبدالرؤف صاحب کا فتویٰ ملاحظہ اقدس کے واسطے ارسالِ خدمت ہے۔ اگر کچھ تحریر فرمانا ہو تو اسی فتوے پر تحریر فرمایا جاوے۔

نقل فتویٰ مذکور

صورت مذکورہ میں جو مدت دراز تک جُدا رہنا مذکور ہے اس مدت میں اُن کے قاعدہ سے طلاق وعدت محقق ہوجائے تو اب عدت کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو اور عورت کے مسلمان ہونے کے بعد اُس کے شوہر نے مسلمان ہونے سے انکار کردیا تو تفریق لدفع الضرر اگرچہ بباعث تعذر کے بلا قضاء قاضی ہو ضرور ہے اور اس تفریق کا حکم امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد صاحبؒ کے نزدیک طلاق ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فسخ کا اور کسی مسلمان نے جو اُس سے قبل اتمام عدت کے نکاح کرلیا ہے یہ نکاح صحیح ہوگا لیکن علی القول المفتی بہ استبراء رحم کے لئے تا ایام عدت وطی درست نہیں۔ جامع الرموز میں یہ ہے:

واتفق المشايخ على جواز نكاح المعتدة عن كافر إلا أن بعضهم قالوا إن العدة واجبة وبعضهم قالوا: إنها غير واجبة وهو الأصح كما في الكرماني وفيه إشارة إلىٰ أنها

---

(۱) **لإن الإمتناع عن قربانها في أكثر المدة بلامانع وبمثله لايثبت حكم الطلاق فيه.**

(هداية، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مكتبه اشرفية ديو بند ۲/ ٤٠٢)

(۲) **أنه تثبت بقية أحكام النكاح في حقهم كالمسلين: من وجوب النفقة في النكاح ووقوع الطلاق ونحوهما: كعدة ونسب، وخيار بلوغ، وتوارث بنكاح صحيح، وحرمة مطلقة ثلاثا، ونكاح محارم.** (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٤٧، كراچي ٣/ ١٨٤)

لو كانت في عدة مسلم فسد النكاح وإذا بالإجماع لیکن عبارت شامی کی یہ ہے: تنبيه قال في النهر: قيد المصنف بكون المتزوج كافرا لأن المسلم لو تزوج ذمية في عدة كافر ذكر بعض المشائخ أنه يجوز ولايباح له وطؤها حتىٰ يستبرئها عنده وقالا: النكاح باطل كذا في الخانية وأقول وينبغي أن لا يختلف في وجوبها بالنسبة إلى المسلم لأنه يعتقد وجوبها ألا ترىٰ أن القول بعدم وجوبها في حق الكافر مقيد بكونهم لايدينونها وبكونه جائزا عندهم لأنه لو لم يكن جائزاً بأن اعتقدوا وجوبها يفرق إجماعاً قال في الفتح: فيلزم في المهاجرة وجوب العدة إن كانوا يعتقدونه لأن المضاف إلىٰ تبائن الدار الفرقة لانفي العدة. اه قلت: قوله: وينبغي الخ قد يقال فيه إنه ممالا ينبغي لمامرّ من أن العدة إنما تجب حقا للزوج أي الذي طلقها ولاتجب له بدون اعتقاده ولما قدمنا أيضاً عن ابن كمال من اعتبار دين الزوج خاصة وكذا قد مناه من ترجيح القول بأنه لا عدة من الكافر عند الإمام أصلا تأمل. انتهىٰ. (۱) حررہ الراجی إلیٰ رحمۃ رب القویٰ ابوالبرکات عبدالرؤف عفا عنہ قادری داناپوری

الجواب من صاحب الفتاویٰ

اول تو اسی میں کلام ہے کہ اس اسلام متکلم فیہ کا موقع دارالاسلام ہے یا نہیں پھر بر تقدیر غیر دارالاسلام ہونے کے آیا وجوب عدت کا قول راجح ہے یا عدم وجوب عدت کا لیکن اگر اس کو غیر دارالاسلام بھی مان لیا جاوے اور عدم وجوب عدت کے قول کو بھی ترجیح دے لی جاوے تاہم صحت نکاح ثانی کے لئے بینونۃ من النکاح الاول تو شرط ہے اور بینونۃ کے لئے بتصریح فقہائے اسلام کے بعد تین حیض کا گزرنا حائضہ کے لئے اور تین مہینے کا گزرنا غیر حائضہ کے لئے وضع حمل حاملہ کے لئے شرط ہے پس جبکہ وہ بنا بر طریقہ شوہر کے مطلقہ نہ ہوئی اور اسی حالت میں اسلام لے آئی تو اگر عدت کے لئے تین حیض یا مایقوم مقامہ کا گزرنا شرط نہ ہو تو بینونۃ کیلئے تو شرط ہے سو علی الاطلاق اُس نومسلمہ سے صحت نکاح کا حکم دیدینا اگر چہ بفور اسلام لانے کے ہو یہ تو غیر صحیح ہوگا۔

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٥٣، كراچي ١٨٧/٣۔

پس جواب اخیر میں عبارات نافیہ للعدۃ سے صحت نکاح علی الفور لازم نہیں آتی۔

في الدرالمختار: ولو أسلم أحدهما ثمه أي في دارالحرب لم تبن حتیٰ تحيض ثلثا أوتمض ثلثة أشهر (إلیٰ قوله) وليست بعدة لدخول غير المدخول بها. في رد المحتار: قوله لم تبن حتیٰ تحيض أفاد بتوقف البينونة على الحيض. الخ قوله: أو تمضي ثلثة أشهر أي إن كانت لاتحيض لصغر أوكبر كما في البحر وإن كانت حاملا فحتى تضع حملها ح عن القهستاني قوله: وليست بعدة وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة فإن كانت المرأة حربية فلا، لأنه لاعدة على الحربية وإن كانت هي المسلمة فتمت الحيض هنا فكذلك عند أبي حنيفة خلافا لهما؛لأن المهاجرة لاعدة عليها عنده خلافا لهما كما سياتی. بدائع وهدايه وجزم الطحاوی بوجوبها. قال في البحر: وينبغی حمله على اختيار قولهما.(۱) ج:۲،ص: ۶۴۰-۶۴۱. مصريه. قلت أنظر (إلیٰ قوله) فتمت الحيض وإلیٰ قوله جزم الطحاوي.

فائده: في رد المحتار عن الهداية: والمضمرات وغيرهما أن الخروج (مهاجرةً) ليس بشرط لأنهم قالوا: لو أسلمت في دارالحرب ومضی ثلث حيض بانت منه ولا عدة عليها عنده خلافا لهما قهستاني. ج:۲، ص: ۱۰۱۱، مصرية. (۲)

---

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٣٦٢/٤-٣٦٣، كراچي ١٩١/٣-١٩٢۔

البحرالرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٣٧٠/٣، كوئٹه ٢١٣/٣۔

ومنها إسلام أحد الزوجين في درالحرب لكن لاتقع الفرقة في الحال بل تقف على مضي ثلاث حيض إن كانت تحيض وإن كانت ممن لاتحيض ثلاثة أشهر، وإذاوقعت الفرقة بعد مضي هذه المدة هل تجب العدة بعدمضيها بأن كانت المرأة هي المسلمة فخرجت إلى دارالإسلام فتمت الحيض في دارالإسلام لاعدة عليها عند أبي حنيفة وعندهما عليها العدة.

(بدائع الصنائع، كتاب النكاح، بيان مايرفع حكم النكاح، مكتبه زكريا ديوبند ٦٥٦/٢-٦٥٧)

فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، مكتبه زكريا ديوبند ٣٩٨/٣-٣٩٩۔

(۲) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الدخول في النكاح الأول دخول في الثاني، مكتبه زكريا ديوبند ٢١٢/٥، كراچي ٥٢٧/٣۔

دفع دخل وما في رد المحتار فلو تزوجها مسلم أو ذمي في فور طلاقها جاز في ذمية طلقها ذمي أو مات عنها إذا اعتقد و ذلک كما في الدرالمختار. ج:۲،ص: ۱۰۱۰ . (۱) واللہ اعلم

۹/ رجب ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ،ص ۱۴۰)

سوال (۱۳۵۸): قدیم۲/ ۵۰۱- في الهداية: وإذا أسلمت المرء ة وزوجها كافر عرض عليه السلام، فإن أسلم فهي امرأته وان أبى فرّق القاضي بينهما، وكان ذلک طلاقاً عند أبي حنيفة ومحمدؒ ا ه (۲). وفي فتح القدير: وكان ذلک يعني تفريق القاضي عند إباء الزوج ا ه (۳). وفي الكنز: وإذا أسلم أحد الزوجين عرض الإسلام على الأخر، فإن أسلم وإلا فرق بينهما. وفي البحرالرائق قوله: فرق بينهما أي القاضي بينهما ولو وقع بمجرد إباء ه ولم يحتج إلى تفريق القاضي ولذا قالوا: ما لم يفرق القاضي بينهما فهي امرأته حتىٰ يجب كمال المهرلها بموته قبل الدخول. (۴) وكذا في رد المحتار وعالمگيرية وشرح الوقاية وغيرها. (۵)

عامۃ کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو کی بی بی کو جس کا شوہر موجود ہو مسلمان کر کے اگر کرئی نکاح کرلے تو وہ نکاح دوشرطوں کے ساتھ درست ہوسکتا ہے ایک یہ کہ اُس کے شوہر پر اسلام پیش کیا جائے اور شوہر اسلام سے انکار کرے۔ دوسرے کے یہ کہ بعد انکار کے قاضی شرعی تفریق کردے اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو نکاح درست نہ ہوگا۔

---

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۲۱۱/۵، كراچي ۵۲۶/۳. شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) هداية، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، مكتبه اشرفية ديوبند ۳۴۶/۲۔

(۳) فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، مكتبه زكريا ديوبند۳۹۷/۳۔

(۴) البحرالرائق، كتاب النكاح،باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ۳۶۷/۳- ۳۶۹، كوئٹه ۲۱۱/۳۔

(۵) ردالمحتار،كتاب النكاح،باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ۳۵۹/٤، كراچي ۱۸۹/۳۔

عالمگيرية، كتاب النكاح، الباب العاشرفي نكاح الكفار، مكتبه زكريا ديوبندقديم ۳۳۸/۱، جديد ٤۰٤/۱۔

اب دریافت طلب امور ذیل ہیں:

(۱) جس ملک میں قاضی شرعی موجود نہیں تفریق کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

(۲) اگر کسی مسلمان نے کسی ہندو کی بی بی کو طوعاً یا کرہاً اُس کے شوہر کے ہوتے ہوئے بغیر تکمیل شرطین مذکورین نکاح کرلیا ہوتو وہ نکاح ناجائز اور اُس کی وطی حرام ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: یہ شرط عرض کی بلاد اسلام میں ہے یہاں اسلام لانے کے بعد تین حیض آجانے کے بعد بائنہ ہوجاوے گی۔

في الدرالمختار: ولو أسلم أحدهما أي أحد المجوسين أوامرأة الكتابي ثمه أي في دارالحرب وملحق بها كالبحر الملح لم تبن حتىٰ تحيض ثلثاً أو تمضي ثلثة أشهر قبل إسلام الآخر إقامة لشرط الفرقة مقام السبب وليست بعدة لدخول غير المدخول بها. باب النكاح الكافر.

پس اول میں تین حیض گزر جانے کے بعد تو پہلا نکاح ٹوٹے گا اور اس کے تین حیض اور گزریں تب نکاح مسلمان سے درست ہے۔

لما مر من الدرالمختار وليست بعدة. وفي رد المحتار: وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة (إلىٰ قوله) وحرم الطحاوي بوجوبها. ج:۲،ص:۶۴۱.(۱)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٦٣، كراچي ٣/١٩١-١٩٢۔

البحرالرائق، كتاب النكاح،باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند٣/ ٣٧٠، كوئٹه ٣/٢١٣۔

ومنها إسلام أحد الزوجين في دارالحرب؛ لكن لاتقف الفرقة في الحال بل تقف على مضي ثلاث حيض إن كانت ممن تحيض وإن كانت ممن تحيض ثلاثة أشهر ...... ولكن يعرض الإسلام على الآخر فإذا أبي حينئذ ويفرق وكانت الفرقة حاصلة بالإباء ولايعرف الإباء إلابالعرض وقد إمتنع العرض لانعدام الولاية وقد مست الحاجة إلى التفريق إذا المشرك لايصلح لنكاح المسلم فيقام شرط البينونة، وهو مضى ثلاث حيض ...... وإقام الشرط مقام العلة عند تعذر إعتبار العلة جائز في أصول الشرع، فإذا مضت مدة العدة وهي ثلاث حيض صار مضي هذه المدة بمنزلة تفريق القاضي...... وإذا وقعت الفرقة بعد مضي ←

نہ تو اس کے قبل درست ہوگا اور نہ تفریق قاضی پر موقوف ہے، اور سوال ثانی میں بھی اسی طرح بعد چھ حیض کے درست ہوگا اس کے قبل درست نہ ہوگا۔

في الدرالمختار: باب الإكراه و صح نكاحه وطلاقه (إلىٰ قوله) وإسلامه ولو ذمياً كما هو إطلاق كثيرمن المشائخ. وما في الخانية من التفصيل فقياس والإستحسان صحة مطلقاً فليحفظ بلا قتل لورجع للشبهه كمامر في باب المرتد. (۱)

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، ص۹۱)

سوال (۱۳۵۹): قدیم ۲/۵۰۲- ہندہ برہمنی مسلمان ہوگئی............خان اُس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا عدت ہندہ ہندو عورت کو پوری کرنا ضروری نہیں؟

الجواب: اگر اُس کو حیض آتا ہے تو تین حیض اور اگر کسی وجہ سے حیض نہیں آیا تو تین ماہ گزرنے کے بعد شوہر اول کا نکاح اُس سے ٹوٹے گا اب اس نکاح ٹوٹنے کے بعد پھر بھی عدت ہوگی۔

في الدر المختار: ولو أسلم أحدهما ثمه لم تبن حتىٰ تحيض ثلاثا أو تمضي ثلثة أشهر قبل إسلام الاٰخر. وفي رد المحتار: وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة. الخ (۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳/ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ (امداد ثانی، ص۳۰)

← **هذه المدة هل تجب العدة بعد مضيها بأن كانت المرأة هي المسلمة فخرجت إلى دارالإسلام فتمت الحيض في دارالإسلام لاعدة عليها عند أبي حنيفة وعندهما عليها العدة.**

(بدائع الصنائع، كتاب النكاح، بيان مايرفع حكم النكاح، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۶۵۶-۶۵۷)

فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح، أهل الشرك، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۳۹۸/۳۹۹۔

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الإكراه، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۱۸۹-۱۹۰، كراچي ۶/۱۳۷-۱۳۸۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۳۶۳، كراچي ۳/۱۹۱-۱۹۲۔

ومنها إسلام أحد الزوجين في دارالحرب لكن لاتقف الفرقة في الحال بل تقف على مضي ثلاث حيض إن كانت ممن تحيض وإن كانت ممن لاتحيض ثلاثة أشهر ←

جس مرد کی اثنائے سفر وفات ہوجائے اس کی بیوی عدت کیسے گذارے

سوال (۱۳۶۰): قدیم ۲/۳/ ۵۰۳- زید رڑول سے اپنی بیوی کولیکر بتلاش روزگار انبالہ گیا بجائے مستقل جگہ کے اُمیدوار ہوگیا اور زید کا خسر وخوشدامن عرصہ دراز سے شہرانبالہ میں ملازم ہیں اسی مکان میں مع اپنی بیوی کے رہنے لگے عرصہ چھ ماہ کا ہوا کہ وہ دونوں وہیں مقیم رہے یعنی اپنے خسر کے گھر جو کہ مدت دراز سے ملازم ہیں مگر خوشدامن زید کی زید کے ہمراہ گئیں نہیں اب عرصہ آٹھ دس یوم کا ہوا کہ زید کا انتقال شہرانبالہ میں اپنے خسر کے ہاں ہوگیا۔ اب زید کی بیوی عدت کے دن کو اپنے باپ کے گھر یعنی شہرانبالہ میں یا اپنے شوہر کے مکان پر قصبہ رڑول میں پورے کرنے چاہئے۔ برائے مہربانی اس کا جواب بھی مرحمت فرمائیں؟

الجواب: **في الهداية: وعلى المعتدة إن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت وإذا خرجت المرأة مع زوجها إلىٰ مكة فطلقها ثلثا أو مات عنها في غير مصر فإن كان بينها وبين مصرها أقل من ثلثة أيام رجعت إلىٰ مصرها وإن كانت مسيرة ثلثة أيام إن شاء ت رجعت وإن شاء ت مضت إلا أن يكون طلقها أو مات عنها زوجها في مصر فإنها لاتخرج حتىٰ تعتد ثم تخرج مع محرم وقال أبو يوسف و محمد إن كان معها محرم فلا بأس بأن تخرج من المصر قبل أن تعتد. ج: ۱، ص: ۴۰۹. (۱)**

← **وإذا وقعت الفرقة بعد مضى هذه المدة هل تجب العدة بعد مضيها بأن كانت المرأة هي المسلمة فخرجت إلى دارالإسلام فتمت الحيض في دارالإسلام لاعدة عليها عند أبي حنيفة وعندهما عليها العدة.** (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، بيان مايرفع حكم النكاح، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ٦٥٦-٦٥٧)

فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۹۸-۳۹۹۔

البحرالرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۳۷۰-۳۷۱، كوئٹه ۳/ ۲۱۳۔ شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ

(۱) هداية، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ٤۲۸-٤۲۹۔

وتعتد المعتدة في منزل يضاف إليها وقت الفرقة أوالموت......ولو أبانها أو مات عنها ←

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں اُس کو انبالہ میں اپنے باپ کے پاس عدت پوری کرنی واجب ہے البتہ اگر باپ وہاں سے آنے لگے اُس وقت اُس کو بھی وہاں سے چلا آنا درست ہے۔

۷/ شوال ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۷۳)

شوہر کے مکان پر عدت وفات گذارنا

سوال (۱۳۶۱): قدیم ۲/ ۵۰۴- زید وعمرو دو برادر حقیقی ایک ہی بستی میں رہتے ہیں دونوں کے مکان کا فاصلہ تقریباً آدھے میل سے کم ہے زید بیمار ہوکر عمرو کے مکان پر آئے ہوئے تھے زوجۂ زید بھی ہمراہ تھیں اسی جگہ اپنے بھائی کے مکان پر زید نے قضا کی۔ اب زوجۂ زید عدت معہودہ بمکان عمرو جس جگہ زید نے قضا کی پورے کرے یا بمکان زوج خود واپس جاوے؟

الجواب : في الدرالمختار: طلقت أومات وهي زائرة في غير مسكنها عادت إليه لوجوبه عليها وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه الخ.

← في سفر بينها وبين مصرها أقل من مدته رجعت وإن كانت مسافته من كل جانب تخيرت معها ولي أولا، والعود أحمد وإن كان ذلك في مصرها مادون السفر يجوز بلامحرم لاتخرج منه مالم تعتد، ثم تخرج إن كان لها محرم وقالا: إن كان معها محرم جاز الخروج قبل الاعتداد. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، دارالكتب العلمية بيروت، ۲/ ۱۵۴-۱۵۶)

على المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكني حال وقوع الفرقة أو الموت ...... ولوسافر بها ثم طلقها بائنا أوثلاثا أومات عنها وبينها وبين مصرها ومقصدها أقل من السفر إن شاء ت مضت وإن شاء ت رجعت سواء كانت في المصرأوغير معهامحرم أولم يكن شاء ت إلاأن الرجوع أولى ليكون الاعتداد في منزل الزوج وإن كان أحدالطرفين سفراو الآخر دونه اختارت مادونه وإن كان كل واحد منهما سفرا فإن كانت في المفازة مضت إن شاء ت أورجعت بمحرم أوغير محرم ولكن الرجوع أولى فإن كانت في مصرلم تخرج وإن كان معها محرم لم تخرج عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ وقالا تخرج. (هندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشرفي الحداد، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۵۳۵-۵۳۶، جديد ۱/ ۵۸۷-۵۸۸) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وفي رد المحتار قوله: في بيت وجبت فيه هو ما يضاف إليهما بالسكنىٰ قبل الفرقة ولو غير بيت الزوج الخ ج:، ص: ۱۰۲۲. (۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ زوجۂ زید کوفوراً اپنے زوج کے مکان کو واپس آجانا چاہئیے اور وہاں ہی عدت پوری کرنا چاہئے۔

۳۰/ شعبان ۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص ۶۸)

جنات کے خوف سے دوسرے مکان میں عدت گذارنا

سوال (۱۳۶۲): قدیم ۲/۵۰۴- بیوہ کو بوجہ خلش آسیب مکان قبل از مدّت عدت خالی کر کے دوسرے مکان میں سکونت اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: **في الدرالمختار: إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف انهدامه أوتلف مالها أو لاتجد كراء البيت ونحو ذلک فتخرج لأقرب موضع إليه. وفي رد المحتار: قوله: نحو ذلک منه مافي الظهيرية لو خافت بالليل من أمرالميت والموت ولا أحد معها لها التحول و الخوف شديداً و إلا فلا قوله فتخرج أي معتدة الوفات كما دل عليه مابعده. ج: ۲، ص: ۱۰۲۲. (۲)**

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۲۲۵، كراچي ۳/۵۳۶۔

وتعتد المعتدة في المكان الذي تسكنه قبل مفارقة الزوج أوقبل موته، ولو طلقها وهي غائبة كان عليها أن تعود إلى منزلها فتعد فيه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۲۴۵، رقم: ۷۷۶۶)

معتدة الطلاق والموت تعتد أن في المنزل الذي يضاف إليهما بالسكنى وقت الطلاق والموت...... ولهذا قدمنا أنها لوزارت أهلها فطلقها زوجها كانت عليها أن تعود إلى منزلها فتعد فيه. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في، الإحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۲۵۹، كوئٹه ۴/۱۵۴)

هداية، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/۴۲۸-۴۲۹۔ **شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۲۲۵، كراچي ۳/۵۳۶۔ ←

اس سے معلوم ہوا کہ اگر خوف آسیب کا شدید ہو جس کا تحمل اس معتدہ سے نہ ہو سکے یا اُس کا کوئی ضرر صریح ہو تو دوسرے مکان میں سکونت کا منتقل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

۱۸/ شوال ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص ۹۱)

معتدہ کے نکاح کا بطلان اور عدت کی تکمیل کا وجوب

سوال (۱) (۱۳۶۳): قدیم ۲/۵۰۴ - شخصے در عدت وفات یک زن را بنکاح آوردہ مجامعت کردہ بعدۂ نزد شخصے از اہل علم رفت و احوال بیان نمود پس آں حکم داد کہ بعد گزشتن عدت اول تجدید نکاح بکن۔ آیا ایں حکم آں اہل علم مطابق شرع است یا نہ و اگر نہ عدت دوم نیز حیض گزارد یعنی اول و ثانی عدت کہ از وطی باشد متداخلہ باشند یا نہ؟

← **المعتدة إذا كانت في منزل ليس معها أحد وهي لاتخاف من اللصوص ولامن الجيران، ولكنها تفزع من أمر المبيت إن لم يكن الخوف شديدا ليس لها أن تنتقل من ذلک الموضع، وإن كان الخوف شديدا كان لها أن تنتقل كذا في فتاوى قاضي خان.**
(هندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشرفي الحداد، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٥٣٥، زكريا جديد ١/٥٨٧)

وتعتد المعتدة في منزل يضاف إليها وقت الفرقة أوالموت، إلاأن تخرج جبرا أوخافت على مالها أو انهدام المنزل، وفيه إشعار بأنه إن خافت بالقلب من أمرا لميت خوفا شديدا فلها أن تخرج كما في الخانية. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/١٥٤-١٥٥)

خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل فيما يحرم على المعتدة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٥٥٤، جديد ١/٣٥١۔

(۱) **خلاصۂ ترجمۂ سوال**: ایک شخص نے عدت وفات میں ایک عورت سے نکاح کر کے صحبت کی اس کے بعد ایک عالم صاحب کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا، ان عالم صاحب نے حکم دیا کہ پہلی عدت گزرنے کے بعد تجدید نکاح کر لیا جائے، آیا ان عالم صاحب کا یہ جواب شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو دوسری عدت بھی حیض سے گزارے یعنی پہلی اور دوسری عدت جو وطی ثانی کی بناء پر ہوئی ہے ان دونوں عدتوں میں تداخل ہوگا یا نہیں؟

الجواب: وفي الدرالمختار: وعدة المنكوحة نكاحاً فاسداً فلا عدة في باطل وفي ردالمحتار: فيه أنه لا فرق بين الفاسد والباطل في النكاح بخلاف البيع كما في نكاح الفتح والمنظومة المجيبة؛ لكن في البحر عن المجتبىٰ كل نكاح اختلف العلماء في جوازه كالنكاح بلا شهود فالدخول فيه موجب للعدة أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير إلى أن قال وتقدم في باب المهر أن الدخول في النكاح الفاسد موجب للعدة و ثبوت النسب ومثل له. في البحر: هناک بالتزوج بلا شهود وتزوج الأختين معاً والأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة والخامسة في عدة الرابعة والأمة على الحرة. اه ج:۲،ص: ۹۹۹.(۱)

وفي الدرالمختار: وإذا وطئت المعتدة بشبهة وجبت عدة أخرىٰ وتداخلتا. وفي رد المحتار عن الدرر: إعلم أن المرأة إذا وجبت عليها عدتان فأما أن يكونا من رجلين أو من واحد ففي الثاني لاشک أن العدتين تداخلتا وفي الأول إن كانتا من جنسين كالمتوفي عنها زوجها إذا وطئت بشبهة أو من جنس واحد كالمطلقة إذا تزوجت في عدتها فوطئها الثاني وفرق بينهما تداخلتا عندنا الخ ج:۲، ص:۱۰۰۲ .(۲)

---

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۹۷، كراچي ۳/ ۵۱٦۔

(۲) الدالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في وطء المعتدة بشبهة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۲۰۰، كراچي ۳/ ۵۱۸-۵۱۹۔

وتجب عدة أخرى بوطء المعتدة بشبهة وتداخلتا (كنز) أطلق الوطء بشبهة فشمل المطلق وغيره حتى لو حاضت المطلقة ثم تزوجت بآخروو طئها، وفرق بينها ثم حاضت حيضتين بعد التفريق فقد انقضت عدة الأول وحل للثاني أن يتزوجها وليس لغيره أن يتزوجها حتى تحيض ثلاثا من وقت التفريق...... قوله: (تداخلتا) شامل لما إذا كانتا من جنس واحد كوطء المعتدة عن طلاق أو جنسين كوطء المعتدة عن وفاة. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۴۱، كوئٹه ۴/ ۱۴۳)

تبين الحقائق مع حاشية الشبلي، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۵۹-۲٦۰.

(۱)ازیں روایات معلوم شد کہ ایں نکاح باطل است کہ درعدت واقع شد بعد عدت اگر زوجین خواہند وتجدید نکاح توانند کرد۔ نیز واضح گشت کہ وجوب عدت درصورت مسئول عنہا مختلف فیہ است واحوط وجوب ست و نیز ہویدا گشت کہ ہر دو عدت متداخل باشند لیکن عدت وفات حق متوفی است اتمامش بہر حال واجب است و عدت ثانیہ مسبب از واطی ثانی ست پس اگر آں زن بغیر واطی ثانی نکاح جدید کند اتمام ایں ثانی ہم واجب خواہد بود اگر چہ بتداخل تمام کردہ شود واگر بایں واطی نکاح جدید کند اتمام ثانی واجب نباشد۔

۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص ۱۰۳)

سوال (۱۳۶۴): قدیم ۲/ ۵۰۶- ایک شخص نے اپنی عورت کو اس شرط پر طلاق دی کہ اگر تو مہر معاف کر دے تو میں تجھ کو طلاق دیدوں گا۔عورت نے منظور کرلیا طلاق نامہ لکھا گیا اس عورت کا نکاح ایک جاہل قاضی نے عدت کے اندر دوسرے مرد سے کر دیا بعض آدمیوں نے منع کیا کہ عدت کے اندر نکاح درست نہیں مگر نہ مانا، اُس عورت کو چھ سات ماہ کا حمل ہے اُس شخص کا جس سے عدت کے اندر نکاح ہوا اب وہ عورت کہتی ہے کہ میرا نکاح دوبارہ پڑھ دو اب آیا بچہ پیدا ہونے سے پہلے نکاح کر دیا جاوے یا نہیں؟

تنقیحات از مجیب

نمبر۱ : شوہر نے ایک طلاق دیا تھا یا دو یا تین۔

نمبر۲ : طلاق سے کتنے دن بعد دوسرا نکاح ہوا۔

نمبر ۳: اس عورت کو طلاق کے وقت حیض آتا تھا یا نہیں یعنی اس کی عدۃ حیض سے تھی یا کیا۔

نمبر٤ : اب اُس کو دوسرا نکاح کئے ہوئے کتنے روز ہوئے۔ان تنقیحات پر جواب موقوف ہے۔

← (۱) **ترجمۂ جواب کا خلاصہ**: ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح باطل ہے،اس لئے کہ عدت میں واقع ہوا ہے، عدت کے بعد اگر زوجین چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں، نیز یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ مسئول عنہا صورت میں عدت کے واجب ہونے میں اختلاف ہے اور احوط وجوب ہے، نیز یہ بات بھی واضح ہونی چاہئے کہ دونوں عدتوں میں تداخل ہوگا، لیکن عدت وفات متوفی کا حق ہے اس کو مکمل کرنا ہر حال میں واجب ہے اور دوسری عدت دوسرے واطی کی وجہ سے ہوئی ہے، لہٰذا اگر یہ عورت دوسرے واطی کے علاوہ سے نکاح جدید کرے تو اس عدت کو مکمل کرنا بھی واجب ہوگا اگر چہ تداخل کے ذریعہ سے پوری کی جائے، اور اگر اسی واطی سے نکاح جدید کرے تو دوسری عدت کو مکمل کرنا واجب نہ ہوگا۔

جواب تنقیحات

جواب سوالات کے ارسالِ خدمت ہیں

نمبر ۱: ایک دو کا کچھ ذکر نہیں ہوا صرف یہی کہا کہ میں طلاق دے چکا اور ایک یہ بات معلوم ہوئی کہ طلاقنامہ لکھنے سے پندرہ بیس روز پہلے بھی شوہر نے یوں کہا کہ میں تجھ کو چھوڑ چکا۔

نمبر ۲: ایک ماہ بعد دوسرا نکاح ہوا ہے۔

نمبر ۳: عدت حیض سے تھی بلکہ طلاق کے بعد ایک حیض آیا بھی ہے اور بعد اُس حیض کے حمل قرار پایا۔

نمبر ۴: دوسرا نکاح ہوئے کو آٹھ ماہ ہوئے۔ فقط

الجواب: بعد معاینہ جوابات تنقیحات کے اصل مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ وضع حمل پر عدت ختم ہوگی (۱) اس کے قبل دوسرا نکاح درست نہیں (۲) اور نیز دوسرے شوہر کے پاس اس عورت کو رہنا بھی درست نہیں یہ تو جواب ہو گیا باقی یہ کہ بچہ جب پیدا ہوگا کس کا ہوگا یہ اُس وقت بتلانے کی بات ہے جب بچہ پیدا ہو جاوے۔ اگر پوچھنا ہوگا تو یہ تمام پرچے بھیج کر پوچھ لیا جاوے۔ ۲۱/ رمضان ۱۳۳۱ھ

---

(۱) **المعتدة عن وطء بشبهة إذا حبلت في العدة ثم وضعت انقضت عدتها.** (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في عدة الموت، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۹۰، كراچي ۳/ ۵۱۱)

البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۳۰، كوئٹه ۴/ ۱۳۶۔

وعدة الحامل أن تضع حملها كذا في الكافي سواء كانت حاملا وقت وجوب العدة أو حبلت بعد الوجوب. (هندية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۵۲۸، جديد ۱/ ۵۸۱)

(۲) **لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذافي السراج الوهاج سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة.** (هندية، كتاب النكاح الباب الثاني: القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۲۸۰، جديد ۱/ ۳۴۶)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدتة ...... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۷۴، كراچي ۳/ ۱۳۲) ←

سوال مکرر متعلق مسئلہ بالا: حضور اقدس جناب مولانا مولوی صاحب دام ظلکم بعد آداب نیاز مندانہ گزارش یہ ہے کہ سب پرچے ارسال خدمت ہیں۔عورت مطلقہ کے بچہ پیدا ہو چکا ہے اب بتلا دیجئے کہ یہ بچہ کس کا ہے اور اب عورت مطلقہ کا نکاح کب پڑھنا چاہئے؟

الجواب : في الدرالمختار: فيثبت نسب ولد معتدة الرجعي وإن ولدت لأكثر من سنتين مالم تقر بمضي العدة وكانت الولادة رجعة لو في الأكثر منهما أو لتمامهما لا في الأقل للشك وإن ثبت نسبه كما يثبت بلا دعوة احتياطا في مبتوتة جاء ت به لأقل منهما من وقت الطلاق ولم تقربمضيها ، ص ٢٨٢ . (١)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ بچہ پہلے شوہر کا کہا جاوے گا اور اب عورت کا نکاح ثانی درست ہوگا۔

۲۰/ رمضان ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص ۷۵)

سوال (۱۳۶۵): قدیم ۲/ ۵۰۷- زید نے ایک معتدہ کو اس کی عدت کے اندر مہر ٹھیک کر کے نکاح کیا اور اس سے عدت کے مہینے تک علیحدہ رہا۔ بعد گزرنے عدت کے اُسے لیکر بدون نکاح ثانی بودوباش کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) لیکن وہ عورت بعد گزرنے عدت کے یہ کہتی ہے کہ میں دوسری جگہ یعنی دوسرے زوج کو اختیار کروں گی کیا وہ نکاح اول توڑ کر دوسرا زوج اختیار کر سکتی ہے؟

← **منكوحة الغير أو معتدة الغير، فإنها محرمة عليه إلى غاية وهي انقضاء العدة ثبت ذلک بقوله تعالیٰ: والمحصنات من النساء.** (مبسوط سرخسي، كتاب الرضاع ٣٠/ ٢٨٩)

(١) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢٣٠-٢٣١، كراچي ٣/ ٥٤٠-٥٤١ـ

ويثبت نسب ولد معتدة الرجعي وإن ولدته لأكثر من سنتين مالم تقر بمضي العدة وكانت رجعة في الأكثر منهما لافي الأقل منهما. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٦٤، كوئٹه ٤/ ١٥٦)

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٤٩٢-٤٩٣ـ

ولو طلقها بعد الدخول ثم جاء ت بولد يثبت النسب إلى سنتين. (هندية، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر:في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٥٣٧، جديد ١/ ٥٨٩) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: نمبر ۱: نہیں۔(۱)

نمبر ۲: عدت کے اندر جو نکاح کیا ہے وہ نکاح تو ہوا ہی نہیں عورت اس کو چھوڑ کر دوسرا نکاح کرسکتی ہے؛ البتہ اُس میں اتنی تفصیل ہے کہ اگر اس نے صحبت نہیں کی تو عدت بھی واجب نہیں ورنہ عدت گزارنا ہوگی۔

في الدرالمختار: ويجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود (وفي رد المحتار ونكاح المعتدة) (إلىٰ قوله) ولكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر من صاحبه دخل بها أو لا في الأصح وتجب العدة بعد الوطء لا الخلوة للطلاق لا للموت من وقت التفريق أومتاركة الزوج. اه وفي رد المحتار: فالحق عدم الفرق (إلىٰ قوله) طلق المنكوحة فاسدا ثلاثا له تزوجها بلا محلل قال ولم يحك خلافاً. ج: ۲، ص: ۷۴ تا ۷۷. هجري. (۲)

۵/محرم ۱۳۴۰ھ (تتمہ خامسہ، ص ۲۱۱)

---

(۱) **لايجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل.** (الفتاوى التاتار خانية، كتاب النكاح، الفصل الثامن: مايجوز من الأنكحة ومالا يجوز، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٦٦، رقم: ٥٥٤٤)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدتة .... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح، الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٧٤، كراچي ٣/١٣٢)

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ٩/٥٢٩، كراچي ٦/٣٦٨)

(۲) الدرالمختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٧٤-٢٧٧، كراچي ٣/١٣١-١٣٤۔

عن إبراهيم النخعي عن على رضي الله عنه أنه قال في المرأة تتزوج في عدتها: يفرق بينهما وبين زوجها الآخر، ولها الصداق منه بما استحل من فرجها، وتستكمل مابقي من عدتها من الأول، وتعتد من الآخر عدة مستقبلة، ثم يتزوج الآخر إن شاء. رواه محمد في الحجج له (٢٩٧) وهو مرسل صحيح ومراسيل النخعي صحاح. (إعلاء السنن، باب من تزوج امرأة عدتها يفرق بينهما وتستكمل العدة ثم يتزجها إن شاء ١١/١٥٣-١٥٤، رقم: ٣٢١٥) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

سوال (۱۳۶۶): قدیم ۲/ ۵۰۷- ایک عورت کی عدت بیوگی ختم ہوچکی ہے الحال اُس کو آثار حمل نمودار ہیں۔ بعض کا قول یہ ہے کہ یہ حمل نہیں بلکہ احتباس حیض کا عارضہ ہے اور اگر حمل في الواقع ہے تو اُسی شخص کا ہے جس سے نکاح اس عورت کا کرنا مقصود ہے اِس حالت حمل یا شبہہ حمل میں اِس مرد سے جس کا حمل تصور کیا جاتا ہے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: في الهداية: **ويثبت نسب ولد المتوفي عنها زوجها مابين الوفاة وبين السنتين وإذا اعترفت المعتدة بانقضاء عدتها، ثم جاءت بالولد لأقل من ستة أشهر يثبت نسبه، وإن جائت به ستة أشهر لم يثبت.** (۱)

بنا براس روایت کے اس میں تفصیل یہ ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ اس عوت نے جس کا خاوند مرگیا ہے بعد گزرنے چار ماہ دس دن کے یہ بات زبان سے کہی ہے کہ میری عدت ختم ہوچکی یا یہ بات نہیں کہی اگر کہی ہے تو بالفعل عدت کو ختم کہہ دیا جائے گا، لیکن اگر انقضاء عدت سے چھ ماہ سے کم میں لڑکا ہوا تو یہ کہا جائیگا کہ یہ لڑکا مردہ کا ہے اور اس بناء پر اگر اس نے دوسرا نکاح کرلیا ہوگا تو اُس کو باطل کہا جائے گا۔ (۲)

---

(۱) هداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ۴۳۱۔

ويثبت نسب ولد معتدة الموت إذاجاءت به لأقل من سنتين من وقت الموت...... ومقيد بما إذا لم تقر بانقضاء عدتها ...... ويثبت نسب ولدالمعتدة المقرة بمضيها إذا جاءت بالولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار؛ لأنه ظهر كذبها بيقين فبطل الإقرار، ولوجاءت به لستة أشهر أو أكثر من وقت الإقرار لم يثبت. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۶۹-۲۷۰، كوئٹه ۴/ ۱۵۹-۱۶۰)

ويثبت نسب ولد معتدة الموت لأقل منهما أي من سنتين من وقته أي الموت...... وكذا المقرة بمضيها أي يثبت نسب ولدها لولأقل من أقل مدته أي لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار وإلالا يثبت أي وإن لم تلد لأقل من ستة أشهر، بأن ولدته لتمامها أولأكثر من وقت الإقرار. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۲۳۵-۲۳۷، كراچي ۳/ ۵۴۳-۵۴۴)

(۲) **لايجوز نكاح منكوحة الغيرو معتدة الغير عندالكل.** (الفتاوى التاتار خانية، كتاب النكاح، الفصل الثامن، مايجوز من الأنكحة ومالا يجوز، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۶۶، رقم: ۵۵۴۴)

البتہ اگرانقضاء عدت سے چھ ماہ کے بعد بچہ ہوگا تو اُس ۔۔۔۔۔۔ مردہ کا نہ کہا جائے گا اور اس نے دوسرا نکاح کرلیا ہوگا تو اُس کو صحیح کہا جائے گا اور اگر اُس نے یہ بات نہیں کہی تو شوہر کی وفات سے دو برس کے اندر اندر یہ حمل اُسی کا قرار دیا جائے گا اور چونکہ معتدہ حکم منکوحہ میں ہے اور منکوحہ کا حمل شوہر ہی سے قرار دیا جاتا ہے خواہ واقع میں کسی کا ہو اس لئے حکم بقاء عدت کی صورت میں اس کا اعتبار نہ کیا جاوے گا کہ یہ دوسرے شخص کا حمل ہے (۱) اور اگر اس میں بیوہ سے مراد مطلقہ ہے تو دوبارہ سوال کرنا چاہئے ۔ فقط واللہ اعلم

۴/ رجب ۱۳۲۵ھ (امداد، ص ۴۲، جلد دوم)

مرتدہ اور صغیرہ کی عدت کا حکم

سوال (۱۳۶۷): قدیم ۲/ ۵۰۸- اگر مرتد ہونے سے نکاح ٹوٹ جاوے تو عدت ہے یا نہیں؟

(۲) صغیرہ مطلقہ کی عدت ہے یا نہیں؟

الجواب: (۱) عدت ہے ۔ (۲)

← **أما نكاح منكوحة الغير ومعتدتة.......... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً.** (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٧٤، كراچي ٣/ ١٣٢)

(۱) **عن محمد بن زياد قال: سمعت أباهريرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر.** (صحيح البخاري، كتاب المحاربين، باب للعاهر الحجر، النسخة الهندية ٢/ ١٠٠٧، رقم: ٦٥٦٠، ف: ٦٨١٨)

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الولد للفراش. (صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الولد للفراش ولو في الشبهات، النسخة الهندية ١/ ٤٧١، بيت الأفكار، رقم: ١٤٥٧) شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **لو ارتد وعليه نفقة العدة، تحته في الشامية: وأفاد بوجوب العدة سواء ارتد وارتدت بالحيض أو بالأشهر لو صغيرة أو آيسة أو بوضع الحمل.** (الدر المختار، مع الشامي، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٦٦، كراچي ٣/ ١٩٤)

وارتداد أحدهما فسخ في الحال (كنز) وفي البحر: ولم يذكر المؤلف وجوب العدة عليها ولاشك في وجوبها. قال في جامع الفصولين: وتعتدبثلاث حيض لو حرة ممن تحيض، ←

(۲)اگر بہت ہی صغیرہ ہو کہ جماع کا احتمال ہی نہ ہو تو عدت نہیں (۱) اور اگر جماع کی محتمل ہو تو اُس میں تفصیل ہے کہ اگر وہ شوہر کے پاس خلوت میں بیٹھی ہے تو عدت ہے ورنہ نہیں ۔(۲) فقط واللہ اعلم
۲۵/ شوال ۱۳۲۶ھ (تتمہ اولیٰ، ص۷۶)

← **وبثلاثة أشهر لو آيسة أو صغيرة، وبوضع الحمل لو حاملا لو دخل، سواء ارتد أو ارتدت .** (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٧٥، كوئٹہ٣/ ٢١٥)

وسكت عن العدة ولاريبة في وجوبها. (النهرالفائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٢٩١)

(۱) حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ نے زیادہ صغیرہ جو قابل جماع نہیں ہے اس کے بارے میں جو فرمایا ہے کہ اس پر عدت نہیں ہے، باجودسعی بلیغ کے اپنی کمی کی وجہ سے حنفیہ کی طرف سے کوئی صراحت دستیاب نہ ہوسکی؛ البتہ بعض جزئیات ایسے ملے ہیں جو مالکیہ کی طرف منسوب ہیں، اور اصول سے بھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے، جزئیات ملاحظہ فرمائیں:

العدة بالأشهر : وهي ماتجب بدلا عن الحيض في المرأة المطلقة أوما في معناها التي لم تر دَماً ليأ س أو صغير، أو بلغت سن الحيض، أوجاوزته ولم تحض، فعدتها ثلاثة أشهر بنص القرآن، لقوله تعالىٰ: ''واللآئي يئسن من المحيض من نسائكم إن إرتبتم فعدتهن ثلاثة أشهر واللآئي لم يحضن'' أي فعدتهن كذلك، ولأن الأشهر هنا بدل عن الإقراء، والأصل مقدر بثلاثة فكذلك البدل، واشتراط المالكية في الصغيرة التي لم تحض أن تكون مطيقة للوطء. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٩/ ٣١٣-٣١٤)

(۲) **والعدة في حق من لم تحض لصغر أو كبر أوبلغت بالسن ولم تحض ثلاثة أشهر إن وطئت في الكل ولو حكما كالخلوة.** (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ١٨٤-١٨٧، كراچي ٣/ ٥٠٧، ٥٠٩)

وإن كانت لاتحيض لكبرأو صغير أو بلغت بالسن ولم تحض فثلاثة أشهر: أي فعدتها ثلاثة أشهر بالأيام إن وطئت حقيقة أوحكما حتى تجب على مطلقة بعد الخلوة ولو فاسدة. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ١٤٣) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

خلوت صحیحہ وفاسدہ میں بلا جماع عدت کا واجب ہونا

سوال (۱۳۶۸): قدیم ۲/ ۵۰۹- ایک لڑکی کی شادی ایک مرد سے ہوئی لیکن خلوت صحیحہ پائی نہیں گئی یعنی دونوں باہم مل کر علیحدہ کمرے میں نہیں سوئے بلکہ ایک ہی کمرے میں خویش ویگانہ لڑکی کے جو مرد وعورت تھے اُس لڑکی کو لیکر سوئے تھے اور وہ مرد بھی ایک جانب علیحدہ اُسی کمرے میں سویا تھا۔ بعد اُس کے یعنی دوسرے دن معلوم ہوا کہ ناکح نامرد ہے پس لوگوں کے کہنے سے ناکح نے اپنی زوجہ کو طلاق دیا۔ پس اس صورت میں عدت اُس عورت پر لازم ہے یا نہیں؟ کوئی کہتا ہے خلوت صحیحہ ہوئی اور کوئی کہتا ہے خلوت فاسدہ ہوئی اور کوئی کہتا ہے نہ خلوت صحیحہ ہوئی اور نہ فاسدہ عجیب خلجان میں طبیعت پڑی ہے۔ اگر اُس عورت پر بوجہ ناکح کے نامرد ہونے کے عدت لازم نہیں تو اگر کسی مرد کو ایسی صورت پیش آوے تو اُس کا کیا حکم ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب.

الجواب: اول اس کی تحقیق کرلی جاوے کہ خلوت ہوئی یا نہیں۔ اگر خلوت ہوئی تو عدت واجب ہے گو وہ خلوت بوجہ عنین ہونے مرد کے فاسد ہوگی مگر عدت خلوت فاسدہ میں بھی واجب ہوتی ہے۔

بقول أصح وفي رد المحتار: أن المذهب وجوب العدة للخلوة صحيحة أوفاسدة. ج: ۲، ص: ۹۸۶. (۱)

۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۸۴)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: عشرون موضعا يعتد فيها الرجل، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۸۰، كراچي ۳/ ۵۰۴۔

والخلوة بلامانع حسي وطبعي وشرعي .... ولو كان الزوج مجبوبا أوعنينا أوخصيا في ثبوت النسب وفي تأكد المهر والنفقة والسكنى والعدة، وفي الشامية قوله: والعدة: وجوبها من أحكام الخلوة سواء كانت صحيحة أم لا. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۴۹-۲۵۶، كراچي ۳/ ۱۱۴-۱۱۸)

والخلوة بلامرض أحدهما وحيض ونفاس وإحرام وصوم فرض كالوطء ولو مجبوبا أو عنينا أوخصيا وتجب العدة فيها (كنز) أي تجب العدة على المطلقة بعد الخلوة احتياطا، وإنما أفرد هذا الحكم مع أنه معلوم من جعلها كالوطء لأن هذا الحكم لا يخص الصحيحة ←

نکاح فاسد سے علاحدگی کی صورت میں وجوب عدت کا حکم

سوال (۱۳۶۹): قدیم ۲/ ۵۰۹- ہندہ کا پہلا نکاح زید سے ہوا نکاح کے چند برسوں بعد زید کا انتقال ہوگیا اور مرتے وقت ایک پسر کلو پانچ مہینے کا چھوڑا زید کی عدت کے اندر ہی ہندہ کا دوسرا نکاح عمرو سے ہوا باوجودیکہ عمرو جانتا تھا کہ زید کو مرے ہوئے ایک ماہ گزرا ہے اور عدت کے مسئلہ سے بھی واقف تھا مگر لوگوں کے مجبور کرنے سے اُس نے نکاح کرلیا اور ہندہ بلا اعادۂ نکاح دو برس تک عمرو کے تحت میں رہی کوئی اولاد عمرو سے نہیں ہوئی اب ہندہ نے خود عمرو سے طلاق کی درخواست کی عمرو نے مجبوراً کہا کہ اگر تم ہمارا مہر بخشد وتو ہم تم کو طلاق دیدیں ہندہ نے سبھوں کے سامنے مہر بخشدیا اور اُسی وقت عمرو نے یوں کہا کہ میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا۔ میں نے طلاق دیا۔ پھر ہندہ عمرو سے علیحدہ ہوگئی اور عمرو کی عدت کے اندر ہی یعنی عدت کے ایک ماہ گزرنے پر بکر سے اپنا نکاح کیا۔ مسئلہ عدت سے دونوں ناواقف تھے یعنی ہندہ و بکر دونوں نہ جانتے تھے کہ کتنے دنوں کی عدت ہوتی ہے ہندہ کا حیض کلو کے پیدا ہونے کے بعد ہی سے بند تھا اور اب دو ماہ سے حیض ماہوار آنا شروع ہوا ہے یعنی ہندہ کے تیسرے نکاح کے ایک ماہ پہلے سے حیض ماہوار آنے لگا ہے ہندہ کلو کے پیدا ہونے کے بعد اب تک حاملہ نہیں ہوئی۔

(**الف**) : کیا ہندہ کا نکاح عمرو سے کسی صورت سے جائز تھا یا اعادہ نکاح کی ضرورت تھی۔

(**ب**) : اگر ہندہ کا نکاح عمرو سے ناجائز تھا تو کیا بکر کا نکاح بلا عمرو کی عدت گزرے جائز ہوگیا۔

(**ج**) : اگر ہندہ کا نکاح عمرو سے جائز تھا تو کیا بکر کا نکاح بالکل ناجائز ہوگا اور بکر کو ہندہ سے عمرو کی عدت گزرنے تک علیحدہ کرا دینا ضروری ہے اور کیا عمرو کی عدت گزرنے کے بعد بکر کو پھر اعادۂ نکاح کی ضرورت ہے؟

← **بل حكم الخلوة ولو فاسدة إحتياطا استحسانا لتوهم الشغل.** (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٢٦١-٢٧٢، كوئٹه ٣/ ١٥١-١٥٥)

تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٥٤٦-٥٥١۔

والعدة تجب بالخلوة ولو مع المانع أي وإن لم تكن صحيحة إحتياطا. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المهر، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٥١٥) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في الدرالمختار: سبب وجوبها(أي العدة) عقد النكاح المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه من موت أو خلوة. وفي رد المحتار: عقد النكاح أي ولو فاسدا بحر (۱). وفيه مبدأ العدة في النكاح الفاسد بعد التفريق من القاضي بينهما أو المتاركة (۲) وبذلک يزول منشؤها الذي هو النكاح الفاسد. ج:۲، ص: ۹۸۶ (۳). وفي الدرالمختار: في النكاح الفاسد وفيه أو المتاركة وفيه ومنه الطلاق. ص:۱۱۰۷ (۴). و في رد المحتار: ان الدخول في النكاح الفاسد موجب للعدة (إلیٰ قوله) ونكاح المعتدة. ص: ۹۹۹. (۵)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عمرو سے جو ہندہ نے نکاح کیا وہ فاسد ہے(۶) اور تفریق واجب تھی اور جب اس نے طلاق دی تو اب تفریق ہوگئی اور اب تفریق کے وقت پھر عدت واجب ہوئی۔ جب ہندہ نے پھر عدت کے اندر بکر سے نکاح کیا یہ بھی نکاح فاسد ہے اور تفریق واجب ہے،اب بکر و ہندہ دونوں پر واجب ہے کہ جدا ہو جائیں اور وقت تفریق عمرو سے جب پورے تین حیض گزر جائیں اب جس سے چاہے نکاح کر لے۔اس تقریر میں سب مسئلوں کا جواب ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

۲۰/ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ (امداد، ص ۳۲، ج ۲)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸۰/۵، كراچي ۵۰۴/۳۔

(۲) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في وطء المعتدة بشبهة، مكتبه زكريا ديوبند ۲۰۵/۵-۲۰۶، كراچي ۵۲۲/۳-۵۲۳۔

(۳) شامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب عشرون موضعا يعتد فيها الرجل، مكتبه زكريا ديوبند ۱۷۹/۵، كراچي ۵۰۴/۳۔

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في وطء المعتدة بشبهة، مكتبه زكريا ديوبند ۲۰۶/۵، كراچي ۵۲۳/۳۔

(۵) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: في النكاح الفاسد والباطل، مكتبه زكريا ديوبند ۱۹۷/۵، كراچي ۵۱۶/۳۔

(۶) حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ھندہ سے عدت کے اندر معلوم ہونے باوجود عمرو نے جو نکاح کیا ہے، وہ فاسد ہے اور اس پر فاسد کے احکام جاری فرمائے ہیں؛ حالانکہ فقہاء کی تصریحات اس کے خلاف ہے، کیونکہ معتدہ سے جان بوجھ کر جو نکاح کیا جاتا ہے، وہ باطل اور کالعدم ہوتا ہے ←

← اور ہمبستری کے باوجود اس سے الگ ہونے کی صورت میں عدت لازم نہیں ہوتی ہے جو ہمبستری ہوئی وہ وطی یا شبہ نہیں ہوئی؛ بلکہ بدکاری اور زنا کاری ہوئی؛ لہٰذا عمرو سے الگ ہونے کے بعد بکر سے جو نکاح ہوا ہے وہ فاسد نہیں ہوا؛ بلکہ صحیح ہوا ہے۔اب یہاں دو باتوں پر دلیل اور جزئیہ کی ضرورت ہے:

(۱) عمرو کا نکاح باطل ہونے کی دلیل ذیل میں ملاحظہ فرمائے:

نكح كافر مسلمة فولدت منه لايثبت النسب منه و لاتجب العدة؛ لأنه نكاح باطل.وقوله: والظاهر أن المراد بالباطل ماوجوده كعدمه ولذالا يثبت النسب ولا العدة في نكاح المحارم، إلى قوله: أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير، لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا، قال: فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنا كما في القنية وغيرها، والحاصل أنه لافرق بينهما في غير العدة، أما فيهما فالفرق ثابت. (ردالمحتا، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٧٤، ٥/١٩٧، كراچي ٣/١٣٢، ٥١٦)

البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٤٢، كوئٹه ٤/١٤٤۔

الفتاوى التاتار خانية، كتاب النكاح، الفصل الثامن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٦٦، رقم: ٥٥٤٤۔

(۲) بکر کا نکاح صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ھندہ کے شوہر زید کے انتقال کے بعد عدت وفات چار ماہ دس دن لازم تھی اور اسی عدت کے اندر جان بوجھ کر عمرو نے ھندہ سے نکاح کرلیا ہے، جو باطل ہوا ہے اور جب نکاح باطل ہوا تو عدت بدستور جاری رہی اور عدت کے اندر گویا کہ نکاح کے نام سے عمرو نے ھندہ کے ساتھ بدکاری کی ہے، جو ہرگز وطی بالشبہ نہیں ہے،اس لئے اس درمیان میں ھندہ کی عدت گزر گئی تھی اور عدت گزرنے کے بعد عمرو نے اس سے نکاح نہیں کیا ہے؛ بلکہ بدستور بدکاری کا سلسلہ جاری رہا ہے اور دو سال تک اسی طرح ساتھ رہے اب الگ ہونے کے بعد کسی سے شرعی نکاح کے لئے دوبارہ عدت گزارنے کی ضرورت نہیں؛ اس لئے بعد میں بکر کے ساتھ جو نکاح ہوا ہے وہ صحیح اور درست ہوا ہے۔

نکاح فاسد و باطل کے درمیان کیا فرق ہے اس بارے میں دارالعلوم دیوبند کے درجہ افتاء کے ایک طالب علم کے سوال کے جواب میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی کے دارالافتاء سے تحقیقی فتوی لکھا تھا جو فتاوی قاسمیہ میں بھی شامل کیا گیا تھا اس کو یہاں پر بھی نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔جزئیات ملاحظہ فرمائیے:

نکاح فاسد و باطل سے متعلق ایک جامع تحقیق

نکاح فاسد اور نکاح باطل میں حد امتیاز قائم کرنے میں کتب فقہ کے جزئیات مختلف انداز سے ملتے ہیں، جن سے آسانی کے ساتھ کھل کر بات واضح نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے مختصر انداز سے اس طرح سے سمجھنے کی ضرورت ہے، جس سے زیادہ الجھاؤ اور گنجلک پیدا نہ ہو؛ لہٰذا اس کو یوں سمجھیں کہ اس میں تین درجات ہوں گے:

(۱) نکاح باطل مجمع علیہ. (۲) نکاح فاسد مجمع علیہ. (۳) مختلف فیہ بعض وجوہ سے باطل ہے اور بعض وجوہ سے فاسد ہے؛ اس لئے اس شکل کو بعض لوگوں نے باطل کہا ہے اور باطل کا حکم لاگو کیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کو فاسد کہا ہے؛ اس لئے فاسد کا حکم جاری کیا ہے۔

اب ہر ایک کی مختصر وضاحت یہ ہے:

(۱) نکاح باطل مجمع علیہ: وہ ہے جس میں رکن نکاح اور محل نکاح ہی مفقود ہو مثلاً کسی کی منکوحہ عورت ہے جب تک اس کے نکاح میں رہے گی، وہ دنیا کے کسی بھی مرد کے لئے محل نکاح نہیں رہے گی، اس سے جان بوجھ کر نکاح کرنے سے نکاح باطل ہے، اس کی اولادیں اس مرد سے ثابت نہ ہوں گی، اور نہ ہی اس مرد پر مہر واجب ہوگا اور نہ ہی اس عورت پر عدت واجب ہوگی؛ بلکہ وہ بدستور اپنے پہلے شوہر کی بیوی ہے اور واطی کے اوپر حد شرعی جاری ہوجائے گی- اسی طرح غیر کی معتدہ ہے، اس سے جان بوجھ کر نکاح کیا ہو، تو اس پر بھی وہی احکام جاری ہوجائیں گے- اسی طرح حقیقی محرم عورت کے ساتھ جان بوجھ کر نکاح کر لے تو یہ نکاح بھی مجمع علیہ باطل ہے؛ اس کے اوپر بھی وہی سارے احکام جاری ہوجائیں گے جو اوپر ذکر کئے گئے، اسی طرح مسلمہ عورت کے ساتھ کسی کافر کا نکاح ہوجائے، تو یہ نکاح بھی باطل ہوگا، اس کافر سے اولاد کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر مہر لازم ہوگا، اس کے لئے یہ چند عبارات بطور نظیر پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) **أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة، إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، قال: فعلى هذا يفرق بين فاسده و باطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنىٰ.** (شامي، زكريا ٤/٢٧٤، شامي، زكريا ٥/١٩٧، كراچي ٣/٥١٦، البحرالرائق، كوئٹه ٤/١٤٤، زكريا ٤/٢٤٢)

(۲) **إن نكاح المحارم باطل، أو فاسد والظاهر أن المراد بالباطل ماوجوده كعدمه، ولذا لايثبت النسب ولاالعدة في نكاح المحارم أيضاً.** (شامي، زكريا ٤/٢٧٤، كراچي ٣/١٣٢)

(۳) أما إذا لم تكن هناك شبهة تسقط الحد، بأن كان عالماً بالحرمة، فلايلحق به الولد عند الجمهور، وكذلك عند بعض مشائخ الحنفية؛ لأنه حيث وجب الحد فلا يثبت النسب. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۸/ ۱۲۴)

(۴) نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه، ولاتجب العدة؛ لأنه نكاح باطل. (شامي، زكريا ٤/ ٢٧٤، كراچي ٣/ ١٣٢)

(۲) نکاح فاسد مجمع علیہ: یہ ایسا نکاح ہے جس میں عورت محل نکاح ہے؛ لیکن شرائط نکاح مفقود ہیں، مثلاً نصاب شہادت پورا نہیں ہے، تو ایسی صورت میں بالاتفاق یہ نکاح فاسد ہے، اس سے مرد کے اوپر مہر بھی واجب ہوتا ہے، اور علیحدگی کی صورت میں عدت بھی واجب ہو جاتی ہے، اور اولاد کا نسب بھی مرد سے ثابت ہوتا ہے اور اس مرد کے اوپر حد جاری نہیں ہوگی - اسی طرح دو بہنوں سے ایک ساتھ ایک عقد میں نکاح کیا - یا بیوی کو طلاق دی اور اس کی عدت کی حالت میں اس کی بہن سے نکاح کرلیا - یا چار بیویوں میں سے ایک کو طلاق دی اور اس کی عدت کی حالت میں پانچویں سے نکاح کرلیا، ان صورتوں میں جو دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کیا ہے وہ نکاح فاسد ہے، اور فساد کی علت معیت فی العقد ہے؛ لہٰذا اگر آگے پیچھے نکاح کرے گا، تو پہلا والا صحیح اور دوسرا والا باطل ہوکر پہلی شکل میں شامل ہو جائے گا۔

والحاصل أنه لا فرق بينهما في غير العدة، أما فيها فالفرق ثابت، وعلى هذا فيقيد قول البحر هنا: ونكاح المعتدة بما إذا لم يعلم بأنها معتده؛ لكن يرد على ما في المجتبىٰ، مثل نكاح الأختين معاً، فإن الظاهر أنه لم يقل أحد بجوازه؛ ولكن لينظر وجه التقييد بالمعية، والظاهر أن المعية في العقد لا في ملك المتعة، إذلو تأخر أحدهما عن الآخر فالمتأخر باطل قطعاً. (شامي، زكريا ٤/ ٢٧٤، كراچي ٣/ ١٣٢)

یا اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کی عدت کی حالت میں اس کی بہن سے نکاح کرلیا، تو یہ نکاح بھی فاسد ہے، محیط سرخسی کے حوالہ سے ہندیہ میں جو عبارت لکھی گئی ہے، اس کا یہی حاصل ہوسکتا ہے؛ اس لئے کہ اس عبارت کا آخری حصہ اسی کی طرف اشارہ کررہا ہے اور اس عبارت کا پہلا حصہ مشتبہ ہے۔

وإن تزوجهما في عقدتين، فنكاح الأخيرة فاسد، ويجب عليه أن يفارقها، ولو علم القاضي بذلك يفرق بينهما، فإن فارقها قبل الدخول لا يثبت شيئ من الأحكام، وإن فارقها بعد الدخول فلها المهر، ويجب الأقل من المسمىٰ، ومن مهر المثل وعليها العدة، ويثبت النسب، ←

← **ويعتزل عن امرأته حتى تنقضي عدة أختها، كذا في محيط السرخسي.** (هندية، زكريا ۱/۲۷۷-۲۷۸جديد ۱/۳٤۳)

چار بیویوں میں سے ایک بیوی کوطلاق دینے کی صورت میں پانچویں بیوی سے جونکاح کیا ہے وہ نکاح فاسد ہے باطل نہیں ہے؛ لہٰذا چار کی موجودگی میں پانچویں سے نکاح کرے گا،تو پانچویں کا نکاح باطل ہوکر پہلی شکل میں داخل ہوجائے گا، اس لئے کہ چار بیویوں کی موجودگی میں اس مرد کے لئے مزید دنیا کی کوئی عورت محل نکاح نہیں رہتی ہے۔اور چوتھی کی عدت کی حالت میں محل نکاح مشتبہ ہوجاتا ہے۔

اب چند جزئیات بطور نظیر پیش کئے جارہے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ويجب مهر المثل في نكاح فاسد، وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود (در مختار) وتحته في الشامية: ومثله تزوج الأختين معاً، ونكاح الأخت في عدة الأخت، ونكاح المعتدة، والخامسة في عدة الرابعة،والأمة على الحرة. (شامي، زكريا٤/۲۷٤، كراچي۳/۱۳۱)

(۲) ويتفقون كذلك على وجوب العدة، وثبوت النسب في النكاح المجمع على فساده بالوطء كنكاح المعتدة، وزوجة الغير والمحارم إذا كانت هناك شبهة تسقط الحد، بأن كان لا يعلم بالحرمة. (الموسوعة الفقهية الكويتية۸/۱۲۳)

(۳) والصحيح أنها شبهة عقد، لأنه روي عن محمدؒ أنه قال: سقوط الحد عنه لشبهة حكمية فيثبت النسب، وهكذا ذكر في المنية، وهذا صريح بأن الشبهة في المحل و فيها يثبت النسب. (شامي، زكريا٦/۳٤، كراچي ٤/۲٤)

(۴) والمراد بالنكاح الفاسد: النكاح الذي لم تجتمع شرائطه كتزوج الأختين معاً، والنكاح بغير شهود، ونكاح الأخت في عدة الأخت، ونكاح المعتدة، والخامسة في عدة الرابعة، و الأمة على الحرة. (البحرالرائق، کوئٹہ ۳/۱٦۹، زكريا۳/۲۹٤)

(۳) مختلف فیہ: یہ تیسری شکل کوئی مستقل شکل نہیں ہے؛ بلکہ پہلی اوردوسری شکل کا اختلاط ہے، پہلی شکل کو جان بوجھ کر کرنے کی صورت میں نکاح باطل ہے اور عدم علم کی صورت میں نکاح فاسد ہے؛ اس لئے فقہاء کی عبارتیں اس سلسلے میں مخلوط ہوگئی ہیں، کہیں تو ایسا کہہ دیا گیا ہے کہ معتدۃ الغیر سے نکاح کرنا اورمحرم سے نکاح کرنا نکاح فاسد ہے اور کہیں ایسا کہہ دیا گیا ہے کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنا،یا معتدۃ الغیر سے نکاح کرنا نکاح باطل ہے اور باطل اورفاسد کے لئے جو قیودات ہیں ان کو واضح نہیں کیا گیا؛اس لئے ان عبارات میں اشتباہ پیدا ہوگیا؛ ←

چنانچہ بعض لوگوں نے یہی کہا ہے کہ: **حکم الباطل والفاسد واحد في الغالب.** (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، دارالفکر بیروت ٤/ ١١٨)

اس اشتباہ کی اصل وجہ یہ ہے کہ قیودات وشرائط کا ذکر نہیں کیا جاتا؛ اس لئے یہ کوئی مستقل قسم نہیں اور اسی وجہ سے ایسی مشتبہ بات بھی لکھی ہے کہ فیصلہ کرنا بھی واجب ہوتا ہے، نسب بھی ثابت ہوتا ہے، اور عدت بھی واجب ہوتی ہے؛ لیکن اس اشتباہ کی وجہ سے لکھ دیا کہ مہر واجب ہے، نسب ثابت ہے؛ لیکن عدت واجب نہیں جیسا کہ کتاب الفقہ کی عبارت ہے:

النكاح الفاسد قسمان: قسم يوجب المهر، وثبت به نسب، ولاتجب به عدة، ويقال له باطل، وذلک كما تزوج محرماً من محارمه، فإن العقد على واحدة منهن، وجوده كعدمه، مثله العقد على متزوجة، أومعتدة إن علم أنهاللغير، فهذا العقد كعدمه، وهو عقد باطل يوجب الوطء به الحد، إن كان عالماً بالحرمة. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة،دارالفكر بيروت ٤/ ١١٦)

اس عبارت میں جو "**یوجب به المهر ویثبت به نسب**" لکھا ہے یہ درست نہیں ہے؛ کیونکہ یہ نکاح باطل ہے اور اس میں نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی مہر واجب ہوتا ہے؛ بلکہ حد جاری ہوتی ہے، اس میں مہر واجب نہیں ہوتا اور یہاں پر حد بھی جاری کر رہے ہیں اور مہر بھی واجب کر رہے ہیں؛ اس لئے اس عبارت میں مسامحت ہے اور اس طرح کی عبارتوں کی وجہ سے ناظرین کو شبہ پیدا ہوتا ہے؛ اس لئے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس طرح کی عبارتیں معتبر نہیں؛ لہٰذا جن طلباء میں لمبی لمبی بحثوں کے باوجود مسئلہ حل نہیں ہو رہا ہے، وہ اسی قسم کی عبارتوں سے ہے؛ اس لئے اس قسم کی عبارتوں کا اعتبار نہ کیا جائے؛ بلکہ اس بات کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے اور بحث کا حاصل اس کو سمجھ لیا جائے کہ محل نکاح میں جو نکاح ہوا ہو وہ شرائط کے مفقود ہونے کی صورت میں فاسد ہوتا ہے اور غیر محل نکاح میں ناواقفیت اور عدم علم کی وجہ سے جو نکاح کیا جاتا ہے، وہ بھی نکاح فاسد ہے اور غیر محل میں جان بوجھ کر جو نکاح کیا جاتا ہے وہ نکاح باطل ہے، اور نکاح فاسد میں احکام نکاح جاری ہوجاتے ہیں، مثلاً مہر، نسب اور عدت- اور نکاح باطل میں احکام نکاح جاری نہیں ہوتے؛ لہٰذا مہر، عدت اور نسب میں سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوگی، خدا کرے اس تفصیل سے شبہات کا ازالہ ہوجائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۰۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۱/۴/۲۱ھ

ساس سے نااتفاقی کی وجہ سے میکے میں عدت گذارنا

سوال (۱۳۷۰): قدیم ۲/۵۱۰ - اگر عورت اوراس کی ساس میں سخت ناچاقی ہو کہ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں تو کیا یہ عذر ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے عورت سُسرال سے آکر عدت اپنے میکے میں پوری کرے حدیث فاطمہؓ بنت قیس سے (۱) اس کا جواز معلوم ہوتا ہے مگر فقہاء کے کلام میں تصریح نہیں ملتی؟

الجواب: جزئیات فقہیہ کے تتبع وتامّل سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر مبیح للانتقال نہیں بلکہ قاضی خان میں گھر کے اندر میت کے ہونے کی وجہ سے جو خوف ہو وہ اگر قلیل ہو معتبر قرار دیا گیا۔

قال لأن قليل الخوف يكون بمنزلة الوحشة. (۲)

حالانکہ اتنا خوف بھی غیر اختیاری ہے ضبط سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ اس وحشت مذکورہ سے بہت ادنیٰ ہے جب یہ وحشت عذر نہیں تو تکلیف ضبط کیونکر عذر ہوگا۔ اور حضرت فاطمہؓ بنت قیس کے عذر کی تعیین جس کو انھوں نے خود حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا یہ ہے۔

قلت: يا رسول الله ﷺ! زوجي طلقني ثلثا وأخاف أن يقتحم عليّ رواه مسلم. (۳)

---

(۱) فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث یہ ہے: أخرج المسلم عن أبي سلمة أن فاطمة بنت قيس أخت الضحاک بن قيس أخبرته أن أبا حفص بن المغيرة المخزومي طلقها ثلاثا ثم انطلق إلى اليمن فقال لها أهله ليس لک علينا نفقة فانطلق خالد بن الوليد في نفر فأتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيت ميمونة فقالوا إن أباحفص طلق امرأته ثلاثا فهل لها من نفقة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليست لها نفقة وعليها العدة وأرسل إليها أن لاتسبقيني بنفسک وأمرها أن تنتقل إلى أم شريک ثم أرسل إليها أن أم شريک يأتيها المهاجرون الأولون فانطلقي إلى ابن أم مكتوم الأعمى فإنک إذا وضعت خمارک لم يرک فانطلقت إليه فلما مضت عدتها أنكحها رسول الله صلى الله عليه وسلم أسامة بن زيد بن حارثة. (مسلم شريف، كتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، النسخة الهندية ۱/۴۸۴، بيت الأفكار، رقم: ۱۴۸۰)

(۲) فتاوى قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل فيما يحرم على المعتدة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۵۵۴، جديد ۱/۳۵۱۔

(۳) عن فاطمة بنت قيس قالت قلت يارسول الله زوجي طلقني ثلاثا وأخاف ←

اور حضرت عائشہؓ کا قول اسی کا مؤید ہے۔

قالت: کانت في مکان وحش فخیف علیٰ ناحیتها. رواه في المشکوٰة.(۱)

۲۵/محرم ۱۳۲۲ھ (امداد،ص ۵۸،جلد۲)

ایام سوگ میں پان کھانے کا حکم

سوال (۱۳۷۱): قدیم ۲/ ۵۱۱ - جس عورت کو پان کھانے کی عادت ہو وہ ایامِ سوگ میں پان کھا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: نہیں۔(۲)

۱۰/رجب ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ،ص ۱۱۵)

← **أن یقتحم عليّ قال فأمرها فتحولت.** (مسلم شریف، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لانفقةلها، النسخة الهندیة ۱/ ۴۸۵، بیت الأفکار رقم: ۱۴۸۲)

(۱) مشکوۃ شریف، باب العدۃ، مکتبه اشرفیة دیوبند ص ۲۸۸، رقم: ۳۱۷۵۔

عن عروة أن عائشة أنکرت ذلک علی فاطمة وزادابن أبي الزناد عن هشام عن أبیه عابت عائشة أشد العیب وقالت إن فاطمة کانت في مکان وحش فخیف علی ناحیتها فلذلک أرخص لها النبي صلی الله علیه وسلم. (بخاري شریف، کتاب الطلاق، باب المطلقة إذا أخشی علیها في مسکن زوجها أن یقتحم علیها أو تبذو علی أهلها بفاحشة، النسخة الهندیة ۲/ ۸۰۲، رقم: ۵۱۲۳، ف:۵۳۲۷)

أبوداؤد شریف، کتاب الطلاق، باب في نفقة المبتوتة، النسخة الهندیة ۱/ ۳۱۳، دارالسلام رقم: ۲۲۹۲۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) پان کھانے سے ہونٹوں پر سرخی آجاتی ہے، اس لئے زینت کے مرادف ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

عن أم سلمة زوج النبي صلی الله علیه وسلم عن النبي صلی الله علیه وسلم أنه قال: المتوفي عنها زوجها لاتلبس المعصفر من الثیاب ولاالممشقة ولاالحلي ولا تختضب ولا تکتحل. (سنن أبي داؤد، کتاب الطلاق، باب فیما تجتنبه المعتدة في عدتها، النسخة الهندیة ۱/ ۳۱۵، رقم: ۲۳۰۴)

المتوفی عنها زوجها یلزمها الحداد في عدتها إذا کانت بالغة مسلمة، وتفسیر الحداد ←

سوگ میں کنگھی تیل کا حکم

سوال (۱۳۷۲): قدیم ۲/ ۵۱۱- سر میں جوئیں پڑ جائیں تو ان کے مارنے کے لئے کنگھی کرنا یا تیل سر میں ڈالنا ایام سوگ میں جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب: اس عذر سے جائز ہے بشرطیکہ خوشبودار تیل نہ ہو اور باریک داندانہ کی کنگھی نہ ہو۔(۱)

کما في الدر المختار.

۱۰/ رجب ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ، ص ۱۱۵)

← **الاجتناب عن الطيب، والدهن والكحل، وفي الخانية، والحناء، والخضاب ولبس المطيب المعصفر.** (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة، نوع آخر في الحداد، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢٤٩-٢٥٠، رقم: ٧٧٧٧)

هندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشرفي الحداد، مكتبه زكريا قديم ١/ ٥٣٣، جديد ١/ ٥٨٥۔

تحد معتدة الطلاق البت الموت بترك الزينة الطيب والكحل والدهن إلابعذر. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٥٢، كوئٹه ٤/ ١٥٠) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) تحد مكلفة مسلمة ولو أمة منكوحة إذا كانت معتدة بت أوموت بترك الزينة والطيب والدهن ولو بلاطيب كزيت خالص والكحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر إلابعذر راجع للجميع إذ الضرورات تبيح المحظورات وفي الشامية: فإن كان وجع بالعين فتكتحل، أوحكة فتلبس الحرير أو تشتكي رأسها فتدهن وتمشط بالأسنان الغليظة المتباعد من غيرإرادة الزينة. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢١٧-٢١٨، كراچي ٣/ ٥٣١-٥٣٢)

والحداد أن تترك الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب إلا من عذر، وفي الجامع الصغيرإلامن وجع، قوله: "لعذر" كالحكة والقمل والمرض. (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٠٥-٣٠٦)

تحد معتدة البت والموت بترك الزينة والطيب والكحل والدهن إلابعذر ......←

سوال (۱۳۷۳): قدیم ۲/ ۵۱۱- شخص متوفی کی بیوہ کو درد سر و نیز اور اسی قسم کے عارضے لاحق رہتے ہیں۔ پس اگر بیوہ مذکور ایسے مرض کی تکلیف کی وجہ سے گاہے گاہے سر میں تیل کی مالش کرلیا کرے تو اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب: في الدر المختار: والدهن ولو بلا طيب كزيت خالص (إلىٰ قوله) إلا بعذر راجع للجميع إذ الضرورات تبيح المحظورات وفي رد المحتار أو تشتكى رأسها فتدهن وتمشط بالاسنان الغليظة المتباعدة من غير إرادة الزينة لأن هذا تداو لا زينة جوهرة. ج: ۲، ص: ۱۰۱۶. (۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں مالش تیل کی جائز ہے مگر اُس میں خوشبو نہ ہو اور اُس کے بعد جو کنگھی کی جاوے باریک اور گنجان دندانوں کی نہ ہو۔

۶/ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۸۱)

← ودخل في الزينة الإمتشاط بمشط أسنانه ضيقة لا الواسعة كمافي المبسوط. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مكتبه زكريا ديو بند ۴/ ۵۵۲-۵۵۳، كوئٹه ۴/ ۱۵۰)

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۴۸۶-۴۸۷۔

تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مكتبه زكريا ديو بند ۳/ ۳۶۶-۳۶۷۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۲۱۸، كراچي ۳/ ۵۳۱-۵۳۲۔

ولاتدهن بشيء من الأدهان كالزيت البحت والشيرج البحت والسمن وغيرذلك لأنه يلين الشعر فيكون زينة إلا إذا كان بها ضرر ظاهر، ولاتمتشط بالأسنان الضيقة وتمتشط بالأسنان الواسعة المتباينة لأن الضيقة لتحسين الشعر والزينة والمتباعدة لدفع الأذى.

(تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مكتبه زكريا ديو بند ۳/ ۲۶۷)

تحد معتدة البت أو الموت بترك الزينة والطيب والكحل والدهن إلا بعذر (كنز) ودخل في الزينة الإمتشاط بمشط أسنانه ضيقة لا الواسعة كما في المبسوط.......... وذكر الدهن بعد الطيب ليفيد حرمته وإن لم يكن مطيبا كالزيت الخالص منه والشيرج والسمن. ←

عدت میں بلور کی چوڑی کے استعمال کا عدم جواز

سوال (۱۳۷۴): قدیم ۲/۵۱۲- ہندہ کا عقد ہوگیا ولیکن خاوند کے مکان پر رخصت نہ کی گئی تھی کہ ہندہ کا زوج گزر گیا۔ اب اُس کو چار مہینے دس دن عدت بیٹھنا ضروری ہے۔ خوشبو، جدید کپڑے، زیور، سُرمہ، پان، مسّی، تیل، مہندی وغیرہ سب ترک کیا؛ لیکن ہاتھ میں دو دو چوڑیاں بلّور کی رہنے دیں اُس سے جب کہا گیا کہ تم چوڑیاں اُتار دو ہندہ نے کہا کہ یہ ہندوؤں کی رسم ہے یہ کچھ زینت نہیں ہے۔ لہٰذا ہندہ چوڑیاں بلّور کی اُتار دے یا پہنے رہے؟

الجواب: **في الدرالمختار: (بترک الزينة) بحلی. وفي رد المحتار: قوله: بحلی أي بجميع أنواعه من فضة و ذهب وجواهر (بحر) قال القهستاني والزينة: ماتتزين به المرأة من حلی أو کحل الخ. ج:۲، ص:۱۰۱۵.** (۱)

← **وفي المجتبی: ولو اعتادت الدهن فخافت وجعا فإن کان أمرا ظاهر ايباح لها.** (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مکتبه زکريا ديوبند ۲۵۲/۴-۲۵۴، کوئٹه ۱۵۰/۴) النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مکتبه زکريا ديوبند ۴۸۶/۲-۴۸۷۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع الشامي، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مکتبه زکريا ديوبند ۲۱۷/۵، کراچي ۵۳۱/۳۔

عن أم سلمة زوج النبي صلی الله عليه وسلم عن النبي صلی الله عليه وسلم أنه قال: المتوفی عنها زوجها لاتلبس المعصفر من الثياب، ولاالممشقة ولا الحلي ولاتختضب ولاتکتحل. (سنن أبي داؤد، کتاب الطلاق، باب فيما تجتنبه المعتدة في عدتها، النسخة الهندية ۳۱۵/۱، رقم: ۲۳۰۴)

تحد معتدة البائن الموت إن کانت مکلفة بترک الزينة............ والزينة ماتزينت به المرأة من حلي أو کحل. (مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، دارالکتب العلمية بيروت ۱۵۲/۲-۱۵۳)

وتترک أنواع الحلي والزينة ولبس الحرير وغيره من الثياب المصبوغة والذهب والفضة والجواهر کلها. (تبيين الحقائق، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مکتبه زکريا ديوبند ۲۶۷/۳) ←

اس روایت سے معلوم ہوا کہ زینت کی جمیع انواع واجب الترک ہیں اور زینت کی حقیقت بھی اس سے معلوم ہوئی کہ جس کو عورت بقصد زینت استعمال کرے اور یقینی بات ہے کہ ہمارے دیار میں چوڑیاں تزین ہی کی غرض سے پہنتی ہیں وہ داخل زینت ہوکر واجب الترک ہوئیں اس لئے اُس عورت پر واجب ہے کہ چوڑیاں اُتار ڈالے۔ رہا اُس کا یہ قول کہ یہ ہندوؤں کی رسم ہے سو یوں تو خود ایسی چوڑیاں پہننا بھی ہندوؤں ہی کی رسم ہے مگر جس طرح ان کے ساتھ خصوصیت نہ رہنے سے پہننے میں تشبہ نہیں اسی طرح حسب حکم شرعی ان کے اتار دینے میں بھی تشبّہ نہیں۔

دوسرے یہ کہ ہندو عورتیں چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں اُتارتی نہیں سو توڑنا بلاضرورت قطع نظر تشبّہ کے ویسے بھی مال کی اضاعت ہے پس توڑی نہ جاوے بلکہ اُتار دی جاوے؛ البتہ اگر اُتارنے میں کچھ تکلیف و دشواری ہو تو بمجبوری توڑی جائے۔

۲۷/ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص ۱۳۵)

عدم صحت رجعت بعد ثلاث

سوال (۱۳۷۵): قدیم ۲/۵۱۲- زید نے اپنی زوجہ کو تین یا تین سے بھی زائد طلاقیں دیں اور جس روز طلاقیں دیں اُسی روز یا اُس کے بعد عدت کے اندر رجوع کرلیا تو بعد رجوع جو اولاد پیدا ہوئی وہ اور اُس کی زوجہ زید کے مرنے کے بعد ترکہ کے مستحق ہیں یا نہیں اور یہ رجوع صحیح ہے یا غیر صحیح؟

الجواب: یہ رجوع صحیح نہیں ہوا عورت بحالہا حرام رہی (۱)، اب اگر یوں طلاق سے دو سال کے اندر کوئی اولاد ہوئی اور اس مدت میں عورت نے انقضائے عدت کا اقرار زبان سے نہیں کیا تو وہ اولاد ثابت النسب ہوگی اور اگر پورے دو سال یا اس سے زائد میں اولاد ہوئی اور شوہر نے تصریحاً اُس کے نسب کا دعویٰ نہیں کیا

← **تحد معتدة البت والموت بترك الزينة أي التزين بما يتحلي به من ذهب وفضة وجوهرة.** (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۴۸۶) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **وقال حسن لو لأني سمعت أبي يحدث عن جدى النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من طلق امرأته ثلاثا لم تحل حتى تنكح زوجا غيره لراجعتها.** (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصداق، باب المتعة، دار الفكر بيروت ۱۱/۵۲، رقم ۱۴۸۵۵، ۱۱/۲۲۱، رقم: ۱۵۳۴۷)

سنن الدارقطني، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت ۴/۲۰، رقم: ۳۹۲۷۔ ←

تو وہ ثابت النسب نہیں پس جو ثابت النسب ہے وہ وارث ہوگا جو ثابت النسب نہیں وہ وارث نہ ہوگا اورعورت وارث نہ ہوگی بشرطیکہ یہ طلاق مرض الموت میں نہ ہوئی ہو۔(۱)

في الدر المختار: فصل ثبوت النسب كما يثبت بلا دعوة احتياطا في مبتوتة جاء ت به لأقل منهما من وقت الطلاق ولم تقر بمضيها ولو لتمامها لا إلا بدعوته. (۲)

اوراگرواقعہ کی کوئی اورصورت ہوتو بالتعیین ظاہرکرنا چاہئے؛ کیونکہ اس کی شقوں میں طول بہت ہے۔فقط

۲۷/محرم ۱۳۲۲ھ (امداد،ص ۵۷،ج ۲)

← **عن نافع كان ابن عمر إذاسئل عمن طلق ثلاثا، قال: لوطلقت مرة أومرتين، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرني بهذا، فإن طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره.** (بخاري شريف، كتاب الطلاق، باب من قال لامرأته أنت على حرام، النسحة الهندية ۲/۷۹۲، رقم: ۵۰۶۶، ف:۵۲۶۵)

مسلم شريف، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض، النسخة الهندية ۱/۴۷۶، بيت الأفكار رقم: ۱۴۷۱۔

إن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها. (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، مكتبه زكريا قديم ۱/۴۷۳، جديد ۱/۵۳۵)

هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/۳۹۹۔

(۱) **وإن أبانها في الصحة ثم مرض ومات وهي في العدة لم ترث.** (خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في المعتدةالتي ترث، مكتبه زكريا قديم ۱/۵۵۵، زكريا جديد ۱/۳۵۱)

بخلاف البائن فإنها لاترثه إلاإذا كان في المرض. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۷، كراچي ۳/۳۸۶)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۲۳۱-۲۳۲، كراچي ۳/۵۴۱۔

ويثبت نسب ولد معتدة الطلاق البائن إذا ولدته لأقل من سنتين من وقت الطلاق...... (وإلا لا) صادق بصورتين بما إذا أتت به لسنتين فقط، وبما إذا أتت به لأكثر منهما...... ولم يذكر المصنف في مسئلة المبتوتة القيد الذي ذكره في الرجعية وهو عدم الإقرار بانقضاء عدتها مع أنه قيد فيهما...... (إلاأن يدعيه الزوج) يعني إذا جاء ت به المبتوتة لأكثر وادعاه الزوج يثبت نسبه منه. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۲۶۵-۲۶۷، كوئٹه ۴/۱۵۷-۱۵۸) ←

''معاف کردو جانے دو'' کے الفاظ سے رجعت کا اعتبار نہیں

سوال (۱۳۷۶): قدیم ۲/۵۱۳- ایک شخص نے ایک عورت کوطلاق دی اُس کے بعد جب نادم ہوا اور عورت گھر سے خفا ہو کر جانے لگی تو عورت سے کہا معاف کرو جانے دو چنانچہ وہ ٹھہر گئی۔ اب عدت ختم ہوگئی اور سوا ان الفاظ کے اور کچھ نہیں کہا۔ اب عدت ختم ہوگئی جدید نکاح کی ضرورت ہے یا یہ الفاظ کنایہ رجعت ہو سکتے ہیں؟

الجواب: مسئلہ جزئیہ تو نظر سے نہیں گزرا باقی جو کنایات رجعت کے فقہاء نے لکھے ہیں:

أنت عندي كما كنت وأنت امرأتي جو کہ نیت سے موجب رجعت ہیں۔(۱)

← النهر الفائق، كتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٤٩٣-٤٩٤۔

تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢٧٨-٢٧٩۔ *شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ*

(۱) **وتصح مع إكراه وهزل ولعب وخطأ بنحو راجعتك ورددتك وأمسكتك بلانية لأنه صريح وفي الشامية هذا بيان لركنها وهو قول أو فعل، والأول قسمان: صريح كما مثل، ومنه النكاح والتزويج...... وكناية مثل أنت عندي كما كنت وأنت امرأتي فلايصير مراجعا إلا بالنية.** (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٢٤/ كراچي ٣/٣٩٨)

وتصح في العدة إن لم يطلق ثلاثا ولو لم ترض براجعتك أوراجعت امرأتي وبما يوجب حرمة المصاهرة، (كنز) وأما ركنهافقول أو فعل، فالأول صريح وكناية، أما الأول فراجعتك وراجعت امرأتي......... وارتجعتك ورجعتك ورددتك وأمسكتك ومسكتك فيصير مراجعا بلانية ومنه النكاح والتزوج........... وأما الكناية فنحو أنت عندي كما كنت أو أنت امرأتي فيتوقف على النية. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٨٤، كوئٹه ٤/٥٠)

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٤١٤۔

تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٥٠۔

معاف کردو جانے دو اُن کے مشابہ نہیں ہے؛ لہٰذا کنایہ نہ ہوگا نکاح کی تجدید بتراضی طرفین کی ضرورت ہوگی (۱)۔ وجہ عدم تشابہ ظاہر ہے کہ کنایات مذکورہ اقتضاءً دال ہیں بقاء نکاح پر بخلاف ان الفاظ کے کہ محض طلب رضاء کے لئے ہیں جس کو رجعت میں اصلاً دخل و تعلق نہیں۔

۱۸/ شعبان ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۰۲)

حکم اسقاط حمل مطلقہ حاملہ

سوال (۱۳۷۷): قدیم ۲/ ۵۱۳- ایک عورت کے تیسرے مہینے میں حمل ساقط ہوگیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسے سقوط حمل کے بعد عورت مطلقاً اپنا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدرالمختار: أحكام النفاس وسقط ظهر بعض خلقه كيد أو رجل أو أصبع أو ظفر أو شعر ولا حكما (إلیٰ قوله) و تنقضي به العدة، فإن لم يظهر له شئ فليس بشئ. في رد المحتار: أنه إن لم يظهر من خلقه شئ فلا حكم له من هذه الأحكام (۲) وفيه باب العدة والمراد به الحمل الذى استبان بعض خلقه أو كله فإن لم يستبن بعضه لم تنقض العدة. (۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اُس حمل ساقط شدہ کا اگر کوئی عضو بڑا یا چھوٹا ظاہر ہوگیا ہو تب تو اُس کی عدت گزر گئی اور اُس کو اپنا نکاح دوسرے شخص سے کرلینا جائز ہے ورنہ نہیں۔

۱۹/ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ (تتمۂ خامسہ، ص ۲۳۵)

---

(۱) **فإن طلقها ولم يراجعها بل تركها حتى انقضت عدتها بانت.** (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في بيان حكم الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۸۳) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في أحوال السقط وأحكامه، مكتبه زكريا ديوبند ۱/ ۵۰۰-۵۰۱، كراچي ۱/ ۳۰۲-۳۰۳۔

(۳) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في عدة الموت، مكتبه زكرياديوبند ۵/ ۱۹۰، كراچي ۳/ ۵۱۱۔

وشرط انقضاء هذه العدة أن يكون ماوضعت قد إستبان خلقه أو بعض خلقه فإن لم يستبن رأسا بأن سقطت علقة أو مضغة لم تنقض العدة. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في الكلام في عدة الحبل، مكتبه زكرياديوبند ۳/ ۳۱۱)

والسقط إن ظهر بعض خلقه كإصبع وظهر وشعر فهو ولدحكما تصير به أمة نفساء ←

بعض صیغہائے رجعت

اطلاع: بہشتی زیور کے حصہ چہارم طلاق رجعی میں رجعت کرنے کے بیان میں دوسرا مسئلہ جو ہے اس میں رجعت کے لئے یہ صیغہ بھی لکھا ہے کہ طلاق سے رجوع کرتا ہوں اس میں بھی ایک محقق عالم نے تنبیہ کی ہے کہ اس سے رجعت نہیں ہوتی اس کی بھی مزید تحقیق فرمالی جاوے۔(۱)

(ملحقات تتمہ اولیٰ ص ۳۲۹)

← **والأمة أم الولد...... وتنقضى به العدة فإن لم يظهر بعض خلقه فالمرئي حيض مادام ثلاثا وإلا استحاضة.** (مجمع الأنهر مع سكب الأنهر، كتاب الطهارة، باب الحيض، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۸۳-۸٤)

وإذا أسقطت سقطا استبان بعض خلقه انقضت به العدة؛ لأنه ولد وإن لم يستبن بعض خلقه لم تنقض. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٢٩، كوئٹه ٤/١٣٥)

(۱) طلاق سے رجوع کرتا ہوں کے الفاظ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو اس سے رجعت کا ثبوت نہیں ہونا چاہئے؛ اس لئے کہ جو طلاق دی گئی وہ واقع ہوگئی ہے وہ کبھی بھی کسی حال میں کالعدم نہیں ہوسکتی؛ اس لئے طلاق سے رجوع ممکن نہیں اس لئے محقق عالم صاحب نے یہی کہا ہے کہ اس سے رجعت نہیں ہوتی؛ لیکن اس حکم میں تھوڑی سی تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ رجعت بالقول کی دو قسمیں ہیں: (۱) رجعت صریح۔(۲) رجعت کنائی، اور رجعت صریح میں نیت کی ضرورت نہیں؛ بلکہ بلا نیت ان الفاظ سے رجعت ثابت ہوجاتی ہے، مثلاً شوہر کہے "**راجعتک ورددتک وسکتک**" وغیرہ اور رجعت کنائی میں ثبوت رجعت کے لئے نیت شرط ہے؛ لہٰذا طلاق سے رجوع چونکہ نہیں ہوتا ہے طلاق سے رجوع سے مراد اس بیوی سے رجعت ہے جس کو طلاق رجعی دے رکھی ہے؛ لہٰذا اس سے بشرط نیت رجوع صحیح ہو جائے گا اس لئے کہ یہ رجعت کنائی میں شامل ہوگا؛ لہٰذا عالم صاحب کی بات رجعت صریح مراد لی جانے کی صورت میں درست ہے، جس میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، مگر مذکورہ الفاظ رجعت کنائی شمار ہونے کی صورت میں نیت کے ساتھ درست ہے، جیسا کہ اس طرح کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے۔

والأول قسمان: صريح كمامثل، ومنه النكاح والتزويج كما يأتي...... وكناية مثل أنت عندي كما كنت وأنت امرأتي، فلايصير مراجعا إلا بالنية. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٢٤، كراچي ٣/٣٩٨) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/ باب في النسب والحضانة والنفقات

نکاح باطل سے نسب ثابت نہیں ہوتا

سوال (۱۳۷۸): قدیم ۲/۵۱۴- بعض بے علم ایسا سمجھتے ہیں کہ رضاعت کا مسئلہ اُن دوشخصوں کے ساتھ متعلق ہے جوایک ساتھ دودھ پیویں۔ یعنی زید ہندہ کا لڑکا پیدا ہوا اور اُس نے جو دودھ پیا اُسی کے ساتھ کریمہ دودھ پلائی گئی تو زید اور کریمہ میں نکاح حرام سمجھتے ہیں، اس کے بعد ہندہ کو دوسرا لڑکا عمرو پیدا ہو تو اس کا نکاح کریمہ سے حرام نہیں سمجھتے، اس جہالت کے سبب سے مثلاً کسی نے کریمہ کا نکاح عمرو سے کردیا اور پھر اُن دونوں کی اولاد بھی پیدا ہوئی تو وہ اولاد کیسی ہے اور اگر کوئی اُن لڑکے لڑکیوں سے جو عمرو و کریمہ سے پیدا ہوئے کسی لڑکے کا لڑکی سے نکاح کرے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا؟

الجواب: اس میں بحث طویل ہے باقی میرے نزدیک قواعد سے جس کو ترجیح ہے وہ یہ ہے کہ یہ نکاح باطل ہے۔(۱)

---

(۱) محارم سے نکاح کو حضرتؒ نے باطل ثابت فرمایا ہے، اس سے جو اولا پیدا ہوئی ان کو غیر ثابت النسب قرار دیا ہے، اس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اورصاحبین کے درمیان اختلاف ہے جس کی طرف حضرتؒ نے (اس میں بحث طویل ہے کہ الفاظ سے) اشارہ فرمایا ہے۔ ہم اس کو واضح کردیتے ہیں! نکاح محارم حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فاسد ہوتا ہے اور اس پر فاسد کے احکام جاری ہوجاتے ہیں اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک باطل ہوجاتا ہے اور اس پر باطل کے احکام جاری ہوجاتے ہیں۔

حضرت والا تھانویؒ نے اس موقع پر حضرات صاحبین کے قول کو اختیار فرمایا ہے، جس کی وجہ سے حضرتؒ نے نکاح کو باطل قرار دیا اور اولاد کو غیر ثابت النسب قرار دیکر ثابت النسب کے لئے غیر کفوء قرار دیا ہے، مگر حضرت امام صاحبؒ کے قول کے مطابق نکاح باطل نہیں، بلکہ فاسد ہے اور اولاد ثابت النسب ہے اور ہم نے فتاوی قاسمیہ ۱۴/۳۷ تا ۱۴/۹۷ میں حضرت امام صاحب کے قول کو اختیار کیا ہے اور اولاد کو ثابت النسب قرار دیا ہے، اس لئے علامہ شامیؒ نے یہ الفاظ نقل فرمایا ہے "ان نكاح المحارم باطل أو فاسد الخ" آگے عبارت آرہی ہے؛ لہٰذا مفتی کو غور کرنا چاہئے۔

اور نکاح باطل میں نسب ثابت نہیں ہوتا؛ لہٰذا اس نکاح کی اولاد ثابت النسب نہیں اور ان سے نکاح کرنا ثابت النسب کا غیر کفو سے نکاح کرنا ہے اور غیر کفو سے نکاح کرنے کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ (۱)

← امام صاحبؒ کے قول اور صاحبینؒ کے قول میں سے کون سا قول کس وقت اختیار کیا جائے حسب مناسب اور حسب موقع کسی ایک کو اختیار کیا جا سکتا ہے؛ کیونکہ امام صاحب کے قول میں وسعت ہے اور صاحبین کے قول میں احتیاط ہے۔ ہندیہ کی عبارت یہ ہے:

رجل مسلم تزوج بمحارمه فجئن بأولاد يثبت نسب الأولاد منه عند أبي حنيفةؒ خلافا لهما بناءً على أنَّ النكاح فاسد عند أبي حنيفة رحمة الله تعالىٰ، باطل عندهما كذا في الظهيريه.

(هنديه قديم كوئٹه ۱/ ۵٤۰، جديد ۱/ ۵۹۱)

فتح القدیر اور شامی میں بھی یہ عبارت ہے:

ونكاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد عند أبي حنيفةؒ خلافا لهما الخ. (فتح القدير مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۲۸۸، كوئٹه ٤/ ۱٤۷)

شامي، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۹۷، كراچي ۳/ ۵۱٦۔

إن نكاح المحارم باطل أو فاسد والظاهر أن المراد بالباطل ماوجوده كعدمه ولذا لايثبت النسب ولا العدة في نكاح المحارم. (شامي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۲۷٤، كراچي ۳/ ۱۳۲)

اور باب العدۃ میں علامہ شامیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ حرمت کا علم ہونے کے باوجود محارم سے جو نکاح ہوا ہے وہ فاسد ہے اس سے نسب کا ثبوت ہو جاتا ہے، ملاحظہ فرمائے:

قلت: ويشكل عليه إن نكاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد كما علمت مع أنه لم يقل أحد من المسلمين بجوازه وتقدم في باب المهر أن الدخول في النكاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب ومثل له في البحر هناک بالتزوج بلاشهود وتزوج الأختين معا أوالأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة والخامسة في عدة الرابعه، والأمة على الحرّة الخ.

(شامي مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۱۹۷، كراچي ۳/ ۵۱٦)

(۱) وسئل شيخ الإسلام عن مجهول النسب هل يكون كفوا لامرأة معروفة النسب؟ قال: لا.

(الفتاوى التاتار خانية، كتاب النكاح، الفصل الخامس عشر في الكفائة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ۱۳٦، رقم: ۵۷٤٦، ٤/ ۱٤۵، رقم: ۵۷۷۹) ←

وفي رد المحتار عن مجمع: الفتاویٰ نکح کافر مسلمة فولدت منه لایثبت النسب منه ولاتجب العدة؛ لأنه نکاح باطل.اھ ج: ۲، ص: ۵۷۴. (۱) واللہ اعلم

۱۰/ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ (تتمۂ ثانیہ، ص ۱۴۰)

نکاح محارم سے پیدا شدہ اولاد کے نسب اور وراثت کا حکم

سوال (۱۳۷۹): قدیم ۲/۵۱۵- ایک شخص نے اپنے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کیا عالموں نے اُس کو منع کیا مگر اُس نے نہیں سُنا۔ بعدہٗ اُس منکوحہ محرمہ سے فرزند پیدا ہوئے۔ آیا ان فرزندوں کا نسب اُس ناکح سے ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور وہ لوگ ناکح کے وارث ہوں گے یا نہیں؟ مذہب مفتیٰ بہ کیا ہے تحریر فرمائیے۔

الجواب: في رد المحتار: ولذا لایثبت النسب ولا العدة في نکاح المحارم أیضاً کما یعلم مما سیأتي في الحدود. ج: ۲، ص: ۵۷۴ مصرية.

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نسب ثابت نہ ہوگا اس لئے یہ وارث بھی نہ ہوں گے۔(۲)

۱۵/ شعبان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۱۵۷)

← هندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۲۹۳، جديد ۱/۳۵۹-

بزازية، على هامش الهندية، كتاب النكاح، الفصل الخامس في الأكفاء، مكتبه زكريا قديم ۴/۱۱۶، جديد ۱/۷۸-

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۲۷۴، كراچي ۳/۱۳۲- شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) حضرت والا تھانویؒ نے نکاح محارم میں حضرات صاحبینؒ کے قول کو اختیار فرمایا ہے اور صاحبین کے نزدیک باطل ہونے کی وجہ سے نسب بھی ثابت نہ ہوگا اور وراثت بھی جاری نہ ہوگی، مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے یہاں نکاح باطل نہیں ہے، بلکہ فاسد ہے، اس لئے نسب بھی ثابت ہوگا اور وراثت بھی جاری ہو جائے گی جزئیات کی وضاحت سوال ۱۳۷۸ر میں ملاحظہ فرمائیے۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

شوہر سے نسب کا ثبوت گو بظاہر تعلق نہ ہو

سوال (۱۳۸۰): قدیم ۲/ ۵۱۵- زید نے مسماۃ ہندہ کو جو کہ عمرو کی منکوحہ ہے بغیر عمرو کے طلاق دیئے ہوئے اپنے گھر میں ڈال رکھا ہے اور سات برس سے ہندہ کا تعلق اپنے پہلے شوہر عمرو سے کسی قسم کا نہیں ہے۔ اس سات سال میں مسماۃ ہندہ کے زید سے بچے پیدا ہوئے ہیں کیا اُن کا نسب زید سے خیال کیا جاوے گا یا عمرو سے۔ درصورتیکہ زید اور مسماۃ ہندہ اس امر کے مقر ہیں کہ یہ بچے باہمی تعلقات میں وطی سے پیدا ہوئے ہیں اور عمرو کی بابت ہندہ مقر ہے کہ یہ بچے اس کے نطفہ سے نہیں ہیں۔ کیا اس صورت میں ان بچوں سے شریف النسب لڑکیاں بیاہی جاسکتی ہیں اور ان بچوں سے اور خود زید سے کیا تعلق اور مراسم اسلام میں برتے جائیں گے یا بے لوث مسلمانوں کی طرح ان سے معاملہ کیا جاوے اور باوجود بہت فہمائش کے زید ہندہ کو علیٰحدہ نہیں کرتا ہے؟

الجواب: قاعدہ کلیہ ہے کہ چونکہ حقیقت نسب بالکل امر مخفی ہے کہ واقع میں یہ کس کا نطفہ ہے اس لئے شریعتِ مقدسہ نے علامت ظاہرہ کو جو کہ شرعاً بھی معتبر ہو اُس کا معیار اور مدار قرار دیا ہے اور وہ علامت نکاح ہے۔ پس یہ قانون مقرر کر دیا گیا ہے کہ جس شخص سے نکاح ہوا ہے نسب اُسی کا حق ہے؛ البتہ اگر وہ خود اُس کی نفی کرے یعنی شوہر ہی خود کہے کہ یہ میرا نطفہ نہیں ہے اور درصورت گواہِ زنا نہ ہونے کے عورت بھی اس نفی میں اُس کی تصدیق کرے تب؛ البتہ اُس سے نسب ثابت نہ ہوگا اور عورت کی تصدیق اس لئے شرط ہے کہ شوہر کی نفی سے عورت پر زنا کی تہمت لگتی ہے جس سے حق تلفی و آبروریزی عورت کی ہوتی ہے؛ لہٰذا درصورت گواہ نہ ہونے کے خود صاحبِ حق کی تصدیق ضروری ہوگی جب یہ قاعدہ ممہد ہو چکا جس کی تصریح کتب فقہ میں بنا بر حدیث ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' (۱) کے موجود ہے۔ اب جواب سب مسائل کا ظاہر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں اگر عمرو سکوت کرے تو ان بچوں کا نسب عمرو سے ثابت ہوگا (نہ بایں معنی کہ کہا جاوے کہ واقع میں عمرو کے نطفہ سے ہیں؛ بلکہ بایں معنی کہ واقعہ کا حال دلیل قطعی سے معلوم نہیں اور ظاہری قرینہ شرعاً معتبر نہیں اس لئے صاحب نکاح صاحبِ حق ہے)

---

(۱) قالت عائشة: قال رسول الله صلى الله عله وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر.

(صحيح البخاري، كتاب المغازي، النسخة الهندية ۲/ ۶۱۶، رقم: ۴۱۳۷، ف:۴۳۰۳)

اوراس صورت میں زید اور ہندہ کا بیان کافی نہیں کیونکہ حق نسب ان کا حق نہیں ہے اور اگر عمرو بھی نفی کررہا ہے اورعورت کی تصدیق موجود ہے تب البتہ عمرو سے ثابت نہ ہوگا (۱) لیکن زید سے بھی بوجہ عدم نکاح کے ثابت نہ ہوگا بچہ مجہول النسب رہے گا اوراول صورت میں نکاح وغیرہ کے باب میں ان بچوں کا حکم مثل عمرو کے ہوگا اوردوسری صورت میں وہ بچے کسی ثابت النسب لڑکیوں کے کفو نہیں ہیں ۔(۲)

---

(۱) جب شوہر عمرو نے بچہ کی نفی کردی اور بیوی ھندہ نے عمرو کی تصدیق کردی کہ شوہر کی بات صحیح ہے، تو حضرت والا تھانویؒ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو سے نسب ثابت نہ ہوگا، مگر کتب فقہ میں اس کے خلاف جزیئات ہیں کہ جب میاں بیوی اس بات پر متفق ہوجائیں کہ بچہ شوہر کا نہیں ہے تو ایسی صورت میں لعان کا حکم نہیں ہوتا ہے، کیونکہ بیوی نے شوہر کو نہیں جھٹلایا اور ایسی صورت میں بچہ کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوجاتا ہے اور جب بیوی شوہر کو جھٹلائیگی تو لعان کا حکم بھی جاری ہوتا ہے اور بچہ کا نسب بھی اس شوہر سے ثابت نہیں ہوتا ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں بچہ کا نسب شوہر عمرو سے ثابت ہوجائے گا، جزئیہ ملاحظہ فرمائے۔

وكذا إذا نفي نسب ولد حرة فصدقته لاينقطع نسبه لتعذر اللعان لمافيه من التناقض حيث تشهد بالله أنه لمن الكاذبين وقد قالت: إنه صادق، وإذا تعذر اللعان تعذر قطع النسب؛ لأنه حكمه ويكون ابنهما لايصدقان على نفيه لأن النسب قد ثبت والنسب الثابت بالنكاح لاينقطع إلا باللعان ولم يوجد ولا يعتبرتصادقهما على النفي؛ لأن النسب يثبت حقا للولد وفي تصادقهما على النفي إبطال حق الولد وهذا لايجوز. (بدائع الصنائع، كتاب اللعان، فصل في حكم اللعان، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٩١)

ولو صدقته في نفي الولد فلاحد ولا لعان وهو ولد هما؛ لأنهما لايملكان إبطال حقه قصدا، والنسب إنما ينتفي باللعان ولم يوجد، وبهذا ظهر أن ما قاله في شرح الوقاية وتبعه شارح النقاية من أنها إذا صدقته ينتفي نسب ولدها منه غير صحيح كما نبه عليه في شرح الدرروالغرر. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب اللعان، مكتبه زكريا ديوبند ٤/١١٥)

الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب اللعان، مكتبه زكريا ديوبند ٥/١٥٤، كراچي ٣/٤٨٦۔

(٢) سئل شيخ الإسلام عن مجهول النسب هل يكون كفوأ لامرأة معروفة النسب قال: لا.

(الفتاوى التاتار خانية ، كتاب النكاح، الفصل الخامس عشرفي الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/١٣٦، رقم: ٥٧٤٦، ٤/١٤٥، رقم: ٥٧٧٩) ←

اور غیر کفو سے نکاح کرنے کا جو حکم ہے وہ ان کے لئے جاری ہوگا اور چونکہ ان دونوں صورتوں میں ہندہ وزید دونوں فاسق ہیں اس لئے ان سے فساق کا سا معاملہ کریں گے۔(۱) واللہ اعلم

۳/ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ،(تتمۂ اولیٰ ص۷۴)

سوال (۱۳۸۱): قدیم ۲/ ۵۱۶- بہشتی زیور (۲) حصہ چہارم کے بیان لڑکے کے حلالی ہونے کے آخری دو مسئلوں (نکاح ہوگیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی الخ) و (میاں پردیش میں ہے اور مدت ہوگئی برسیں گزر گئیں الخ) پر لوگ مختلف خیال والے اعتراض کررہے ہیں براہِ عنایت ہر دو مسائل کا مشرح و مدلل حال تحریر فرمایئے تاکہ معترضین کو چُپ کیا جاوے؟

الجواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔اب تک جس نے اس بارے میں زبانی یا تحریری دریافت کیا اعتراض کے رنگ میں دریافت کیا اس لئے خطاب کرنے کو جی نہ چاہا۔آپ کے الفاظ سے چونکہ سمجھنے کا قصد معلوم ہوتا ہے اس لئے جواب لکھتا ہوں ذرا غور سے سمجھئے۔بہشتی زیور کے ان مسئلوں کا یہ مطلب نہیں کہ بدون صحبت کے حمل رہ جاتا ہے اور وہ حمل اُس شوہر کا ہوجاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان صورتوں میں

← هندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٢٩٣، جديد ١/ ٣٥٩۔

مجهول النسب لايكون كفء المعروف النسب. (بزازية على هامش الهندية، كتاب النكاح، الفصل الخامس في الأكفاء، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٤/ ١١٦، جديد ١/ ٧٨)

(۱) **ثم إن الهجران الممنوع إنما هو ما كان لسبب دنيوي، أما إذا كان بسبب فسق المرء وعصيانه فأكثر العلماء على جوازه**. (تكملة فتح الملهم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الهجر فوق ثلاث بلاعذر شرعي، مكتبه اشرفية ديوبند ٥/ ٣٥٥)

قوله أحدثك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الخذف ثم تخذف لا أكلمك أبدا فيه هجران أهل البدع والفسوق ومنا بذي السنة مع أنه يجوز هجرانه دائما والنهي عن الهجران فوق ثلاثة أيام إنما هو فيمن هجر لحظ نفسه ومعايش الدنيا. (شرح النووي على مسلم، كتاب الأضحية، باب إباحة مايستعان به على الاصطياد والعدو وكراهة الخذف، النسخة الهندية ٢/ ١٥٢) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) اختری بہشتی زیور باب ۲۲ لڑکے کے حلالی ہونے کا بیان، چوتھا حصہ ص ۳۶-ص ۶۴

اشاعتی بہشتی زیور چوتھا حصہ ص ۲۲۳

اوپر کے دیکھنے والوں کوخود اسی کا یقین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ ان میں صحبت نہیں ہوئی پس اُن کوشرعاً یہ اجازت نہیں کہ محض ظاہری دُوری کوزن وشوہر میں دیکھ کر یہ کہہ دیں کہ جب ہمارے علم میں ان کے درمیان صحبت واقع نہیں تو واقع میں بھی صحبت نہیں ہوئی اور یہ حمل حرام کا ہے اور یہ عورت حرام کار ہے اور بچہ ولدالحرام ہے۔ پس دیکھنے والوں کو یہ حکم لگانے کا حق نہیں کیونکہ کسی کوحرام کار یا حرام زادہ کہنا بہت بڑی تہمت ہے اور گناہِ عظیم ہے اس کا منہ سے نکالنا بدون دلیل قطعی کے جائز نہیں بلکہ جب تک بعید احتمال بھی وقوع صحبت کا رہے گا یوں سمجھیں گے کہ شاید یہی بعید صورت صحبت کی واقع ہوئی ہو اور دوسروں کواس کی اطلاع نہ ہوئی ہواور وہ بعید احتمال یہاں دو ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ کسی بزرگ کی کرامت سے زن وشوہر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں اور اُن میں صحبت واقع ہوئی ہو دوسرے یہ کہ کسی جن نے دونوں کوایک جگہ جمع کردیا ہواور صحبت ہوگئی ہواور حمل رہ گیا ہواور بزرگوں کی کرامت اور جن کا تصرف اہل سنت وجماعت کے نزدیک شرعاً وعقلاً ووقوعاً ثابت ہے(۱)۔اور گواس کا احتمال بعید ہی ہوگا مگر ہم مسلمان عورت کوتہمت سے بچانے کے لئے اور بچہ کوعار سے بچانے کے لئے اس احتمال کوممکن مانیں گے اور یوں کہیں گے کہ شاید ایسی ہی صورت ہوئی ہواور بعض صورتوں میں ممکن ہے کہ شوہر ایسی طرح خفیہ آیا ہو کہ کسی کوخبر نہ ہو جیسے بعض اشتہاری مجرم رات کواپنے گھر آجاتا ہے اور رات ہی کو چلا جاتا ہے اس لئے اس حمل کواُس شوہر کی طرف منسوب سمجھیں گے۔اور نسب کوثابت مانیں گے۔(۲)

---

(۱) وكرامات الأولياء حق .... والدليل على حقية الكرامة ماتواتر من كثير من الصحابة ومن بعدهم بحيث لايمكن إنكاره خصوصا الأمر المشترك وإن كانت التفاصيل أحادا وأيضا الكتاب ناطق بظهورها من مريم ومن صاحب سليمان عليه السلام. (شرح العقائد النسفية، مكتبه نعيمية ديوبند ص ٤٤– ص ٤٥)

(۲) وقد اكتفوا بقيام الفراش بلا دخول كتزوج المغربي بمشرقية بينهما سنة فولدت لستة أشهر مذتزوجها لتصوره كرامة أواستخداما. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢٤٥، كراچي ٣/ ٥٥٠)

قيام الفراش كاف ولايعتبر إمكان الدخول بل النكاح قائم مقامه كما في تزوج المشرقي بمغربية والحق أن التصور شرط، ولذا لوجاءت امرأة الصبي بولد لايثبت نسبه، والتصور ثابت في المغربية لثبوت كرامات الأولياء والاستخدامات فيكون صاحب خطوة أو جني.

(فتح القدير، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣١٥، كوئٹه ٤/ ١٧١) ←

البتہ خود شوہر کو اس کا علم قطعی ہوسکتا ہے کہ میں نے صحبت کی ہے یا نہیں۔ سو اُس کو شرعاً مجبور نہیں کیا گیا کہ خواہ مخواہ تو اس بچے کو اپنا ہی مان۔ بلکہ اُس کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر تو نے صحبت نہیں کی ہے تو اس نسب کی نفی کر سکتا ہے مگر چونکہ حاکم شرع کو کسی دلیل قطعی سے خود شوہر کا راست گو ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں ہوسکتا بلکہ احتمال ہے کہ کسی اور رنج وغصہ سے عورت کو بدنام کرتا ہو اس لئے اس کے نفی کرنے پر حاکم شرع سکوت نہ کریگا بلکہ مقدمہ قائم کر کے لعان کا قانون نافذ کرے گا (۱) پھر لعان کے بعد دوسروں کو شرعاً اجازت ہے کہ اس بچے کو اُس شوہر کا نہ کہیں کیونکہ قانون شرعی سے اُس کا نسب قطع ہو چکا یعنی شرعاً جبر نہیں کہ اب بھی اُسی کا مانو۔ بلکہ قانوناً اُس سے منقطع سمجھیں گے اور واقع کے اعتبار سے پھر بھی یوں کہیں گے کہ غیب کا علم خدا تعالیٰ کو ہے۔ اسی طرح عورت کی نسبت کہیں گے کہ خدا کو خبر کہ مرد سچا ہے یا عورت۔

۲۷/ شعبان ۱۳۲۸ھ (تتمۂ اولیٰ، ص ۸۴)

← البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٦٢-٢٦٣، کوئٹہ ٤/١٥٥۔

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٤٩٢۔

تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢٧٥، إمدادية ملتان ٣/٣٩۔

(۱) **يثبت نسب ولد المنكوحة حقيقة إذا جاء ت به لستة أشهر أو أكثر من وقت التزوج بأحد الشيئين إمابالسكوت من غير اعتراف ولا نفي له وإما بشهادةالقابلة عند إنكار الولادة؛ لأن الفراش قائم والمدة تامة فوجب القول بثبوته اعترف به أوسكت أو أنكر حتى لونفاه لاينتفي إلاباللعان.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٧٣-٢٧٤، کوئٹہ ٤/١٦٢)

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٤٩٦-٤٩٧۔

تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢٨٦، إمداية ملتان ٣/٤٤۔

ومن نكح امرأة فأتت بولد لستة أشهر فصاعدا من وقت تزوجها ثبت نسبه منه إن أقر بالولادة أوسكت؛ لأن الفراش قائم والمدة تامة وإن جحدا لو لادة حال قيام النكاح فبشهادة أي فيثبت بشهادة امرأة واحدة عدلة فإن نفاه أي الزوج لاعن. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دارالكتب العلمية بيروت ٢/١٦٣) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

سوال (۱۳۸۲): قدیم۲/ ۵۱۸- کتاب بہشتی زیور مصنفۂ جناب جلد چہارم(۱) میں مسئلہ ذیل دیکھ کرنا چیز کو نیز دیگر اشخاص کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے جس کی بابت یہ رائے قرار پائی کہ حضور ہی سے اس کا اطمینان کرلیا جاوے؟

مسئلہ: (شوہر پردیس کو چلا گیا اور برسیں گزر گئیں بلکہ مدّتیں ہوگئیں اور یہاں لڑکا پیدا ہوگیا تو وہ لڑکا حرامی نہیں کہلائے گا۔ ہاں اگر شوہر انکار کردے تو حکم لعان کا ہوگا) مسئلہ ہذا میں اعتراض یہ ہے کہ اگر شوہر کے چلے جانے کے پانچ سال بعد لڑکا پیدا ہوا ہے اور شوہر پردیس میں ہے تو حالتِ ظاہری میں حرامی ہوا اور شوہر نے اقرار بھی کردیا کہ لڑکا میرا ہے چونکہ اس کا مکان پر آنا ثابت نہیں ہے تو شوہر کی نسبت بھی دیوث کا گمان ہوگا، اگر ہم لوگوں کی رائے غلطی پر ہے تو بروئے شرع شریف کیا سند ہے اور آیاتِ قرآنی یا احادیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو اس میں کیا حکمت ہے اور دلائل عقلیہ بھی اس کی نسبت کیا ہیں کیونکہ اسباب ظاہری ہم لوگوں کے شک کو رفع نہیں کرسکتے ہاں اگر غلطی کتابت سے کوئی عبارت یا الفاظ سہواً کاتب سے تحریر ہونا باقی رہ گئے ہیں یا اگر ایسا ہے کہ شوہر کے جانے کے بعد کچھ ماہ یا انتہائی میعاد دو برس کے بعد بھی لڑکا پیدا ہو تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا ہے صرف اس قدر گزارش ضرور ہوگی کہ چونکہ بہشتی زیور کی تعلیم عورتوں کو خصوصاً اور عموماً کم عمر بچوں کو دی جاتی ہے؛ لہٰذا میعاد پیدائش صاف تحریر ہونا چاہیے تھی کیونکہ مسئلہ حضور ہی کا تحریر کردہ ہے اور حضور کو بحیثیت نائب رسول ہونے کے ہم لوگوں کی تسکین کافی طور پر کرنا ضروری اور جناب کی ذات مجمعِ فیض و اخلاق ہے اُمید ہے کہ بصراحت جواب کافی وشافی تحریر فرمایئے گا؟

الجواب: اس مسئلہ کا یہ مطلب نہیں کہ واقع میں وہ لڑکا اس شوہر کا ہے اور نہ یہ مطلب ہے کہ اُس عورت پر یا اُس کے شوہر پر واجب ہے کہ وہ ایسا سمجھیں؛ کیونکہ اُن دونوں کو تو اصل حال معلوم ہے پس اُن پر کیسے واجب ہوگا کہ واقع کے خلاف کا یقین رکھیں اور دوسروں کو واقع کا حال معلوم نہیں اُن پر کیسے واجب ہوگا کہ جس بات کا حال معلوم نہ ہو اُس کا یقین رکھیں؛ بلکہ مطلب اس مسئلہ کا یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ اُس کو حرام کا سمجھیں؛ بلکہ اُن کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ قانوناً اور ضابطہ کی

---

(۱) اختری بہشتی زیور، باب ۲۲ رلڑکے کے حلالی ہنے کا بیان، چوتھا حصہ ص: ۶۴۔

اشاعتی بہشتی زیور، چوتھا حصہ ص: ۲۲۳۔

رُو سے یہ لڑکا اس شوہر کا ہے کیونکہ ان مرد وعورت میں نکاح ہو چکا ہے اور ممکن ہے کہ یہ باہم ملے ہوں جس کا علم کسی کو بجز زوجین کے نہ ہوا ہو۔ جس طرح بعض اشتہاری لوگ خفیہ اپنے گھر آجاتے ہیں یا بعضے لوگ بذریعہ تسخیر جن کے جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور گو یہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ایک عورت منکوحہ کو احتمال بعید کے ہوتے ہوئے زانیہ کہنا درست نہیں (۱) اور اسی کی کیا تخصیص ہے اگر شوہر پاس بھی ہو اس حالت میں جو اولاد ہوتی ہے وہاں بھی واقعہ کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے دوسروں کو یقیناً کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ اسی کا نطفہ ہے مثلاً اگر پاس رہ کر پانچ برس تک ہم بستر نہ ہو جس کا کسی کو علم نہ ہو تو اس حالت کی اولاد کو صرف قانونی اولاد کہا جاتا ہے واقعی ہونے کا کون حکم کرسکتا ہے۔ ایسا ہی یہ ہے؛ البتہ چونکہ شوہر کو یقیناً معلوم ہے کہ میں اس عورت سے کتنے روز سے ہمبستر نہیں ہوا۔ اُس کو یہ حق حاصل ہے کہ کہہ دے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے پھر اگر اُس نے کہا تو اگر عورت بھی اس کا اقرار کرے اس کو زانیہ کہا جاوے گا۔ اور اگر شوہر کی تکذیب کرے تو چونکہ دوسرے لوگوں کو کسی دلیل سے کسی خاص شخص کا جھوٹا یا سچا ہونا معلوم نہیں ہوسکتا ہر ایک میں دونوں احتمال ہیں اس واسطے پھر بھی اس عورت کو زانیہ نہیں کہا جاوے گا؛ بلکہ اس صورت میں شریعت نے لعان کا قانون مقرر کیا ہے۔ (۲)

---

(۱) **وقد اکتفوا بقیام الفراش بلادخول کتزوج المغربي بمشرقیة بینهما سنة فولدت لستة أشهر مذ تزوجها لتصوره کرامة واستخداما.** (الدرالمختار مع الشامي، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، مکتبه زکریا دیوبند ۵/ ۲۴۵، کراچي ۳/ ۵۵۰)

قیام الفراش کاف ولایعتبر إمکان الدخول بل النکاح قائم مقامه کما فی تزوج المشرقي بمغربیة والحق أن التصور شرط ولذا لوجاء ت امرأة الصبي بولد لایثبت نسبه والتصور ثابت في المغربیة لثبوت کرامات الأولیاء والاستخدامات فیکون صاحب خطوة أوجني.
(فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مکتبه زکریا دیوبند ۴/ ۳۱۵، کوئٹه ۴/ ۱۷۱)

البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مکتبه زکریا دیوبند ۴/ ۲۶۲-۲۶۳، کوئٹه ۴/ ۱۵۵۔

النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مکتبه زکریا دیوبند ۲/ ۴۹۲۔

تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مکتبه زکریا دیوبند ۳/ ۲۷۵، إمدادیة ملتان ۳/ ۳۹۔

(۲) **یثبت نسب ولد المنکوحة حقیقة إذا جاء ت به لستة أشهر أو أکثر من وقت** ←

جس کا بیان ایک مستقل باب میں بہشتی زیور میں بھی ہے اور یہ مسئلہ فقہ کی تمام کتابوں میں ہے اور سمجھدار آدمی کے نزدیک قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے۔ قرآن کی یہ آیتیں ہیں:

قوله تعالیٰ: اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ. (۱)

وقوله تعالیٰ: لَوْلَا جَآؤُ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰئِكَ عِنْدَاللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ. (۲)

اور حدیثیں یہ ہیں: **قوله عليه السلام: الولد للفراش وللعاهر الحجر. (۳)**

وقوله عليه السلام: إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث. (۴)

← **التزوج بأحد الشيئين إما بالسكوت من غير إعتراف ولا نفي له وإما بشهادةالقابلة عند إنكار الولادة لأن الفراش قائم والمدة تامةفوجب القول بثبوته اعترف به الزوج أو سكت أوسكت أو أنكر حتى لو نفاه لاينتفي إلا باللعان.** (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٧٣-٢٧٤، كوئٹه ٤/١٦٢)

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب ، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٤٩٦-٤٩٧ـ

تيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب ، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢٨٦، إمدية ملتان ٣/٤٤ـ

وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعدا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج أوسكت لأن الفراش قائم والمدة تامةفإن جحدا لولا دة يثبت بشهادة امرأة واحدة تشهد بالولادة حتى لونفاه الزوج يلاعن؛ لأن النسب يثبت بالفراش القائم. (هداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب ، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٤٣٢)

(۱) سورة الحجرات: ١٢ـ

(۲) سورة النور: ١٣ـ

(۳) قالت عائشة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر.

(صحيح البخاري، كتاب المغازي، النسخة الهندية ٢/٦١٦، رقم: ٤١٣٧، ف:٤٣٠٣)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قام رجل فقال يا رسول الله إن فلانا ابني عاهرت بأمه في الجاهلية، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لادعوة في الإسلام، ذهب أمرالجاهلية، الولدللفراش وللعاهرالحجر. (أبوداؤد شريف، الطلاق، باب الولد للفراش، النسخة الهندية ١/٣١٧، دارالسلام رقم: ٢٢٧٤)

(۴) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والظم فإن الظن ←

اور احتمالات بعیدہ پر دوسروں سے تہمت اور بدگمانی کا رفع کرنا حدیث کے اس قصہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا اور ٹو کا اُس نے قسم کھا کر کہا کہ میں چوری نہیں کررہا۔ آپ نے اپنے گمان کی تغلیط اور اُس کی قسم کی تصدیق فرمائی اور اس اعتراض کے جواب میں ایک مستقل رسالہ بھی ایک صاحبِ علم نے لکھا ہے۔ رفع الارتیاب عن مسئلۃ الانساب۔ فقط

۱۳۳۶ھ (تتمۂ خامسہ، ص۴۹)

اگر مرد سید نہیں اور بیوی سیدہ ہے تو اولاد سید نہیں ہوگی

سوال (۱۳۸۳): قدیم ۲/۵۲۰ - مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اگر وہ نکاح جائز ہوا تو اولاد جو اس سے پیدا ہوگی وہ نسباً سیّد کہلائے گی یا نہیں؟

الجواب: نہیں(۱)۔ بجز اولاد فاطمہؓ کے۔

۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ (تتمۂ خامسہ، ص۱۷۲)

← **أكذب الحديث.** (ترمذي شريف، أبواب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء في ظن السوء النسخة الهندية ۲/۹۱، دارالسلام رقم: ۱۹۸۸) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) اولاد کا نسب باپ سے ثابت ہونے سے متعلق دلائل قرآن اور حدیث میں بکثرت ہیں، مثلاً قرآن کریم میں "**من ذرية آدم** اور **ومن ذريته**" وغیرہ الفاظ میں اولاد کو اللہ تعالیٰ نے مرد کی طرف منسوب فرمایا ہے، اور قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی کو بھی ماں کی طرف اور عورت کی طرف منسوب نہیں فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

اُولٰٓـئِكَ الَّـذِيْـنَ اَنْـعَـمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْرَآئِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا. [سوره مريم: الآية ۵۸]

اور فقہاء کی عبارات میں بھی نسب کو باپ کی طرف ہی منسوب فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے:

والحاصل: أنه كما لا يعتبر التفاوت في قريش حتى أن أفضلهم بني هاشم أكفاء لغيرهم منهم، فكذلك في بقية العرب بلا استثناء، ويؤخذ من هذا أن من كانت أمها علوية مثلا وأبوها عجمي يكون العجمي كفؤا لها، وإن كان لها شرف ما، لأن النسب للآباء، ولهذا جاز دفع الزكاة إليها فلا يعتبر التفاوت بينهما من جهة شرف الأم. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفائة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۲۱۰، كراچي ۳/۸۷)

ایک عجیب واقعہ: مستدرک حاکم میں ایک لمبی روایت ہے جس میں عورت کی نسل کا اعتبار کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام عاصم بن بہدلہ فرماتے ہیں کہ حجاج ابن یوسف کے سامنے لوگوں کا ایک مجمع اکٹھا ہوا جس میں علماء وصلحاء اور محدثین بھی شامل تھے، تو اس میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ آیا تو حجاج بن یوسف نے کہا کہ حسین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے نہیں ہیں تو اس پر امام یحیٰ ابن یعمر نے ہمت کر کے صاف الفاظ میں کہا کہ اے امیر! جھوٹ کہہ رہے ہو اس پر حجاج بن یوسف نے کہا تم اپنی بات پر قرآنی دلیل لا کر پیش کردو، ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا، اسی پر حضرت امام یحیٰ بن یعمر نے سورۂ انعام، آیت: ۸۴-۸۵/ پڑھ کر سنائی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهَارُونَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ ○

اس آیت شریفہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں قرار دیا ہے حالانکہ حضرت آدم اور حضرت نوح کی اولاد میں سے کوئی بھی مرد عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں ہے، بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ان کی اولادوں میں سے ہیں، تو ماں کے واسطے سے اس آیت میں نسل کو حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے؛ لہٰذا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماں کے واسطے سے، حضرت آدم اور حضرت نوح کی اولاد میں سے قرار دیا گیا ہے، اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ ماں کے واسطے سے حضرت سید الکونین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل میں سے ہیں تو اس پر حجاج نے کہا تم نے دلیل تو صحیح پیش کی ہے، جس سے حضرت حسینؓ کا حضور ﷺ کی اولاد میں ہونا ثابت ہوتا ہے؛ لیکن تم نے بھری مجلس میں میری توہین اور تکذیب کی ہے، یہ کہہ کر حجاج بن یوسف نے حضرت یحیٰ بن یعمر کو عراق سے جلاوطن کر کے خراسان بھیج دیا یہ بھی حجاج بن یوسف کا ایک احسان رہا کہ اس نے قتل نہیں کیا اور جلاوطن کر دیا ورنہ قتل تو اس کے ہاتھ کا کھیل تھا روایت ملاحظہ فرمائیے:

عن عاصم بن بهدلة قال: اجتمعوا عند الحجاج، فذكر الحسين بن علي فقال الحجاج: لم يكن من ذرية النبي صلى الله عليه وسلم، وعنده يحى بن يعمر فقال له: كذبت أيها الأمير! فقال: لتأتيني على ماقلت ببينة و مصداق من كتاب الله عزوجل، أو لأقتلنك قتلا، فقال: "ومن ذريته داؤد وسليمان وأيوب ويوسف وموسى وهارون إلى قوله عزوجل: "وزكريا ويحى وعيسى وإلياس" فأخبر الله عزوجل أن عيسى من ذرية آدم بأمه، والحسين بن علي من ذرية محمد صلى الله عليه وسلم بأمه، قال: صدقت فما حملك على تكذيبي في مجلس؟ قال ما أخذ الله على الأنبياء ليبيننه للناس ولاتكتمونه، قال الله عزوجل: فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلا قال: فنفاه إلى خراسان. (المستدرك للحاكم ۱۷۹۱/۵، رقم: ۴۷۷۲) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

کسی عالم بزرگ کا عورت کے منہ میں اُگال ڈالنے سے بچہ کا پیدا ہونا

اور اس کے نسب کا ثبوت

ایک مقام سے ایک طویل سوال عربی میں آیا تھا بعد تمحیص اس کو اردو میں مع جواب نقل کرتا ہوں:

سوال (۱۳۸۴): قدیم ۲/ ۵۲۰- حاصل اس کا یہ تھا کہ ایک صدیقی نسب قاضی کو اولاد کی تمنا تھی ایک سیّد نسب بزرگ سے دعا کی درخواست کی۔ انھوں نے پان کھا کر اُس کا اُگال اُن کو دیا کہ اپنی بیوی کو کھلا دیں۔ چنانچہ کھانے کے بعد آثار حمل کے ظاہر ہوئے اور بچہ پیدا ہوا؛ اُس کے متعلق دو سوال ہیں: ایک یہ کہ کیا ایسا ممکن ہے۔ دوسرا یہ کہ اس مولود کا نسب قاضی سے ثابت ہوگا اور وہ مولود صدیقی ہوگا یا اُن بزرگ سے ثابت ہوگا اور وہ مولود سیّد ہوگا؟

الجواب: اس میں نہ کوئی امتناع عقلی ہے نہ امتناعِ شرعی بلکہ امتناع طبی بھی نہیں وجہ یہ کہ فن طب میں یہ منقح ہو چکا ہے کہ اصل تولّد مولود کا عورت کے مادہ سے ہوتا ہے اور مرد کا مادہ اس کا عاقد ہوتا ہے اور خود بعضی عورتوں کے مادہ میں قوت عاقدہ بھی کافی ہوتی ہے پس اگر خرق عادت کے طور پر یہ اُگال اپنے اثر سے عاقد ہوگیا ہو یا عورت کی قوتِ عاقدہ کا معین ہوگیا ہو تو کوئی طبی اشکال نہیں اور اسی احتمال پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تولد قواعد طبیہ ہوسکتا ہے گو خلافِ عادت ہونے کے سبب خارق عادت ہے(۱)

---

(۱) اس مسئلہ کا تعلق چونکہ فقہ سے نہیں " حضرت والا تھانویؒ نے فن طبّ سے تعلق ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے" قوت عاقدہ میں اثر پیدا کرنے کے لئے ڈاکٹری اور حکیمی دواؤں کا استعمال کرنا، اور پھر اس کے اثر سے عورت کے مادہ میں مرد کے مادہ کے جرثُم کو اپنے بیضہ میں داخل کر کے عاقد بننے کی قوت پیدا ہونا طبّی نقطۂ نظر سے صحیح اور درست ہے، کسی کو اس کا انکار نہیں؛ لہٰذا اسی پس منظر میں مذکورہ بزرگ کے دیا ہوا اگال جو درحقیقت پان کا اگال ہے، اس کی گرمائی سے عورت کے مادہ میں شوہر کے مادہ کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہو، جس میں عورت کے ساتھ شوہر کی ہمبستری کارگر ہوگئی اور استقرار حمل ہوگیا ہے، اتنی بات میں کوئی اشکال اور شبہ نہیں؛ لیکن حضرت عیسی علیہ السلام کے تولّد کو قواعد طبیہ پر منطبق کرنا اور خارق عادت ہونے میں اس کو مقیس علیہ قرار دینا سمجھ میں نہیں آسکا؛ اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام کنواری تھیں اور یہاں مذکورہ بزرگ کا اگال کنواری عورت کو نہیں کھلایا گیا؛ بلکہ باقاعدہ شوہر کے ساتھ ہمبستری اور شب باشی کرنے والی عورت کو کھلایا گیا ہے، اور استقرار میں صرف ←

باقی ثبوت نسب سو شریعت میں مرد سے نسب ثابت ہونے کا اور طریق ہے یعنی احبال بطریق متعارف یا اُس کا قائم مقام یعنی عورت کا فراش ہونا اور یہ طریق اُن بزرگ کے لئے متحقق نہیں ہوا اور قاضی کے لئے متحقق ہے لہٰذا اس مولود کو ان بزرگ کا ولد کہنا یا سیّد کہنا حرام ہے اور معصیت ہے وہ قاضی کا ولد ہے اور صدیقی ہے اور یہی سبب ہے کہ حضرت حوا کو بنتِ آدم کسی نص میں نہیں کہا گیا۔ اور عورت سے نسب ثابت ہونے کا اور طریق ہے یعنی تولد من بطنہا اور یہ طریق عیسٰی علیہ السلام میں حضرت مریم علیہا السلام کے اعتبار سے متحقق ہے؛ لہٰذا اُن کو ابن مریم کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم

۲۴/شعبان ۱۳۵۰ھ (النور، ص ۷، ربیع الثانی، ۱۳۵۱ھ)

باپ کے نسب کے ثبوت کے متعلق اشکال کا حل

سوال (۱۳۸۵): قدیم ۲/۵۲۱- بہشتی زیور چوتھا حصہ مطبع قیومی صفحہ ۱۵ میں ہے کہ نسب میں اعتبار باپ کا ہے ماں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر باپ سیّد ہے تو لڑکا بھی سیّد ہے اور اگر باپ شیخ ہے تو لڑکا بھی شیخ ہے، ماں چاہے جیسی ہو اگر کسی سیّد نے کوئی باہر کی عورت گھر میں ڈال لی اور اس سے نکاح کر لیا تو لڑکے سید ہوئے اور درجہ میں سب سیدوں کے برابر ہیں (۱) اور بیان القرآن جلد دوم، صفحہ ۱۰۹ میں ہے وجہ کراہت یہ ہے کہ اس میں بلاضرورت اپنی اولاد کو غلام بنانا ہے کیونکہ حریت اور رقیت میں اولاد تابع ماں کے ہے۔ ان دونوں عبارتوں میں تطبیق کس طرح ہے؟

← اگال کا دخل نہیں؛ بلکہ شوہر کی ہمبستری اور اس کے نطفہ کا دخل زیادہ واضح ہے اور حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ میں کسی مرد کا کوئی نطفہ نہیں گیا؛ بلکہ

وَالَّتِیۡ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ.

[سورة الأنبياء، الآية: ۹۱]

فرما کر اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف منسوب فرمایا ہے، اس لئے شبہ کے ازالہ کے لئے بعض بڑے بڑے علماء سے تبادلہ خیال کیا گیا مگر سب نے اس میں تردد اور شبہ ہی ظاہر فرمایا ہے؛ اس لئے اس نااہل اور نابلد کو بھی اس میں تردد بدستور باقی ہے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) اختری بہشتی زیور، باب ۴، کون کون لوگ اپنے برابر کے اور اپنے میل کے ہیں اور کون کون برابر کے نہیں چوتھا حصہ ص: ۱۰، اشاعتی بہشتی زیور چوتھا حصہ ص: ۱۹۳۔

الجواب: تعارض ہی کب ہے کیا شرافت نسب اور مملوکیۃ جمع نہیں (*) ہوسکتی۔(۱) فقط
شعبان ۱۳۳۲ھ (تتمۂ ثانیہ، ص ۱۵۷)

اقرار سے ولد الزنا کے نسب کا ثبوت

سوال (۱۳۸۶): قدیم ۲/۲۱ ۵- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جس کے اول حالات مفصل عرض کئے جاتے ہیں کہ ایک شخص زید جو جائداد کثیر کا مالک تھا فوت ہوگیا اور ایک بیٹا محمود صلبی نکاحی زوجہ سے جوان چھوڑا اور دو بچے عمرو وبکر اور ایک عورت ہندہ باندی جو عمرو وبکر کی ماں تھی چھوڑی۔ ہندہ ایک عورت مدخولہ کی باندی تھی اُس کا نکاح زید کے ساتھ نہیں ہوا تھا اور نہ محمود نے عمرو وبکر کو اپنا بھائی جانا اور نہ تسلیم کیا۔ زید کے مرنے کے بعد ہندہ نے ولیہ ہوکر عمرو وبکر کے حصوں کا اور نیز اپنے حصہ ولیہ کا جائداد زید میں سے ملنے کا دعویٰ عدالت دیوانی میں کیا عدالت نے زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہونا تسلیم نہ کرکے یہ فیصلہ دیا کہ عمرو وبکر زید کی اولاد ولد الحرام ہے ان کو ساٹھواں حصہ حسب تحریر دستور العمل ملے گا جو انتظاماً قبل از پیدائش عمرو وبکر کے زید نے خاندانی انتظام کے واسطے سرکار انگریزی میں بھیج دیا تھا اور اس میں یہ لکھدیا تھا کہ اولاد ولد الحرام کو اگر باپ بیٹا مان لے تو اُس کو زرِ نقد سے ساٹھواں حصہ ملے گا؛ لہٰذا ان کو بھی ساٹھواں حصہ عدالت نے دلانا تجویز کیا ہندہ نے اس فیصلہ کا اپیل کیا

(*) قلت: وبه خرج الجواب عما ليستشكل حديث أحب إليٰ من أن أُعتق أربعة من ولد إسماعيل بأن العرب لايسبى حتى يعتق وجه الجواب بأنه لوزوج أحد من بني إسمعيل أمة مملوكة فظاهر أن الولد يكون من ولد إسماعيل ومع هذا يكون رقيقا تبعاللأم. ۱۲ منه

---

(۱) اس لئے کہ نسب کو باپ کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمایئے:
والحاصل: أنه كمالايعتبر التفاوت في قريش حتى أن أفضلهم بني هاشم أكفاء لغيرهم منهم، فكذلک في بقية العرب بلا استثناء، ويؤخذ من هذا أن من كانت أمها علوية مثلا وأبوها عجمي يكون العجمي كفء الها، وإن كان لها شرف ما؛ لأن النسب للآباء، ولهذا يجوز دفع الزكاة إليها فلا يعتبرالتفاوت بينهما من جهة شرف الأم. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢١٠، كراچي ٣/ ٨٧) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

عدالت اپیل نے یہ تجویز کیا کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہونا ثابت نہیں ہے؛ لیکن چونکہ زید نے عمرو وبکر کو صاحبزادہ لکھا ہے اور شہادت سے بھی عمرو وبکر کو بیٹا کہنا ثابت ہے اس صورت میں یہ دونوں مقبول الولد (یعنی ثابت النسب ۱۲) زید کے ہوں گے اور بموجب شرع محمدی ان کو حصہ مساوی محمود پسر صلبی کے ملنا چاہئے اور ہندہ کا دعویٰ بوجہ ثابت نہ ہونے نکاح کے خارج کر دیا۔

امور استفسار طلب یہ ہیں

سوال اول: مقبول الولد ہونے کے واسطے اقرار لسانی روبرو ورثاء ضروری ہے یا نہیں؟

سوال دوم: غیر مسلم کے روبرو بیٹا کہنے یا صرف صاحبزادہ لکھنے سے حصّہ مساوی صلبی بیٹے کے مل سکتا ہے یا نہیں؟

سوال سوم: شرع محمدی میں غیر مسلم کی شہادت جائز ہے یا نہیں؟

سوال چھارم: مقر کے صاحبزادہ کہنے سے دیگر ورثاء ذوی الفروض کی جائداد دینے سے اس مقبول الولد کو حصّہ مل سکتا ہے یا نہیں یا کہ صرف مقر کی جائداد دینے سے؟

سوال پنجم: محمود جو صلبی بیٹا زید کا تھا اور عمرو وبکر کو اپنا بھائی تسلیم نہیں کرتا تھا لاولد فوت ہوا اور علاوہ عمرو وبکر کے جو مقبول الولد تجویز ہوئے دو زوجہ چھوڑی ہیں تو اس صورت میں عمرو وبکر محمود کی جائداد میں ترکہ پانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟

الجواب: سوال اول: ثبوت نسب کے لئے اقرار کرنا ورثہ کے روبرو تو ضروری نہیں مگر دو مقبول الشہادۃ مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کے روبرو ضروری ہے۔

في الدرالمختار: ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق ما لا أو غيره (إلىٰ قوله) رجلان أو رجل وامرأتان. ص ۱۱۰ .(۱)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ۱۷۸/۸، كراچي ۴۶۵/۵ ـ

وشرط لغير ذلك المذكور من الحدود والقصاص ومالايطلع عليه الرجال رجلان أورجل وامرأتان مالا كان الحق أوغير مال كالنكاح، والرضاع، والطلاق، والوكالة، والوصية، والرجعة، واستهلاك صبي للإرث، والعتاق، والنسب. (مجمع الأنهر، كتاب الشهادات، دارالكتب العلمية بيروت ۲۶۱/۳) ←

الجواب: سوال دوم: سوال کی تمہیدی عبارت سے اس کے متعلق صرف تین باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ زید نے یہ لکھدیا تھا کہ ولد الحرام کو اگر باپ بیٹا مان لے تو اُس کو زرِنقد سے ساٹھواں حصہ ملے۔اھ دوسرے یہ کہ غیر مسلم کے سامنے بیٹا کہنا، تیسرے صاحبزادہ لکھنا، سو بناءِ اوّل تو اس لئے ناکافی ہے کہ خود اس درخواست ہی میں ولد الحرام ہونے کا خود زید کو اقرار ہے جو صحتِ نسب کے منافی ہے جیسا کہ ظاہر ہے(۱)

دوسری بناء اس لئے ناکافی ہے کہ غیر مسلم کی شہادت بمقابلہ مدعیٰ علیہ مسلم کے معتبر نہیں ۔(۲) تیسری بناء اس لئے ناکافی ہے کہ صاحبزادہ لکھنا باوجود ولد الحرام مان لینے کے جیسے کہ بناء اول میں مذکور ہوا صاف یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے مقصود دعویٰ کرنا صحت نسب کا نہیں ہے محض تحریر میں عنوان تعبیر کا ہے جس کو بنا بر تہذیب کلام کے اختیار کیا۔

الجواب: سوال سوم: جائز نہیں۔

في الدرالمختار: فيشترط الإسلام لو المدعى عليه مسلماً. ص: ۱۰۹.(۳)

الجواب: سوال چہارم: اس عبارت کی دوسری شق یعنی دیگر ورثہ الخ صاف نہیں ہے شاید مطلب یہ ہے کہ اگر عمرو وبکر کو کوئی دوسرا وارث حصہ دیدے یا عدالت دلا وے تو کیا اس صورت میں اس کا ثابت النسب ہونا اور وارث ہونا ثابت ہو جائے گا یا جب تک زید جائداد نہ دلا دے۔

ولغيرها رجلان أو رجل ومرأتان (كنز) أطلقه فشمل وغيره كالنكاح والطلاق والوكالة والوصية والعتاق والنسب. (البحر الرائق، كتاب الشهادة، مكتبه زكريا ديوبند ۷/۱۰٤، كوئٹه۷/٦٢)

(۱) **أما إن قال إنه مني من الزنا فلايثبت نسبه ولا يرث منه.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/٥٤٠، جديد ۱/٥٩١)

(۲) **فيشترط الإسلام لو المدعي عليه مسلما.** (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۱۷٤، كراچي ٥/٤٦٢)

وشرط للكل الحرية والإسلام فلاتقبل شهادة الكافر على المسلم. (مجمع الأنهر، كتاب الشهادات، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲٦٢)

البحر الرائق، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ۷/۹٥، كوئٹه ۷/٥٦۔

(۳) الدرالمختار، مع الشامي، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۱۷٤، كراچي ٥/٤٦٢۔

مجمع الأنهر، كتاب الشهادات، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲٦٢۔

البحر الرائق، كتاب الشهادات، مكتبه زكريا ديوبند ۷/۹٥، كوئٹه ۷/٥٦۔

دوسرے ورثہ سے دیا جانا ثبوت نسب وارث کے لئے کافی نہیں اگر یہ مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ عدالت کا دلانا بدونِ حجت شرعیہ کے کافی نہیں باقی اگر دوسرے ورثہ عمرو وبکر کو وارث جائز قرار دیں تو اگر دومرد یا ایک مرد اور دوعورت جو قابلِ شہادت ہوں اقرار کرلیں کہ یہ زید کا صحیح النسب بیٹا ہے تو یہ شہادت شرعیہ ثبوت نسب کے بارہ میں ہوجاوے گی اور سب ورثہ پر اس کا اثر ہوجاوے گا۔

في الدرالمختار: أو تصديق بعض الورثة فيثبت في حق المقرين و إنما يثبت النسب في حق غيرهم حتى الناس كافة إن تم نصاب الشهادة بهم بأن شهد مع المقر رجل اٰخر. ص: ۲۸۲. (۱)

اور اگر ایسا نہیں ہوا تو کچھ نہ ہوگا اور اگر کچھ اور مطلب ہے تو صاف عبارت میں لکھنا چاہیے۔

الجواب: سوال پنجم: جب تک عمرو وبکر کا صحیح النسب ہونا ثابت نہ ہو جس کا ایک طریقہ تو زید کا اقرار صحیح تھا جو کہ منفي ہے جیسا اوپر مفصل مذکور ہوا دوسرا دو شرعی وارثوں کا اقرار جس کا نمبر ۴ میں ذکر ہوا، سو جب تک ان دو طریقوں میں سے کسی طریق سے نسب ثابت نہ ہو محمود کے ترکہ میں عمرو وبکر کا کوئی حق نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۳/محرم ۱۳۳۱ھ (تتمۂ ثانیہ، ص ۳)

بعد طلاق زوجہ جو اولاد ہو باپ پر اُس کا نفقہ ہونا

سوال (۱۳۸۷): قدیم ۲/۲۴ ۵- ایک عورت حاملہ کو شوہر نے طلاق ثلثہ دی بعد وضع حمل عدت گزر گئی اس لئے مطلقہ کو نفقہ نہیں ملے گا مگر وہ بچہ تو شوہر کا ہے وہ بچہ لڑکی ہے وہ جب تک ماں کی پرورش میں رہے گی اس کے واسطے خوارکی ملے گی یا نہیں؟

---

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۲۳۸-۲۳۹، كراچي ۳/٥٤٦۔

يثبت نسب ولد المعتدة عن وفاة بتصديق الورثة كلهم أوبعضهم......... ويثبت في حق غيرهم إذا كانوا من أهل الشهادة بأن كان فيهم رجلان أورجل وامرأتان عدول فيشارك المصدقين والمكذبين جميعا. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۱٦۲) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: ملے گی۔(۱)

۴/ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ (تتمۂ اولیٰ، ص ۱۱۲)

اگر معتدہ زوج کے گھر نہ رہے تو زوج پر نفقہ نہیں

سوال (۱۳۸۸): قدیم ۲/ ۵۲۴- زید نے اپنی عورت کو بوجہ نافرمان ہونے کے طلاق دیدی اور عورت میکہ میں چلی گئی۔ تو ایام عدّت کا خرچ زید پر واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب: نہیں۔

في الدرالمختار: أن الحرة إذا نشزت فطلقها زوجها فلها النفقة والسكنى إذا عادت إلىٰ بيت الزوج. ج: ۲، ص: ۱۰۹۰. (۲)

قلت: دلت الرواية على تقييد نفقة المعتدة بكونها في بيت الزوج.

۸/ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ (تتمۂ اولیٰ، ۱۱۴)

---

(۱) **وتجب النفقة بأنواعها من الطعام والكسوة والسكنى على الحر لطفله يعم الأنثى والجمع.** (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الصغيرالمكتسب نفقته في كسبه لاعلى أبيه، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٣٣٦، كراچي ٣/ ٦١٢)

نفقة الأولاد الصغار على الأب لايشاركه فيها أحد كما لايشاركه في نفقة الزوجة. (هداية، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/ ٤٤٤)

هندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الرابع في نفقة الأولاد، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٥٦٠، جديد ١/ ٦٠٧)

ونفقة الصغير واجبة على أبيه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النفقات، الفصل الثالث في نفقة ذوي الأرحام، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٤١٢، رقم: ٨٣٣٣)

البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكرياديوبند ٤/ ٣٤٠، كوئٹه ٤/ ٢٠١۔

(۲) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في بيع العبد لنفقة زوجته، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٣١٩، كراچي ٣/ ٥٩٩۔ ←

معتدہ خود کما سکتی ہو تب بھی زوج پر نفقہ ہے

سوال (۱۳۸۹): قدیم ۲/۵۲۴ - جس جگہ یہ دستور عام ہو کہ مرد اور عورت دونوں کسب معاش کرتے ہیں دستکاری وغیرہ اور اسی سے گزرانِ اوقات ہو اور عورت اگر دستکاری نہ جانتی ہو تو اس قصبہ کے لوگ عموماً امراء وغرباء اسے معیوب جانتے ہوں اور عورت کا دستکاری یا کسب کرنا ضروری ہو اس وجہ سے کہ جہاں ایسے غرباء بستے ہوں کہ صرف مرد کے کسب کرنے سے عورت اور مرد دونوں کا خرچ چلنا مشکل ہے۔ اس صورت میں اگر مرد نے اپنی عورت کو طلاق دیدی اور عورت اپنی دستکاری سے بفراغت تمام کما کھا سکتی ہے؛ بلکہ کچھ اُس کے خرچ سے بچتا بھی ہے تو اس صورت میں مرد پر خرچ ایامِ عدّت کا دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: واجب ہے۔ جبکہ بیتِ زوج میں ہو۔

في الدر المختار: فتجب للزوجة (إلیٰ قوله) فقيرة أو غنية. (۱)

۸/ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ (تتمۂ اولیٰ ص ۱۱۴)

← **عن الشعبي قال: إذا جاء خبس المرأة من قبلها فلانفقة لها.** (مصنف عبد الرزاق، كتاب الطلاق، باب الرجل يغيب عن امرأته، المجلس العلمي ۷/۹۵ رقم: ۱۲۳۵۳، دار الكتب العلمية ۷/۷۰، رقم: ۱۲٤۰۱)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله. (هداية، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه اشرفية ديو بند ۲/٤۳۸)

هندية، الباب السابع عشرفي النفقات، مكتبه زكريا ديو بند قديم ۱/٥٤٥، جديد ۱/٥۹٥

نفقة العدة كنفقة النكاح، وفي الذخيرة: وتسقط بالنشوز وتعود بالعود. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في نفقة المطلقة، مكتبه زكريا ديو بند ٥/۳۳۳، كراچي ۳/٦۰۹)

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديو بند ٥/۲۷۸-۲۸۳، كراچي ۳/٥۷۲-٥۷٤۔

تجب النفقة والكسوة والسكنى للزوجة على زوجها ولو صغيرا مسلمة كانت الزوجة أو كافرة موطوءة أوغيرها حرة أو أمة ولوغنية. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۱۷۳-۱۷٤) ←

طلاق علی مال میں نفقہ کے سقوط کی تحقیق

سوال (۱۳۹۰): قدیم ۲/ ۵۲۵ - اگر عورت طلاق علیٰ مال میں اپنی عدت کا نان ونفقہ وغیرہ معاف کردے تو کیا معاف ہوجائیگا؟

الجواب: في الدر المختار: خرج الطلاق علیٰ مال فإنه غير مسقط. وفي رد المحتار: أي للمهر على المعتمد كما سيذكره المصنف نعم يسقط النفقة ولو مفروضة كما سيأتي ص: ۹۱۸، ج: ۲. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں نان ونفقہ معاف ہوجائے گا۔

۳۰/ محرم ۱۳۳۴ھ (تتمۂ رابعہ، ص ۱۱)

← **تجب النفقة للزوجة على زوجها (كنز) أطلق في الزوجة فشمل المسلمة والكافرة الغنية والفقيرة.** (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٩٣-٢٩٤، كوئٹه ٤/ ١٧٣)

تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية. (هندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشرفي النفقات، الفصل الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٥٤٤، جديد ١/ ٥٩٥)

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى. (هندية كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثالث في نفقة المعتدة، مكتبه زكريا ديو بند قديم ١/ ٥٥٧، جديد ١/ ٦٠٥)

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٨٧، كراچي ٣/ ٤٤١۔

وأما نفقة العدة ومؤنة السكنى إن شرط ذلک في الخلع والمبارأة، تقع البراءة عنهما بلاخلاف. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشرفي الخلع، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢٣، رقم: ٧١٢٢)

ولاتقع البراءة عن نفقة العدة في الخلع والمبارأة والطلاق بمال إلا بالشرط. (هندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في الخلع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٥٣٠، جديد ١/ ٥٤٨)

خانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبه زكريا قديم ١/ ٣٣٢۔

خالعها على نفقة العدة صح و لاتجب النفقة. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبه زكريا ديو بند ٤/ ١٥٠، كوئٹه ٤/ ٨٩) ←

بیوی کو ساس سے الگ گھر دینا شوہر کے ذمّہ واجب ہے

سوال (۱۳۹۱): قدیم ۲/ ۵۲۵- از خادم۔۔۔۔۔ باعلی حضرت مرشدی ومولائی ومقتدائی دامت فیوضہم و برکاتہم بعد سلام مسنون معروض خدمت والا آنکہ آجکل اس ناکارہ کو ایک امر درپیش ہے جس کا تعلق چونکہ جیسا اصلاح معاد کے ساتھ ہے؛ اس لئے اس امر میں جناب کے مشورہ کو اپنی فلاحِ دارین کا باعث سمجھ کر مستدعی مشورہ والا ہے۔

عرصہ دو سال سے اپنی اہلیہ وغیرہ کو بسبب خانگی جھگڑوں کے ایک علیٰحدہ مکان میں (جس کو میں نے بذاتِ خود بنوایا ہے اور جس کو اپنی اہلیہ کے مہر میں دیدیا ہے) علیٰحدہ کر دیا تھا۔ تعطیلات میں جب مکان پر ہوتا ہوں تو باذن والدین ایک وقت کا کھانا اپنے گھر میں صرف بغرض تسلی اہلیہ کر لیتا ہوں مگر علیٰحدگی کی وجہ سے اخراجات خانگی بڑھ جانے اور نیز قرضہ حج ادا کرنے کی وجہ سے کچھ زیادہ پس انداز نہ ہوسکتا تھا بایں وجہ بجز ہدیات کے اور زیادہ خدمت مالی والدین کی نہیں کرسکا جو سبب ذرا والدین کی روکشیدگی کا معلوم ہوتا ہے، خرچ کی تنگی کی وجہ سے والدین کی رضا ہمیشہ سے یہ ہے کہ ہم لوگ ایک ہی میں رہیں، اُمید کہ مشورہ عالی سے مشرف کیا جاؤں تاکہ رائے قائم کرنے میں تقویت ہو، اُمید کہ جواب جلد مرحمت ہو۔ فقط والسلام مع الاکرام

الجواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ چونکہ شرعاً عورت کو حق حاصل ہے کہ شوہر کے ماں باپ سے علیٰحدہ رہے اور اگر وہ اپنے حق جائز کا مطالبہ کرے گی تو شوہر پر اُس کا حق ادا کرنا واجب ہوگا۔(۱)

← حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبه زكريا ديوبند ۱۹۲/۳۔

(۱) **تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلاأن تختار ذلك كذا في العينى شرح الكنز.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثاني في السكنى، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۵۵٦/۱، جديد ٦۰٤/۱)

وكذا تجب لها السكنى في بيت خال عن أهله وأهلها. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في مسكن الزوجة، مكتبه زكريا ديوبند ۳۱۹/۵-۳۲۰، كراچي ۵۹۹/۳)

اورواجب کاترک معصیت ہے اور معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں (۱)؛ لہٰذا آپ اس انتظام کو نہ بدلیں۔

۱۹/محرم ۱۳۳۲ھ (تتمۂ ثانیہ،ص ۱۱۹)

سوال (۱۳۹۲): قدیم ۲/۵۲۶- جناب نے ایک روز وعظ میں حقوق زوجین کے متعلق فرمایا تھا کہ زوجہ کا ایک یہ بھی حق ہے کہ اگر وہ خاوند کے والدین سے علیٰحدہ رہنا چاہے تو اس کا منشاء پورا کردینا واجب ہے اس کے ساتھ گزارش ہے کہ کلام مجید میں خداوند کریم کا یہ حکم ہے کہ سوائے شرک کے اور تمام امور میں والدین کا حکم مانو تو یہ فرض ہوا۔ اب قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ والدین کی اگر مرضی نہیں ہے کہ بیوی کو اُن سے علیٰحدہ رکھا جاوے اور زوجہ کی یہ مرضی ہے کہ اُن سے علیٰحدہ رہے خواہ ایک ہی مکان میں ہو یا علیٰحدہ مکان میں تو کس طرح کرنا چاہیے اور اس کی بابت کیا حکم ہے آیا پہلے فرض ادا کیا جاوے یا واجب۔ براہِ نوازش اس کی بابت مفصل تحریر فرماویں تاکہ آسانی سے سمجھ میں آجاوے۔

الجواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ والدین کی اطاعت ترک واجب میں نہیں اور عورت کے یہ حقوق واجب ہیں۔(۲)

← **تجب السكنى في بيت أي الإسكان للزوجة على زوجها؛ لأن السكنى من كفايتها فتجب لها كالنفقة وقد أوجبها الله تعالىٰ كما أوجب النفقة بقوله تعالىٰ (أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم) (الطلاق: ٦) .... وإذا وجبت حقالها ليس له أن يشرك غيرها فيه لأنها تتضرر به.**

(البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٢٨، كوئٹه ٤/١٩٣-١٩٤)

(۱) **عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق.** (المصنف لابن أبي شيبة ١٨/٢٤٧، رقم: ٣٤٤٠٦)

(۲) **تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذلك كذا في العينى شرح الكنز.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثاني في السكنى، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/٥٥٦، جديد ١/٦٠٤)

الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في مسكن الزوجة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٣١٩-٣٢٠، كراچي ٣/٥٩٩۔

تجب السكنى في بيت أي الإسكان للزوجة على زوجها لأن السكنى من كفايتها فتجب لها كالنفقة وقد أوجبه الله تعالىٰ كما أوجب النفقة بقوله تعالىٰ: "أسكنوهن من حيث ←

پس اگر والدین ان کے ترک کو کہیں تو اُن کی اطاعت نہیں۔(۱)

۱۸/ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (تتمۂ ثانیہ،ص ۱۳۱)

شوہر کے ظلم کی وجہ سے گھر نہ آئے تو نفقہ کا واجب ہونا

سوال (۱۳۹۳): قدیم ۲/ ۵۲۶- زید و بکر دو بھائی تھے زید نے ایک دختر مسماۃ ہندہ کو چھوڑا اور بکر نے ایک پسر مسمّٰی خالد کو چھوڑا۔ مسماۃ محمودہ مادر ہندہ نے دونوں کا نکاح کر دیا اور ایک عرصۂ دراز تک ہندہ و خالد بسر پرستی محمودہ بسر کرتے رہے تھوڑے زمانہ سے خالد نے اپنی منکوحہ ہندہ کو و نیز اپنی ساس مسماۃ محمودہ کو علیٰحدہ کر دیا اور طلاق نہیں دیا ان دونوں مسماتان نے بوجہ تنگی و پریشانی وغیرا ستطاعۃ واسطے حاصل کرنے ترکہ پدری و شوہری ایک شراکت نامہ نصف حصہ متروکہ کا حامد کے نام لکھدیا حامد نے عدالتِ دیوانی میں دعویٰ رجوع کر کے ذریعہ صلح نامہ ڈگری حاصل کی جو بسر اوقات کے لئے کافی نہیں ہے اب بعد ڈگری خالد نے ایک دوسرا نکاح کرلیا مسماۃ ہندہ نے اس شادی کی خبر سُنکر قبل نکاح ثانی دعویٰ اپنے گزارہ کا دائر کیا اور مسماۃ ہندہ بوجہ عدم رجوع خالد و مخالفت و خوف مار پیٹ و ایذا رسانی و تکلیف گوناگوں شوہر کے ساتھ رہنا قبول نہیں کرتی اور درحقیقت خالد اُس کو مارتا ہے اور حقوق ادا نہیں کرتا اور طلاق بھی نہیں دیتا پس ایسی صورت میں وہ روٹی اور کپڑا شوہر سے پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار: باب النفقة، وخارجة من بيته بغير حق وهی الناشزة حتی تعود. وفي رد المحتار: قوله: بغير حق ذكر محترزة بقوله بخلاف مالو خرجت الخ وكذا هو احتراز عما لو خرجت حتیٰ يدفع لها المهر ولها الخروج في مواضع مرت في المهر وسيأتي بعضها عند قوله ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين . ا ه (۲)

← سكنتم من وجد كم" ...... وإذا وجبت حقا لها ليس له أن يشرك غيرها فيه لأنها تتضرر به .
(البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٢٨، كوئٹه ٤/١٩٣-١٩٤)

(۱) عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق۔ (المصنف لابن أبي شيبة ١٨/٢٤٧، رقم: ٣٤٤٠٦)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب لاتجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٢٨٦، كراچي ٣/٥٧٦ ۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وفي رد المحتار: بعد صفحتين؛ لأن المعتبر في سقوط نفقتها فوات الإحتباس لامن جهة الزوج . اه (۱)

چونکہ صورتِ مسئولہ میں شوہر کے ساتھ نہ رہنا بوجہ مجبوری اور معذوری کے ہے اور سبب اس کا شوہر کی جانب سے ہے یعنی اُس کا ظلم اس لئے حسب روایاتِ مذکورہ بالا اِس صورت میں شوہر کے ذمہ نان ونفقہ واجب ہوگا البتہ اگر شوہر اطمینان دلادے کہ میں اس پر ظلم نہ کروں گا اور پھر بھی عورت اُس کے گھر نہ جائے تب البتہ نان ونفقہ واجب نہ ہوگا باقی اس سے زیادہ تصریح اس مسئلہ کی بندہ کو نہیں ملی۔ واللہ اعلم

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ (امداد، صفحہ ۷۹، جلد دوم)

گزرے ہوئے زمانہ کے نفقہ کے مطالبہ کا حکم

سوال (۱۳۹۴): قدیم ۲/ ۵۲۷- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ایک ہفتہ تک اپنے مکان پر رکھ کر پھر ہندہ کو اُس کے ماں باپ کے مکان پر بھیج دیا اور قریب دس برس تک نان ونفقہ سے خبر نہ لیا پس اس صورت میں ہندہ کا والد زید سے نان ونفقہ شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: **في الدرالمختار: والنفقة لا تصير دينا إلا بالقضاء أوالرضاء (إلىٰ قوله) فقبل ذلک لایلزمه شئ. الخ (۲)**

---

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب لاتجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۲۸۹، كراچي ۳/ ۵۷۸۔

يجب عليه النفقة ولو كانت المرأة مانعة نفسها بحق. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۳۰۲، كوئٹه ۴/ ۱۷۹)

أولم تسلم نفسها لحق لها كالمهر المعجل فإنه منع بحق فتستحق النفقة. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۷۵۔

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب لاتصير النفقة دينا إلابالقضاء أو الرضاء، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۳۱۱-۳۱۲، كراچي ۳/ ۵۹۴۔

ولاتجب نفقة مدة مضت ولم تصل إليها إلا أن تكون قضى بها أو تراضيا أي: إصطلح الزوجان على مقدارها بشئ معلوم منهما لكل شهرأوسنة فتجب النفقة المفروضة أو المرضية ما داما حيين. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۸۳- ۱۸۴) ←

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہندہ کا والد زید سے نفقہ کی بابت کچھ نہیں لے سکتا البتہ اگر حاکم کچھ مقدار مقرر کردے یا باہم زوجین کسی خاص مقدار پر اتفاق کرلیں اُس تاریخ سے آئندہ کے لئے وہ مقدار بطور دَین کے واجب فی الذمہ ہوتی رہے گی اُس کا مطالبہ عورت کرسکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد جلد دوم، ص۸۰)

نافرمانی کی حالت میں نان ونفقہ ساقط ہونے کا حکم

سوال (۱۳۹۵): قدیم ۲/ ۵۲۷- کیا بی بی خلاف مرضی اپنے شوہر کے باغوائے اپنے والدین کے مکان والدین پر رہ کر نان ونفقہ از روئے شرع شریف اپنے شوہر سے بارجاع نالش پاسکتی ہے؟

الجواب: بلا رضاء خاوند والدین کے مکان پر رہ کر شوہر سے نان ونفقہ نہیں لے سکتی جب تک کہ خاوند کے گھر نہ آجاوے۔

وإن نشزت فلا نفقة لها حتىٰ تعود إلىٰ منزله هداية، ص ۴۱۸. (۱)

۲۶/ ربیع الاول سہ (امداد جلد دوم، ص۸۱)

← **ولا تجب نفقة مضت إلابالقضاء أو الرضاء (كنز) والمراد بعدم وجوبها عدم كونها دينا عليه فلاتكون دينا عليه يطالب به ويحبس عليه إلابإحدي هذين الشيئين فحينئذ تصير دينا عليه فتأخذه منه جبرا.** (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣١٦، كوئٹه ٤/ ١٨٧)

والحاصل: أن نفقتها لاتثبت دينا في ذمته إلا بقضاء القاضي بفرض أو إصطلاحهما على مقدارهما. (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٥١٢)

(۱) هداية، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه اشرفية ديو بند ٢/ ٤٣٨۔

هندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشرفي النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة، مكتبه زكريا قديم ١/ ٥٤٥، جديد ١/ ٥٩٥۔

عن الشعبي أنه سئل عن امرأة خرجت من بيتها عاصية لزوجها، ألها نفقة، قال لا، وإن مكثت عشرين سنة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الطلاق، باب ماقالوا في المرأة تخرج من بيتها وهي عاصية لزوجها ١٠/ ١٥٢، رقم: ١٩٣٦٩)

عن الشعبي قال: ليس للعاصية نفقة، يقول: إذاعصت زوجها فخرجت بغير إذنه. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب الطلاق، باب الرجل يغيب عن امرأته فلاينفق عليها، دارالكتب العلمية بيروت ٧/ ٧١، رقم: ١٢٤٠٠) ←

فوت ہونے والی بیوی کے ترکہ سے اس کے علاج کا خرچہ وصول کرنے کا حکم

سوال (۱۳۹۶): قدیم ۲/ ۵۲۸ - کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ مریضہ کا عرصہ چار پانچ ماہ تک علاج معالجہ اپنے خرچ سے کیا بقضائے الٰہی وہ عورت لا ولد انتقال کر گئی شوہر اُس کا اور والد اُس متوفیہ کا موجود ہے۔ شوہر کہتا ہے کہ متوفیہ کے معالجہ میں جو کچھ میرا صرف ہوا ہے متوفیہ کے ترکہ میں سے اولاً ادا کر دینا چاہئیے اُس کے بعد ترکہ متوفیہ کو موافق شرع تقسیم کر لیا جاوے اور متوفیہ کا والد کہتا ہے کہ علاج معالجہ مثل نان نفقہ کے شوہر پر واجب تھا اس ترکہ میں سے نہ لینا چاہئیے اور شوہر نے جو کچھ اُس متوفیہ کے علاج میں صرف کیا شوہر پر واجب تھا پس تمام ترکہ موافق شرع شریف تقسیم کیا جاوے؛ لہٰذا حضرات علمائے سے اُمید کی جاتی ہے کہ اس صورت میں جو کچھ حکم شرع ہے تحریر فرماویں؟۔

الجواب: واجب تو نہ تھا (۱) تبرع تھا لیکن تبرعات میں رجوع جائز نہیں (۲) اس لئے ترکہ سے نہ ملے گا۔

۸/ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ (تتمۂ ثانیہ ص ۴۳)

← **لانفقة لأحد عشر ...... وخارجة من بيت بغير حق وهي الناشزة حتى تعود.** (تنوير الأبصار، مع الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢٨٦، كراچي ٣/ ٥٨٩)

(۱) **ولايجب الدواء للمرض ولا أجرة الطبيب ولاالفصد ولاالحجامة كذا في السراج الوهاج.** (هندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشرفي النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/ ٥٤٩، جديد ١/ ٥٩٩)

ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب لاتجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢٨٥، كراچي ٣/ ٥٧٥

وقيد بالنفقة لأن المداواة لاتجب عليه أصلا. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٠٩، كوئٹه ٤/ ١٨٢)

(۲) **لارجوع فيما تبرع عن الغير.** (قواعد الفقه، رشيدية ص: ١٠٦)

جب شوہر نے بلا کسی شرط کے اپنے طور پر بیوی کا علاج کیا ہے تو وہ شوہر کی طرف سے تبرع ہے، جس کا عوض لینے کا اسے حق نہیں ہے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

شوہر کے ذمہ کفن کے وجوب کا حکم

سوال (۱۳۹۷): قدیم ۲/ ۵۲۸- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کا انتقال ہوا اور اس نے شوہر اور باپ اور ایک لڑکی شیر خوار اور ایک لڑکی چار سال کی اور دو سگی بہنیں جن میں سے ایک کا شوہر ان لڑکیوں کا حقیقی چچا ہے اور ایک کا شوہر دور رشتہ کا ہے اور ایک سگا بھائی اور سوتیلی ماں یعنی باپ کی زوجہ اور حقیقی نانی چھوڑی شیر خوار لڑکی کی کون پرورش کرے گا اور اگر متوفیہ اپنے باپ کے گھر مری ہو تو اس کا کفن وغیرہ کا خرچ شوہر کے ذمّہ ہے یا نہیں؟

الجواب: دونوں خورد سال لڑکیوں کا حق پرورش متوفیہ کی حقیقی نانی کو ہے یعنی اگر وہ خواہش کرے تو اوروں سے مقدم ہے، مگر خرچ اُن کا اس کے ذمے نہیں میراث کا جو حصہ لڑکیوں کو ملے گا، اس میں سے خرچ کیا جاوے (۱) اُس کے استحقاق حضانت کی دلیل یہ روایۃ ہے۔

في عالمگيرية: أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم (إلىٰ قوله) وإن لم يكن له أم بإن كانت غير أهل للحضانة أو متزوجة بغير محرم أو ماتت فأم الأم أولىٰ من كل واحدة وإن علت. (ص ، ۱۶۵ ، ج ۲) (۲)

---

(۱) **قيد بالفقير لأن الصغير إذا كان له مال فنفقته في ماله.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٤١، كوئٹه ٤/ ٢٠١۔

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٥١٨۔

وتقييده بالطفل والفقير يفيد عدم وجوبها إذا كان الولد غنيا أو كبيرا وهذا صحيح لأن الغني يأكل من مال نفسه. (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٣٢٥)

وتجب النفقة بأنواعها لطفله الفقير .... والغني في ماله الحاضر. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الصغيرو المكتسب نفقة في كسبه لاعلى أبيه، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٣٣٦-٣٣٧، كراچي ٣/ ٦١٢)

(۲) عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة، مكتبه زكريا قديم ١/ ٥٤١، جديد ١/ ٥٩٢۔

مگر شرط یہ ہے کہ اس حقیقی نانی کا شوہر اگر زندہ ہو تو وہ متوفیہ کا حقیقی نانا ہو اور متوفیہ کے کفن کے باب میں اختلاف ہے مگر فتویٰ اس پر ہے کہ شوہر کے ذمہ ہے۔

في الدرالمختار: واختلف في الزوج والفتویٰ علیٰ وجوب کفنها علیه عندالثانی وإن ترکت مالاً خانیة ورجحه في البحر بأنه الظاهر لأنه ککسوتها. (ص: ۹۰۵، ج: ۱) (۱)

لیکن اگر کسی شخص نے اپنی خوشی سے کفن دیدیا ہو تو وہ اب شوہر سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔ (۲)

یکم صفر ۱۳۴۰ھ (تتمہ ۵، ص ۲۱۵)

نفقۂ زوجات میں تسویہ کی تحقیق

سوال (۱۳۹۸): قدیم ۲/ ۵۲۹- فقہ کی اکثر کتابوں میں یہ دیکھا ہے اور غالباً جناب کی بھی زبان سے سُنا ہے کہ نفقہ میں دونوں بیویوں کو بالکل برابر رکھنا چاہئے؛ لیکن شامی میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے۔

← **الأم أحق بالولد-إلی-ثم أم الأم وإن علت عند عدم أهلیة القربی.** (الدر المختار مع الشامي، کتاب الطلاق، باب الحضانة، مکتبه زکریا دیوبند ۵/ ۲۵۴-۲۶۱، کراچي ۳/ ۵۵۶-۵۶۳)

الأم أحق بحضانة ولد ها قبل الفرقة وبعدهاثم أي بعد الأم بأن ماتت ...... أمها وإن علت. (مجمع الأنهر کتاب الطلاق، باب الحضانة، مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ۱۶۶)

(۱) الدرالمختار، باب صلاة الجنائز، مطلب في کفن الزوجة علی الزوج، مکتبه زکریا دیوبند ۳/ ۱۰۱، کراچي ۲/ ۲۰۶۔

فإن لم یترک مالا فالکفن علی من یجب علیه النفقة إلا الزوج في قول محمد رحمه الله تعالیٰ وعلیٰ قول أبي یوسف رحمه الله تعالیٰ یجب الکفن علی الزوج وإن ترکت مالا وعلیه الفتوی. (خانیة علی هامش الهندیة، کتاب الصلاة، باب في غسل المیت وما یتعلق به، مکتبه زکریا دیوبند قدیم ۱/ ۱۸۹، جدید ۱/ ۱۱۸)

البحر الرائق، کتاب الجنائز، مکتبه زکریا دیوبند ۲/ ۳۱۱، کوئٹه ۲/ ۱۷۷۔

(۲) **لارجوع فیما تبرع عن الغیر.** (قواعد الفقه، رشیدیة ص: ۱۰۶) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

والحق انه علیٰ قول من اعتبر حال الرجل وحده في النفقة وأما على القول المفتي به من اعتبار حالهما فلا. فإن إحداهما قد تكون غنية والأخرى فقيرة فلا يلزم التسوية بينهما مطلقا في النفقة. (۱)

اور یہی عبارت بحرالرائق میں بھی ہے اُس کا مفہوم تو میں یہ سمجھا کہ قول مفتیٰ بہ یہ ہے کہ نفقہ کے بارہ میں دونوں بیویوں کی حیثیت دیکھی جائے گی اور مطلق مساوات ضروری نہ رہے گی، اگر میں مفہوم سمجھا نہیں ہوں تو اُس کی تصحیح فرمادی جاوے؟

الجواب: میں نے یہ روایت آج ہی دیکھی مگر دیکھنے کے بعد بھی رائے سابق نہیں بدلی وجہ خدشہ یہ ہے کہ اول تو یہ مسئلہ اپنی اصل سے باب القسم یعنی العدل کا نہیں اور باب النفقہ کا ہے جس میں زوجہ کے یسار واعسار کی بحث بمقابلہ زوج کے ہے جس پر نفقہ کی مؤنت ہے زوجہ کا حق اور زوج کی مؤنت دونوں پر نظر کر کے یہ بحث پیدا ہوگئی آگے اُس پر باب القسم کے جزئیہ کو قیاس کرلیا گیا اور قیاس کرنے والے بھی نہ مجتہد ہیں نہ مرجحین۔ تو اول تو خود اصل مسئلہ قیاسی جو کہ ظنی تھا پھر اُس قیاسی پر قیاس کرنے سے جو حاصل ہوگا وہ اصل سے بھی ضعیف ہوکر اضعف ہوجاوے گا۔ خصوصا جب قائس بھی ضعیف ہو پھر خود صحت قیاس کی ایک فارق کی وجہ سے متکلم فیہ بھی ہے وہ فارق یہ ہے کہ اصل میں مقابلہ ہے ''**من عليه الحق و من له الحق**'' کا اور اُن دونوں کی بناؤں میں تساوی نہیں اس لئے وجہ تعدیل میں اختلاف ہوسکتا ہے ہر قائل نے دونوں بناؤں کی رعایت کا طریق تجویز کرنے میں مختلف رائے قائم کی جس میں اہل معاملہ میں سے کسی کی ترجیح کسی پر لازم نہیں آتی اور یہاں مقابلہ ہے ایک من لہ الحق کا دوسری من لہ الحق سے جو بناء استحقاق میں متساوی ہیں پھر باوجود تساوی فی بناء الاستحقاق محض ایک وصف خارج یعنی یسار کی وجہ سے جس کا بناءِ استحقاق پر کوئی اثر نہیں۔ ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ابطال ہے بناء استحقاق کا ایک وصف خارج کے سبب جو ترجیح بلا مرجح ہے غرض قیاس کی صحت بھی ضعیف، پھر قائس بھی ضعیف۔ اور قیاس در قیاس کی وجہ سے بھی ضعف۔

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٣٧٨، كراچي ٣/ ٢٠٢۔

البحرالرائق، كتاب النكاح، باب القسم، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٣٨١، كوئٹه ٣/ ٢١٨-٢١٩۔

مسئلہ میں اتنے ضعف پھر نصوص وجوب عدل سے تعارض کیونکر وہ نصوص اپنے اطلاق سے اس صورت کو بھی شامل ہیں کہ ایک موسرہ ہو ایک فقیرہ اور تخصیص وتقئید کی کوئی دلیل نہیں اس لئے یہ حکم سخت مخدوش ہے (۱) پھر دوسرے قواعد اس کو مقتضی ہیں کہ اگر اس حکم پر عمل بھی کیا جاوے تو زوج کی رائے پر اس کا مدار نہ رکھا جاوے گا بلکہ قضاء قاضی کی حاجت ہوگی کیونکہ اس صورت میں جو فقیرہ کی طرف سے نزاع ہوگا کہ وہ دوسرے قول کو لینا چاہے گی اس کا قاطع صرف قضاء قاضی ہوسکتا ہے اور عجب نہیں کہ اسی احتمال نزاع کی بناء پر اصل مسئلہ میں بھی قضاء قاضی شرط ہو گو میں نے منقول نہیں دیکھا شاید تلاش سے مل جاوے لیکن باوجود اس کے اگر کسی مفتی کو اس قول میں شرح صدر پیدا ہوجاوے اور عامی کو اُس کے فتوے میں شرح صدر ہوجاوے تو افتاء اور اُخذ جائز ہے۔

۳/رمضان المبارک، ۴۹ھ (النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ، ص۸)

---

(۱) قرآن کریم اور حدیث کے منطوق اور متون اور ظاہر الروایہ سے ثابت ہے کہ دو یا دو سے زیادہ آزاد بیویوں کے درمیان برابری کا معاملہ کرنا شوہر پر واجب ہے اس میں غنیہ اور فقیرہ کی کوئی قید یا شرط نہیں ہے، اور اصول، دلائل اور نظائر بھی اسی کے مؤید ہیں، مثلاً شوہر کی موت پر میراث کے حصول میں سب برابر کے حقدار ہیں ایسا نہیں ہے کہ میراث میں سے غنیہ کو زیادہ ملے گا اور فقیرہ کو کم؛ بلکہ برابر ہی ملے گا، اسی کو حضرت والا تھانویؒ نے صحیح اور راجح قرار دیا ہے اور فقیرہ پر غنیہ کو ترجیح دینے کے قول کو مخدوش قرار دیا ہے، اسی قول کی تائید میں آیت قرآنی اور حدیث شریف نقل کر دیتے ہیں اس کے بعد فقہاء کے دونوں قول نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً. (سورة النساء الآية: ۳)

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے: **عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كانت له امرأتان فمال إلى إحداهما جاء يوم القيامة وشقّه مائل الحديث.** (أبوداؤد شريف، باب في القسم بين النساء النسخة الهندية ۱/۲۹۰، دارالسلام رقم: ۲۱۳۳)

نسائی شریف، باب عشرة النساء النسخة الهندية ۲/۷۸، دارالسلام رقم: ۳۳۹۴۔

ان نصوص میں فقیرہ اور غنیۃ کا کوئی فرق نہیں ہے۔

اب اس کی تائید میں متون کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

يجب وظاهر الآية أنه فرض، ان يعدل أي لايجوز فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة وفي الملبوس والماكول والصحبة الخ. (الدر المختار مع الشامي، باب القسم، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۳۷۸، كراچي ۳/۲۰۱-۲۰۲) ←

← إذا كان لرجل امرأتان حُرَّتان فعليه أن يعدل بينهما في القسم بكرين كانتا أو ثيبين أوإحداهما بكراً والاُخرى ثيباً الخ. (قدوري مكتبه امدادية ديوبند ١٦٧)

هداية، باب القسم ٢/٣٤٩۔

ان متون میں غنیہ اور فقیرہ کا کوئی فرق نہیں ہے۔

اور غیر متون اور غیر ظاہر الروایہ میں غنیہ اور فقیرہ کا فرق ظاہر کیا گیا ہے، بعد کے فقہاء میں اس بارے میں دورائے ہوگئیں۔

بعض کی رائے قرآن کریم اور حدیث شریف کے منطوق اور متون کے مطابق ہے، اور بعض کی رائے اس کے خلاف ہے اور بعض نے خلاف متون کو مفتی بہ بھی قرار دیا ہے، جس میں امام زیلعی وغیرہ پیش پیش ہیں۔

اور علامہ شامی اور صاحب بحر نے بھی اس قول کو جوں کا توں نقل کردیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

وفي الغاية بخلاف النفقة والكسوة والسكنى فإنها مبنية على الكفايةوقال فيه اتفقوا على التسوية فيها وفيه نظر فإنه في النفقة يعتبر حالهما على المختار فكيف يدعي الاتفاق فيه على التسوية الخ. (تبيين الحقائق باب القسم، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٦٢٨، قديم ٢/١٨٠)

يجب عليه التسوية بين الحرتين أوالأمتين في الماكول والمشروب والملبوس والسكنى والبيتوتة وهكذا ذكر الولوالجي والحق انه على قول من اعتبر حال الرجل وحده في النفقة فالتسوية فيها واجبة أيضا واما على قول المفتى به من إعتبار حالهما فلا، لأن إحدا هما قد تكون غنية والأخرى فقيرة فلايلزم التسوية بينهما مطلقاً في النفقة الخ. (البحرالرائق، باب القسم، مكتبه زكريا ديوبند جديد ٣/٣٨١، قديم كوئٹه ٣/٢١٨-٢١٩)

شامي، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٧٨، كراچي ٣/٢٠٢۔

هكذا الموسوعة الفقهية الكويتة ٣٣/١٨٦۔

اِن عبارات میں بظاہر قول مفتی بہ غنیہ اور فقیرہ کے درمیان عدم برابری پر ہے، مگر یہ قول نص قرآن اور نصّ حدیث اور متون اور ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے، اس لئے صاحب بدائع وغیرہ نے اس قول پر کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

منها وجوب العدل بين النساء في حقوقهن وجملة الكلام فيه أن الرجل لايخلو إما أن يكون له أكثر من امرأة واحدة وإما إن كانت له امرأة واحدة فإن له أكثر من امرأة عليه العدل بينهن في حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة وهو التسوية بينهن في ذلك ←

پرورش کا حق باپ کی لڑکی کو ہوتا ہے یا ساس کو

سوال (۱۳۹۹): قدیم ۲/ ۵۳۰ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کی منکوحہ بیوی ہندہ کا انتقال ہوگیا۔ زید کی لڑکی زید سے علاوہ مانوس ہونے کے ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہے جس کا خاطر خواہ علاج مستعدی اور ہوشمندی سے زید کررہا ہے ان حالات میں زید کی ساس یعنی ہندہ کی ماں کو زید کی لڑکی کا حق ولایت پہنچتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: اگر یہ لڑکی بالغہ یا مراہقہ یا مشتہاۃ ہے تو نانی کا حق حضانت ختم ہو چکا اور اگر اس حد سے کم عمر میں ہے تو اُس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نانی معالجہ کا کافی انتظام کرسکتی ہے تو باپ سے یہ مقدم ہے اور اگر انتظام نہیں کرسکتی تو باپ کے پاس رکھی جائے گی۔

والدلائل هذه والأم والجدة أحق بالجارية حتىٰ تحيض. وفي نوادر هشام عن محمدؒ: إذا بلغت حدا الشهوة فالأب أحق وهذا صحيح هكذا في التبيين. (۱)

← **حتى لو كانت تحته امرأتان حرتان أو أمتان يجب عليه أن يعدل بينهما في المأكول والمشروب والملبوس والسكنى والبيتوتة والأصل فيه قوله تعالىٰ: فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً.** (سورة النساء الآية: ۳)

بدائع الصنائع، كتاب النكاح، حكم النكاح وما يترتب عليه، مكتبه زكريا ديوبند ٦٤٦/٢-٦٤٧۔

حضرت والا تھانویؒ نے نص قرآنی اور نص حدیث اور متون وظاہر الروایۃ اور صاحب بدائع وغیرہ کی عبارات کے پیش نظر غنیہ اور فقیرہ کے درمیان فرق کرنے کے قول کو مخدوش قرار دیا ہے اور یہی صحیح اور درست معلوم ہوتا ہے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٥٤٢/١، جديد ٥٩٣/١۔

تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ٢٩٦/٣، امدادية ملتان ٤٨/٣۔

والأم والجدة لأم أو لأب أحق بالصغيرة حتى تحيض في ظاهر الرواية وغيرهما أحق بها حتى تشتهي وعن محمد أن الحكم في الأم والجدة كذلك أي في كونها أحق بها حتى تشتهي وبه يفتى. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ٢٦٨/٥، كراچي ٥٦٦/٣-٥٦٧)

وهكذا في العالمگيرية: وفيها وإن لم يكن له أم (إلىٰ قوله) فأم الأم أولى '(١) وفيها ولاحضانة لمن تخرج كل وقت وتترك البنت ضائعة كذا في البحر الرائق (٢) (مجلد: ٢ باب سادس عشر في الحضانة. قلت: الرواية الأخيرة صريحة في سقوط حق الحضانة إذا خيف ضياع الولد فهذا دليل لما فصلت. واللہ اعلم

۱۳/محرم الحرام ۱۳۴۷ھ (تتمہ خامسہ، ص ۶۲۸)

نابالغوں کی پرورش کے حق میں بہن کا حق ماموں پر فائق

سوال (۱۴۰۰): قدیم ۲/۵۳۱- والدین کے انتقال کے بعد دختران نابالغان کے دوسرے قریبی عزیز مثلاً بڑی بہن کے موجود ہوتے ہوئے کیا ماموں کو حق پرورش ہوسکتا ہے؟

الجواب: في العالمگيرية: فإن ماتت (أي الجدة) فالأخت لأب وأم فإن ماتت أوتزوجت فالأخت لأم. الخ وفيها وإذا وجب الانتزاع من النساء أولم تكن للصبي امرأة من أهله يدفع إلى العصبة وفيها وإذا لم تكن للصغيرة عصبة تدفع إلىٰ الأخ لأم، ثم إلى ولده، ثم إلى العم لأم، ثم إلى الخال لأب وأم، ثم لأم كذا في الكافي (٣) ج ٢، ص ١٦٦.

---

(١) عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشرفي الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٥٤١/١، جديد ٥٩٢/١-

الأم أحق بالولد- إلى قوله ثم أي بعد الأم بأن ماتت أولم تقبل أوأسقطت حقها أتزوجت بأجنبي أم الأم. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ٢٥٤/٥-٢٦٢، كراچي ٥٥٦/٣-٥٦٣)

مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الحضانة، دارالكتب العلمية بيروت ١٦٦/٢-

(٢) عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشرفي الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٥٤٢/١، جديد ٥٩٣/١-

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ٢٨٣/٤، كوئٹه ١٦٧/٤-

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ٥٠٠/٢- شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(٣) عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشرفي الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٥٤١/١-٥٤٢، جديد ٥٩٢/١-٥٩٣- ←

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ماموں اس حق میں عصبہ سے مؤخر ہے اور عصبہ بہن سے مؤخر ہے تو ماموں بہن سے بہت مؤخر ہوا؛ لہٰذا حق پرورش صورت مسئولہ میں بہن کو ہے ماموں کو نہیں۔ فقط

۹/ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ (تتمۂ خامسہ، ص ۲۵۱)

والد کی عدم موجودگی میں چچا کو حق نگرانی وتربیت حاصل ہونا

سوال (۱۴۰۱): قدیم ۲/ ۵۳۱- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا اور اس نے اپنے ورثاء میں ایک بیوہ ایک بھائی اور دو نابالغ لڑکے چھوڑے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑکے نابالغ ہیں ایک کی عمر گیارہ برس کی ہے اور دوسرے کی تیرہ برس کی۔ تو اب ان کا شرعی ولی آیا مرحوم کی بیوہ ہے یا بھائی؟

ان لڑکوں کے باپ نے ایک ہوٹل چھوڑا ہے اور وہ موافق اور ہوٹلوں کے جاری ہے یعنی اس میں کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں تو ان اشیاء کی خرید وفروخت اور ہوٹل کی نگرانی محض اس وجہ سے کہ بچے بالغ ہوکر اپنی چیز سے فائدہ اُٹھائیں بچوں کا چچا کرے یا اور کوئی کیونکہ ان بچوں کی ماں پردہ نشین ہے وہ نگرانی پورے طور سے نہیں کرسکتی؟

الجواب: اگر چچا تدین سے نگرانی پر قادر ہو اُس کے سپرد کیا جائے۔

← **أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها، ثم أم الأم، ثم أم الأب، ثم الأخت لأب وأم، ثم لأم، ثم لأم ...... ثم العصبات بترتيبهم يعني إن لم يكن للصغير أحد من محارمه من النساء واختصم فيه الرجال فالأهم به اقربهم تعصيبا ...... قالوا إذا لم يكن للصغير عصبة يدفع إلى الأخ لأم ثم إلى ولده ثم إلى العم لأم ثم إلى الخال لأب وأم ثم لأم.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۲۷۹-۲۸۷، كوئٹه ۴/ ۱۶۷-۱۶۹)

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۵۰۰-۵۰۲۔

تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۹۱-۲۹۴، إمدادية ملتان ۳/ ۴۶-۴۸۔

الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۲۶۳-۲۶۵، كراچي ۳/ ۵۶۳-۵۶۴۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

فـي رد المحتار: وإن لم يكن للصبي أب وانقضت الحضانة فمن سواه من العصبة أولى الأقرب فالأقرب (۱)، ج۲، ص ۱۰۵۶)

۲۴/رمضان ۱۳۳۱ھ (تتمۂ ثانیہ، ص ۷۸)

در تحقیق بعض مسائل مندرجۂ تتمۂ اولیٰ وثانیہ امدادالفتاویٰ

سوال (۲) (۱۴۰۲): قدیم ۲/ ۵۳۲- تتمہ جلد۲، ص ۷۸- چچا تدین سے نگرانی پر قادر ہو الخ غرض سوال از ولایت مال است نہ از حضانت صبی و ولایت مال عم را نمی رسد۔

(الولي في النكاح لا المال) قوله لا المال، فإن الولي فيه الأب و وصيه والجد و وصيه والقاضي و نائبه فقط شامي دون الأخ والعم ۱۲ شامی. قال الزيلعي: وأما ما عدا الأصول من العصبة كالعم والأخ لا يصح اذنهم ليس لهم أن يتصرفوا في ماله تجارة ۱۲ شامی. (۳)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۲۷۵، كراچي ۳/ ۵۷۱۔

(۲) **ترجمۂ سوال**: سوال کا مقصد ولایت مال سے ہے نہ کہ بچہ کی پرورش سے، ولایت مال چچا کو حاصل نہیں ہے۔

(۳) رد المحتار، كتاب المأذون، مبحث في تصرف الصبي ومن له الولاية وترتيبها، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۲۵۵، ۲۵۶، كراچي ۶/ ۱۷۴۔

ضروری ہدایت یہ سوالیہ مسئلہ گذشتہ مسئلہ سے متعلق ہے، چچا کو مال میں نگرانی اور حفاظت کا حق ہے؛ لیکن مالِ صبی میں تصرف کا حق نہیں ہے۔

وليس لمن سوى هؤلاء من الأم والأخ والعم وغيرهم ولاية التصرف على مال الصغير لأن الأخ والعم قاصرا الشفقة، وفي التصرفات تجري جنايات لايهتم لها إلا ذوالشفقة الوافرة، والأم وإن كانت لها وفور الشفقة لكن ليس لها كمال الرأي لقصورعقل النساء عادة، فلاتثبت لهن ولاية التصرف في المال، ولالوصيهن لأن الوصي خلف الموصي قائم مقامه، فلايثبت له إلابقدرماكان للموصي، وهوقضاء الدين الحفظ لكن عند عدم هؤلاء.

(الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۵/ ۱۶۱) شبیر احمد قاسمی عفااللہ عنہ

جد فاسد کے بعض صورتوں میں بچہ کی پرورش کے حق کا حکم

سوال (۱۴۰۳): قدیم ۲/۵۳۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جہانگیر کے ایک لڑکا ہے بعد میں جہانگیر کا انتقال ہوگیا اُس لڑکے کی ماں نے نکاح ثانی کرلیا سوتیلے لڑکے کا باپ اُس لڑکے کو تکلیف دیتا تھا اتفاقاً طاعون کی بیماری آئی لڑکے کی ماں بیمار ہوئی پہلے شوہر کا جو مال تھا اِدھر اُدھر دوسروں کے مکان پر رکھتی تھی لڑکے کے واسطے؛ بلکہ زیور جو تھا وہ آپا نے ماموں کے مکان پر رکھا تھا اس نیت سے لڑکے کی شادی میں صَرف ہوگا؛ بلکہ دو تین برس پہلے سے یہ اشیاء رکھیں تھیں جب وہ بیمار ہوئی تو اُس نے اپنے ماموں کو بُلایا اس لڑکے اور مال کے سپرد کرنے کے واسطے مگر امور ضروریہ کی وجہ سے جا نہ سکی بروقت انتقال کے پہلے خاوند کو روپیہ و مال وغیرہ ولڑکا نابالغ برادری کو سپرد کیا اور اس خاوند کا جو مال تھا وہ اس خاوند کے سپرد کیا اس طرح سے کہا کہ یہ مال تمھارا ہے اور یہ مال لڑکے کا ہے سو اب اس یتیم لڑکے اور مال کا پرورش کنندہ ونگراں کون ہوسکتا ہے یعنی شوہر ثانی ہوسکتا ہے یا لڑکے کا نانا یا ماموں یا غیر برادری جس کو کہ سپرد کیا؟

الجواب: في الدرالمختار: ثم إذا لم، تكن عصبة فلذي الأرحام فتدفع للأخ لأم ثم لابنه، ثم للعم لأم، ثم للخال لأبوين، ثم لأم برهان وعيني وبحر، وكتاب الحضانة. في ردالمحتار: قولا: فتدفع لأخ لأم كان ينبغي أن يذكر أولا الجد لأم ففي الهندية أنه أولىٰ من الأخ لأم والخال. (۱)

---

(۱) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۲۶۴-۲۶۵، كراچي ۳/۵۶۴-

أبوالأم أولي من الخال ومن الأخ لأم، كذا في السراج الوهاج. (هندية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة، مكتبه زكريا ديوبندقديم ۱/۵۴۲، جديد ۱/۵۹۳)

منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۲۸۷، كوئٹه ۴/۱۶۹-

و في الدر المختار: كتاب الهبة، وإن وهب له أجنبي يتم بقبض وليه وهو أحد أربعة الأب ثم وصيه ثم الجد ثم وصيه وإن لم يكن في حجرهم وعند عدمهم تتم بقبض من يعوله كعمه وأمه وأجنبي ولو ملتقطا لو في حجرهما وإلا لا لفوات الولاية.(۱) اه

بنابر روایۃ مذکورہ جن رشتہ داروں کا ذکر سوال میں لکھا ہے اُن میں لڑکے کے نانا کو حق پرورش ہے اور اُس کو مال سپرد کیا جاوے گا۔

لأن تقديم الوصى على المربي مخصوص بوصي الأب والجد.

مگر شرط یہ ہے کہ وہ قبول کرے اور معتبر اور شفیق بھی ہو۔ فقط واللہ اعلم

۲۳/ رمضان ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص ۷۶)

اولاد کی تربیت میں ضابطہ اور ان کے نکاح کا اہتمام

سوال (۱۴۰۴): قدیم ۲/ ۶۴۰ - اولاد کی پرورش والدین کے ذمہ پر کہاں تک ہے عام اس سے کہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ لڑکیوں کی شادی کرنے کا کوئی تاکیدی حکم خاص ہے یا نہیں اور بصورت تاخیر کوئی گناہ بھی لازم آتا ہے اگر ہے تو کس قدر بروئے نص قرآنی جدا جدا علیٰ ہذا حدیث سے بھی جواب دیں؟

الجواب: سوال پرورش کا جواب بایں تفصیل ہے کہ اگر اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی دو حال سے خالی نہیں، ایک حال یہ کہ وہ مالدار ہوں یعنی کسی طور اُن کی ملک میں مال آ گیا ہو خواہ بطور ہبہ کے یا بطور میراث کے سو اس حالت میں تو اُن کا نان ونفقہ خود اُن کے مال میں واجب ہے (۲) والدین کے ذمہ صرف انتظام کرنا ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الهبة، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۴۹۹-۵۰۰، كراچي ۵/ ۶۹۵۔

وإن وهب له أجنبي يتم بقبض وليه أراد بالولي هنا واحدا من أربعة وهو الأب ووصيه والجد ووصيه...... وتتم الهبة بقبض الأم أو الأجنبي بشرط أن يكون في حجر القابض.

(البحر الرائق، كتاب الهبة، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۴۹۱، كوئٹه ۷/ ۲۸۸-۲۸۹)

تبيين الحقائق، كتاب الهبة، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۵۸-۵۹، إمدادية ملتان ۵/ ۹۶۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **قيد بالفقير لأن الصغير إذا كان له مال فنفقته في ماله.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۳۴۱، كوئٹه ۴/ ۲۰۱) ←

دوسرا حال یہ ہے کہ وہ مالدار نہ ہوں پھر اس مالدار نہ ہونے کی حالت میں دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ کہ وہ بالغ ہوں۔ دوسری صورت یہ کہ وہ نابالغ ہوں بالغ ہونے کی صورت میں دو احتمال ہیں:

ایک احتمال یہ کہ اپنے لئے محنت مزدوری و نوکری چاکری کر سکتے ہوں۔ اِس میں بھی خود ان کا نان ونفقہ انہیں کے ذمہ ہے (۱) ماں باپ کے ذمہ نہیں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ کھانے کمانے پر قادر نہیں اس میں حکم مثل نابالغ کے ہے جو آئندہ معلوم ہوتا ہے یہ دونوں احتمال تو بالغ ہونے کی صورت میں تھے اور نابالغ ہونے کی صورت میں دو شقیں ہیں:

ایک شق یہ ہے کہ باپ زندہ ہو، دوسری صورت یہ کہ باپ زندہ نہ ہو، اگر باپ زندہ ہو تو صرف باپ کے ذمہ نان ونفقہ ہے ماں کے ذمہ کچھ نہیں؛ البتہ دودھ پلانا بروئے فتویٰ ودیانت ماں کے ذمہ واجب ہے اور بروئے حکم وقضا جبر نہیں ہوگا، اگر بچہ کسی اور کا دودھ نہ پیئے اُس وقت ماں پر جبر بھی کیا جائے گا اور اگر باپ زندہ نہ ہو تو ماں کے ذمہ ہے اور اگر بچہ کے اور اقارب ذی رحم محرم بھی ہوں تو سب پر تقسیم ہوگا دلیل ان سب دعووں کی درمختار کی یہ عبارت ہے۔

ویجب النفقة لطفله یعم الأنثیٰ والجمع وفیه. و في المنیة : أب معسر وأم موسرة تومر الأم بالانفاق، فیکون دینا علی الأب وفیه وکذا تجب لولده الکبیر العاجز عن الکسب لایشارکه أي الأب ولو فقیرا أحد في ذلک کنفقة أبویه وعرسه. (۲)

← النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب النفقة، مکتبه زکریا دیوبند ۲/ ۵۱۸۔

وتقیید بالطفل والفقیر یفید عدم وجوبها إذا کان الولد غنیا أو کبیرا وهذا صحیح لأن الغني یأکل من مال نفسه. (تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب النفقة، مکتبه زکریا دیوبند ۳/ ۳۲۵)

الدرالمختار مع الشامي، کتاب الطلاق، باب النفقة،مطلب الصغیر والمکتسب نفقة في کسبه لاعلی أبیه، مکتبه زکریا دیوبند ۵/ ۳۳۶-۳۳۷، کراچي ۳/ ۶۱۲۔

(۱) قوله: الفقیر أي إن لم یبلغ حد الکسب فإن بلغه کان للأب أن یؤجره أو یدفعه في حرفة لیکتسب وینفق علیه من کسبه. (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الصغیر والمکتسب نفقة في کسبه لاعلی أبیه، مکتبه زکریا دیوبند ۵/ ۳۳۶-۳۳۷، کراچي ۳/ ۶۱۲)

(۲) الدر المختار مع الشامي، کتاب الطلاق، باب النفقة، مکتبه زکریا دیوبند ۵/ ۳۳۶-۳۴۲، کراچي ۳/ ۶۱۲-۶۱۵۔ ←

وأيضا فيه وليس علىٰ أمه أرضاع قضاء بل ديانة إلا إذا تعينت فتجبر كما هو في الحضانة (١) وفيه عن البحر له أم وعم فكإر ثهما. قال: ولوله أم وعم وأبو أم هل تلزم الأم فقط أم كالإرث الاحتماله (٢). ا ه

اورسوال حکم تاکیدی شادی کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم قرآن میں بھی ہےاورحدیث میں بھی عام طور سے ہے کہ لڑکا لڑکی دونوں کوشامل ہےاورلڑکیوں کے لئے خصوصیت سے بھی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: وانكحو الأيامى منكم. الآية. (٣)

ایامی جمع ایم کی ہےشرّ اح حدیث نے تصریح کی ہے:

الأيم من لازوج لها بكرا كانت أوثيبا و يسمى الرجل الذي لازوجة له أيما. (۴)

← **في الذخيرة إن كان الأب معسرا والأم موسرة أمرت أن تنفق من مالها على الولد فيكون دينا ترجع عليه إذا أيسر لأن نفقة الصغير على الأب...... وأطلق في قوله: "في نفقة الولد" فشمل الصغير والكبير الزمن.** (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٣٥٣-٣٥٦، كوئٹه ٤/٢٠٨-٢٠٩)

مجمع الأنهر مع سكب الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه دارالكتب العلمية بيروت ٢/١٩١-١٩٤۔

(١) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في إرضاع الصغير، مكتبه زكريا ديوبند٥/٣٤٧، كراچي ٣/٦١٨۔

ولاتجبر أمه على إرضاعه إلا إذا تعينت الأم للإرضاع بأن لايجد الأب من يرضعه أو كان الولد لايأخذ ثدي غيرها. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٩٢)

البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند٤/ ٣٤٢، كوئٹه ٤/٢٠٢۔

النهر الفائق، كتاب الطلاق، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٥١٨-٥١٩۔

(٢) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه زكريا ديوبند٥/٣٦٠، كراچي ٣/٦٢٦۔

(٣) سورة النور: ٣٢۔

(۴) مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة، مكتبه إمدادية ملتان ٢/١٣٦، ٦/٢٠٤۔ ←

أيضا وفي المشكوٰة: الفصل الثاني، من باب تعجيل الصلوٰة عن علي رضي الله أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يا علي! ثلاث لا تؤخرها الصلوٰة إذا انت والجنازة إذا حضرت والأيم إذا وجدت لها كفوا. رواه الترمذى. (۱) وفيها الفصل الثالث، من باب الولي في النكاح. عن أبي سعيد وابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ من ولد له ولدا فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه وعن عمر بن الخطاب وأنس بن مالک عن رسول الله ﷺ قال في التوراة مكتوب من بلغت ابنته إثنتیٰ عشرة سنة ولم يزوجه فأصابت اثما فاثم ذلک عليه رواهما البيهقى في شعب الإيمان. (۲)

ان روایات سے اِس حکم کا مؤکد ہونا معلوم ہوا اور مؤکد کا ترک موجبِ مواٴخذہ ہوتا ہے اور گناہ کی مقدار بھی اخیر کی حدیثوں سے معلوم ہوگئی کہ درصورت تاخیر جس گناہ میں یہ اولاد مبتلا ہوگی خواہ نگاہ کا یا کان کا یا زبان کا یا دل کا اتنا ہی گناہ اِس صاحبِ اولاد کو ہوگا۔ واللہ اعلم

۳/شعبان ۱۳۲۲ھ (امداد جلد دوم صفحہ ۷۷)

← شرح الطيبي، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۲۰۷۔

(۱) مشكاة شريف، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة، مكتبه اشرفية ديوبندص: ۶۰، رقم: ۶۰۵۵۔
ترمذي شريف، ابواب الجنائز، باب ما جاء في تعجيل الجنازة، النسخة الهندية ۱/۲۰۶، دارالسلام رقم: ۱۰۷۵۔

(۲) مشكاة شريف، كتاب النكاح، باب الولي في النكاح وإستئذان المرأة، مكتبه اشرفية ديوبند ص: ۲۷۱، رقم: ۲۹۹۶-۲۹۹۷۔
شعب الإيمان، باب في حقوق الأولاد والأهلين، دارالكتب العلمية بيروت ۶/۴۰۱، رقم: ۸۶۶۶- ۶۴۰۲، رقم: ۸۶۷۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/ کتابُ الحُدود والتَّعْذیر

تعدد وطی سے تعدد عُقر کا لازم ہونا

سوال (۱۴۰۵): قدیم۲/۵۳۵- کسی کی زوجہ بوجہ اجراء کلمۂ کفر نکاح سے باہر ہوگئی مگر پھر بعد چندے تجدید نکاح کر لیا تو تجدید سے قبل اگر وطی ہے تو عقر دینا پڑے گا۔ یا زنا محض موجب حد ہے۔ ظاہر تو شقِ ثانی ہے بالخصوص جبکہ حرمت سے کوئی واقف بھی تھا پھر ایسا کیا اگر عقر دینا پڑے تو ہر وطی کے مقابلہ میں عقر ہے یا جتنی کیا ہوا ایک ہی عقر ہے اور بر تحقیق ہندوستان کے دار الحرب ہونے کے کیا حکم ہے؟ کیا عقر اور حد دونوں ساقط ہو جائیں گے یا کیا ہوگا؟

الجواب: اس صورت میں حد نہیں ہے۔

في العالمگيرية: كتاب الحدود، الباب الرابع، إرتدت المرأة والعياذ بالله وحرمت عليه أوحرمت بجماع أمها أوابنتها أولمطاوعة ابن الزوج، ثم جامعها وقال علمت أنها علي حرام لاحد عليه. اه (۱)

---

(۱) عالمگيرية، كتاب الحدود، الباب الرابع في الوطء الذي يوجب الحد والذي لايوجبه، مكتبه زكريا ديوبند قديم۲/۱۴۸، جديد ۲/۱۶۱۔

خانية على هامش الهندية، كتاب الحدود، مكتبه زكريا قديم ۳/۴۶۷-۴۶۸، جديد ۳/۳۴۳۔

لاحد بلازم بشبهة المحل، وإن ظن حرمته كوطء أمة ولده وولد ولده ومعتدة الكنايات (إلى قوله) وزوجة حرمت بردتها أو مطاوعتها لابنه أو جماعه لأمها أو بنتها. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، مكتبه زكريا ديوبند ۶/۲۶-۲۹، كراچي ۴/۱۹-۲۱)

عن الشعبي أن عليا رضي الله عنه فرق بينهما وجعل لها الصداق بما استحل من فرجها، وقال: إذا إنقضت عدتها فإن شاء ت تزوجه فعلت. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الحدود، باب الاختلاف في مهرها وتحريم نكاحها على الثاني، دار الفكر بيروت ۸/۴۲۶، رقم: ۱۵۹۶۱)

رہا وجوب عقر تو گواس جگہ کو دار الحرب کہا جائے مگر عقر حق العبد ہے ہر موطن میں اس کا وجوب یکساں ہوگا (۱) رہی تخصیص دار الاسلام کی اِس بناء پر ہے کہ دار الحرب میں ولایۃ الزام عن الامام نہیں باقی وجوب دیانۃً خود الزام قاضی پر موقوف نہیں یہ جواب کلیات شرع سے دیتا ہوں جزئی نہیں دیکھی دونوں کو جدا کریں اور عقر متعدد وطیات سے متعدد ہوگا۔

في العالمگيرية: كتاب النكاح، الفصل الثالث عشر الأصل أن الوطئ متى حصل عقيب شبهة الملک مرارا لم يجب إلا مهر واحد؛ لأن الوطئ الثاني صادف ملكه ومتى حصل الوطئ عقيب شبهة الإشتباه مرارا يجب لكل وطئ مهر على حدة وفيها ولو وطئ المعتدة عن الطلقات الثلث وادعى الشبهة (إلىٰ قوله) وإن ظن أن الطلقات واقعة لكن ظن ان وطيها حلال فهذا الظن في غير موضعه فيلزمه بكل وطئ مهر. (۲)

فقط واللہ اعلم (امداد ج ۲ ص ۸۱)

متعہ کرنے والے پر حد لازم نہ ہونا

سوال (۱۴۰۶): قدیم ۲/۵۳۵- حال میں ایک ترجمہ موطا جس کا نام **كشف الغطا عن كتاب المؤطاء.** مترجمہ مولوی وحید الزماں خاں حیدر آبادی میری نظر سے گزرا اُس میں مترجم نے

---

(۱) **وأراد المصنف أن يكون المهر لها عليه بذلک قضىٰ علي رضي الله عنه خلافاً لعمر رضي الله عنه حيث جعله في بيت المال كأنه جعله حق الشرع لما أن الحد حق له وهذا كالعوض عنه. والمختار قول علي رضي الله عنه؛ لأن الوطء كالجناية عليها وأرش الجنايات للمجني عليه.** (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۲۴-۲۵، كوئٹه ۵/۱۵)

تبيين الحقائق، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۵۷۴-۵۷۵، قديم ۳/۱۷۹۔

(۲) هندية، كتاب النكاح، الفصل الثالث عشر في تكرار المهر، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۳۲۴، جديد ۱/۳۹۰۔

البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۲۹۵-۲۹۶، كوئٹه ۳/۱۶۹۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حدیث متعہ کے متعلق تحت میں لکھا ہے کہ بالاتفاق متعہ کرنے والے پر زنا کی حد لازم نہیں آتی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب متعہ حرام ہوگیا تو متعہ کرنے والے پر کیوں زنا کی حد نہ عائد ہوگی کیونکہ حرام جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو فعل متعہ کے ذریعہ سے کیا جاوے زنا کی حد تک نہیں پہنچا۔ اس کے متعلق جو جناب کی رائے ہو اُس سے اطلاع بخشی جاوے؛ کیونکہ بعض لوگ اس غلط فہمی میں پڑے ہیں کہ ممتوعہ سے صحبت کرنا زنا میں داخل نہیں ہے؟

الجواب: **في العالمگيرية: أو تزوجها متعة لايجب الحد الخ. ج:۳، ص: ۹۴. (۱) وفي رد المحتار: تحت قول الدرالمختار: الموجب للحد قيد به لأن الزنا في اللغة والشرع بمعنى واحد (إلىٰ قوله) فإن الشرع لم يخص إسم الزنا بما يوجب الحد بل بما هو أعم والموجب للحد بعض أنواعه ولو وطئ جارية ابنه لايحد للزنا ولايحد قاذفه بالزنا فدل على إن فعله زنا، وإن كان لايحد به و تمامه في الفتح. ۳/۲۱۷ (۲)۔ وفي الدرالمختار: ولاحد أيضا لشبهة العقد أي عقد النكاح عنده أي الإمام كوطئ محرم نكحها. ج:۳، ص: ۲۳۶. (۳)**

---

(۱) هندية، كتاب الحدود، الباب الرابع في الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱۴۸/۱، جديد ۱۶۱/۲۔

خانية على هامش الهندية، كتاب الحدود، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۴۶۷/۳-۴۶۸، جديد ۳۴۳/۳۔

ومحلية النكاح وان عدمت عن المحارم بدليل لكن بقيت شبهتها كما في نكاح المتعة فيندرئ به الحد. (مجمع الأنهر، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لايوجبه، دار الكتب العلمية بيروت ۳۴۹/۲)

(۲) رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب: الزنا شرعًا لا يختص بما يوجب الحد بل أعم، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۶، كراچي ۴/۴۔

(۳) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، مكتبه زكريا ديوبند ۳۲/۶، كراچي ۲۳/۴۔

لا يجب الحد بوطء امرأة محرم له عقد عليها عند أبي حنيفةؒ. (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لايوجبه، مكتبه زكريا ديوبند ۲۵/۵، كوئٹه ۱۵/۵)

ان روایات میں تصریح ہے کہ ہر زنا میں حد نہیں ہوتی اور حد لازم نہ ہونے سے اُس کا زنا نہ ہونا لازم نہیں آتا؛ چنانچہ ماں سے نکاح کر کے صحبت کرنا موجب حد نہیں؛ حالانکہ بالیقین زنا ہے اس کے حلال ہونے کا کب شبہ ہوسکتا ہے اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ حد ادنیٰ سے ادنی شبہ یا مشابہت عقد اور اُس کی صورت سے بھی دفع ہوجاتی ہے (۱) اگرچہ حقیقت عقد کی یقیناً منفی ہو پس ممتوعہ سے صحبت کرنا یقیناً زنا میں داخل ہے اگرچہ اُس سے حد لازم نہ آوے۔

۲۷/ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ (تتمۂ ثانیہ، ص ۱۹۱)

مدارس کے جرمانہ کا حکم

(۲) **سوال** (۱۴۰۷): قدیم ۲/ ۵۳۶- حسب قانون انگریزی اگر از متعلمین خطائے مثلاً غیر حاضری وغیرہ رونما آید جرمانہ کردہ می شود ایں معاملہ درست است یا نہ؟

(۳) **الجواب**: بلا تاویل جائز نیست عندالحنفیہ مگر تاویلش بدیں سان تواند شد کہ دراں ماہ اجرت عمل بمقدار جرمانہ زائد مقرر گفتہ شود۔ (۴)

۴/ ربیع الثانی، ۱۳۳۱ھ (حوادث اول وثانی، ص ۱۷)

---

(۱) **عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إدرؤوا الحدود عن المسلمين ما استطعتم، فإن كانه له مخرج فخلوا سبيله، فإن الإمام أن يخطئ في العفو خير من أن يخطئ في العقوبة.** (سنن الترمذي، أبو اب الحدود، باب ما جاء في درء الحدود، النسخة الهندية ۱/ ۲۶۳، دارالسلام رقم: ۱۴۲۴)

أخرج الإمام أبو حنيفة عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إدرؤوا الحدود بالشبهات. (مسند الإمام الأعظم أبي حنيفة، مكتبه امدادية رقم الحديث: ۱۲۷) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **ترجمۂ سوال کا خلاصہ**: اگر طلباء سے کوئی غلطی مثلاً غیر حاضری وغیرہ سرزد ہوجائے تو انگریزی قانون کے مطابق جرمانہ کیا جاتا ہے، یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

(۳) **ترجمۂ جواب کا خلاصہ**: حنفیہ کے نزدیک بلا تاویل جائز نہیں ہے، مگر اس صورت میں یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ اس مہینہ میں جرمانہ کی مقدار کے برابر عمل کی اجرت زائد مقرر کردی جائے۔

(۴) **عن علي بن زيد عن أبي حرة الرقاشي عن عمه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم** ←

رعایہ پر جرمانہ کا حکم

سوال (۱۴۰۸): قدیم ۲/ ۵۳۷- زمیندار اپنی زمینداری میں باشندوں پر جس کو رعیت کہتے ہیں خصوصاً چھوٹی قوم پر عدول حکمی یا اُن کے باہم تکرار کے موقع پر جرمانہ کرتے اور اپنے مصرف میں لاتے ہیں کچھ اُس گاؤں کے پیادہ کو بھی دیتے ہیں لیکن انگریزی قانون اس کی اجازت نہیں دیتا ایسی حالت میں یہ فعل زمیندار کا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر جواز مصرف اُس کا مصرف مذکور ہے یا کچھ اور؟

الجواب: اس کا لینا مصارف مذکورہ میں صرف کرنا سب ناجائز ہے۔ (۱)

۱۸/ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ (حوادث اول وثانی ص ۱۸)

← **قال: ألا لا يحل مالإمرئ مسلم إلا بطيب نفس منه.** (شعب الإيمان للبيهقي، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٣٨٧، رقم: ٥٤٩٢)

مسند أحمد بيروت ٥/ ٧٢، بيبت الأفكار رقم: ٢٠٩٧١ ـ

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ١٠٦، كراچي ٤/ ٦١)

البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٦٨، كوئٹه ٥/ ٤١

الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٧/ ٣٥٤ ـ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **عن علي بن زيد عن أبي حرة الرقاشي عن عمه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ألا لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه.** (شعب الإيمان للبيهقي، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٣٨٧، رقم: ٥٤٩٢)

مسند أحمد بيروت ٥/ ٧٢، بيبت الأفكار رقم: ٢٠٩٧١ ـ

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. وفي شرح الآثار التعزير بالمال كان في إبتداء الإسلام، ثم نسخ والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ١٠٦، كراچي ٤/ ٦١)

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (رد المحتار، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٦٨، كوئٹه ٥/ ٤١) ←

بعض احکام جرمانہ متعارفہ بعض اقوام

سوال (۱۴۰۹): قدیم۲/ ۵۳۷- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم مؤمن اور مسلمان ہے مگر جب اس قوم کا کوئی فرد برادری کا قصوروار ہوتا ہے جو شرعاً ناجائز ہے تو اُس کا فیصلہ پنچان قوم کرتے ہیں۔ مسجد پر اکھٹے ہوتے ہیں اور چند اشخاص اُن میں سے مسجد کے اندر جاکر اُس قصوروار کے بارے میں جرمانہ کا مشورہ کرتے ہیں اور باہر آکر اُس کواور ساری قوم کو سُناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے شخص یا تو تُو ساری برادری کو کھانا کھلا ورنہ تیرے اوپر سو روپیہ جرمانہ اور قوم سے خارج اور یا صرف جرمانہ ہی جرمانہ کرتے ہیں۔ غرض سو اور پچاس روپیہ سے کم نہیں کرتے اب جو بیچارے غریب دو آنہ کے مزدور ہوتے ہیں تو وہ بیچارے کئی کئی سال تک قوم سے باہر پڑے رہتے ہیں نہ اُن کے پاس جرمانہ ہو نہ وہ قوم میں داخل ہوں اور اگر کبھی وہ غریب خالی ہاتھ جاکر قوم کے سامنے ہاتھ جوڑتے بھی ہیں تو اُن کو یہی جواب ملتا ہے کہ جرمانہ لیکر آؤ۔ وہ بیچارے غریب مایوس ہوکر اُلٹے چلے جاتے ہیں اور پھر مجبور ہوکر اپنی جائداد پر یا سامان پر نظر ڈالتے ہیں یا تو اُس کو رہن رکھتے ہیں یا بیچ ڈالتے ہیں اور یا سود پر لاتے ہیں اور پھر اُس روپیہ کو لاکر قوم کا جرمانہ یا تو ادا کرتے ہیں یا ساری قوم کو کھلاتے ہیں اور نقد جرمانہ دیتے ہیں تو سردار لیکر اُس روپیہ کو پھر مشورہ کرتے ہیں تو پھر یہی صلاح قرار پاتی ہے کہ اس روپیہ کے برتن بنائے جائیں۔ غرض کبھی دیگ منگائی جاتی ہے اور کبھی طباق بنائے جاتے ہیں اور پھر ان برتنوں کو ساری قوم بیاہ شادی میں استعمال کرتی ہے اور جو بعض استعمال میں نہیں لاتے وہ یہ کہتے ہیں کہ ان برتنوں کا استعمال کرنا شریعت کے نزدیک بُرا ہے۔

اب علمائے دین ومفتیان شرع متین سے گزارش والتماس اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کو وہ کھانا کیسا اور جرمانہ مسلمانوں کو کرنا کیسا اور پھر مسلمانوں کو وہ جرمانہ وصول کرنا کیسا اور پھر اُس روپیہ کے برتنوں کو استعمال میں لانا کیسا اور پھر اُن میں جو کھانا پکایا جاتا ہے وہ کھانا کیسا اور مکروہ تنزیہی ہے یا کہ مکروہ تحریمی یا حرام کس حد تک؟

← مجمع الأنهر، كتاب الحدود، فصل في التعزير، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ٣٧١۔

هندية، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٢/ ١٦٧، جديد ٢/ ١٨١۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: ایسا کھانا کھانا اور اس طرح جرمانہ کرنا یا اُس کا وصول کرنا یا اُس روپیہ کے برتنوں کا استعمال کرنا یہ سب حرام ہے۔(۱)

۳/ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ (حصہ ثالثہ، ص ۱۵۹)

ہندو کے بچوں پر قرآن کریم جلا دینے کی سزا لازم کرنا

(۲) **سوال** (۱۴۱۰): قدیم ۲/ ۵۳۸- بعد از نیاز و السلام علیکم۔ ایں کہ ہولی روز عید ہندوان ست

---

(۱) **عن علي بن زيد عن أبي حرة الرقاشي عن عمه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ألا لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه.** (شعب الإيمان للبيهقي، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٣٨٧، رقم: ٥٤٩٢)

مسند أحمد بيروت ٥/ ٧٢، بيبت الأفكار رقم: ٢٠٩٧١ـ

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. ...... **وفي شرح الآثار التعزير بالمال كان في إبتداء الإسلام، ثم نسخ. والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال.** (رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ١٠٦، كراچي ٤/ ٦١)

البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٦٨، كوئٹه ٥/ ٤١ـ

لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي، لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقة، اشرفية ص: ١١٠)

الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الغصب، مكتبه زكريا ديوبند ٩/ ٢٩١، كراچي ٦/ ٢٠٠ـ

الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٨/ ٢٩٦. **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) **ترجمۂ سوال کا خلاصہ**: بعد آداب اور سلام عرض یہ ہے کہ ہولی ہندوؤں کی عید کا دن ہے، اس دن میں شراب خوری اور کھیل کود میں بازی لگاتے ہیں، ہندوؤں کے محلّہ کے قریب ایک مسجد ہے، اس مسجد میں کھڑکی کے اندر قرآن شریف رکھا ہوا تھا، مسجد کی کھڑکی پر رکھے ہوئے قرآن کریم کو ہندوؤں کے بچوں نے باہر لا کر جلا دیا جلے ہوئے اوراق مسلمانوں کے ہاتھ آگئے تو مسلمانوں نے سرکار کو اس کی شکایت پہنچائی، ہندو وکیل اور دیگر ہندو لوگ مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں کہ اس مقدمہ کو ختم کر دو جو کچھ تمہارے ←

دریں روز شراب خواری ولہو ولعب بازی می کنند مسجدے است متصل بمحلہ ہندوان اندروں مسجد در دریچہ قرآن شریف داشتہ بود کودکانِ ہندواز دریچہ برداشتہ بیرون مسجد بآتش سوختند اوراق سوختہ بدست اہل اسلام آمدند از حسرت بسرکار را استغاثہ کردند مقدمہ دائر است وکیل ہنود و ہنود اہلِ اسلام را گفتند کہ مقدمہ رابگزارید ہرچہ مذہبِ شما فیصلہ کند مایان راقبول ست اہل اسلام مرایں بندہ راطلبید ہ طلب حکم شرعی نمود گفتم کہ ازیں مسئلہ ناواقفم بعلماء نویسم ہرچہ فتویٰ آید حاضر خواہم کرد تا آمدن فتویٰ مہلت از سرکار گرفتہ اند حضرت چونکہ معاملہ بس گران ست بحوالہ کتب فتویٰ تحریر فرمایند تا کہ علماء ایں نواح را اگر حوالہ طلبندہ حاضر نمایم و منصفانِ جانبین و وکلاء ہم بغیر حوالہ مشکل قبول کنند اگر بالفرض والتقدیر ہمیں بےحرمتی از ہنود بالغین ثابت شود پس چہ حکم است در سکر چناں و در صحو چناں؟

الجواب (۱): في الدر المختار: الصغر لا يمنع وجوب التعزير فيجري بين الصبيان. وفي رد المحتار عن البحر: مراهق شتم عالما فعليه التعزير. ۵۱

← مذہب کے مطابق فیصلہ کیا جائے ہم کو منظور ہے مسلمانوں نے اس بندہ کو طلب کیا اور حکم شرعی معلوم کیا ہے کہ اس مسئلہ سے ہم ناواقف ہیں علماء کو ہم نے لکھا ہے کہ جو کچھ بھی فتوی آئے گا حاضر کر دیا جائے گا، فتوی آنے تک سرکار سے مہلت لی گئی ہے۔ حضرت چونکہ معاملہ بہت مشکل ہے کتابوں کے حوالہ سے فتوی تحریر فرمائیں؛ اس لئے کہ علماء اس پہلو کو اگر طلب کردہ حوالہ کے مطابق نہیں پائیں گے اور جانبین کے ذمہ داران اور وکلاء بھی بغیر حوالہ کے مشکل سے قبول کریں گے، اگر بالفرض والتقدیر یہی بےحرمتی بالغ ہندوؤں سے ہو جائے تو کیا حکم ہے حالت نشہ میں کیا حکم ہے اور حالت صحت میں کیا حکم ہے۔

(۱) **ترجمۂ جواب کا خلاصہ**: ان روایات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) نابالغ ہونا مانع تعزیر نہیں ہے۔ (۲) نشہ کی حالت میں ہونا مانع تعزیر نہیں ہے۔ (۳) صورت مسئولہ میں سزا لازم ہے۔ (۴) مقدار سزا شرعاً متعین نہیں ہے حاکم کی رائے پر موقوف ہے۔ (۵) حاکم پر لازم ہے کہ جرم کا درجہ اور مجرم کی حالت کو دیکھیں اور دونوں معاملوں میں خوب غور وفکر کریں اور ایسا مصلحتی فیصلہ مقرر کریں کہ جس سے مقصد تعزیر حاصل ہو جائے اور جرم کی ایسی سزا جس سے دیکھنے والوں کو عبرت حاصل ہو جائے اور خاص طور دین اسلام کے شعار کا احترام باقی رہے یہی مصلحت بہتر ہے اور زیادہ واضح ہے جو واقعہ کے مطابق ثابت ہو جائے اور ایک عظیم جماعت اضطراب اور پریشانی میں گھری ہوئی ہے، اگر معتدبہ سزا تجویز نہ ہوئی تو شعائر اسلام کی بےحرمتی اور مسلمانوں کے غیظ وغضب اور دل شکنی نیز آئندہ چل کر عظیم فتنہ اور فساد کا سبب بنے گا۔ ←

والظاهر: أن المراهقة غير قيد تأمل وفيه يشكل عليه (أي على تقئيده بحق العبد) ضربه على ترك الصلوٰة بل ورد أنه بضرب الدابة على النفار لا على العثار. ج:۳، ص: ۳۹۲. (۱)

وفي العالمگيرية: وكذلك يمنعون عن السكر لأنهم لايستحلونه وإنما يستحلون أصل الشرب الخ. كذا في الذخيرة. ج:۳، ص: ۱۵۶. (۲)

و في الدر المختار: والتعزير ليس فيه تقدير بل هو مفوض إلىٰ رأي القاضي وعليه مشائخنا زيلعي؛ لأن المقصود منه الزجر وأحوال الناس فيه مختلفة بحر. وفي رد المختار: وقال الزيلعي: وليس في التعزير شئ مقدر وإنما هو مفوّض إلىٰ رأي الإمام على ما تقتضي جنايتهم، فإن العقوبة فيه مختلف باختلاف الجناية (إلىٰ قوله) وكذا ينظر في أحوالهم فإن من الناس من ينزجر باليسير ومنهم من لاينزجر إلا بالكثير .اه ج:۳، ص: ۲۷۶. (۳)

← اس کے ساتھ سائل کے پاس ایک خط بھی روانہ کیا گیا جو درج ذیل ہے:

السلام علیکم: قرائن سے یہ سمجھ میں آیا کہ ہندو وکلاء کو کتابوں کے مطالعہ سے یقین ہے کہ شرعی سزا اس جرم میں قانونی سزا سے کم ہے، اسی وجہ سے شرعی سزا پر راضی ہیں اور شرعی سزا حاکم کی رائے پر موقوف ہے اور حکام کی حالت معلوم ہے؛ اس لئے اندیشہ ہے کہ ہلکی سزا تجویز کی جائے کہ مصلحت سزا بھی حاصل نہ ہو؛ لہٰذا احقر کی رائے یہ ہے کہ اگر عقلاء بھی اتفاق کریں تو اس درخواست کو قبول نہ کیا جائے اور یہ شریعت کو رد کرنا نہیں ہے؛ بلکہ اس بناء پر کہ مکمل سزا کی مصلحت حاصل ہونے کی امید نہیں ہے؛ لہٰذا امر غیر شرعی کو رد کرنا ہے اور حکام سے قانونی سزا جاری کرنے کی درخواست کی جائے اس سے صحیح سزائے شرعی مرتب ہونے کی امید ہے۔

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في تعزير المتهم، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ١٣٠-١٣١، كراچي ٤/ ٧٨۔

(۲) عالمگيرية، كتاب السير، فصل في إحداث البيع والكنائس وبيت النار، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٢/ ٢٥٢،جديد ٢/ ٢٦٦۔

(۳) الدر المختار مع الشامي، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند٦/ ١٠٦-١٠٧، كراچي ٤/ ٦٢۔

البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٦٨، كوئٹه ٥/ ٤١۔

تبيين الحقائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٦٣٤، امدادية ملتان ٣/ ٢٠٨. شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

از یں روایات امور ذیل مستفاد شد:

(۱) نا بالغ بودن مانع تعزیر نیست ۔(۲) در نشہ بودن مانع تعزیر نیست ۔ (۳) در فعل مسئول عنہ تعزیر واجب است ۔ (۴) مقدار تعزیر شرعاً مقدر نیست مفوض برائے حاکم است ۔ (۵) بر حاکم واجب است کہ مرتبہ جنایت وحالت جانی را ببیند و در ہر دو امر امعان نظر ابکار بردہ چنیں سیاست تجویز کند کہ مقصود تعزیر کہ انزجار از چنیں جنایت وعبرت مر ناظرین را وحفظ احترام شعار دین در خصوص واقعہ است از یں سیاست حاصل آید و ظاہر است کہ واقعہ از بس ہائل و در اضطراب انداز جماعتی عظیمہ است اگر سزائے کافی تجویز نہ شد موجب بے وقعتی شعائر اسلام و موجب کسر قلوب و مہیج غیظ اہل اسلام و مورث مفاسد و فتن عظیمہ در زمان مستقبل خواہد بود ۔ ۱۵/ رمضان ۱۳۴۰ھ

(اس کے ساتھ سائل کے پاس ایک خط بھی روانہ کیا گیا جو درج ذیل ہے):

السلام علیکم: از قرائن چناں بدل می آید کہ وکلاء ہنود از مطالعہ کتب یقین نمودہ اند کہ سزائے شرعی دریں جنایت اخف است از سزائے قانونی از ہمیں سبب بر سزائے شرعی رضا دادہ اند و سزائے شرعی مفوض است برائے حاکم وحال حکام معلوم است ؛ لہٰذا اندیشہ است کہ سزائے خفیف تجویز کند کہ مصلحت انزجار ہم حاصل نہ شود؛ لہٰذا رائے احقر آن ست کہ اگر عقلاء ہم اتفاق کنند ایں درخواست را قبول نہ نمایند وایں رد شریعت نیست بلکہ چوں اُمید نیست کہ مصلحت انزجار حاصل شود؛ لہٰذا رد امر غیر شرعی ست واز حکام اجرائے سزائے قانونی خواہند کہ آں بوجہ ترتب انزجار مشتمل خواہد بود بر سزائے شرعی ۔ (تتمۂ خامسہ،ص: ۲۲۴)

معاہدہ کی خلاف ورزی پر جرمانہ کا حکم

سوال (۱۱۴۱): قدیم ۲/ ۵۳۹- میں نے حصولِ معاش کے لئے ایک چھوٹی سی مشین آٹا پیسنے والی لگائی ہوئی ہے اُس پر دو ملازم کام کرنے کے لئے رکھے ہوئے ہیں اُن میں سے اگر کوئی یک لخت بغیر مجھے اطلاع دیئے نوکری چھوڑ دے تو مجھے ذیل کی تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔

(۱) کچھ وقت کے لئے کام رک جاتا ہے۔

(۲) سر دست آدمی تلاش کرنا پڑتا ہے۔

(۳) جلدی اگر ملازم تلاش کر کے رکھا جاوے تو گاہے گراں یا خلافِ مرضی ملتا ہے۔

(۴) آدمی ملازم اگر نہ ملے تو مجبوراً روزانہ مزدوری پر مزدور لگانا پڑتا ہے جو مقررہ ماہوار تنخواہ سے گراں پڑتا ہے۔

(۵) چونکہ مزدور یا ملازم جدید کام سے ناواقف ہوتا ہے اسلئے مجھے خود اس کو سکھانے اور نیز کل کام کی طرف مزید غور رکھنے کی ایک عرصہ تک ضرورت رہتی ہے جس سے مجھے خود زیادہ تکلیف ہوتی ہے وغیرہ۔

الغرض ان واقعات کو دیکھ کر میں اب جو ملازم نیا رکھتا ہوں تو اُس سے اس طرح کا عہد کر لیتا ہوں کہ جب تمھارا ارادہ یہ ملازمت چھوڑ دینے کا ہو تو اُس سے پندرہ دن پہلے مجھے اس کی بابت اطلاع دینا تا کہ میں اپنا اور انتظام کرلوں اور اگر تم یک لخت بغیر اطلاع دینے کے ہٹ گئے تو چونکہ اس سے میرا حرج ہوتا ہے اس لئے بہ جرمانہ ایک روپیہ یا دو روپے (جو زبانی مقرر کر لیتا ہوں) اس یک لخت ہٹنے سے جو تکلیف اور حرج مجھے پہنچے گا اس کے عوض تم سے لوں گا جس کو ملازم تسلیم کرے تو یہ مقررہ جرمانہ اُس سے یعنی ملازم سے مجھے لینا جبکہ وہ اپنے عہدہ پر قائم نہ رہے یک لخت ہٹ جاوے جس سے مجھے تکلیف اور حرج پہنچے جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: ہر بار حرج کا اندازہ کہ اس ملازم کے یک لخت ہٹنے سے مجھے کس قدر حرج پہنچا ہے ایک نہایت دشوار امر ہے سب سے زیادہ مجھے مشکل وہ ہوتی ہے جو میں نے نمر ۵ میں بیان کی اور ساتھ ہی بقیہ مشکلات بھی جو سابق عرض کر دی گئیں تو اس حرج میں نظر عمیق کرنے کے بجائے میں نے یہ آسان امر دیکھا کہ ایک تعداد جرمانہ کی مقرر کر کے آپس میں عہد کرلیں اور فریقین تسلیم کرلیں اگر یہ صورت جائز نہ ہو تو اور جس طرح جائز ہو اُس سے مجھے مطلع فرماویں تا کہ اُس طرح عملدرآمد کرلوں؟

الجواب: چونکہ **تعزیر بالمال** حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے۔(۱) یہ اس لئے بھی اور نیز اس فعل کا **ماعلیه التعزیر** ہونا بھی صریح نہیں اس لئے بھی یہ قواعد کی رو سے ناجائز اور رشوت ہے۔(۲)

---

(۱) **وفي شرح الآثار أن التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ، والحاصل: أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال.** (رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ١٠٦/٦، كراچي ٦١/٤)

البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٦٨/٥، كوئٹه ٤١/٥۔

النهر الفائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ١٦٥/٣۔

(٢) **الرشوة شرعا ما يأخذه الآخذ ظلما بجهة يدفعه الدافع إليه من هذه الجهة.**

(قواعد الفقة، مكتبه زكريا ديوبند امدادية دكه ص:٣٠٧) ←

مگر ضرورت کے سبب ایک حیلہ سے اس میں ایک خاص گنجائش ہوسکتی ہے وہ یہ کہ فقہاء نے دو مختلف صورتوں میں دو مختلف اجرتیں مقرر کرنے کو جائز لکھا ہے(۱) سو اگر یوں کہہ لیا جاوے کہ اگر ٹھیک ٹھیک موافق معاہدہ کے کام کرتا رہے اور نوکری بھی اگر چھوڑی تو موافق معاہدہ کے چھوڑی تب تو تمھاری اُجرت تمام ایام کی اس حساب سے ہوگی مثلاً دس روپیہ ماہوار ہوگی۔تو حاصل وہی نکل آیا اور قواعد پر منطبق ہوگا۔ احتیاطاً دوسرے علماء سے بھی تحقیق فرمالیجئے۔

قرب ۷؍۱۳۳۲ھ (حوادث ۵ ص۲۲)

جرمانہ کے حکم کی تحقیق

سوال (۱۴۱۲): قدیم ۲/ ۵۴۱ - کاشتکاروں سے کسی بے امنی بے قاعدگی نقصان رسانی پر علاوہ اِس رقم کے جو نقصان رسیدہ کا معاوضہ ہوسکے زمیندار کو کچھ لینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: جرمانہ ہمارے امام صاحب کے مذہب میں حرام ہے؛ اس لئے یہ رقم جائز نہیں۔(۲)

← **لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي.** (رد المحتار، کتاب الحدود، مطلب في التعزیر بأخذ المال، مکتبه زکریا دیوبند ۶/ ۱۰۶، کراچي ۴/ ۶۱)

والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال. (رد المحتار، کتاب الحدود، فصل في التعزیر، مکتبه زکریا دیوبند ۵/ ۶۸، کوئٹه ۵/ ۴۱)

البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل في التعزیر، مکتبه زکریا دیوبند ۵/ ۶۸، کوئٹه ۵/ ۴۱۔

(۱) **وصح تردید الأجر بین نفعین مختلفین وأیهما وجد لزم ما سمی له.** (ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/ ۵۴۸)

وصح تردید الأجر بتردید العمل في الثوب نوعًا وزمانا في الأول وفي الدکان والبیت والدابة مسافة وحملا. (البحر الرائق، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، مکتبه زکریا دیوبند ۸/ ۵۲-۵۶، کوئٹه ۸/ ۳۰-۳۲)

وصح تردید الأجر بالتردید في العمل وزمانه في الأول ومکانه والعامل والمسافة والحمل . (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، مکتبه زکریا دیوبند ۹/ ۹۸، کراچي ۶/ ۷۲) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **عن علي بن زید عن أبي حرة الرقاشي عن عمه، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم** ←

البتہ اگر سیاست کی ضرورت ہو تو اِس امر کی اجازت ہے کہ اُس سے کوئی مقدار مال کی لی جاوے اور چند روز تک اُس کو اپنے پاس رکھ کر جب وہ خوب دق ہو جائے اُس کو واپس کر دی جائے یہ بھی اُس شخص کو جائز ہے جس میں دو وصف ہوں ایک حکومت و اختیار رکھتا ہو تا کہ فتنہ نہ ہو۔ دوسرے معتمد و متدیّن ہو کہ بعد چندے واپسی پر اطمینان ہو ورنہ یہ بھی جائز نہیں۔(۱) واللہ اعلم

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ (امداد ثانی ص ۱۵۹)

سوال (۱۴۱۳): قدیم ۲/۵۴۱- جس مسجد میں تاوان وڈنڈ کے پیسے صرف کئے گئے ہوں یعنی اُس کی تعمیر میں وہ تاوان یہ ہے کہ کسی شخص کو عوض مجرمیت ڈنڈ کیا اور چرم قربانی کا پیسہ اور دم کا وعقیقہ کے چرم کا اور نکاح کا مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں اور اُس مسجد میں نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

← **قال: ألا لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه.** (شعب الإيمان للبيهقي، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٣٨٧، رقم:٥٤٩٢)

مسند أحمد بيروت ٥/٧٢، بيبت الأفكار رقم: ٢٠٩٧١ـ

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ٦/١٠٦، كراچي ٤/٦١)

البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٦٨، كوئٹه ٥/٤١ـ

الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٧/٣٥٤ـ

(۱) إن معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شئ من ماله عنده مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه لا أن يأخذه الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة إذ لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ٦/١٠٦، كراچي ٤/٦١)

البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٦٨، كوئٹه ٥/٤١ـ

هندية، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٢/١٦٧، جديد ٢/١٨١ـ

النهر الفائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٦٥ـ

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: جرمانہ ہمارے علمائے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں تو اِس کی آمدنی جائز نہ ہوگی۔

في الدرالمختار: لابأخذ مال في المذهب (إلیٰ قوله) في المجتبیٰ أنه كان في إبتداء الإسلام ثم نسخ. اه (۱)

اس لئے ایسا روپیہ مسجد میں لگانا جائز نہیں (۲) اور چرم قربانی کی قیمت کا تصدّق واجب ہے۔ (۳)

في الدرالمختار: والصدقة كالهبة بجامع التبرع (۴) وفيه هي (أي الهبة) تمليك العين مجانا. (۵)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الحدود، باب العزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ۶/۱۰۵-۱۰۶، كراچي ۴/۶۱۔

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۶۸، كوئٹه ۵/۴۱)

الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۷/۳۵۴۔

(۲) **عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيها الناس! إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا.** (صحيح مسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، النسخة الهندية، بيت الأفكار رقم:۱۰۱۵)

أما لو أنفق في ذلك ما لا خبيثًا ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره؛ لأن الله تعالیٰ لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بمالا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۴۳۱، كراچي ۱/۶۵۸)

(۳) **ولو باع الجلد أو اللحم بالدراهم أو بما لا ينتفع به إلا بعد إستهلاكه تصدق بثمنه.** (هداية، كتاب الأضحية، مكتبه اشرفية ديوبند ۴/۴۵۰)

فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأضحية، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۴۷۵، كراچي ۶/۳۲۸)

(۴) الدر المختار مع الشامي، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة، فصل في مسائل متفرقة، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۵۱۹، كراچي ۵/۷۰۹۔

(۵) الدر المختار مع الشامي، كتاب الهبة، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۴۸۸، كراچي ۵/۶۸۷۔ ←

اور مسجد میں لگانے سے تملیک نہیں ہوتی؛ لہٰذا وہ بھی مسجد میں صرف نہیں ہوسکتا اور لفظ دم عام ہے اگر سوال میں تعیین کیجاوے تو جواب ہوسکتا ہے۔ اور عقیقہ میں احکام قربانی کی رعایت مستحب ہے(۱) تو اِس اعتبار سے اِس کے چرم کی قیمت مسجد میں صرف کرنا خلافِ اولیٰ ہوگا۔ اور نکاح پر اُجرت لینا جائز ہے(۲*) اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو طاعت مخصوص باہل اسلام نہ ہو اُس پر مثل مباحات اُخذ اجرت جائز ہے اور نکاح ایسا ہی ہے اِس لئے مالک اگر اپنی خواہش سے مسجد میں لگانا چاہے جائز ہے۔(۳)

(*) یعنی فی نفسہ گو عوارض سے منع کیا جاوے، تفصیل اس کی رسالہ ''الحق الصراح'' میں ہے۔ ۱۲ منہ

← **ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة لا یصرف إلی بناء نحو مسجد.** (الدر المختار مع الشامي، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مکتبہ زکریا دیوبند ۳/ ۲۹۱، کراچي ۳٤٤)

(۱) قربانی واجب اور خالص عبادت ہے، اس کے برخلاف عقیقہ نہ واجب ہے اور نہ ہی خالص عبادت ہے؛ بلکہ حصول ولد کی خوشی میں اعزاء واقارب اور دوست واحباب کو کھلانا مقصود ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ: **أو لم ولو بشاۃ الحدیث.** (صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب کیف یدعی للمتزوج، النسخة الهندیة ۲/ ۷۷٤، رقم: ٤٩٦١-٥١٥٥) میں یہی مقصد ہے؛ اس لئے عقیقہ کے جانور کی کھال کا وہ حکم نہیں ہے جو قربانی کی کھال کا ہے۔

(۲) **والمختار للفتوی أنه إذا عقد بکرًا یأخذ دینارًا، وفي الثیب نصف دینار، ویحل له ذلک کذا قالوا.** (هندیة، الباب الخامس عشر في أقوال القاضي، ولا ینبغي للقاضي أن یفعل وما لا یفعل، مکتبہ زکریا دیوبند قدیم ۳/ ۳٤٥، جدید ۳/ ۳۰٦)

وکل نکاح باشرہ القاضي، وقد وجب مباشرته علیه کنکاح الصغار والصغائر فلا یحل أخذ الأجرۃ علیه، وما لم یجب علیه مباشرته علیه حل له أخذ الأجرۃ علیه. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب أدب القاضي، کتاب القضاء، الفصل السابع عشر، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۱/ ۱۱۹، رقم: ١٥٦٣٤)

(۳) **عن علي بن زید عن أبي حرۃ الرقاشي عن عمه، أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: ألا لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه.** (شعب الإیمان للبیهقي، باب في قبض الید عن الأموال المحرمة، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/ ۳۸۷، رقم: ٥٤٩٢)

السنن الکبری للبیهقي، کتاب الغصب، باب من غصب لوحا فأدخله في سفینة أو بني علیه جدارًا، دالفکر بیروت ۸/ ٥۰٦، رقم: ۱۱۷٤۰۔ ←

خلاصہ یہ ہوا کہ جرمانہ اور قیمت چرمِ قربانی کا مسجد میں لگانا جائز نہیں اور چرمِ عقیقہ کی قیمت لگانا خلافِ اولیٰ ہے اور اُجرت نکاح کا لگانا جائز ہے۔ واللہ اعلم

۱۳/ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ (حوادث اوّل وثانی، ص ۹۸)

زنا کے جرمانہ کی تحقیق

سوالیہ تحقیق (۱۴۱۴): قدیم ۲/۴۲۵- میں نے وعدہ کیا تھا کہ مقدمۂ زنا میں جو جرمانۂ شوہر مزنیہ کو دلایا جاتا ہے اُس کا حکم تحقیق کر کے اطلاع دوں گا سو وہ مرقوم ہے وہ یہ کہ اصل میں تو یہ رقم جائز نہ تھی؛ چنانچہ حدیث ''افتداء الابن بمائة شاة'' (۱) میں حکم رد اس کی دلیل صریح ہے مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ جرمانہ اوّل عدالت کے قبضہ میں پہنچتا ہے پھر عدالت سے اُس شخص کو ملتا ہے سو اگر اسی طرح ہوتا ہو تو حسب قاعدہ ''مالهم مباح ثمه فيباح برضاهم''. (۲)

← مسند أحمد بيروت ۷۲/۵، بيت الأفكار رقم: ۲۰۹۷۱- شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعودؓ عن أبي هريرةؓ وزيد بن خالد أنهما أخبراه، أن رجلين اختصما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال أحدهما إقض بيننا بكتاب الله وقال الآخر وهو أفقههما أجل يا رسول إقض بيننا بكتاب الله وائذن لي أتكلم قال تكلم قال ابني كان عسيفا على هذا قال مالك والعسيف الأجير زنى بامرأته فأخبروني أن على ابني الرجم فافتديت منه بمأة شأة وجارية لي، ثم إني سألت أهل العلم فأخبروني أن على جلد مأة وتغريب عام وإنما الرجم على امرأته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أما والذي نفسي بيده لأقضين بينكما بكتاب الله أما غنمك وجاريتك فرد عليك وجلد ابنه مأة وغربه عاما وأمر أنيسًا ألا سلمى أن يأتي امرأة الآخر، فإن اعترفت رجمها فاعترفت فرجمها.** (بخاري شريف ۹۸۱/۲، رقم: ۶۳۷۹، ف: ۶۶۳۳، ۳۷۶/۱، رقم: ۲۶۴۵، ف: ۲۷۲٤)

(۲) **لأن ماله ثمه مباح فيحل برضاه.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب البيوع، باب الربا، مكتبه زكريا ديوبند ۴۲۳/۷، كراچي ۱۸۶/۵)

فإذا أخذ برضا هم أخذ مالا مباحًا بلا عذر فيملكه بحكم الإباحة السابقة. (البحر الرائق، كتاب البيوع، باب الربا، مكتبه زكريا ديوبند ۲۲۶/۶، كوئٹه ۱۳۶/۶) ←

’’وقاعدہ یتملکون بالاستیلاء‘‘ اس شوہر کے لئے حلال ہے ۔(۱)

۲۱/ذی الحجہ، ۱۳۲۷ھ (تتمہ اوّل، ص۱۴۴)

حدیث سے مالی جرمانہ کی حرمت کی دلیل

سوال (۱۴۱۵): قدیم۲/۴۲ ۵- جرمانہ مالی کے ناجائز ہونے پر کوئی حدیث ہے یا نہیں؟

الجواب: ہے۔

وهو قوله عليه السلام ألا لايحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (۲)

قلت: وكل مال محترم حكمه. حكم مال المسلم.

← **فإذا أخذ برضاهم أخذ مالا مباحا بلا عذر فيملكه بحكم الإباحة الأصلية.** (النهر الفائق، كتاب البيوع، باب الرباء، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۴۸۰)

(۱) **وإن غلبوا أي الكفار على أموالنا بالإستيلاء أي الغلبة وأحرزوها بدارهم ملكوها.** (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، باب إستيلاء الكفار، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۴۴۳)

وإن غلبوا على أموالنا ولو عبدا مؤمنا وأحرزوها بدارهم ملكوها. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الجهاد، باب إستيلاء الكفار، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۲۶۷، كراچي ۴/ ۱۶۰)

البحر الرائق، كتاب السير، باب إستيلاء، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۱۶۱، كوئٹه۵/ ۹۵۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **عن أبي حرة الرقاشي عن عمه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ألا لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه.** (شعب الإيمان للبيهقي، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۳۸۷، رقم:۵۴۹۲)

مسند أحمد بيروت ۵/ ۷۲، بيبت الأفكار رقم: ۲۰۹۷۱۔

السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الغصب، باب من غصب لوحا فأدخله في سفينة أو بني عليه جدارًا، دالفكر بيروت ۸/ ۵۰۶، رقم: ۱۱۷۴۰۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

طالب علم کی غیر حاضری پر جرمانہ کا حکم

سوال (۱۴۱۶): قدیم ۲/۵۴۲- ایک مدرسہ میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی طالب علم وہاں داخل ہوتا ہے تو مہتمم مدرسہ اُس کے وارث سے یا اُس سے کہتا ہے کہ یہ بچہ یا تم اگر غیر حاضر ہوگے یا کوئی تقصیر کروگے تو تم کو آدھ آنہ یا زیادہ حسب قواعد مدرسہ علاوہ وظیفہ معہودہ کے بطریق جرمانہ دینا ہوگا اور یہ اس واسطے ہے کہ تم خود حاضر ہونے یا اپنے بچہ کے حاضر کرنے میں غفلت نہ کرو۔اور یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ یہ زر جرمانہ ہم نہیں کھا سکتے بلکہ بچوں کے حوائج مثلاً فرش وغیرہ میں صرف کر دیتے ہیں اس ذرا سی قید پر فائدہ مرتب ہوتا ہے کہ بچے غیر حاضر نہیں ہوتے مگر بضرورت اور باجازت اور تعلیم وتعلّم کا کام چستی و چالاکی سے ہوتا ہے اس قاعدہ میں کوئی قباحت شرعیہ ہے یا نہیں؟۔

الجواب : تعزیر مالی یعنی جرمانہ تو حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں اور حدیث **لایحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه.** (۱) اس کی مؤید بھی ہے پس جرمانہ کے طور پر تو یہ لینا درست نہ ہوگا؛ البتہ اس کا اور طریق ہوسکتا ہے وہ یہ کہ اس غیر حاضری پر اس طالب علم کو خارج قرار دیا جائے غیر حاضری کی سزا تو یہ ہو اور آئندہ کو داخل کرنا بذمہ اہل مدرسہ واجب تو ہے نہیں مباح ہے مباح میں جو کہ متقوم ہو مال کی شرط لگانا جائز ہے اور یہاں مدرسہ کے مکان سے انتفاع مدرسین سے تعلیم یہ سب امور ایسے ہیں

---

(۱) **عن أبي حرة الرقاشي عن عمه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ألا لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه.** (شعب الإيمان للبيهقي، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ٣٨٧/٤، رقم: ٥٤٩٢)

مسند أحمد بيروت ٧٢/٥، بيبت الأفكار رقم: ٢٠٩٧١۔

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. وفي شرح الآثار: التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام، ثم نسخ. والحاصل: أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ١٠٦/٦، كراچي ٦١/٤)

البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٦٨/٥، كوئٹه ٤١/٥۔

الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٥٤/٣٧۔

جن پر متولی کو اُجرت لینا جائز ہے(۱)۔ پس اِس اُجرت میں وہ پیسے لے لیے جاویں اور اس تقریر کی تصریح کردی جایا کرے تاکہ عقد مبہم نہ رہے۔

۲۹/ ذیقعدہ، ۱۳۳۲ھ (حوادث اول ثانی،ص ۱۶۰)

کھیتی کو نقصان پہنچانے کی صورت میں جانور والے پر جرمانہ

سوال (۱۴۱۷): قدیم ۲/۵۴۳- گاؤں میں دستور ہے کہ جو شخص کسی کے کھیت میں بگاڑ کرے یا مویشی غیر کے کھیت میں کہ جن میں اناج بویا ہوا ہے چراوے اُس کے واسطے جرمانہ قائم کردیتے ہیں پس زر جرمانہ جمع شدہ مسجد میں لگانا تعمیر میں یا تیل لوٹے وغیرہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: اگر جانور کے ساتھ کوئی نہ ہو اُس صورت میں تو یہ جرمانہ ناجائز ہے اور اگر کوئی ساتھ ہو تو جتنا نقصان ہوا ہے اُتنا وصول کرنا درست ہے(۲) مگر وہ کھیت والے کا حق ہے۔(۳) ۱۸/ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ

---

(۱) **ويفتي اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الإستئجار على التلاوة والتهليل، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۷٦، كراچي ٦/۵۵۔

مجمع الأنهر، باب الإجارة الفاسدة، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۵۳۳۔

وفي الروضة: وفي زمننا يجوز للإمام والمؤذن والمعلم أخذ الأجرة. (البحر الرائق، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۳۵، كوئٹه ۸/۲۰۔

تبيين الحقائق، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مكتبه زكريا ديوبند ٦/۱۱۸، امدادية ملتان ۵/۱۲۵. شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **أدخل غنما أو ثورا أو فرسا أو حمارا في زرع أو كرم إن سائقا ضمن ما أتلف وإلا لا.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الديات، باب جناية البهيمة والجناية عليها، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰/۲۸۵، كراچي ٦/٦۱۲)

بزازية على هامش الهندية، كتاب الجنايات، الفصل الرابع، الجنس الأنخس الدابة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٦/٤۰۳، جديد ۳/۲۳۲۔

(۳) **وأرش الجنايات للمجنىٰ عليه.** (البحر الرائق، كتاب الحدود، بالوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۲۵، كوئٹه ۵/۱۵) ←

جُرمانہ

سوال (۱۴۱۸): قدیم۲/۵۴۳- اپنی رعایا یا کاشتکاروں سے بعلت کسی قصور کے تاوان لینا جائز ہے یانہیں؟ مثلاً کسی کاشتکار نے بلا استحقاق بغیر علم ورضا مندی مالک زمیندار کے کوئی درخت کاٹ لیا یا مکان بنالیا تو اگر زمیندار اس قصور پر کوئی جرمانہ یا تاوان برضامندی ملزم کے اُس پر عائد کر کے وصول کرے تو یہ جائز ہے یانہیں؟

الجواب: نہیں صرف درخت کی قیمت اور مکان کا کرایہ حسب عرف لے سکتے ہیں۔

سوال متعلق جواب بالا۔ سوال جرمانہ متعلق بالا نمبر ۱: جرمانہ اور اماموں کے نزدیک کیا درجہ رکھتا ہے؟ نمبر۲: نقصان رسیدہ کا معاوضہ دلوانا جائز ہے یانہیں؟ نمبر۳: جرمانہ کی رقم کسی مدّت کے بعد پھر اُسے واپس کرنا سیاست کا خوف زائل کرتا ہے ایسی حالت میں انتظام میں عجیب بے ترتیبی واقع ہوگی اور اس سے بہتر ایسا جرمانہ نہ کرنا ہوگا اس لئے سیاست کا جس سے اثر بھی پڑے اور جائز بھی ہو آپ کوئی عمدہ طریقہ بتلائیے۔

الجواب: **نمبر ۱**: علامہ شامیؒ نے حاشیہ درمختار کی جلد ثالث باب التعزیر میں تصریح کی ہے کہ صرف امام ابو یوسفؒ سے جرمانہ کے جواز کی روایت منقول ہے اور وہ بھی ضعیف باقی اور علماء اور ائمہ کے نزدیک جائز نہیں اور جب روایت ضعیف ہے قابلِ عمل نہیں ہوسکتی اس کے علاوہ اُس روایت میں بھی صرف صاحب سلطنت یا سلطنت کو اجازت ہے زمیندار بحیثیت زمینداری حاکم نہیں ہے اُس میں اور کاشتکار یا رعایا میں تعلق اجارہ واستیجار کا ہے اور پھر حاکم کے لئے بھی اس لئے جواز کا فتویٰ دینے کو منع کیا گیا ہے کہ لوگوں کو ظلم کرنے کا بہانہ ہاتھ آجائے گا۔ عبارت علامہ کی یہ ہے۔

قال في الفتح: وعن أبي يوسفؒ يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال و عندهما وباقي الأئمة لايجوز ومثله في المعراج وظاهره أن ذلک رواية ضعيفة عن أبي يوسفؒ قال في الشرنبلالية: ولايفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة علىٰ أخذ مال الناس فيأكلونه. (۱)

← تبيين الحقائق، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۵۷۵، امدادية ملتان ۳/ ۱۷۹۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۱۰۶، كراچي ۴/ ۶۱۔ ←

اور ذرا آگے چل کر علامہ نے نقل کیا ہے کہ سلطان کو بھی صرف خزانہ کے عملہ کے جرمانہ کی اجازت ہے اور وہ بھی اِس شرط سے کہ ملکی خزانہ میں داخل کردے اُس مقام کی عبارت یہ ہے۔

وسيذكر الشارح في الكفالة من الطرسوسي أن مصادرة السلطان لأرباب الأموال لايجوز إلا لعمال بيت المال أي إذا كان يردها لبيت المال. (۱)

غرض اول تو سارے ائمہ عدم جواز کی طرف گئے ہیں پھر ابو یوسفؒ سے بھی روایت ضعیف اور پھر وہ خاص سلطان کے ساتھ اور اُس میں بھی تخصیص عاملین خزانہ کی پھر اُس میں شرط ادخال خزانہ کی پس اس وقت رؤساء و امراء میں جس جرمانہ کا رواج ہے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

نمبر ۲: اگر نقصان مثلی شئ کا ہوا ہے مثلاً کسی نے کسی کا غلہ تلف کردیا یا روپیہ ضائع کردیا تو اِس صورت میں خود صاحب نقصان کو بھی اُس نقصان رساں سے اُتنی ہی اور ویسی ہی چیز وصول کرلینا خواہ آشکارہ خواہ خفیہ جائز ہے (۲) اسی طرح اداروں کو بھی اس میں اعانت جائز ہے اور اگر نقصان اشیاء ذوات القیم کا ہوا ہے مثلاً کسی نے کسی کا درخت کاٹ لیا یا کپڑے چُرالئے یا کسی کا کھیت اپنی مواشی کو کھلا دیا تو اِس کا بدل وصول کرنا یہ شرعاً مبادلہ ہے جس میں تراضی یا قضاء قاضی کی حاجت ہے پس زمیندار چونکہ سلطان یا نائب سلطان نہیں ہے اس لئے اس دوسری صورت میں اس کا دخل دینا جائز نہ ہوگا البتہ اگر حکام ملکی اِس زمیندار کو باضابطہ ایسے اختیارات دیدیں مثلاً اُس کے دیہات کا آنریری مجسٹریٹ بنادیں اور ایسے معاملات کے فیصلہ کا تصریحاً اختیار دیدیں تو اُس کو بھی وہی حکم کرنے کا حق ہوگا جو حکام کو ہوتا ہے۔

← **وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقي الأئمة الثلاثة لايجوز.** (فتح القدير، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ٣٣٠/٥، كوئٹہ ٥/ ١١٢-١١٣)

هندية، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١٦٧/٢، جديد ١٨١/٢۔

(۱) رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ١٠٦/٦، كراچي ٦٢/٤۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) اس مسئلہ میں دونوں طرح کی جزئیات ہیں، بعض جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم جنس اشیاء لے سکتے ہیں جیسا کہ حضرتؒ نے لکھا ہے اور بعض جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلاف جنس سے بھی وصول کر سکتے ہیں اور زمانہ کے حالات کے پیش نظر غیر جنس وصولی کے جواز کی بات زیادہ راجح ہے؛ اس لئے خلاف جنس سے وصولی کرنا جائز ہوگا۔

نمبر ۳: اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ایسی سیاست کا حق ہی حاصل نہیں زمیندار کو صرف صاحب سلطنت کو ہے دوسروں کو حق ہی حاصل نہیں زمیندار کو صرف اجارہ واستیجار کا تعلق ہے ایک کاشتکار سے موافقت نہ ہو دوسرا بدل دیا جاوے رہ گیا سلطان جس کو اس سیاست کا حق حاصل ہے اُس کے لیے علامہ شامیؒ نے حاشیہ مذکورہ کی جلد مذکور میں نقل کیا ہے کہ یہ واپسی اس وقت ہے جب آثار توبہ کے اُس پر ظاہر ہوں ورنہ اگر توبہ سے یاس ہو جائے تو اور کسی رفاہ عام کے کام میں صرف کر دے سیاست سے مقصود اُتر جائے توبہ سے یہ غرض بوجہ احسن حاصل ہوگئی اب خوف کی کیا ضرورت رہی اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں وہ مال اس کو ملا نہیں پورا خوف حاصل ہے مگر یہ سب سلطان کے لئے ہے عبارت علامہ کی یہ ہے:

فإن أيس من توبته يصرفها إلىٰ مايرى. (۱)

۹/ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۴ھ

← جزئیات ملاحظہ فرمایئے:

وليس لذي الحق أن يأخذ غير جنس حقه وجوّزه الشافعي وهو الأوسع. (در مختار) وتحته في الشامية: قدمنا في كتاب الحجر أن عدم الجواز كان في زمانهم أما اليوم فالفتوى على الجواز. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۶۰۶، كراچي ۶/۴۲۲)

إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان لا سيما في ديارنا لمداومتهم في العقوق. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۲۲۱، كراچي ۶/۱۵۰)

قال ابن عابدين إن عدم جواز أخذ الدائن شيئا للمديون من خلاف جنس حقه كان في زمانهم أي زمان متقدمي الحنفية لمطاوعتهم في الحقوق والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان لا سيما في ديارنا لمداومتهم في العقوق. (الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث حد السرقة، المبحث الثاني شروط المسروق، مكتبه هدى انٹرنيشنل ديوبند ۶/۶۸)

(۱) شامي، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، مكتبه زكريا ديوبند ۶/۱۰۶، كراچي ۴/۶۱۔

البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۶۸، كوئٹه ۵/۴۱۔

ثم إنما يرده إليه إذا تاب، فإن أيس من توبته صرفه الإمام إلى ما يرى. (النهر الفائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۶۵) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

۱۰/ کتاب الأیمان

قرآن کی قسم اور غیر مشروع قسم کا حکم

سوال (۱۴۱۹): قدیم ۲/۵۴۵- زید نے ہندہ ایک عورت بیرونی کے مقابلہ میں ایک امر ناجائز کی بابت قرآن شریف اُٹھایا کہ ہم تجھ کو اِس قدر ماہوار نقد دیا کریں گے۔ اب اگر زید وہ تنخواہ نہ دے اور قطع تعلق کردے تو اُس کو کیا کفارہ دینا چاہئے؟

الجواب: چونکہ ایک امر ناجائز پر قسم کھائی ہے اس لئے اس قسم کا توڑ ڈالنا واجب ہے اگر نہ توڑے گا گنہ گار ہوگا۔(۱) یعنی زید کے ذمہ فرض ہے کہ اُس عورت سے قطع تعلق کردے اور اُس کو تنخواہ نہ دے اور کفارہ قسم توڑنے کا یہ ہوگا کہ دس غریب آدمیوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے اگر اتنا مقدور نہ ہو تو تین روزے لگا تار رکھے۔(۲)

---

(۱) **عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حلف على يمين فرأى غيرها خير منها، فليأت الذي هو خير، وليكفر عن يمينه.** (صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب ندب من حلف يمينا، فرأى غيرها خيرا منها أن يأتي الذي هو خير و يكفر عن يمينه، النسخة الهندية ٢/٤٨، بيت الأفكار رقم: ١٦٤٩)

من حلف على معصية مثل أن لا يصلي أو لا يكلم أباه أو ليقتلن فلانا ينبغي أن يحنث نفسه ويكفر عنه يمينه. (هداية، كتاب الأيمان، باب ما يكون يمينًا وما لا يكون يمينًا، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٤٨٢)

ومنها ما يجب فيه الحنث كفعل المعاصي مثل أن يقول: والله لأفعلن الزنا اليوم، وترك الواجبات مثل أن سيقول: لا أصلي عصر اليوم فيجب أن يترك الزنا، ويصلي العصر ويكفر. (مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٢٦٤)

(٢) **فَكَفَّارَتُهُ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ.** [سورة المائدة: ٨٩] ←

قال في الدرالمختار: قال العيني: وعندي أن المصحف يمين لاسيما في زماننا. وفي رد المحتار: عبارته وعندى لو حلف بالمصحف أو وضع يده عليه. وقال: وحق هذا فهو يمين ولاسيما في هذا الزمان الذى كثرت فيه الأيمان الفاجرة ورغبة العوام في الحلف بالمصحف. (۱) اه. وأقره في النهر: قلت ومانظر فيه المحشي مدفوع بأن مراد العوام القسم بما في المصحف من كلام اللّٰه تعالىٰ وقد اعترف بكونه يمينا فافهم وباقى أجزاء الجواب ظاهر غير خفى. واللہ اعلم.

۲۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۲۲ھ (امداد ثانی، ص ۸۱)

قسم کے متعدد ہونے سے کفارہ کا متعدد ہونا یا نہ ہونا

سوال (۱۴۲۰): قدیم ۲/۲- اگر بہت سی قسمیں کھا کر توڑ دے اور یاد نہیں کہ کتنی قسمیں توڑی ہیں اور کون کونسی تاریخ اور دن اور ماہ اور سال کی توڑی ہوئی ہیں۔ تو اب کیا کرے آیا ایک کفارہ سب قسموں کی طرف سے کافی ہے یا نہیں اگر کافی ہے تو اس میں آیا یہ شرط بھی ہے کہ سب قسمیں ایک فعل پر کھائی ہوں یا یہ شرط نہیں اور اگر ایک کفارہ کافی نہیں تو ہر کفارہ کی نیت کس طرح کرے؟

الجواب: تعدد یمین سے کفارہ متعدد ہوتا ہے۔ (۲) کذا فی الدر المختار اور نیت میں تعین کا حکم مثل سوال نمبر: ۹۶۸ر کے ہے۔

۲۰/ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ (تتمۂ ثانیہ، ص ۳۷)

← وكفارته تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم بما يستر عامة البدن (إلى قوله) وإن عجز عنها كلها وقت الأداء صام ثلاثة أيام ولاء. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الأيمان، مطلب: كفارة اليمين، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۰۲-۵۰۵، كراچي ۳/ ۷۲۵-۷۲۷)

(۱) رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب: في القرآن، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۴۸۵، كراچي ۳/ ۷۱۳۔

وقال العيني: لو حلف بالمصحف أو وضع بيده عليه أو قال وحق هذا فهو يمين ولا سيما في هذا الزمان الذي كثر فيه الحلف به. (مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، فصل في أحرف القسم، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۷۰) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) تعدد یمین سے تعدد کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دونوں قول مروی ہیں، ایک قول میں تعدد کفارہ ←

← راجح معلوم ہوتا ہے اور دوسرے قول میں ساری قسموں کا ایک ہی کفارہ کافی ہونے کی بات راجح معلوم ہوتی ہے۔

پہلی صورت جس میں تعدد کفارہ کو لازم کہا گیا ہے، وہ زیادہ مشہور اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہے، زیادہ احتیاط بھی اسی میں ہے اسی کو حضرتؒ نے اختیار فرمایا ہے۔

دوسری صورت جس میں ایک ہی کفارہ کافی کہا گیا ہے، اس میں وسعت اور امت پر آسانی ہے اور اسی کے مطابق فتاوی قاسمیہ ۱۷/۶۱ رسوال: نمبر ۴۳۹ ۷ رمسئلہ لکھا گیا ہے؛ لہٰذا دونوں میں سے کسی بھی ایک قول کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

تعدد یمین سے تعدد کفارہ لازم ہونے کے جزئیات ملاحظہ فرمائیے:

وتتعدد الكفارة لتعدد اليمين والمجلس والمجالس سواء. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب تتعدد الكفارة لتعدد اليمين، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٤٨٦، كراچي ٣/٧١٤)

إن المعلیٰ روي عن أبي يوسف أنه قال في رجل حلف في مقعد واحد بأربعة أيمان أو أكثر أو بأقل، قال أبو يوسف سألت أبا حنيفة عن ذلك فقال: لكل يمين كفارة ومقعد واحد ومقاعد مختلفة واحد. (بدائع الصنائع، كتاب الأيمان، الحلف باسمين أو أكثر، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢٠)

ومعلوم أن ما أنفرد به لا يعول عليه فلا يعتمد على القول بالتداخل؛ بل يعتمد على ما ذكره غيره من عدم التداخل حتى يوجد تصحيح لخلافه ممن يعتمد عليه في نقله. (تقريرات رافعي، مكتبه زكريا ديوبند٥/١٣، كراچي٣/١٣)

وفي القدوري: فيمن حلف في مقعد واحد بأيمان؟ قال: عليه لكل يمين كفارة والمجلس والمجالس في ذلك سواء. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الأيمان الفصل الثاني في ألفاظ اليمين، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٢٩، رقم:٨٧٦٨)

تعدد یمین سے کفارہ واحد لازم ہونے کے جزئیات:

وفي البغية كفارات الأيمان إذا كثرت تداخلت، ويخرج بالكفارة الواحدة عن عهدة الجميع، وقال شهاب الأئمة: هذا قول محمد قال صاحب الأصل: وهو المختار عندي. (رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب: تتعدد الكفارة لتعدد اليمين، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٤٨٦، كراچي ٣/٧١٤)

ولو قال والله والرّحمن والرّحيم لا أفعل كذا ففعل ففي الروايات الظاهرة يلزمه ثلاث كفارات ويتعدد اليمين بتعدد الاسم؛ لكن يشترط تخلل حروف القسم، ←

مقسم علیہ کے متعدد ہونے سے قسم کے واحد یا متعدد ہونے کی تحقیق

سوال (۱۴۲۱): قدیم ۲/ ۵۴۶- اگر کسی نے دو تین کاموں کے نام لے کر قسم کھائی یوں کہا کہ خدا کی قسم میں فلاں فلاں کام نہ کروں گا تو یہ ایک قسم ہوگی یا جتنے کاموں کے نام لیے اُتنی قسمیں ہوں گی اگر ایک قسم ہوگی تو پھر اُن کاموں میں سے اگر ایک کام کرلے گا تو قسم ٹوٹے گی یا نہیں؟

الجواب: اگر حرف نفی کو مکرر ذکر کیا ہے اس طرح سے کہ میں نہ فلاں کام کرونگا نہ فلاں کام تو یہ دو قسمیں ہوں گی اور اگر حرف نفی کو مکرر نہیں کیا اس طرح سے کہ میں فلاں فلاں کام نہ کروں گا تو ایک قسم ہوگی (۱) پھر اگر اُس میں سے ایک بھی کرلیا قسم ٹوٹ جاوے گی اور دوسرا کام کرنے سے دوبارہ نہ ٹوٹے گی (۲)۔ کذا فی ردالمختار ج ۳ ص ۹۸۔

۲/ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانی، ص ۳۷)

← **وروي الحسن عن أبي حنيفةؒ أن عليه كفارة واحدة وبه أخذ مشايخ سمرقند وأكثر المشايخ على ظاهر الرواية.** (البحر الرائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٨٩ - ٤٩٠، كوئٹه ٤/ ٢٩١)

حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ نے احسن الفتاوی ۵/ ۴۹۵ پر تعدد یمین پر کفارہ کا تعدد وتوحد دونوں قول نقل کئے ہیں اور تعدد والے قول کو ارجح واشہر اور احوط لکھا ہے اور توحد والے قول کو اوسع اور ایسر لکھا ہے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **إذا كرر النفي تكرر اليمين حتى لو قال لا أكلمك اليوم ولا غدا ولا بعد غد فهي أيمان ثلاثة، وإن لم يكرر النفي فهي يمين واحد.** (رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب: لأذوق طعامًا ولا شرابا حنث بأحدهما، بخلاف لا أذوق طعامًا وشرابًا، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٥١٢، كراچي ٣/ ٧٣٢)

(۲) یہ مثال پہلی صورت کی ہے نہ کہ دوسری صورت کی؛ اسلئے کہ دوسری صورت اگر مراد لی جائے توانطباق ہی نہیں ہوسکے گا۔ جزئیات ملاحظہ فرمایئے:

حلف بالطلاق لا يذوق طعامًا ولا شرابا فذاق أحدهما طلقت، كما لو حلف لا يكلم فلانا ولا فلانا، ولو قال لا أذوق طعامًا وشرابًا فذاق أحدهما لا يحنث، وإذ كرر لا فإنه يصير يمينين. (رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب: لا أذوق طعامًا ولا شرابًا حنث بأحدهما بخلاف لأذوق طعامًا وشرابًا، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٥١١، كراچي ٣/ ٧٣١) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

’’اگر میں ایسا کروں تو ایسی لڑکی سے فعل بد کروں‘‘ کہنے کا حکم

سوال (۱۴۲۲): قدیم ۲/ ۵۴۷- اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں فلاں جگہ آؤں تو اپنی لڑکی کے ساتھ فعل بد کا مرتکب ہوں تو کیا ایسا کہنے سے قسم ہو جاتی ہے؟

الجواب: في الدر المختار: وإن فعله فعليه غضبه أو سخط أو لعنة الله أو هو زان أو سارق أو شارب خمرا و اكل ربوا لايكون قسما (إلیٰ قوله) لا، مع رد المحتار. ج:۳، ص:۸۷. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اس سے قسم نہ ہوگی۔

۲/ شوال ۱۳۳۳ھ (ترجیح ثالث، ص ۸۷)

قسم کے کفارہ کا حکم

سوال (۱۴۲۳): قدیم ۲/ ۵۴۷- قسم کا کفارہ دس مسکینوں کا غلہ پونے دو سیر کے حساب سے دینا چاہئیے یا بیس مسکینوں کا غلہ دیں کیونکہ بہشتی زیور کے تیسرے حصے میں ارشاد ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلائے۔ اب حضور ارشاد فرماویں کہ دس مسکینوں کو دیں یا بیس کو غلہ دیں اور ان مسکینوں میں نابالغ مسکین ہو تو دیا جائے یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، قبيل مطلب: حروف القسم، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٤٩٦، كراچي ٣/٧٢١۔

وقوله إن فعله فعليه غضب الله أو سخطه أو لعنته أو هو زان أو سارق أو شارب خمر أو آكل ربا ليس بيمين. (مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، فصل في حروف القسم، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٢٧٢-٢٧٣)

النهر الفائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٥٦۔

البحر الرائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٨٣، كوئٹه ٤/ ٢٨٧۔

تبيين الحقائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٢٨، امدادية ملتان ٣/١١١۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في الدرالمختار: ولایجزئي غیر المراهق بدائع. وفي رد المحتار عن البدائع: وأما إطعام الصغیر عن الکفارة فجائز بطریق التملیک لا الإباحة. (۱) ص: ۹۵۹، ج: ۲، باب الظهار. وفي الدرالمختار أو إطعام عشرة مساکین کما مر في الظهار. ج:۳، ص: ۲. (۲)

دس مساکین میں سے ہر مسکین کو مثل صدقۂ فطر کے دیں یہی قایم مقائم دووقت کے کھانے کے ہے بیس مساکین کونہیں دیا جاتا اوران مساکین کواگر دو وقت کھانا کھلا یا جائے تب تو کسی مسکین کا نابالغ ہونا درست نہیں البتہ جو بلوغ کے قریب ہو کہ خوراک اُس کی مثل بالغ کے ہو وہ حکم بالغ میں ہے اوراگر ہر مسکین کوغلہ صدقۂ فطر کے برابر دیا جائے تو نابالغ کو دینا بھی کافی ہے۔اوپر کی روایت اِس کی دلیل ہے۔

۲/محرم ۱۳۴۱ھ (تتمہ۵،ص۲۳۰)

چوری کے اشتباہ کی وجہ سے قسم لینے کا حکم

سوال (۱۴۲۴): قدیم۲/ ۵۴۷- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، کتاب الطلاق، باب الظهار، باب الکفارة، مکتبه زکریا دیوبند ۵/۱۴۳، کراچي ۳/۴۷۸۔

وأما إطعامه عن الکفارة فجائز علی طریق التملیک، وإنما لا یجوز علی سبیل الإباحة. (بدائع الصنائع، کتاب الکفارات، التکفیر بالمال، مکتبه زکریا دیوبند ۴/۲۷۱)

(۲) الدر المختار مع الشامي، کتاب الأیمان، مطلب: کفارة الیمین، مکتبه زکریا دیوبند ۵/۵۰۳، کراچي ۳/۷۲۵۔

وفي الولو الجیة: إطعام کفارة الظهار وإطعام کفارة الیمین سواء إلا من حیث عدد المساکین، فإن هنا ستون، وثمة عشرة. ویجزئ فیه طعام التملیک وطعام الإباحة، وتفسیر التملیک ظاهر، وتفسیر طعام الإباحة، أن یغدیهم ویعشیهم، فإن أراد أن یطعم طعام التملیک یطعم لکل مسکین نصف صاع من بر أو صاعا من تمر أو شعیر. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الطلاق، الفصل الرابع والعشرون في مسائل الظهار وکفارته، مکتبه زکریا دیوبند ۵/۱۸۰، رقم: ۷۵۹۹- ۷۶۰۰) شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ

کہ مکان سے مبلغ ۴۳ روپیہ نقد چوری ہوگئے اور میرا گمان ہے کہ بکر لے گیا۔ بکر صاف منکر ہے کہ میں نے یہ روپیہ نہیں چرایا، زید کی خواہش ہے کہ بکر دو چار آدمیوں کے سامنے یہ کہدے کہ اگر میں نے یہ روپیہ چرایا ہوتو میری بیوی پر تین طلاق کسی حاکم یا زید کو ایسی قسم یا اقرار بکر سے لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ بکر مسجد میں کھڑا ہو کر تین مرتبہ یہ کہنے کو تیار ہو کہ خدا کی قسم زید کا روپیہ میں نے نہیں چرایا اور نہ مجھے اس کا کوئی علم ہے ایسی حالت میں حاکم اور زید پر اس کا یقین کر لینا ضروری ہوگا یا نہیں؟

الجواب :اس مسئلہ میں دو مقام پر اختلاف ہے۔ ایک یہ کہ حلف بالطلاق کا حق مدعی کو ہے یا نہیں ایک قول اکثر کا یہ ہے کہ یہ حق نہیں اور اصل مذہب یہی ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اس زمانہ میں اس کا حق ہے بعض نے دونوں قولوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ یہ حاکم کی رائے پر ہے اگر وہ ضرورت سمجھے تو ایسا حلف لے لے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ اگر ایسا حلف لیا جاوے مگر مدعی علیہ انکار کرے تو آیا حاکم مدعی کا دعویٰ ثابت کردے جیسا کہ قسم سے انکار کرنے کا یہی حکم ہے یا یہ کہ پھر خدا کی قسم لی جائے۔ اس میں بھی دو قول ہیں۔ احقر کی رائے یہ ہے کہ اختلاف اول میں دوسرا قول لیا جائے کہ مدعی کو اُس کا حق ہو (۱) اور اختلاف ثانی میں بھی دوسرا قول لیا جاوے کہ اس انکار سے مدعی کا دعویٰ ثابت نہ کیا جاوے بلکہ صرف خدا کی قسم لے لی جائے، پھر فائدہ اس حلف لینے کا یہ ہوگا کہ شاید کاذب ہونے کی صورت میں ڈر کر حق کا اقرار کرلے۔

والدليل علىٰ هذا المجموع هذه الروايات. واليمين بالله تعالىٰ لابطلاق ولاعتاق وإن ألحّ الخصم، وعليه الفتوىٰ تاتارخانية. وقيل إن مست الضرورة فوّض إلى القاضي اتباعا للبعض فلو حلفه القاضي به فنكل فقضى عليه بالمال لم ينفذ قضاءه علىٰ قول الأكثر كذا في خزانة المفتين و ظاهره أنه مفرع علىٰ قول الأكثر إما علىٰ القول بالتحليف بهما فيعتبر نكوله ويقضى به وإلا فلا فائدة. بحر. واعتمده المصنف قوله وإلا فلا فائدة تظهر فائدته فيما إذا كان جاهلا بعدم اعتبار نكوله فإذا طلب حلفه به بما يمتنع و يقر بالمدعى. درر البحار كذا في الدر المختار ورد المختار. ج:۴، ص:۶۵۷ و ۶۵۸. (۲)

۱۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

---

(۱) آگے اسی جواب کے تتمہ میں حضرتؒ نے اپنی اس رائے سے رجوع فرما لیا ہے، اگلا مسئلہ دیکھئے۔

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الدعوى، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۳۰۴-۳۰۵، كراچي ۵/۵۵۵۔

تتمۂ جواب بالا

بعد تحریر جواب بالا ایک دوست کے متوجہ کرنے سے تین امر اور ذہن میں آئے ایک یہ کہ یہ جواب اُس وقت ہے جبکہ زید کے قول کو دعویٰ کہا جاوے لیکن واقع میں وہ شرعاً دعویٰ نہیں کیونکہ دعوے کا صیغہ وہ ہے جس میں جزم وتحقیق ہو اور یہاں محض گمان کی خبر ہے۔

في رد المحتار عن البحر : لم أر اشتراط لفظ مخصوص للدعویٰ وينبغي اشتراط مايدل على الجزم والتحقيق، فلو قال أشک أو أظن لم تصح الدعویٰ. ج: ۴، ص: ۶۴۷. (۱)

اس لیے صورت مسئولہ میں زید کو بکر سے کسی قسم کے حلف کا بھی حق نہیں۔

امر دوم یہ کہ یہ جواب اُس صورت میں ہے کہ جب دعویٰ حاکم کے اجلاس میں یا کم از کم جس کو فریقین برضامندی حکم یعنی پنچ بنالیں ورنہ زید کو بکر سے دعوی جازمہ کے بعد بھی حلف لینے کا حق نہیں۔

في الدرالمختار: وشرطها أي شرط جواز الدعویٰ مجلس القضاء.الخ ج و ص مذكوره. (۲)

امر سوم ایک شبہ کا جواب ہے کہ نکول سے سرقہ ثابت نہیں ہوتا پھر حلف سے کیا فائدہ۔

الجواب: یہ ہے کہ قطع کے حق میں نکول حجۃ نہیں ضمان کے حق میں حجۃ ہے۔

---

(۱) رد المختار، كتاب الدعوی، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۲۸۷، كراچي ۵/ ۵۴۳۔
البحر الرائق، كتاب الدعوی، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۳۳۳، كوئٹه ۷/ ۱۹۵۔

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الدعوی، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۲۸۷، كراچي ۵/ ۵۴۳۔

ومنها مجلس القضاء فلا تسمع هي والشهادة إلا بين يدي الحاكم. (البحر الرائق، كتاب الدعوی، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۳۲۷، كوئٹه ۷/ ۱۹۲)

ومنها مجلس القضاء فالدعیٰ في غير مجلس القضاء لا تصح حتى لا يستحق على المدعى عليه جوابه. (هندية، كتاب الدعوی، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۴/ ۲، جديد ۴/ ۵)

في الدر المختار: وكذا يستحلف السارق لأجل مال، فإن نكل ضمن ولم يقطع ج: ۴، ص: ۶۵۴. (۱)

۱۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ (تتمۂ خامسہ، ص ۲۰۳)

توبہ کے صیغہ سے قسم منعقد نہیں ہوگی

سوال (۱۴۲۵): قدیم ۲/ ۵۴۹- اگر کسی نے کہا کہ میں فلاں گناہ سے توبہ کرتا ہوں، اب کبھی نہ کروں گا تو یہ قسم ہوگی یا نہیں؟

الجواب: یہ قسم نہیں۔ (۲)

۲/ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانی ص ۳۸)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الدعوى، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۲۹۹، كراچي ۵/ ۵۵۱۔

والسارق يحلف فإن نكل ضمن ولا يقطع. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الدعوى، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۳۵۱)

البحر الرائق، كتاب الدعوي، مكتبه زكريا ديوبند ۷/ ۳۵۵، كوئٹه ۷/ ۲۰۸۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) اب کبھی ایسا گناہ نہیں کروں گا، یہ اللہ سے گناہ نہ کرنے کا وعدہ ہے قسم نہیں؛ لہٰذا اگر مذکورہ گناہ دوبارہ ہوجائے تو دوبارہ توبہ کرنا لازم ہوگا، مگر قسم کی طرح کوئی کفارہ نہیں ہے۔

عن أبي بكر الصديق قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أصر من استغفر وإن عاد في اليوم سبعين مرة. (أبو داؤد شريف، كتاب الصلاة، باب في الاستغفار، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۲، دار السلام رقم: ۱۵۱٤)

ترمذي شريف، أبواب الدعوات، باب ما أصر من استغفر، النسخة الهندية ۲/ ۱۹۶، دارالسلام رقم: ۳۵۵۹۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اگر فلاں وظیفہ نہ پڑھوں تو بیعت اور مرشد کے فیضان سے محروم رہوں کہنے کا حکم

سوال (۱۴۲۶): قدیم ۲/ ۵۴۹- السلام علیکم ورحمة الله وبركاته. زید نے قسم کھائی ہے کہ واللہ عمرو کبھی عالم نہ ہوسکے گا یہ في الواقع قسم ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو عمرو کے کتنا بڑا عالم ہونے سے زید کی قسم حنث ہوجائے گی اور کفارہ لازم آجاوے گا اور اگر قسم نہ ہوئی تو وجہ کیا ہے؟

الجواب: السلام علیکم ورحمة الله. قسم میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے(۱) عرف میں اُس شخص کو عالم کہنے لگتے ہیں جس کی دینیات درسیہ کل یا اکثر ہوجاویں۔اس مرتبہ میں زید حانث ہوجاوے گا۔

۴/ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانی، ص ۱۳۹)

اگر فلاں وظیفہ نہ پڑھوں تو مرشد کے فیض سے محروم ہوجاؤں کہنا

سوال (۱۴۲۷): قدیم ۲/ ۵۴۹- اگر کسی نے اس طرح کاغذ پر لکھ کر بطور یادداشت کے رکھا اور چند یوم کے بعد پابندی نہ ہوسکی تو کفارہ کیا ادا کیا جاوے گا، اگر روزے رکھے جاویں تو رمضان المبارک کے پیشتر ہی ادا کر لیے جاویں، مثلاً یوں لکھا کہ عہد کرتا ہوں کہ فجر نماز کے بعد تین پارہ تلاوت اور وظیفہ معمولہ دلائل الخیرات بوقتِ ظہر اور شب میں بعد عشاء خواہ ایک بجے شب سے تہجد اور دوازدہ تسبیح نہ پڑھوں تو خارج از بیعت اور فیضان مرشد سے ہمیشہ محروم رہوں۔ چند یوم تک پابندی کے بعد ترک ہوگئے تو کفارہ دینا چاہیے؟

---

(۱) **الأيمان مبنية على العرف فما تعورف الحلف به فيمين وما لا فلا.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في القرآن، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٤٨٤، كراچي ٣/ ٧١٢)

سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، فصل في حروف القسم، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٢٦٩ـ

الأيمان مبنية على العرف والعادة فما تعارف الناس الحلف به يكون يمينًا. (المبسوط للسرخسي، كتاب الأيمان، دارالكتب العلمية بيروت ٨/١٣٣) ←

الجواب: مبنیٰ یمین کا عرف پر ہے (۱) اور یہ عبارت عرف میں یمین نہیں اس لیے یمین نہ ہوگی اور کفارہ بھی نہ ہوگا۔

۱۵/ شعبان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانی، ص ۱۵۷)

← **الأيمان مبنية على العرف.** (شرح الحموي على الأشباه والنظائر قديم ص:٩٦، جديد ١/١٧٧ـ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **الأيمان مبنية على العرف فما تعورف الحلف به فيمين وما لا فلا.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في القرآن، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٤٨٤، كراچي ٣/٧١٢)

سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، فصل في حروف القسم، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٢٦٩ـ

الأيمان مبنية على العرف والعادة فما تعارف الناس الحلف به يكون يمينا. (المبسوط للسرخسي، كتاب الأيمان، دار الكتب العلمية بيروت ٨/١٣٣)

الأيمان مبنية على العرف. (شرح الحموي على الأشباه والنظائر قديم ص:٩٦، جديد ١/١٧٧)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ کتاب النُّذُور

شتر کی قربانی کی نذر میں باوجود ملنے شتر کے گاؤ ذبح کرنے کا حکم

سوال (۱۴۲۸): قدیم ۲/۵۵۰- زید نے منت مانی کہ اگر خداوند کریم میرا فلاں مقصد پورا فرماویں تو میں اُس کے درگاہ میں ایک شتر قربانی کروں گا تو بعد پورا ہونے مقصد کے ابھی باوجود پایا جانے شتر کے گاؤ دینا بایں مصلحت کہ ایک شتر پچاس روپیہ کو ملتا ہے اور اس کی کھال ایک روپیہ میں بھی نہیں بکتی اور بیل مثلاً پانچ روپیہ کو ملتا ہے اور اس کی جلد کو جو بیس روپیہ کی ہوگی تو مساکین کو گوشت اور بیس روپیہ نقد بھی اور شتر میں فقط گوشت نقد کچھ نہیں ملتا اسی ارادہ سے شتر کے عوض گاؤ دینا جائز ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کتنی گاؤ دینا ہوگا؟

بجائے شتر منذور کے سات بکریاں ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں اور ایک ہی وقت میں ذبح کرے یا متفرق طور سے

سوال (۱۴۲۹): قدیم ۲/۵۵۰- بوقت نہ پائے جانے شتر کے سوال مذکور میں آپ نے فتاویٰ اشرفیہ میں سات بکریاں دینا فرمایا ہے آیا ساتوں ایک ہی وقت میں دینا چاہئیں یا ایک ایک دو دو کر کے برس دو برس پورا کرنے سے ہوگا؟

کیا قربانی کی منت میں ایام نحر میں ذبح ضروری ہے

سوال (۱۴۳۰): قدیم ۲/۵۵۰- اگر قربانی کرنے کی منت کرے تو قربانی کے دن یعنی بقر عید کے ۱۲/۱۱/۱۰ کو ذبح کرنا ہوگا یا اور دن بھی کر سکتا ہے؟

بقرعید سے قبل یا بعد دوسری قربانی علاوہ اضحیہ واجبہ کے کرنا

سوال (۱۴۳۱): قدیم ۲/ ۵۵۰- بقرعید کے چاند میں عید کے قبل یا بعد میں دوسری قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب عن الاسئلة الأربعة : في رد المحتار: **في بحث النذر بالذبح عن بان مراده بالفرض ما يعم الواجب بأن يراد به اللازم.** (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ نذر تو صحیح ہوجائے گی۔

وفي ردالمحتار: وكذا يظهر منه أنه لايتعين فيه (أي في المعلق) المكان والدرهم والفقير لأن التعليق. (۲) إنما أثر في انعقاد السببية فقط فلذا امتنع فيه التعجيل

---

(۱) رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٥٢٤، كراچي ٣/ ٧٤٠ـ

وأما قول صاحب الدر: المنذور إذا كان له أصل في الفروض لزم الناذر فيراد به ما يعم الواجب بأن يراد بالفرض في كلامه اللازم. (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٥٠٠، كوئٹه ٤/ ٢٩٦)

ومن نذر نذرا مطلقا أي غير معلق بشرط كأن يقول: لله على صوم شهر أوحجة أوصدقة أو صلاة ركعتين ونحوه مما هو طاعة مقصودة لنفسها ومن جنسها واجب فعليه الوفاء بها. (فتح القدير، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٨٦، كوئٹه ٤/ ٣٧٤)

(۲) رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب: النذر غير المعلق لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٥٢٤، كراچي ٣/ ٧٤١ـ

لو عين درهما أو فقيرًا أو مكانا للتصدق أو للصلاة، فإن التعيين ليس بلازم. (البحر الرائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٤٩٨، كوئٹه ٤/ ٢٩٦)

فلو نذر أن يتصدق بهذا الدرهم فتصدق بغيره عن نذره أو نذر التصدق في هذا اليوم فتصدق في غد أو نذر أن يتصدق على هذا الفقير فتصدق على غيره عن نذره أجزاه في ذلك. (فتح القدير، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٨٧، كوئٹه ٤/ ٣٧٤)

وتعين فيه الوقت اما المكان والدرهم والفقير فهي باقية على الأصل من عدم التعيين وإنما تعين المكان في نذر الهدى والزمان في نذر الأضحية لأن كلاً منهما اسم خاص معين فالهدى مايهدى للحرم والأضحية مايذبح في أيامها حتىٰ لو لم يكن كذلك لم يوجد الاسم. (۱) وفي الدرالمختار: نذر أن يتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغيره جاز إن ساوى العشر كتصدقه بثمنه. وفيه لو قال للّٰه على ان أذبح جزوراً وأتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه جاز كذا في مجمع النوازل ووجهه لايخفى. (۲)

ان روایات سے چند امور معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ قربانی سے مراد ناقد نے صرف ذبح لیا ہے یا قربانی بقرعید کے زمانہ میں اگر اول مراد لیا ہے تو جب چاہے نذر ادا کرے اور اگر ثانی ہے تو خاص ایام نحر میں ادا کرنا ہوگا (۳)۔ دوسرے یہ کہ ذبح مقصود ہے اور تصدق اس کے تابع۔ اوّل صورت میں گائے بھی شتر کے قائم مقام ہوجاوے گی اور دوسری صورت میں مساوات قیمت کی شرط ہے خواہ ایک گائے اتنی قیمت میں مل جائے یا چند گائے مل کر ہوں۔ (۴)

---

(۱) رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب: النذر غير المعلق لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۵۲۵، كراچي ۳/۷۴۱)

(۲) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۵۲۴-۵۲۵، كراچي ۳/۷۴۰-۷۴۱۔

فتح القدير، كتاب الأيمان، فصل في الكفارة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۸۸، كوئٹه ۴/۳۷۵

البحر الرائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ۴/۴۹۹، كوئٹه ۴/۲۹۶۔

(۳) **أن الأضحية اسم لما يذبح في وقت مخصوص لم يكن فيها إلغاء الوقت فإذا نذرها يلزم فعلها فيه وإلا لم يكن آتيا بالمنذور ...... بخلاف ما إذا نذر ذبح شأة في وقت كذا يلغو ذكر الوقت؛ لأنه وصف زائد على مسمىٰ الشأة ولذا ألغىٰ علمائنا تعيين الزمان والمكان بخلاف الأضحية، فإن الوقت قد جعل جزءا من مفهومها فلزم إعتباره.** (شامي، كتاب الأضحية، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۴۸۱، كراچي ۶/۳۳۳)

(۴) **بخلاف النذر بالتصدق بشأتين وسطين فتصدق بشأة بقدرهما جاز.**

(رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۲۱۱، كراچي ۲/۲۸۷) ←

في الدر المختار: نذر صوم شهر معين لزمه متتابعاً الخ. وفي رد المحتار: أما إذا كان الشهر غير معين فإن شاء تابعه وإن شاء فرقه إلا إذا اشترط التتابع فليزمه الخ. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر اضحیہ کی نذر کی ہے تب تو چونکہ شتر کے ذبح میں تفریق نہیں ہوسکتی اس لئے اس کے بدل میں بھی ایک ہی وقت سب کا ذبح ضروری ہے اور اگر ذبح کی نذر کی ہے تو اُس میں تفریق بھی جائز ہے۔ اس تقریر سے سب سوالوں کا جواب ہوگیا اگر کسی جزء میں شبہ رہا ہو مکرر دریافت کرلیا جاوے۔

۴/ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ (تتمۂ اولیٰ، ص ۱۲۰)

اونٹ کی نذر میں سات بکریوں کا کافی ہونا

سوال (۱۴۳۲): قدیم ۲/ ۵۵۱- **ماقولکم رحمکم اللّٰہ تعالیٰ** کہ ایک مرتبہ میری بستی میں وباز ور وشور سے پھیلی تھی اس وقت میری نیت ہوئی (*) کہ اگر خداوند کریم نے اس بلا سے میرا گھر محفوظ رکھا تو اُس کی درگاہ میں ایک شتر نیاز دوں۔ اس بلا سے پاک سبحانہ وتعالیٰ نے بچالیا اب میں شتر کی تلاش میں ہوں لیکن اس طرف شتر عنقا صفت ہے میں آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ فقط

الجواب: اس صورت میں اختیار ہے خواہ سات بکریاں ذبح کرکے مساکین کو خیرات کردیجئے یا متوسط درجہ کے اونٹ کی قیمت مساکین کو تقسیم کردیجئے۔ درمختار میں ہے:

(*) یہ تنبیہ ہے کہ اگر صرف دل سے ارادہ کیا ہو تو نذر نہ ہوگی اور اگر زبان سے بھی کہا ہے تو نذر ہوگی جواب آئندہ اسی شق ثانی پر مبنی ہے۔ ۱۲ منہ

← حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، فصل في الغنم، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۵۹، امدادية ملتان ۱/ ۲۷۱۔

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب: النذر غير المعلق لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۵، كراچي ۳/ ۷۴۱)

إذا نذر شهرا فإما بعينه كرجب وجب التتابع...... وإن بغير عينه كشهر إن شاء تابعه وإن شاء فرقه. (فتح القدير، كتاب الأيمان، فصل في الكفارة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۸۸، كوئٹه ۴/ ۳۷۵) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

ولـو قـال للّٰه عليّ أن أذبح جزوراً وأتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه جاز. (۱) اه وفيه نذر أن يتصدق بعشره دراهم فتصدق بغيره جاز إن ساوى العشرة كتصدقه بثمنه. (۲) اه

(امداد جلد دوم ص۸۲)

اردو میں نذر کا صیغہ

سوال (۱۴۳۳): قدیم۲/۵۵۲- صرف اظہار ارادہ سے نذر منعقد ہوجاتی ہے یانہیں؟ مثلاً کسی نے کہا ہمارا ارادہ ہے ایک بکرا ذبح کراویں اور صدقہ کردیں اور شاید اُس سے ہمارا لڑکا اچھا ہوجائے، یایوں کہا کہ ہم ہر مہینے دو چار مسکین کھلا دیا کریں گے تو اِس سے نذر ہوگی یانہیں؟ اردو میں نذر کا صیغہ کیا ہے؟

الجواب: **في الـدر الـمـختـار: الأيمان مبنية على العرف فما تعورف الحلف فيه فيمين وما لا فلا. (۳)**

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٥٢٤، كراچي ٣/٧٤٠-

فتح القدير، كتاب الأيمان، فصل في الكفارة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٨٨، كوئٹه ٤/٣٧٥

البحر الرائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٩٩، كوئٹه ٤/٢٩٦-

(۲) تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الأيمان، مطلب: النذر غير المعلق لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٥٢٥، كراچي ٣/٧٤١-

مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول والخروج، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٢٧٦ - *شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ*

(۳) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في القرآن، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٤٨٤، كراچي ٣/٧١٢-

سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، فصل في حروف القسم، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٢٦٩-

الأيمان مبنية على العرف والعادة فما تعارف الناس الحلف به يكون يميناً. (المبسوط للسرخسي، كتاب الأيمان، دارالكتب العلمية بيروت ٨/١٣٣)

الأيمان مبنية على العرف. (شرح الحموي على الأشباه والنظائر قديم ٩٦، جديد ١/١٧٧)

اور نذر حکم یمین میں ہے چنانچہ علی نذر کو صیغہ ایمان سے درمختار میں لکھا ہے(۱) اس بناء پر جو صیغے عرفاً نذر کے سمجھے جاتے ہیں اُن سے نذر منعقد ہوگی اور جو صیغے عرفاً اس میں مستعمل نہیں ہیں اُن سے نذر نہ ہوگی اس لیے صیغۂ اول کہ ہمارا ارادہ ہے الخ نذر نہیں ہے اور دوسرا صیغہ کہ ہم ہر مہینے الخ نذر ہے۔ واللہ اعلم

۱۸/ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ (امداد ثانی،۸۲)

مجلس مولود اور شیرینی کی نذر

سوال (۱۴۳۴): قدیم ۲/ ۵۵۲ - زید نے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی کہ میرا فلاں مطلب ہوجائے تو میں میلاد شریف یا شیرینی پر فلاں بزرگ کا فاتحہ کروں گا۔ یا اُس کی قبر پر چادر ڈالوں گا بعد حصول مطلب ادائے نذر ایسے شخص پر واجب ہوگی یا نہیں اور ادا نہ کرنے والا عاصی ہوگا یا نہیں؟

الجواب: **في الدر المختار: ومن نذر نذرا وكان من جنسه واجب أي فرض وهو عبادة مقصودة خرج الوضوء وتكفين الميت لزم الناذر.** (۲)

---

(۱) **والقسم أيضًا بقوله أقسم أو أحلف أو أعزم أو أشهد** ...... **وعلى نذر.** (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الأيمان، مطلب تتعد الكفارة لتعدد اليمين، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٤٩٠، كراچي ٣/ ٧١٦)

ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، فصل في حروف القسم، دار الكتبة العلمية بيروت ٢/ ٢٧١-٢٧٢۔

النهر الفائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٥٤ ۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٥١٥-٥١٦، كراچي ٣/ ٧٣٥۔

ومنها أن يكون قربة مقصودة فلا يصح النذر بعيادة المرضىٰ، وتشييع الجنائز والوضوء والإغتسال ودخول المسجد. (بدائع الصنائع، كتاب النذر، فصل شرائط الركن، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٢٨، كراچي ٥/ ٨٢)

ثم النذر إنما يصح بما يكون قربة مقصودة فأما ما ليس بقربة مقصودة، فإنه لا يصح إلتزامه بالنذر. (المبسوط للسرخسي، كتاب نوادر الصوم، دار الكتب العلمية بيروت ٣/ ١٢٨)

اس عبارت سے سب سوالوں کا جواب نکل آیا پس مولد شریف تو عبادات مقصودہ سے نہیں اِس لئے یہ نذر منعقد نہیں ہوئی اور قبر پر چادر ڈالنا خود عبادت ہی نہیں: بلکہ مکروہ ہے اس لئے یہ نذر بھی منعقد نہیں ہوئی رہا فلاں بزرگ کی روح کو ایصالِ ثواب کر کے شیرینی بانٹنا سو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ایصالِ ثواب اصلی مقصود ہے تو یہ عباداتِ مقصودہ میں سے نہیں اور اگر تقسیم مقصود ہے اس میں دو صورتیں ہیں اگر خاص فقراء کو تقسیم کرنے کی نیت نہیں ہے تب بھی عبادت مقصودہ نہیں۔ ان دونوں صورتوں میں بھی نذر منعقد نہ ہوگی۔

في الدرالمختار: نذر التصدق على الأغنياء لم يصح ما لم ينو أبناء السبيل ولو نذر التسبيحات دبر الصلوٰة لم يلزمه. اه (۱)

اور اگر خاص فقراء و مستحقین پر تصدق کرنے کی نیت ہے تو نذر صحیح و لازم ہوگی مگر اختیار ہوگا خواہ شیرینی دے خواہ طعام خواہ نقد۔

في الدرالمختار: نذر أن يتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغيره جاز إن ساوى العشرة كتصدقه بثمنه. (۲)

اور جن صورتوں میں نذر منعقد ہو جاتی ہے ایفاء واجب ہے اگر ایفاء نہ کرے گا گنہ گار ہوگا۔

كما مر من الدر المختار من قوله لزم الناذر. (۳) فقط واللہ اعلم.

۷/صفر ۱۳۲۱ھ (امداد ثانی ص ۸۳)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۰، كراچي ۳/ ۷۳۸

وفي القنية نذر أن يتصدق بدينار على الأغنياء ينبغي أن لا يصح، قلت: وينبغي أن يصح إذا نوىٰ أبناء السبيل لأنهم محل الزكاة. (البحرالرائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۵۰۰، كوئٹه ۴/ ۲۹۷)

هندية، كتاب الأيمان، الفصل الثاني في الكفارة، مكتبه زكريا قديم ۲/ ۶۶، جديد ۲/ ۷۲۔

(۲) تنويرالأبصار مع الدر المختار، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۵، كراچي ۳/ ۷۴۱)

مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول و الخروج، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۷۶۔

(۳) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۱۶، كراچي ۳/ ۷۳۵۔ ←

بزرگوں کی نذر ونیاز کے جانور کا حکم

سوال (۱۴۳۵): قدیم ۲/۵۵۳ - اولیاء اللہ کا نذر کیا گیا بکرا، مرغا، گائے وغیرہ ماکول اللحم ساتھ بسم اللہ اکبر کے ذبح کرنے سے حلال ہے یانہیں؟

الجواب: بزرگوں کی نذر ونیاز کا جانور اگر اس واسطے ذبح کیا جاوے کہ وہ بزرگ ہم سے خوش ہوں اور ہمارا کام کردیں اور اُن کو متصرف فی التکوین سمجھے اور اُن سے تقرب کے لئے ذبح کرے اور ذبح سے وہی مقصود ہوں چنانچہ اس زمانہ میں اکثر جہال کا یہی عقیدہ ہوتا ہے تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک اور وہ ذبیحہ بالکل حرام ہے اگرچہ وقت ذبح اللہ کا نام لیا جاوے۔ **وما أهل به لغير الله**.(۱)

← **وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ**. [سورة الحج: ۲۹]

عن ابن عباسؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من نذر نذرا لم يسمه، فكفارته كفارة يمين، ومن نذر نذرا في معصية فكفارته يمين، ومن نذر نذرا لا يطيقه فكفارته كفارة يمين ومن نذر نذرا أطاقه فليف به. (سنن أبي داؤد، كتاب الأيمان والنذور، باب من نذر نذرا لايطيقه، النسخة الهندية ۲/ ۴۷۲، دارالسلام رقم: ۳۳۲۲) *شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ*

(۱) **اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ**. [سورة البقرة: ۱۷۳]

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ .[سورة المائدة:۳]

وأما النذر الذي ينذره أكثر العوام على ما هو مشاهد كأن يكون لإنسان غائب أومريض أو له حاجة ضرورية فيأتي بعض الصلحاء فيجعل ستره على رأسه، فيقول يا سيدي فلان إن رد غائبي أو عوفي مريضي أو قضيت حاجتي فلك من الذهب كذا أو من الفضة كذا أو من الطعام كذا أو من الماء كذا أو من الشمع كذا أو من الزيت كذا، فهذا النذر باطل بالإجماع لوجوه منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق ...... ومنها إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالیٰ وإعتقاده ذلک كفر. (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۵۲۰، كوئٹه ۲/ ۲۹۸)

ذبح لقدوم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم؛ لأنه أهل به لغير الله ولو ذكر اسم الله تعالیٰ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الذبائح، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۴۴۹، كراچي ۶/ ۳۰۹) ←

اور اگر اللہ کے واسطے وہ جانور ذبح کیا اور اللہ کے واسطے دے کر اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخشدیا۔ یہ جائز اور حلال ہے۔(۱) فقط

۵ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ (امداد رابعہ، ص ۸۷)

جہلاء کی نذر کے معاملات سے متعلق سوالات کے جوابات

سوال (۱۴۳۶): قدیم ۲/۵۵۳- (۱) بزرگوں کی قبروں پر پیسے ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۲): اگر ڈالے جائیں جیسے کہ ہمارے یہاں زیارت پر ڈالے جاتے ہیں تو اُس کو کوئی آدمی لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۳): اگر اولاد بزرگ متوفی کی اُس کو جاگیر فرض کر کے اپنے درمیان نوبت مقرر کریں کہ ایک ہفتہ ایک لے گا دوسرے ہفتہ دوسرا۔ اسی طرح جیسا یہاں پر پچاس برس سے یہ دستور جاری ہے تو اُن کا یہ نوبت مقرر کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

← **واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقربا إليهم فهو باطل وحرام.** (حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، دارالكتاب ديوبند ص:٦٩٣)

(۱) **إن قال يا الله إني نذرت لک إن شفيت مريضي أو رددت غائبي أو قضيت حاجتي أن أطعم الفقراء الذين بباب السيدة نفيسة أو الفقرا الذين بباب الإمام الشافعي أو الإمام الليث أو اشترى حصرا لمساجدهم أو زيتا لوقودها أو دراهم لمن يقوم بشعائرها إلى غير ذلک مما يكون فيه نفع للفقراء والنذر لله عز وجل وذكر الشيخ إنما هو محل لصرف النذر لمستحقيه القاطنين برباطه أو مسجده أو جامعه فيجوز بهذا الاعتبار.** (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٥٢١، كوئٹه ٢/٢٩٨)

حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، دارالكتاب ديوبند ص:٦٩٣۔

رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمع أو زيت أو نحوه، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٢٧، كراچي ٢/٤٣٩۔

جواب: (۱) نہیں۔(۱)

جواب (۲): ڈالنے والے کی نیت جس شخص کو اُن پیسوں کو دینا ہے اُس کا غیر تو اس لئے نہیں لے سکتا کہ وہ پیسے ملک سے خارج نہیں ہوئے تو ملک غیر میں تصرف بلا اذن مالک لازم آتا ہے اور وہ حرام ہے (۲) اور جس شخص کو دینا مقصود ہے وہاں یہ علت تو نہیں لیکن اکثر علماء کے نزدیک وہ مال وما اہل لغیر اللہ کے حکم میں ہے بجامع التقرب بہ اِلٰی غیر اللہ اس لئے وہ بھی نہیں لے سکتا (۳) گو لینے سے ملک خبیث ہوجائے گی اِس کا تدارک بجز اس کے کچھ نہیں کہ جس نے پیسے ڈالے ہیں وہی اُٹھا کر اپنی اِس نیت اور عقیدہ سے توبہ کرلے پھر خواہ خود رکھے خواہ کسی کو دے اِسی سے تیسرے سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا۔

جواب (۳): بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔

۲۱/ رمضان ۱۳۴۱ھ (تتمۂ خامسہ، ص ۲۴۳)

---

(۱) **فما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت وغيرها وينقل إلى ضرائح الأولياء تقربا إليهم فحرام بإجماع المسلمين.** (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۵۲۱، كوئٹه ۲/۲۹۸)

الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمع أو زيت أو نحوه، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۴۲۷، كراچي ۲/۴۳۹۔

حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الصوم، باب يلزم الوفاء به، دار الكتاب ديوبند ص: ۶۹۳۔

(۲) **لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه.** (قواعد الفقة، مكتبه اشرفية ديوبند ص: ۱۱۰)

لا يجوز التصرف في مال غير بغير إذنه. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/۲۹۶۔

الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۲۹۱، كراچي ۶/۲۰۰)

(۳) **ولا يجوز لخادم الشيخ أخذ ولا أكله ولا التصرف فيه بوجه من الوجوه.** (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۲/۵۲۱، كوئٹه ۲/۲۹۸)

رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمع أو زيت أو نحوه، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۴۲۷، كراچي ۲/۴۳۹۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مزاروں پر نذر و نیاز اور فاتحہ کا حکم

سوال (۱۴۳۷): قدیم ۲/۵۵۴- یہاں ایک مزار پر یہ رسم ہے کہ لوگ اُس پر منّت مانتے ہیں کہ ہمارا یہ کام پورا ہو جائے گا تو ہم اِن بزرگ کی مرغ کے قورمہ پر فاتحہ کریں گے چنانچہ کام پورا ہونے پر مزار کے احاطہ میں کسی مقام پر وہ مرغ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جاتا ہے اور اُس کا قورمہ اور روٹی پکا کر مجاور کے پاس لائی جاتی ہے جس میں سے بعد فاتحہ کچھ وہ لے لیتا ہے اور کچھ لانے والے کو بطور تبرک واپس کر دیتا ہے آیا وہ قورمہ روٹی غیر مقتدا کے لیے کھانا حلال ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار: قبيل باب الإعتكاف واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلىٰ ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصد و اصرفها لفقراء الأنام وقد ابتلى الناس بذلك ولاسيما في هذه الاعصار. وفي رد المحتار: قوله: باطل و حرام لوجوه، منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لايجوز لأنه عبادة والعبادة لايكون لمخلوق (إلىٰ قوله) ومنها أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون اللّٰه تعالى واعتقاده ذلك كفراللّٰهم إلا ان قال يااللّٰه إني نذرت لك إن شفيت مريضي أو رددت غائبي أوقضيت حاجتي إن أطعم الفقراء الذين بباب السيدة لنفيسة (إلىٰ قوله) مما يكون فيه نفع للفقراء والنذر للّٰه عز وجل وذكر الشيخ إنما هو محل لصرف النذر لمستحقيه الخ (عن البحر) قوله مالم يقصدوا. الخ أي: بأن تكون صيغة النذر للّٰه تعالىٰ للتقرب إليه ويكون ذكر الشيخ مراداً به فقراءه كمامر ولايخفي أن له الصرف إلىٰ غيرهم كما مر سابقا ولابد أن يكون المنذور مما يصح به النذر كالصدقة بالدراهم ونحوها أما لونذر زيتا لا يقاد قنديل فوق ضريح الشيخ أو في المنارة كما يفعل النساء من نذر الزيت لسيدى عبد القادر ويوقد في المنارة جهة المشرق فهو باطل. الخ(۱)

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده، مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمع أو زيت أو نحوه، مكتبه زكريا ديوبند ٤٢٧/٣، كراچي ٤٣٩/٢-٤٤٠۔ ←

وفي الدر المختار: قبيل كتاب الأضحية ذبح لقدوم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم لأنه أهل به لغير الله ولو وصلية ذكر اسم الله تعالىٰ. اھ (۱)

ان روایات سے اُمور ذیل مستفاد ہوئے:

نمبر ۱: اگر اس نذر سے یا بدون نذر کے اس ذبح سے نیت تقرب لغیر اللہ کی ہو تو ذبیحہ حرام رہے گا اگر چہ اُس کے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔

وقد حرم الله تعالىٰ في المائدة ما ذبح على النصب بعد ذكر تحريم ما أهل لغير الله به.

نمبر ۲: صاحب درمختار اپنے زمانہ کے اکثر عوام کی نذر للاموات کو فساد عقیدہ پر مبنی سمجھتے ہیں اور اکثر لوگوں کو اس میں مبتلاء فرماتے ہیں اور جہل کا روز افزوں ہونا ظاہر ہے تو ہمارے زمانہ میں تو بدرجۂ اولیٰ اسی حالت کا ظنِ غالب ہے۔

نمبر ۳: اگر نذر للہ ہو اور بزرگ کا ذکر بیان مصرف کے لئے ہو وہ جائز ہے۔

نمبر ۴: اس نذر سے یہ تخصیص لازم نہیں ہو جاتی دوسرے مقام کے فقراء پر صرف کر دینا بھی جائز ہے۔

نمبر ۵: جو شئ منذ ور فقراء پر صرف نہیں کی جاتی اُس کی نذر بالکل باطل اور ناجائز ہے جیسے چراغ جلانا یا غلاف چڑھانا۔

ان احکام کی تحقیق کے بعد قابلِ غور یہ امر ہے کہ یہ نذر مذکور فی السوال آیا تقرب الی اللہ کے لئے ہے یا تقرب لغیر اللہ کے لئے۔ اس کا فیصلہ نہایت آسانی سے اس طرح ہوسکتا ہے۔ کہ مسئلہ نمبر: ۴ رکو اس کا معیار قرار دیا جاوے یعنی ناذر کو یہ مشورہ دیا جائے کہ تم ان بزرگ کے خادموں کے علاوہ دوسرے مساکین کو جن کا مزار

← البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۵۲۰-۵۲۱، كوئٹه ۲۹۸/۲-

حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، دارالكتاب ديوبند ص:۶۹۳-

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الذبائح، قبيل كتاب الأضحية، مكتبه زكريا ديوبند ۴۴۹/۹، كراچي ۳۰۹/۶-

سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الذبائح، قبيل كتاب الأضحية، دارالكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۶۴- شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یا صاحبِ مزار سے کوئی تعلق نہ ہو دیکر اُن بزرگ کو ثواب بخشد و۔ یا بجائے مرغ ذبح کرنے کے بازار سے گوشت خرید کر اُس کا کھانا پکالو اور اس سے زیادہ صاف امتحان یہ کہ یہ کہا جائے کہ اُن کو ثواب ہی مت بخشو۔ پھر یا تو اپنے اموات کو بخشد و یا کسی کو بھی مت بخشو اور خود بھی مت رکھو یا اُس کو تبرک نہ سمجھو کیونکہ اُس میں برکت ہو جانے کی کوئی دلیل نہیں اگر اس پر خوشی سے راضی ہو جائیں تو سمجھا جائے گا کہ خود اُن سے تقرب مقصود نہیں ان کا ذکر بیان مصرف کے لیے تھا جس میں مقامی اور غیر مقامی مساکین سب برابر ہیں اور اگر اس پر راضی نہ ہوں بلکہ اُن ہی تخصیصات پر اصرار ہو کہ ذبح بھی ہو اور ان ہی بزرگ کے تعلق والوں کو دیا جائے اور خود کھانے کو موجب برکت سمجھا جائے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ان تخصیصات کے خلاف کرنے سے کسی مضرت کا اندیشہ ہو تو یہ سب علامات ہیں فساد عقیدہ کی، اس حالت میں یہ فعل مطلقاً ناجائز ہوگا جس میں مقتدیٰ وغیر مقتدیٰ سب برابر ہیں البتہ جواز کی کسی صورت میں اگر ابہام ہو تو اُس میں مقتدا کو احتیاط کا مشورہ دیا جاوے گا۔

۲۷/ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ (النور، ص ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

مقدمہ میں سلامتی کی صورت میں ہزار رکعت نذر ماننے کی تفصیل

سوال (۱۴۳۸): قدیم ۲/ ۵۵۶ - ایک شخص خون کی علت میں گرفتار ہو کر قید ہوا خدا جانے وہ علت صحیح ہے یا غلط اس سے کوئی غرض نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ ایک شخص نے اُس کے لئے جناب باری تعالیٰ میں اِس طریقہ سے نذر مانی کہ اگر یہ شخص قید فرنگ سے رہا اور بری ہو جائے اور جان اُس کی سلامت رہے تو میں ہزار رکعت نماز ادا کروں گا وہ شخص جان سے تو سلامت رہا مگر سات برس کی قید اُس کو ہوگئی، اِس صورت میں صلوٰۃ نذر کے بارے میں کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب: اس شخص سے پوچھا جائے کہ رہائی اور براءت سے کیا مراد ہے آیا سزائے موت سے رہائی اور براءت یا مطلق سزا سے رہائی اور براءت، شق اول میں شرط نذر کی پائی گئی؛ لہٰذا ایفاء نذر واجب ہے (۱) اور شق ثانی میں شرط نہیں پائی گئی اس لئے ایفاء واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴/ جمادی الاُخریٰ ۱۳۲۲ھ (امداد، ۲، ص ۸۳)

---

(۱) وَلْيُوفُوا نُذُورَهُم. [سورة الحج: ۲۹]

وإن علق النذر بشرط فوجد الشرط فعليه الوفاء بنفس النذر. (هداية، كتاب الأيمان، باب ما يكون يمينا وما لا يكون يمينا، مكتبه اشرفية ديو بند ۲/ ۴۸۳) ←

نذر ذبح کے حکم کی تحقیق

سوال (۱۴۳۹): قدیم۲/ ۵۵۶- نذر ماننے ذبح حیوان میں اختلاف ہے بعض نے ماجنسہ واجب کو عام رکھ کر کہا ہے نذر منعقد ہوجاتی ہے اور بعض نے کہا ہے واجب سے مراد فرض ہے تو نذر منعقد نہ ہوگی صاحب درمختار نے قول ثانی اور شامی نے قول اول کی تصحیح کی ہے بنابر تصحیح شامی آیا صرف ذبح سے ایفاء ہوجائے گا مثل قربانی کے یا کہ تصدق لحم وجلد ضروری ہے، ظاہر یہ ہے کہ ضرور ہو مگر تصریح نہیں ملتی؟

الجواب: تصریح میں نے بھی نہیں دیکھی لیکن فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ذبح کرنا غیر ایام اضحیہ میں قربت مقصودہ نہیں (۱) اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ منذور بہ کا قربت مقصودہ ہونا چاہئے۔ (۲)

← **ثم إن علقه بشرط يريده كأن قدم غالبي أو شفي مريضي يوفى وجوبا إن وجد الشرط.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٥٢١، كراچي ٣/ ٧٣٨)

حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الصوم، قبيل باب الإعتكاف، دارالكتاب ديوبند ص: ٦٩٨-

أو معلقا بشرط بأن قال: إن فعلت كذا فللّٰه على أن أحج حتى يلزمه الوفاء، إن وجد الشرط. (هندية، كتاب الحج، الباب السابع عشر في النذر بالحج، مكتبه زكريا ديوبند زكريا قديم ١/ ٢٦٢، جديد ١/ ٣٢٧) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) **إن الإراقة لا تعقل قربة وإنما جعلت قربة بالشرع في وقت مخصوص فاقتصر كونها قربة على الوقت المخصوص.** (بدائع الصنائع، كتاب التضحية، فصل في كيفية الوجوب، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٠٢)

الإراقة إنما عرفت قربة في زمان مخصوص. (شامي، كتاب الأضحية، مكتبه زكريا ديوبند ٩/ ٤٦٣، كراچي ٦/ ٣٢٠)

(۲) **ومنها أن يكون قربة مقصودة.** (بدائع الصنائع، كتاب النذر، شروط النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٢٢٨)

أن شروط لزوم النذر ثلاثة ...... وكون الواجب مقصودا لنفسه. (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٥١٤، كوئٹه ٢/ ٢٩٤) ←

پس اگر نذر بالذبح میں صرف ذبح سے پوری ہوجائے تو لازم آتا ہے کہ منذور بہ غیر قربۃ مقصودہ ہو وہو باطل، اس سے معلوم ہوا کہ تصدق کو لازم کیا جائیگا تا کہ اس کے انضمام سے وہ قربۃ مقصودہ ہوجائے اس قاعدہ سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ تصدق واجب ہوگا۔ نیز ناذر کا قصد اس نذر ذبح سے یقیناً تصدق کا ہوتا ہے پس عرفاً نذر بالذبح کا لفظ مستعمل نذر مجموع الذبح والتصدق میں ہے (۱) اور اس مجموع کے نذر میں فقہاء نے انعقاد نذر کی تصریح کی ہے۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ (امداد ثانی، ص ۸۴)

← **وأما شروط المنذور به فهي ما يلي ...... ثالثًا أن يكون قربة مقصودة.** (الفقه الإسلامي وأدلته، الباب السادس: الأيمان والنذور والكفارات، الفصل الثاني النذور، مكتبه هدىٰ انٹرنيشنل ديوبند ۳/ ۴۷۱)

ثم النذر إنما يصح بما يكون قربة مقصودة. (المبسوط للسرخسي، كتاب نوادر الصوم، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۱۲۸)

(۱) **الأيمان مبنية على العرف والعادة فما تعارف الناس الحلف به يكون يمينًا.** (المبسوط للسرخسي، كتاب الأيمان، دارالكتب العلمية بيروت ۸/ ۱۳۳)

الأيمان مبنية على العرف. (شرح الحموي على الأشباه والنظائر قديم ص: ۹۶، جديد ۱/ ۱۷۷)

(۲) **لو قال إن برأت من مرضي هذا ذبحت شأة أو على شأة أذبحها فبرئ لا يلزمه شيئ إلا إذا زاد وأتصدق بلحمها فيلزمه.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۳، كراچي ۳/ ۷۴۰)

مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول والخروج والسكنىٰ، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۷۶۔

ولو قال: وهو مريض إن برئت من مرضىٰ هذا ذبحت شأة أو على شأة أذبحها فبرئ لا يلزمه شئ ولو قال على شأة أذبحها وأتصدق بلحمها لزمه. (البحر الرائق، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول والخروج والسكنىٰ، مكتبه زكريا ديو بند ۴/ ۴۹۹، كوئٹه ۴/ ۲۹۶)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

نابالغ کی نذر کا حکم

سوال (۱۴۴۰): قدیم ۲/ ۵۵۷- طفل نابالغ جو عقل رکھتا ہے اُس نے نذر معین یا غیر معین مانی بعد حصول مقصود اُس پر ادا کرنا اُس نذر کا واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: واجب نہ ہوگا (۱) بلکہ اگر وہ نذر مالی ہے تو ادا کرنا جائز بھی نہ ہوگا۔ فقط (۲)

۸/ محرم ۱۳۴۶ھ (تتمۂ اوّل، ص ۱۱۸)

ایک ماہ کے روزوں کی نذر میں تتابع واجب ہے یا نہیں

سوال (۱۴۴۱): قدیم ۲/ ۵۵۷- بندہ نے ایک مرتبہ علالت میں نذر کی تھی کہ اگر شفاء ہوگئی تب ایک ماہ کے روزے رکھوں گا، اس وقت یہ خیال نہیں کہ اتصال کی نیت کی تھی یا نہیں؟ بلکہ یہ خیال ہے کہ اُس وقت اتصال وغیر اتصال کا دل میں خطرہ بھی نہ گزرا تھا حاصل یہ ہے کہ بندہ نے شروع ذی الحجہ سے نذر کو ادا کرنا شروع کیا اس درمیان میں ایام نحر وتشریق کی وجہ سے روزہ نہ ہوا آیا اس صورت میں اگر کل ذی الحجہ کے روزے رکھدیئے سوائے ایام مذکورہ کے تب نذر ادا ہوجائے گی یا نہیں؟ اور ایام مذکورہ کے عوض اور روزے رکھنے ہوں گے یا نہیں؟ صاف تحریر فرمایئے بڑی عنایت ہوگی؟

---

(۱) **ومنها البلوغ فلايصح نذر المجنون والصبي الذي لا يعقل.** (بدائع الصنائع، كتاب النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٢٦)

فلا ينعقد نذر المجنون والصبي غير المميز والصبي المميز؛ لأن هؤلاء غير مكلفين بشئ من الأحكام الشرعية، فليسو أهلا للا لتزام. (الفقه الإسلامي وأدلته، الباب السادس، الأيمان والنذور والكفارات، الفصل الثاني: النذور، مكتبه هدىٰ انٹرنيشنل ديوبند ٣/ ٤٧١)

فلا يصح من غيره كالصبي والمجنون. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب اليمين، مباحث النذور، أقسام النذور، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ١٤١)

(۲) **تصرفات ضارة ضررا محضا وهي التي يترتب عليهاخروج شئ من ملكه دون مقابل كالطلاق والهبة والصدقة والوقف والكفالة بالدين أو الكفالة بالنفس وهذه لا تصح من الصبي المميز.** (موسوعة الفقه الإسلامي والقضايا المعاصرة، تحديد سن البلوغ وأثره في التكليف، حالات أهلية الأداء، مكتبه اشرفية ديوبند ١٣/ ٥٦٠) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

الجواب: في الدر المختار. قبل باب الاعتكاف وكذا الحكم لو نكر السنة أو شرط التتابع (إلیٰ قوله) ولو لم يشترالتتابع يقضي خمسة و ثلثين. اھ (۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر تتابع کی شرط نہیں کی تو تتابع واجب نہیں البتہ ایام منہیہ کے عوض روزے رکھنے پڑیں گے تاکہ ایک ماہ کی تکمیل ہوجاوے۔(۲)

۲۰/ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ (تتمہ اول ص ۱۱۸)

بکری کے بچۂ معین کی قربانی کی نذر

سوال (۱۴۴۲): قدیم ۲/ ۵۵۸- ایک شخص نے نذر مانی تھی یا اللہ بکری کا بچہ اچھا ہوجائے اسی بچہ کی قربانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام دوں گا۔ ابھی بکری کا بچہ کم عمر ہے ایک برس روز کا نہیں ہوا قربانی نہ دی تو کیا گنہ گار یا بکری کا بچہ ذبح کر کے خیرات کر دینا کہ یا اللہ ثواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو پہنچے؟

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الكلام على النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۴۲۰، كراچي ۲/ ۴۳۴ـ

أما إذا كان لشهر غير معين فإن شاء تابعه، وان شاء فرقه إلا إذا شرط التتابع فيلزمه. (رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب: النذر غير المعلق لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۵، كراچي ۳/ ۷۴۱)

إذا نذر شهرا فإما بعينه كرجب وجب التتابع ...... وإن بغير عينه كشهر إن شاء تابعه وإن شاء فرقه. (فتح القدير، كتاب الأيمان، فصل في الكفارة، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۸۸، كوئٹه ۴/ ۳۷۵)

(۲) ولو نذر شهرا لزمه كاملا وفي رد المحتار، ويفتتحه متى شاء بالعدد لا هلاليا. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في صوم الستة من شوال، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۴۲۶، كراچي ۲/ ۴۳۹)

البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۵۱۶، كوئٹه ۲/ ۲۹۶ـ

إذا قال لله على صوم شهر لزمه ثلاثون يومًا وتعيين الشهر إليه. (هندية، كتاب الصوم، الباب السادس في النذر، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۲۰۹، جديد ۱/ ۲۷۲) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

الجواب: مشہور روایات میں یہ ہے کہ نذر اُس طاعت کی ہوتی ہے جس کی جنس سے کوئی فرض ہو؛ لیکن علامہ شامی نے معتبرات فقہ سے اس کو ترجیح دی ہے کہ خواہ فرض ہو یا واجب ہو جلد۳ ص ۱۰۷ قبل باب اليمين في الدخول. (۱)

پس چونکہ قربانی کے افراد میں سے واجب پایا جاتا ہے؛ لہٰذا یہ نذر منعقد ہوگئی اب نذر کرنے والا اپنی نیت کو دیکھے کہ قربانی سے مراد مطلق ذبح لیا تھا یا اصطلاحی قربانی اوّل صورت میں تو انتظار برس روز پورا ہونیکا نہ کرے اور دوسری صورت میں جب وہ برس کا ہو جاوے اور ایام اضحیہ بھی آجاویں اُس وقت ذبح کرے۔(۲) فقط

۶/ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ (تتمۂ اوّل، ص ۱۱۹)

---

(۱) **ولو قال: إن برئت من مرضي هذا ذبحت شأة أو على شأة أذبحها فبرئ لا يلزمه شيئ لأن الذبح ليس من جنسه فرض بل واجب كالأضحية وتحته في الشامي: أن الأصح أن المراد بالواجب ما يشمل الفرض والواجب الاصطلاحي لا خصوص الفرض فقط.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٥٢٣، كراچي ٣/٧٤٠)

ولو قال وهو مريض إن برئت من مرضي هذا ذبحت شأة أو على شأة أذبحها فبرئ لا يلزمه شئ ...... وهو يدل على أن مرادهم بالواجب الفرض من قولهم، وأن يكون من جنسه واجب؛ لأن الأضحية واجبة وهو الذبح لا التصدق مع أنه صريح بأنه لا يصح النذر بالذبح من غير تصريح بالتصدق بلحمه. وتحته في منحة الخالق: وأما قول صاحب الدرر: المنذور إذا كان له أصل في الفروض لزم الناذر فيراد به ما يعم الواجب بأن يراد بالفرض في كلامه اللازم. (البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٩٩-٥٠٠، كوئٹه ٤/٢٩٦)

ولو نذر بذبحها (الشأة) لزمه. (بدائع الصنائع، كتاب النذر، شروط النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٣٣)

(۲) **ولا يجوز فيهما إلا ما يجوز في الأضاحي وهو الثنى من الإبل والبقر والجزع من الضأن إذا كان ضخما.** (بدائع الصنائع، كتاب النذر، فصل في شروط النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٢٣٣) ←

بکری کے شفایاب ہونے پر اس کے ذبح کی نذر

سوال (۱۴۴۳): قدیم ۲/ ۵۵۸ - ایک شخص کے پاس ایک بکری تھی وہ بیمار ہوگئی اُس نے زبان سے کہا کہ اگر یہ بکری اچھی ہوجائے گی تو قربانی کروں گا۔ پھر وہ اچھی ہوگئی تو اُس کو قربانی کرنا ضروری ہے یعنی یہ کہنا کہ یا اللہ اگر اچھی ہوجائے تو قربانی کروں گا نذر ہے اور اگر نذر رہو اور اُس کو بیچ ڈالے تو اب اُس کی قیمت کو کیا کرے؟

الجواب: حکم قیاس کا یہ ہے کہ بدون لفظ علی یا ما یفید معناہ نذر نہ ہوگی بلکہ وعدہ ہے۔ اور استحسان کا حکم یہ ہے کہ تب بھی نذر ہوجائے گی۔ ردالمختار جلد۳، صفحہ ۱۰۷۔(۱)

← **الأضحية اسم لما يذبح في وقت مخصوص لم يكن فيها الغاء الوقت فإذا نذرها يلزم فعلها فيه وإلا لم يكن آتيا بالمنذور.** (شامي، كتاب الأضحية، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۴۸۱، كراچي ۶/ ۳۳۳)

إنما تعين المكان في نذر الهدیٰ والزمان في نذر الأضحية؛ لأن كلا منهما اسم خاص معين فالهدى ما يهدى للحرم والأضحية ما يذبح في أيامها حتى لو لم يكن كذلک لم يوجد الاسم. (شامي، كتاب الأيمان، مطلب: النذر غير المعلق لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۵، كراچي ۳/ ۷۴۱) *شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ*

(۱) **قال إن برئت من مرضي هذا ذبحت شاة فبرئ لا يلزمه شئ إلا أن يقول: فللّٰه على أن أذبح شاة ...... فأفاد أن عدم الصحة لكون الصيغة المذكورة لا تدل على النذر: أي لأن قوله: ذبحت شاة وعدلا نذر...... لكن في البزازية أيضًا: إن عوفيت صمت كذا لم يجب، ما لم يقل لله على وفي الاستحسان يجب.** (شامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۳، كراچي ۳/ ۷۴۰)

إن عوفيت صمت كذا لم يجب ما لم يقل لله على وفي الاستحسان يجب. (بزازية على هامش الهندية، كتاب الأيمان، النوع الثالث في النذر، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۴/ ۲۷۲، جديد ۱/ ۱۷۷)

البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۵۱۹، كوئٹه ۲/ ۲۹۷۔

پس صورتِ مسئولہ میں بحکم استحسان نذر ہوجاوے گی۔ وھواحوط۔ ایک بحث تو یہ تھی دوسری بحث یہ ہے کہ قربانی سے مراد اگر مطلق ذبح ہے تب تو کسی زمان کی قید نہ ہوگی اور اگر تضحیہ مراد ہے تو ایام نحر کی قید ہوگی (۱)۔ اور نیز ذبح مراد لینے میں یہ بھی اختیار رہے خواہ ذبح کر کے تصدق کرے یا بکری کی قیمت کا تصدق کردے۔ اور بیچ ڈالنے کے بعد بھی دونوں اختیار ہیں خواہ دوسری بکری خرید کر ذبح وتصدق کرے خواہ وہ قیمت تصدق کردے (۲)۔ اور اگر تضحیہ مراد لیا ہے اور پھر بیچ ڈالا تو اگر کسی خاص سال کی قید لگائی تھی تو اس کی قیمت کا تصدق کردے اور اگر تضحیہ میں کسی سال کی قید نہ لگائی تھی تو ایام نحر میں اُس قیمت کی بکری خرید کر قربانی کرے۔ (۳)

وكل هذا ظاهر من القواعد.

۲۹/ رجب ۳۱ھ (تتمۂ ثانی ص ۶۰)

---

(۱) **إذا نذر ذبح شأة في وقت كذا يلغوا ذكر الوقت؛ لأنه وصف زائد على مسمىٰ الشأة ولذا ألغا علماؤنا تعيين الزمان والمكان بخلاف الأضحية، فإن الوقت قد جعل جزء أم مفهومها فلزم اعتباره.** (شامي، كتاب الأضحية، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۴۸۱، كراچي ۶/ ۳۳۳)

إنما تعين المكان في نذر الهدىٰ والزمان في نذر الأضحية؛ لأن كلامنهما اسم خاص معين فالهدى ما يهدى للحرم والأضحية ما يذبح في أيامها حتى لو لم يكن كذلك لم يوجد الاسم. (شامي، كتاب الأيمان، مطلب: النذر غير المعلق لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۵، كراچي ۳/ ۷۴۱)

(۲) **بخلاف النذر بالتصدق بأن نذر أن يتصدق بشأتين وسطين فتصدق بشأة بقدرهما جاز؛ لأن المقصود إغناء الفقير وبه تحصل القربة وهو يحصل بالقيمة.** (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، فصل في الغنم، مكتبه امدادية ملتان ۱/ ۲۷۱، زكريا ۲/ ۵۹)

البحر الرائق، كتاب الزكاة، فصل في الغنم، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۳۸۷، كوئٹه ۲/ ۲۲۱۔

شامي، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۱۱، كراچي ۲/ ۲۸۶۔

(۳) **ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بهاحية ناذر وفي الشامي إذا وجبت بإيجابه صريحًا أو بالشراء لها، فإن تصدق بعينها في أيامها فعليه مثلها مكانها...... وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأضحية، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۴۶۳، كراچي ۶/ ۳۲۰) **شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ**

مصلین کوکھانا کھلانے کی نذر میں اغنیا کواس کا کھانا درست ہے یا نہیں

سوال (۱۴۴۴): قدیم ۲/۵۵۹- زید نے کہا کہ میرالڑکا اچھا ہوجائے تومیں تمام مصلیوں کوکھانا کھلاؤں گا۔ اب لڑکا فضل الٰہی سے اچھا ہوا۔ اب زید کھانا کھلانا چاہتا ہے اور مصلیوں میں غریب اور مالدار دونوں ہیں آیا دونوں کھا سکتے ہیں یا غریب ہی کھا سکتے ہیں اور زید کہتا ہے کہ میں تمام مصلی غریب اور مالدار سب کی نیت کیا ہوں اس کو صاف صاف بیان کیجئے یعنی مالدار کو کھانا جائز ہے یا نہیں یہ کھانا؟ بینوا توجروا

الجواب: چونکہ بقدر حصہ مالداروں کے نذر نہیں ہوئی (۱)؛ لہٰذا مالداروں کو اُس کا کھانا جائز ہے۔ (۲)

۴/ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ (تتمۂ اوّل، ص۱۱۹)

---

(۱) **نـذر التـصـدق على الأغنياء لم يصح.** (الـدر الـمـختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٥٢٠، كراچي ٣/٧٣٨)

وفـي الـقـنـية: نـذر أن يتصد ق بدينار على الأغنياء ينبغي أن لا يصح. (البحر الرائق، كتـاب الأيـمـان، قبيل باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٠٠، كوئٹه ٤/٢٩٧)

هـنـدية، كتاب الأيمان، الفصل الثاني في الكفارة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٢/٦٦، جديد ٢/٧٢۔

(۲) **أمـا صـدقة التـطـو ع فيـجوز صر فها إلى الغني؛ لأنها تجر ي مجر ى الهبة.** (بدائع الـصنائع، كتاب الزكاة، فـصـل الـذي يـرجـع إلـى الـمـؤدي إليه، مكتبه زكريا ديوبند ٢/١٥٧، كراچي ٢/٤٧)

لأن صـدقة التـطـو ع كـالهبة فتـصـح لـلـغني و الفقير. (الـمـوسـوعة الـفـقـهية الكويتية ٢٦/٣٣٢)

وقيد بالزكاة؛ لأن النفل يجوز للغنى كما يجوز للهاشمي. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٤٢٧، كوئٹه ٢/٢٤٥)

فـأمـا الـصدقة على وجه الصلة والتطوع فلا بأس به، وفي الفتاوى العتابية: وكذلك يـجوز النفل للغني. (الـفـتـاوى التـاتـارخانية، كتاب الزكاة، الفصل الثامن فيمن توضع فيه الزكاة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٢١٤، رقم: ٤١٥٥) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جھوٹے مقدمہ میں نذر ماننے سے اس کا ایفاء واجب ہے یا نہیں

سوال (۱۴۴۵): قدیم ۲/ ۵۹- زید نے ایک مقدمہ بکر پر بالکل جھوٹا عدالت میں دائر کیا اور یہ نیت مانی کہ اگر مقدمہ میرے حسب مرضی فیصل ہو تو مسجد میں شیرینی بھیجوں گا چنانچہ زید مذکور کامیاب ہوا زید نے شیرینی مسجد میں بھیجی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا منت جائز ہوئی یا نہیں اور اس قسم کی شیرینی نمازیوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں اور زید اس منت ماننے کی وجہ سے گنہ گار ہوا یا نہیں اور اگر ہوا تو کس درجہ کا؟

الجواب: في الدر المختار: أحكام النذر، وإن علقه بما لم يرده كإن زنيت بفلانة مثلاً فحنث وفي بنذره أو كفر ليمينه على المذهب. وفي رد المحتار: انظر لو كان فاسقاً يريد شرطا هو معصية فعلق عليه فهل يقال إذا باشر الشرط يجب عليه المعلق أم لا ويظهر إلى الوجوب الخ ج:۳، ص: ۱۰۶. (۱) اس منت سے گو وہ اس لئے گنہ گار ہوا کہ معصیت کی رغبت ظاہر ہوتی ہے مگر چونکہ صدقہ عبادت ہے اس لئے نذر منعقد ہوگئی اور مساکین اس کا مصرف ہیں۔ (۲) فقط

۲۹/ رجب ۲۹ھ (تتمہ اوّل، ص ۱۱۹)

---

(۱) فهل يقال: إذا باشر الشرط يجب عليه المعلق أم لا ويظهرلي الجواب؛ لأن المنذور طاعة وقد علق وجوبها على شرط، فإذا حصل الشرط لزمته، وإن كان الشرط معصية يحرم فعلها. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب: في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۱، كراچي ۳/ ۷۳۸-۷۳۹)

ولو علقه بشرط لا يريده كإن زنيت أو شربت خمرًا فللّٰه على كذا أو نذر خير بين الوفاء بأصل القربة التي التزامها لا بكل وصف التزمه والتكفير أي كفارة اليمين هو الصحيح رواية ودراية. (مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول والخروج، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۷۵)

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. [سورة التوبة: ۶۰]

(۲) مصرف الزكاة والعشر: هو فقير وفي الشامي: وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر ←

اہل محلّہ کو گائے ذبح کر کے کھلانے کی نذر میں اغنیاء کو کھلانا درست ہے یا نہیں

سوال (۱۴۴۶): قدیم ۲/ ۵۵۹- ہمارے یہاں اس طرح پر نذر کرتے ہیں اگر فلاں مقصود میرا حاصل ہو تو ایک گائے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے محلّہ والوں کو کھلاؤں گا یا یوں کہے کہ للہ ذبح کروں گا مگر اہل محلّہ کو کھلانا منظور ہوتا ہے حالانکہ محلّہ میں نصاب والا اور فقیر دونوں ہیں بلکہ بہ نسبت فقیر کے پیسے والے کو کھلانے کا زیادہ خیال رہتا ہے۔ جناب من اس صورت میں ایفاء نذر واجب ہوگا یا نہیں اور دونوں فرقوں کو کھلانا اس کا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب: في الدرالمختار: نذر التصدق على الأغنياء لم يصح ما لم ينو أبناء السبيل(۱). وفيه ولو قال إن براء ت من مرضى هذا ذبحت شاة أو عليّ شاة أذبحها فبرئ لايلزمه شئ لأن الذبح ليس من جنسه فرض بل واجب كالأضحية فلايصح إلا إذا زاد وأتصدق بلحمها فيلزمه لأن الصدقة من جنسها فرض وهى الزكوٰة. الخ.(۲)

← **والكفارة والنذر وغير ذلک من الصدقات الواجبة.** (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الزكاة، باب المصرف، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۲۸۳، كراچي ۲/ ۳۳۹)

عن عطاء قال: ما كان من جزاء صيد أو نسک أو نذر للمساكين فإنه لا يأكل منه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الحج، في هدى الكفارة وجزاء الصيد، مؤسسة علوم القرآن ۸/ ۱٤٦، رقم:۱۳۳٦۳) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند۵/ ۵۲۰، كراچي۳/ ۷۳۸۔

وفي القنية: نذر أن يتصدق بدينار على الأغنياء ينبغي أن لا يصح. قلت: وينبغي أن يصح إذا نوىٰ أبناء السبيل لأنهم محل الزكاة. (البحرالرائق، كتاب الأيمان، مكتبه زكريا ديوبند٤/ ۵۰۰، كوئٹه٤/ ۲۹۷)

هندية، كتاب الأيمان، الفصل الثاني في الكفارة، مكتبه زكريا قديم ۲/ ٦٦، جديد ۲/ ۷۲۔

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۳، كراچي ۳/ ۷٤۰۔ ←

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بقدر اغنیاء کے نذر منعقد نہیں ہوئی اور بقدر فقراء منعقد ہوگئی اور فقراء کو کھلانا ضروری ہوگا(۱) اور اغنیاء نے اگر کھایا تو دیکھنا چاہئے کہ اُس نے بقدر حصہ فقراء پکوایا ہے یا زیادہ پہلی صورت میں اغنیاء کو کھانا درست نہیں (۲) دوسری صورت میں درست ہے۔(۳) فقط

۴/ شعبان ۱۳۲۹ھ (تتمۂ اولیٰ، ص ۱۲۰)

← **ولو قال: وهو مريض إن براء ت من مرضىٰ هذا ذبحت شأة أو علی شأة أذبحها فبرئ لا يلزمه شئ ولو قال علی شأة أذبحها وأتصدق بلحمها لزمه.** (البحر الرائق، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول والخروج والسكنىٰ، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٤٩٩، كوئٹه ٤/٢٩٦)

مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول و الخروج والسكنىٰ، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٢٧٦۔

(۱) **وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ.** [سورة الحج: ٢٩]

عن ابن عباسؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من نذر نذرا لم يسمه، فكفارته كفارة يمين، ومن نذر نذرا في معصية فكفارته يمين، ومن نذر نذرا لا يطيقه فكفارته كفارة يمين ومن نذر نذرا أطاقه فليف به. (سنن أبي داؤد، كتاب الأيمان والنذور، باب من نذر نذرا لا يطيقه، النسخة الهندية ٢/٤٧٢، دارالسلام رقم:٣٣٢٢)

ومن نذر نذرا مطلقًا فعليه الوفاء بما سمى، وإن علق النذر بشرط فوجد الشرط فعليه الوفاء بنفس النذر. (هداية، كتاب الأيمان، باب ما يكون يميناً و ما لا يكون يميناً، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٤٨٣)

(۲) **عن عبد الله بن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني و لا لذي مرة سوى.** (ترمذي شريف، كتاب الزكاة، باب ما جاء من لا تحل له الصدقة، النسخة الهندية ١/١٤١، دارالسلام رقم: ٦٥٢)

وأما بقية الصدقات المفروضة والواجبة كالعشر والكفارات والنذور و صدقة الفطر فلا يجوز صرفها للغني لعموم قوله عليه السلام: لا تحل صدقة لغني. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٤٢٧، كوئٹه ٢/٢٤٥)

ولايجوز أن يصرف ذلک لغني. (شامي، كتاب الصوم، مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمع أو زيت أو نحوه، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٤٢٧، كراچي ٢/٤٣٩)

(۳) **أما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغني؛ لأنها تجري مجرى الهبة.** (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل الذي يرجع إلى المؤدي إليه، مكتبه زكريا ديوبند ٢/١٥٧، كراچي ٢/٤٧) ←

اغنیاء کے واسطے نذر کی تحقیق

سوال (۱۴۴۷): قدیم ۲/ ۵۶۰- زید نے نذر کی یعنی یہ کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں فلاں مدرسہ کے مدرسین کی دعوت کروں گا۔ اس کا کام ہو گیا تو ناذر کو انھیں مدرسہ کے مدرسین کو کھلانا چاہئے یا کہ دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے اور مدرسین کو یہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟۔

الجواب: اگر مدرسین غنی ہیں تو بقدر اُن کے حصہ کے یہ نذر نہ ہوگی اور یہ بھی اختیار ہوگا کہ اُس مقدار کا ایفاء نہ کرے اور اگر مساکین ہیں تو نذر ہو جاوے گی (۱) مگر یہ تخصیص لازم نہ ہوگی جس مسکین کو چاہے کھلائے۔(۲)

۸/ محرم ۱۳۳۲ھ (تتمۂ ثانی، ص ۱۱۱)

← **لأن صدقة التطوع كالهبة فتصح للغني والفقير.** (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۶/ ۳۳۲)

وقيد بالزكاة؛ لأن النفل يجوز للغنى كما يجوز للهاشمي...... لأن الصدقة للغني هبة. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۴۲۷، كوئٹه ۲/ ۲۴۵) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) **نذر التصدق على الأغنياء لم يصح ما لم ينو أبناء السبيل. وفي الشامية: نذر أن يتصدق بدينار على الأغنياء ينبغي أن لا يصح. قلت: وينبغي أن يصح إذا نوى أبناء السبيل؛ لأنهم محل الزكاة. قلت: ولعل وجه عدم الصحة في الأول عدم كونها قربة أو مستحيلة الكون لعدم تحققها؛ لأنها للغني هبة كما أن الهبة للفقير صدقة.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۰، كراچي ۳/ ۷۳۸)

البحر الرائق، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول و الخروج والسكنى، مكتبه زكريا ديوبند ۴/ ۵۰۰، كوئٹه ۴/ ۲۹۷۔

هندية، كتاب الأيمان، الفصل الثاني في الكفارة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/ ۶۶، جديد ۲/ ۷۲۔

(۲) **نذر الفقراء مكة جاز الصرف لفقراء غيرها.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب النذر غير المعلق لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۵۲۴، كراچي ۳/ ۷۴۰) ←

عقیقہ کے گوشت سے نذر پوری کرنے کا حکم

سوال (۱۴۴۸): قدیم ۲/ ۵۶۰- ایک شخص نے کچھ مساکین کو کھلانے کی نذر کی تھی (کہ اگر میرا لڑکا ہوا تو مثلاً بیس مساکین کو کھلاؤں گا) آیا وہ شخص لحم عقیقہ اس نذر میں استعمال کرسکتا ہے یا نہیں اور عقیقہ نفس ذبح سے ادا ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: عقیقہ تو نفس ذبح سے ادا ہوگیا لیکن اس لحم کا اس نذر میں صرف کرنا علی الارجح جائز نہیں۔

دلیله ما في رد المحتار عن القنية وإذا دفع اللحم إلیٰ فقیر بنية الزكاة لايحسب عنها في ظاهر الرواية. اھ (۱)

۲۸/ محرم ۱۳۳۳ھ (تتمۂ ثانی، ص ۱۷۲)

نذر کو پورا کرنے میں قسطوار دینا

سوال (۱۴۴۹): قدیم ۲/ ۵۶۱-کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومقتدایانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالتِ مرض میں یہ کہا کہ میں بعد صحت دوسو روپیہ فلاں کارِ خیر میں دوں گا بعد صحت اُس پر دو سو روپیہ کا ادا کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟ بر تقدیر اول بباعث تنگدستی وعدم گنجائش في الحال وہ تھوڑا تھوڑا روپیہ قسط کے طور پر بھی ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجرو

← **نذر مكة جاز الصرف إلى فقراء غيرها.** (مجمع الأنهر، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول والخروج، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۷٦)

وفي الحاوي: قال مالي صدقة على فقراء مكة إن فعلت كذا ففعل فتصدق على فقراء بلخ قال أبو بكر يجوز. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب اللأيمان، الفصل السادس والعشرون في النذور، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ۲۸٦، رقم: ۹۳۸٦) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) شامي، كتاب الأضحية، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ٤۷٥، كراچي ٦/ ۳۲۸۔

ولو دفع اللحم لفقير بنية الزكاة حسب عن الزكاة وقال صاحب المحيط: لا يحسب في ظاهر الرواية. (سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الأضحية، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ۱۷٥) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: في الدرالمختار: لوقال: إن براء ت من مرضي هذا ذبحت شأة أوعلى شأة أذبحها (إلیٰ قوله) لأن الذبح ليس من جنسه فرض. وفي رد المحتار: هذا التعليل لصاحب البحر وينافيه ما في الخانية: قال إن براء ت من مرضى هذا ذبحت شاة فبرئ لايلزمه شئ إلا أن يقول فللّٰه على أن أذبح شأة. اه و هي عبارة متن الدرر و عللها في شرحه بقوله لأن اللزوم لايكون إلا بالنذر الدال عليه الثاني لا الأول. اه ثم قال: لكن في البزازية: أيضاً إن عوفيت صمت كذا لم يجب مالم يقل للّٰه على وفي الاستحسان يجب. ولو قال: إن فعلت كذا فانا أحج ففعل يجب عليه الحج. اه إلیٰ اٰخرما قال وأطال ج۳، ص۱۰۷. (۱)

اس سے ثابت ہوا کہ علی الراجح یہ نذر صحیح ہو جاوے گی اور اگر ایک دم سے نہ دے سکے تو تھوڑا تھوڑا بھی دینا جائز ہے۔

في رد المحتار: وإن لم يجد غيره أمسک منه قدر قوته فإذا ملک غيره تصدق بقدره أي بقدر ما أمسک كما سيأتي في متفرقات الفضاء إن شاء اللّٰه تعالیٰ ج:۳،ص: ۱۰۹. (۲)

البتہ اگر اس شخص کا کل اثاثہ منقول وغیر منقول سب ملا کر بھی دوسو روپیہ کا نہ ہو تو سوال پھر کرنا چاہئے اور یہ لکھنا چاہئیے کہ اُس کا کل مال کیا کیا اور کس کس قیمت کا ہے۔

۲۱/محرم ۱۳۳۳ھ (تتمۂ ثالثہ، ص۹)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٥٢٣، كراچي ٣/٧٤٠۔

إن عوفيت صمت كذا لم يجب ما لم يقل لله على وفي الاستحسان يجب...... ولوقال: إن فعلت كذا فأنا أحج ففعل يجب عليه الحج. (بزازية على هامش الهندية، كتاب الأيمان، النوع الثالث في النذر، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٤/٢٧٢، جديد ١/١٧٧)

البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٥١٩، كوئٹه ٢/٢٩٧۔

(۲) شامي، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى و الإتيان، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٥٢٦، كراچي ٣/) ←

غیر کے فعل کی نذر صحیح نہیں ہوتی

سوال (۱۴۵۰): قدیم ۲/۵۶۱- کسی شخص نے اس شرط پر منت کی تھی کہ اگر مجھ کو اللہ تعالیٰ ایک پسر عنایت فرماوے تو بارہ برس کے بعد کعبۂ شریف میں بھیجوں گا لیکن بوقت منت وہ توانگر تھا۔ اب حالت غریبی میں مبتلا ہو گیا اس وقت کعبہ شریف میں بھیجنا میسر نہیں۔ اب کیا کیا جائے ادائے منت اُس پر واجب ہے یا نہ؟

الجواب: نذر اپنے فعل کی منعقد ہوتی ہے نہ کہ دوسرے کے فعل کی؛ لہٰذا یہ نذر بھی منعقد نہ ہوئی۔ (۱)

۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ (تتمۂ ثالث، ص ۱۱۷)

← ويمسك من ذلك قوته إذ لو لم يمسك ذلك القدر يحتاج إلى أن يسأل الناس من ساعته، ولم يبين مقدار مايمسك، قال مشايخنا: إن كان محترفًا يمسك قوت يومه، وإن كان صاحب حوانيت فعليه أن يمسك قوت شهر، وإن كان دهقانًا يمسك قوت سنة، فإذا وصل يده إلى شئ من ذلك تصدق بقدر ما أمسك. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الأيمان، الفصل السادس والعشرون في النذور، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٢٩١، رقم: ٩٤٠٠)

المحيط البرهاني، كتاب الأيمان والنذور، الفصل الخامس والعشرون في النذور، المجلس العلمي ٦/ ٣٥٨، رقم: ٧٨٣٢- شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) اس میں دو باتوں پر غور کرنا ہے: (۱) نذر کس وقت منعقد ہوتی ہے، اس بارے میں عرض یہ ہے کہ اپنی ذات پر منعقد ہوتی ہے، دوسروں کی ذات پر نہیں ہوتی اسی وجہ سے عاقل بالغ کی نذر کی قید فقہاء نے لگائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

وأما شرائط الركن فأنواع بعضها يتعلق بالناذر وبعضها يتعلق بالمنذور به وبعضها يتعلق بنفس الركن وأما الذي يتعلق بالناذر فشرائط الأهلية منها لعقل ومنها البلوغ فلا يصح نذر المجنون والصبي الذي لا يعقل. الخ (بدائع الصنائع، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ٢٢٦)

(۲) دوسرے کو حج میں بھیجنے کی نذر ماننا، اس بارے میں فقہاء کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر منعقد نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ اگر چہ حج از قبیل فرض ہے اور رکن اسلام میں سے ہے؛ لیکن حج کرانا رکن اسلام یا واجب عمل میں سے نہیں ہے، بعض عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ حج کرانے کی نذر بھی معتبر ہو جاتی ہے۔ البحر العمیق کی عبارت اس بارے میں ملاحظہ فرمائیے:

ولو قال: إن فعلت كذا فأنا أحج بفلان، فلا يخلو إما أن ينوي به الحج مع فلان ←

درود شریف کی نذر کا منعقد ہونا

سوال (۱۴۵۱): قدیم ۲/۵۶۲ - درود شریف کی نذر منعقد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار: ولو نذر أن يصلى على النبى ﷺ كل يوم كذا لزمه وقيل: لا. وفي رد المحتار: قوله: لزمه لأن من جنسه فرضاً (إلیٰ قوله) قال: ومنه يعلم أنه لايشترط كون الفرض قطعياً، قوله وقيل: لا، لعل وجهه اشتراط كون الفرض قطعيا ح (قلت والأحوط الأول) ج:۳، ص: ۱۰۵. (۱)

یکم محرم ۱۳۳۴ھ (تتمہ ۴، ص ۹)

← أوينوى به إحجاج فلان أو لا نية له، فإن لم تكن له نية أو نوى الحج معه، فعليه أن يحج وليس عليه أن يحج بفلان، وإن نوى إحجاج فلان لزمه أن يحجه. (البحرالعميق، الباب السابع عشر في النذر بالحج و الحلف به، مكتبه مؤسسة الريان ٤/٢٢١٣)

ومن قال إن فعلت فعلى أن أحج بفلان، فإن نوى أحج وهي معي فعليه أن يحج وليس عليه أن يحج به وإن نوى أن يحجه فعليه أن يحجه؛ لأن الباء للإلصاق فقد الصق فلانا بحجة وهذا يحتمل معنيين أن يحج فلان معه في الطريق، وأن يعطي فلانا ما يحج به من المال وإلتزام الأول بالنذر غير صحيح والثاني صحيح. (فتح القدير، كتاب الحج، مسائل منثورة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٦٢، كوئٹه٣/٨٩)

المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب النذر، دارالكتب العلية بيروت ٤/١٣٣ـ

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر، مكتبه زكرياديوبند ٥/٥٢٠-٥٢١، كراچي ٣/٧٣٨ـ

ولو قال لله على أن أصلي على النبي عليه الصلاة والسلام في كل يوم كذا يلزمه وقيل لا يلزمه. (البحر الرائق، كتاب الأيمان، قبيل باب اليمين في الدخول ولخروج والسكنى والإتيان وغير ذلك، مكتبه زكريا ديوبند ٤/٥٠٠، كوئٹه ٤/٢٩٧)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

منذور لغیر اللہ کو خرید لینے کا حکم

سوال (۱۴۵۲): قدیم ۲/۵۶۲- نذر لغیر اللہ یعنی جو کسی تھان یا کسی نشان اور جھنڈے وغیرہ پر چڑھایا گیا ہو اور چڑھانے والے ہندو ہیں اگر کوئی مسلمان اُس کو خریدنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس اہلال لغیر اللہ سے اُس میں حرمت مثل میتہ کے آگئی پس جس طرح میتہ کا خریدنا ہنود سے جائز نہیں اسی طرح اس کا بھی۔(۱) واللہ اعلم

۲۵/ ربیع الاول، ۱۳۲۵ھ (امداد ثالث، ص ۲۳)

---

(۱) ہندو کے چڑھانے سے مراد اگر جانور کو چڑھا کر چھوڑ دینا ہے تو وہ جانور فی نفسہ حرام اور میتہ جیسا نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ مالک کی ملکیت میں بدستور باقی رہتا ہے، اس کا حکم سائبہ اور بحیرہ اور وصیلہ وغیرہ کی طرح ہے مالک کی اجازت سے مسلمان کے لئے اس کو خرید کر استعمال میں لانا جائز ہے۔

حضرت والا تھانویؒ نے امداد الفتاوی، کتاب الحظر والاباحہ/ میں کھانے پینے کی حلال وحرام، مکروہ ومباح چیزوں کے بیان کے تحت نسخۂ قدیم ۹۹/۴ تا ۱۰۰/ جدید مسئلہ نمبر: ۲۳۷۸/ ۲۳۷۹/ ۲۳۸۰/ میں سائبہ اور بحیرہ وغیرہ کے حکم میں ثابت فرمایا ہے اور یہ جانور ما اُہل بہ لغیر اللہ میں داخل نہیں ہوتا ہے فتاوی قاسمیہ ۲۲/۱۵۴ تا ۱۵۶/ مسئلہ نمبر: ۹۸۲۸/ ۹۸۲۹/ ۹۸۳۰/ میں وضاحت موجود ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے:

وروي البخاری عن سعيد بن المسيب قال: والسائبة التي كانوا يسبونها لآلهتهم ولايحمل عليها شئ. (بخاري شريف، كتاب التفسير، باب ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة، النسخة الهندية ٢/٦٦٥، رقم: ٤٤٣٧، ف: ٤٦٢٣)

من سيب دابته فلا يزول ملكه عنها. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٤/١١١)

فلا يزول ملكه في الوجهين كمن سيب دابته. (المبسوط للسرخسي، كتاب الذبائح، باب ما الصيد، دارالكتب العلمية بيروت ١٢/١٩) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

۱۲/ کتاب الوقف

نااہل متولیان کی معزولی کا حکم

سوال (۱۴۵۳): قدیم ۲/ ۵۶۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلائے شرع متین اس بارہ میں کہ چند مساجد ہیں قدیم اور ایک اُن میں سے جامع مسجد ہے بادشاہی کہ غدر میں سرکارِ وقت نے اُس کو مسدود اور بند کیا تھا پھر بعد ایک عرصہ کے واگزاشت کر کے مسلمانوں کے سپرد کیا اور کہہ دیا کہ تم لوگ چونکہ یہ مساجد اور معابد تمھارے ہیں بطور خود اپنے مذہب کے موافق انتظام کرو اور بعضے مساجد محلّہ جات متفرق میں واقع ہیں پس مسلمانوں نے جمع ہو کر ان سب مساجد اور اُس کی آمدنی کی بندو بست کے واسطے چند آدمی متولی اور ممبر مسلمانوں میں سے اپنی طرف سے مقرر کیئے کہ تم لوگ منتظم اور مہتمم اس کے بطور تولیت اور ممبری کے رہو اور اس کام کا انجام اور خبر گیری اچھی طرح سے موافق قاعدہ انتظام مال وقف کے کیا کرو کیونکہ سرکار انگریز نے اِس کام کو مسلمانوں پر چھوڑ دیا ہے تا کہ اپنے مذہب کے موافق اس کا بندو بست کریں اور سرکار مزاحم اس کی نہیں ہے اس لئے کہ سرکار کو اگر بندو بست انتظام امورات مال وقف کا بطور اپنے قانون کے منظور ہوتا تو بطور خود انتظام کرتا مانند روضہ تاج بی بی کے اب یہ متولیان اور ممبران تصرفات مانند تعمیرات مساجد و دکانات موقوفہ مساجد کے لئے وو ظائف ملازمان وصرف آمدنی مال وقف بطور رائے اپنی کے کرتے ہیں بغیر دریافت مسائل شرعیہ کے خواہ وہ رائے اور تصرفات ان کے شرع کے موافق ہوں یا نہ ہوں اب جن مسلمانوں کی طرف سے یہ متولیان اور ممبر ہیں جب وہ اُن کو سمجھاتے ہیں کہ یہ مال وقف ہے اس کی خبر گیری اور آمدنی کا صرف کرنا موافق شرع شریف کے چاہئے؛ کیونکہ مال وقف کے صرف کرنے میں یہاں تک احتیاط ہے کہ اگر متولی بیجا خرچ کرے تو اُس کے ذمہ اِس بیجا خرچ کرنے کی ضمانت لازم آئے گی اور مواخذہ عقبیٰ علیحدہ ہے تو وہ متولیان جواب میں کہتے ہیں ہم ممبر ہیں ہم کو اختیار ہے جیسا ہماری رائے میں آئے گا ویسا ہم کریں گے شرع کے موافق کون چل سکتا ہے بلکہ یہ متولیان اِس قاعدہ کا برتاؤ کرتے ہیں کہ متولی اور ممبر طاق ہونے چاہئیں کیونکہ ہم غلبہ رائے پر عمل درآمد کریں گے تو بعضے اوقات ایسا اتفاق پڑتا ہے کہ مثلاً متولی تین رہتے ہیں تو جس امر میں دو کی رائے ہو اِس مال وقف کے انتظام کی نسبت

تو وہی رائے عمل میں لاتے ہیں خواہ وہ موافق شرع کے ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ رائے خطا ہو یا صواب اور تیسرے کے رائے کو اگرچہ موافق شرع کے ہو بیکار سمجھتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس اگر کبھی متولی پانچ ہو جاتے ہیں تو بھی یہی قاعدہ عمل میں لاتے ہیں۔اب علمائے دین سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ ان کارروائیوں مذکورۂ بالا کا متولیان کو از روئے شرع شریف اختیار ہے یا نہیں اور جائز ہے یا نہیں اور خبر گیری مالِ وقف اور صرف آمدنی اُس کی از روئے شرع شریف کے اجرا ہونا چاہیے یا از روئے منشائے دفعات قانون انگریزی اور ان متولیان کی کارروائی اور تصرف حال وقف میں خلاف قواعد شرعیہ کے اپنی رائے سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔فقط

سوال دوم : قریب سوال أول باندک تفاوت ۔علماء وفضلائے امت محمدی ﷺ سے یہ امر دریافت کیا جاتا ہے کہ مثلاً مال وقف ہے یعنی مساجد کہ بعضی بادشاہی ہیں اور سرکاری بعضی نہیں ہیں اور دکانات متعلقہ مساجد اور اصل وقف کرنے والا زندہ اور موجود نہیں ہے اور سرکار انگریز نے اُس مال وقف کے انتظام کا مسلمانوں کو اختیار دیا۔ پس مسلمانوں نے باہم تجویز کر کے چار پانچ مسلمان ممبر اور مہتمم اِس مال وقف کی نگرانی کے واسطے مقرر کر دیئے مگر قبل اس سے جو مہتمم اور ممبر تھے سب مسلمان اُن کی کارروائی اور نگرانی سے نسبت مال وقف کے بسبب حسن انتظامی بہت رضا مند تھے اس لئے کہ وہ انتظام خوب جانتے تھے اور اُن کے عہد میں علاوہ اخراجات مد مرمت مساجد و دکانات و تنخواہ ملازمان کے کئی ہزار روپیہ فاضل جمع تھے مگر اُن میں سے بعضے پردیسی تھے کہ یہاں سے چلے گئے اور بعضے انتقال کر گئے۔اب ممبران حال چونکہ یہ انتظام بالکل نہیں جانتے تو بسبب اس بدانتظامی اور فضول خرچی بے موقع اپنی رائے سے خلاف مسائل شرعیہ کے مسلمان بہت ناراض ہیں کیونکہ مال وقف میں اسراف اور نقصان بہت ہو رہا ہے۔

یہاں تک کہ بعضی مسجد مقروض ہوگئیں۔اب پوچھا جاتا ہے کہ اِن ممبروں اور مہتمموں کو مال وقف صرف کرنے کا کس قدر اختیار اور مجاز ہے از روئے شرع شریف کے آیا اس قدر اختیار ہے جو متولی کو نسبت مال وقف کے حاصل ہے یا زیادہ اور متولی اور ممبر کے اِس مقام پر معنی ایک ہی سمجھے جاویں گے یا نہیں؟ اب یہ ممبران بسبب اس بے انتظامی کے کہ سراسر مال وقف کا نقصان ہے عہدۂ ممبری سے علیٰحدہ ہونے چاہئیں یا نہیں؟ اور جن مسلمانوں نے ان کو ابتداء میں ممبر مقرر کیا ہے واسطے حُسن انتظام مال وقف کے اب وہ مسلمان بسبب اس بے انتظامی مذکورۂ بالا کے از روئے شرع شریف کے عہدۂ ممبری سے ان کو علیٰحدہ کرنے کے مجاز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔فقط

الجواب برائے ہر دو سوال: اول تو بندگان خدا کو ہر حال میں تمام امور میں موافق حکم اپنے خالق برحق کے عمل درآمد کرنا چاہیئے کہ اُس کے پیدا کئے ہوئے ہیں اُس کے مملوک ہیں اُس کے محکوم ہیں مملوک کا کیا منہ کہ اپنے مالک کے برخلاف کرے اور خصوصاً مال وقف میں تو سب سے زیادہ پابندی احکام شرع ضروری ہے کیونکہ اوقاف مملوکہ محضہ خداوندی ہوتے ہیں یوں تو سب چیزیں اور اُن کے مالک سارے اُسی کے مملوک ہیں(۱) مگر اللہ جل شانہ نے اپنی رحمت واسعہ سے بعض چیزوں کا برائے نام مجازاً ہم کو مالک بنایا ہے کہ ہم کو انتفاع اور استمتاع اُس سے حلال وجائز ہے بخلاف مال وقف کے کہ من کل الوجوہ حقیقۃً ومجازاً وظاہراً وباطناً مملوکہ بجہۃ خداوندی ہے پس جو اُس پر متولی ہوگا وہ حقیقت میں نائب خداوندی سمجھا جائے گا پس نائب کی نیابت جبھی تک باقی رہتی ہے جب تک اپنے منیب کے مرضی کے موافق کام کرتا رہے اور جب قصداً اس کے خلاف کرنے لگا بیشک مستوجب مؤاخذہ ومعاتبہ ومغضوبی ومعزولی کا ہوگا پس جب یہ امر ممہد ہو چکا کہ متولی مال وقف کا نائب خداوندی ہے تو ضرور اُس کو حسب ارشاد اپنے منیب حق جل وعلا شانہ کے کرنا واجب ہے اور وہی تصرف کرنا جائز ہے جو موافق حکم شریعت ہو خلاف شرع کرے گا بلا ریب مستحق معزولی وبرطرفي کا ہوگا پس صورت سوال اگر واقعی ہے تو متولی سراسر بیجا کرتے ہیں کیونکہ سرکار کسی طرح پر مزاحم ومعارض نہیں بلکہ من کل الوجوہ انتظام مسلمانوں کے سپرد کر دیا اور کسی قسم کا تعرض نہیں جو عذر مجبوری کا ہو پس باعتبار خود خلاف شرع کرتے ہیں پھر موافق قانون انگریزی غلبہ رائے پر چلتے ہیں خواہ مطابق شرع ہو یا مخالف شرع ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ الآية. (۲)

یعنی حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ جل شانہ کے اور یہ نہیں سوچتے کہ نافرمانی مولیٰ کی دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ ہوائے نفسانی سے کوئی خطا ہوگئی یہ تو قابل عفو ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ مولیٰ کی نافرمانی اور مولیٰ کے دشمن کی فرماں برداری یہ اعلیٰ درجہ کی بغاوت اور سرکشی ہے اور لائق معافی کے نہیں پس جو لوگ مخالفت کتاب اللہ کی کر کے موافقت قانون اعداء اللہ کی کرتے ہیں وہ بڑے سخت مجرم اور خطاوار قابلِ دار لائق نار ہیں ایسوں ہی کی شان میں ہے۔

---

(۱) **إن الوقف لم يبق على ملك الواقف ولا انتقل إلى ملك غيره بل صار على حكم ملك الله الذي لا ملك فيه لأحد سواه وإلا فالكل ملك لله تعالىٰ.** (شامي، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٥٢١، كراچي ٤/ ٣٣٨)

(۲) سورة يوسف: ٤٠۔

وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ.(۱)

دوسرے جگہ فرمایا: ھُمُ الظَّالِمُوْن.(۲)

تیسری جگہ فرمایا: ھُمُ الْفَاسِقُوْن.(۳)

یعنی جو لوگ حسب ارشاد خداوندی حکم نہ کریں وہ کافر ہیں ظالم ہیں فاسق ہیں اور پھر سمجھائے پر نہیں مانتے اور جواب میں کہتے ہیں کہ شرع کے موافق کون کرسکتا ہے یہ نہیں جانتے کہ خدا کے بندے شرع کے موافق کر سکتے ہیں اور حتی الوسع کرتے ہیں اگر شرع کے موافق کوئی نہ کرسکتا تو شرع کا آنا لغو تھا اور خداوند حکیم علی الاطلاق کی حکمت کاملہ میں دھبہ اور بٹہ لگتا کہ مخلوق پر تکلیف مالا یطاق رکھی۔ استغفر اللہ کیسی بیہودہ بات ہے اور اس کلام سے اگر یہ مقصود ہے کہ ہم پر حکم شرع ضروری نہیں تو متکلم کے ایمان ہی میں کلام ہے اور اگر ضروری سمجھ کر پھر عمل نہیں کرتے تو سخت گنہ گار ہونے میں تو کچھ شک وشبہ ہی نہیں اور بوجہ بے انتظامی کے مال وقف میں نقصان اور اسراف کرتے ہیں شاید مال مفت دل بے رحم پر عمل ہے حالانکہ متولی کو چاہئیے کہ شریعت کے موافق نہایت امانت وانتظام وخیر خواہی اور دلسوزی سے وقف کا بندوبست کرے کیونکہ یہ خداوند تعالیٰ کا کام ہے کچھ اپنی ملکیت نہیں کہ ہر طرح کا اختیار حاصل ہو قیامت کو مالک کے سامنے جانا ہے سب حساب دینا ہے دیکھو ملازمان عدالت محاسبہ حکام ظاہری سے کیسے ترساں ولرزاں ہوتے ہیں حالانکہ وہ حکام بجز معزولی کردینے یا کچھ تھوڑے بہت جرمانہ وسزا کے اور کچھ نہیں کرسکتے تو احکم الحاکمین مالک یوم الدین کہ ہر طرح ہم اُس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ کَمَا قَالَ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا ھُوَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا الآیة.(۴)

اُس سے اور اُس کے حساب سے تو بہت ہی خوف کرنا چاہئے پس جب خدا کا کام ٹھرا تو اگر متولی یا ممبر کہ عرفاً دونوں کے ایک ہی معنی ہیں کچھ خیانت یا بدانتظامی یا کوئی تصرف خلافِ شرع کرے اُس کا معزول ہونا ضرور ہے بلکہ اگر وقف کرنے والا خود ہی متولی ہو اور اس سے کوئی خیانت یا بے انتظامی ظاہر اور ثابت ہو وہ بھی قابل معزولی ہے غیر تو بدرجۂ اولیٰ سزاوار معزولی کا ہوگا۔

---

(۱) سورة المائدة: ۴۴.

(۲) وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظَّالِمُوْنَ. [سورة المائدة:٤٥]

(۳) وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ. [سورة المائدة:٤٧]

(۴) سورة هود آیت: ٥٦.

في الدر المختار: جعل الواقف الولاية لنفسه جاز (وبعد اسطر) وينزع وجوبا بزازية لو الواقف. درر. فغيره أولىٰ غير مامون أو عاجز أو ظهر به فسق كشرب الخمر ونحوه فتح أو كان يصرف ما له في الكيمياء نهر بحثا، وإن شرط عدم نزعه أو أن لا ينزعه قاض ولا سلطان لمخالفته حكم الشرع فيبطل جلد ثالث صفحه: ۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶ مجتبائي. (۱)

یعنی اگر وقف کرنے والا خود متولی بنے جائز ہے اور علیحدہ کیا جاوے گا وجوباً اگرچہ وقف کرنے والا ہو تو غیر بدرجۂ اولیٰ علیحدہ کیا جائے گا اگر امین نہ ہو یا کام کا بندوبست نہ کرسکتا ہو یا کوئی فسق شراب پینا وغیرہ ظاہر ہو یا اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو ان سب صورتوں میں علیحدہ کیا جائے گا اگرچہ متولی ہوتے وقت شرط کرلے کہ علیحدہ نہ کیا جائے یا شرط کرلے کہ اُس کو کوئی قاضی یا بادشاہ علیحدہ نہ کرے اس شرط سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور بوجہ مخالفت ہونے شرع کے یہ شرط باطل ہوگی کیونکہ جوشرط خلافِ شرع ہو وہ شریعت میں معتبر نہیں حدیث شریف میں آیا ہے۔

---

(۱) تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب: في إشتراط الواقف الولاية لنفسه، مكتبه زكريا ديوبند٦/٥٧٧-٥٨٠، كراچي ٤/٣٧٩-٣٨٢۔

وإن جعل الواقف غلة الوقف لنفسه أوجعل الولاية إليه صح وينزع لو خائنا، وإن شرط أن لا ينزع (كنز) تحته في النهر: يجب على الحاكم نزعه إذا كان خائنًا غير مأمون على الوقف وكذا لو كان عاجزًا نظرا للوقف وصرح بأن مما يخرج به الناظر ما إذا ظهر به فسق كشرب الخمر ونحوه كذا في الفتح ...... وينبغي أنه لو كان يصرف ماله في الكيمياء أن يعزل أيضًا. (النهر الفائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٣/٣٢٧)

وإذا كا الواقف غير مامون وقد شرط الولاية لنفسه يخرجه الحاكم عن الولاية وينزعه منه ...... وإن كان شرط أن لا ينزعه منه أحد فالشرط باطل لخلافه الشرع، إذ الحاكم ناظر لمصلحة الوقف، فإن كان في نزعه مصلحة يجب عليه إخراجه دفعا للضرر عن الوقف. (بزازية على هامش الهندية، كتاب الوقف، الفصل الثاني في نصب المتولي وما يملكه أولا، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٦/٢٥٣، جديد ٣/١٣٤)

ويعزل القاضي الواقف المتولي على وقفه لو كان خائنا كما يعزل الوصي الخائن نظرا للوقف واليتيم، ولا إعتبار بشرط الواقف أن لا يعزله القاضي والسلطان؛ لأنه شرط مخالف ←

من اشترط شرطا ليس في كتاب اللّٰه فليس له وان اشترط مائة مرة ترمذي شريف ص:۳۷، جلد ثاني.(۱)

یعنی جو شخص ایسی شرط مقرر کرے جو حکم الٰہی کے موافق نہ ہو وہ ثابت نہیں ہوتی اگرچہ سو مرتبہ شرط کی ہو اُس کا کچھ اعتبار نہیں تو جب باوجود شرط ٹھیرا لینے کے خلاف شرع چلنے سے متولی کا معزول ہونا ضرور ہے تو جہاں نہ شرط ہو نہ کچھ ہو وہاں تو بدرجۂ اولیٰ معزول ہوگا پس ان وجوہ مذکور سے متولیان مندرجۂ سوال کا معزول کرنا لازم ہے مگر کوئی حاکم شرع تو موجود ہے نہیں اب اس کا مجاز انھیں مسلمانوں کو ہے جنھوں نے اُن کو متولی مقرر کیا تھا اُن مسلمانوں پر ان کا برطرف کرنا واجب ہے اگر نہ کریں گے تو وہ بھی گنہ گار رہوں گے۔

في الشامي قوله وينزع وجوباً مقتضاه إثم القاضي بتركه والإثم بتولية الخائن ولاشك فيه. بحر. جلد ثالث ص ۳۸۴.(۲)

یعنی نا قابل کو معزول نہ کرنے اور خائن کے متولی رکھنے سے بلاشک قاضی گنہ گار ہوگا۔ اب عامہ مسلمین قاضی کے حکم میں ہیں ہاں اگر وہ متولی اب بھی سنبھل جائیں اور اپنی حرکات سے باز آ کر شرع کے

← **لحكم الشرع فبطل واستفيد منه أن للقاضي عزل المتولي الخائن غير الواقف بالأولىٰ.** (البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٤١١، كوئٹه ٥/٢٤٥)

(۱) ترمذي شريف، أبواب الوصايا، باب ماجاء في الرجل يتصدق أو يعتق عند الموت، النسخة الهندية ٢/٣٣، دار السلام رقم:٢١٢٤۔

أخرج البخاري عن عائشةؓ حديثا طويلا وفيه ثم قام رسول الله صلى الله عليه وسلم فحمد الله وأثنىٰ عليه ثم قال ما بال رجال يشترطون شروطًا ليست في كتاب الله، ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل، وإن كان مائة شرط. (صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الولاء، النسخة الهندية ١/٣٧٧، رقم:٢٦٤٩، ف:٢٧٢٩)

(۲) رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب: يأثم بتولية الخائن، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٥٧٨، كراچي ٤/٣٨٠۔

البحر الرائق، كتاب الوقف،مكتبه زكريا ديوبند ٥/٤١١، كوئٹه ٥/٢٤٥۔

إن عزل القاضي للخائن واجب عليه ومقتضاه الإثم بتركه والإثم بتولية الخائن ولاشک فيه. (مجمع الأنهر، كتاب الوقف، فصل، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٦٠٢)

موافق اچھی طرح انتظام کریں تو متولی رہیں گے اور ناحق معزول نہ کئے جائیں گے۔

وإن أخرجه و تاب و أناب أعاده. شامي جلد ثالث ص ۳۸۴۔ (۱)

یعنی اگر متولی کو نکال دیا اور اُس نے اسراف وخیانت سے توبہ کرلی اور باز آیا تو پھر اُسی کو رکھ لیا جائے، خلاصۂ جواب یہ کہ اگر اپنی حرکات ناشائستہ سے باز آئیں تو متولی رکھے جائیں ورنہ اُن کو برطرف کر کے اور کوئی امین متدین خوش انتظام مقرر کیا جائے۔ واللہ اعلم

۷/محرم ۱۳۰۱ھ (امداد ثانی، ص ۸۴)

موقوف خانقاہ میں راستہ نکالنے کا عدم جواز

سوال (۱۴۵۴): قدیم ۲/ ۵۶۷- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ احاطۂ خانقاہ قدیم موقوفہ حضرت شاہ غیب نوگزہ قدس سرہٗ میں کوئی غیر شخص راستہ آمد و رفت و دروازہ نکالنا وجاری کرنا چاہے عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مسجد وخانقاہ وغیرہ اوقاف میں کسی کو راستہ نکالنا جائز نہیں کیونکہ اوقاف غیر مملوکہ ہیں اور راستہ وغیرہ نکالنا حقوق ملک میں سے ہے پس غیر مملوک میں جائز نہیں۔

إن أراد أن يجعلوا شيئاً من المسجد طريقاً للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك وأنه صحيح كذا في المحيط. ج:۲، ص: ۱۰۳۱. (۲) فقط

۲۳/ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ (امداد ثانی، ص ۸۸)

---

(۱) رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب: يأثم بتولية الخائن، مكتبه زكريا ديوبند ۵۷۸/۶، كراچي ۳۸۰/۴۔

إذا أخرجه ثم تاب وأناب أعاده. (البحر الرائق، كتاب الوقف ۴۱۱/۵، كوئٹہ ۲۴۵/۵)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب جعل شئ من المسجد طريقًا، مكتبه زكريا ديوبند ۵۷۶/۶، كراچي ۳۷۸/۴۔

دار لمدرس المسجد مملوكة أو مستأجرة متصلة بحائط المسجد، هل له أن ينقب حائط المسجد ويجعل من بيته بابا إلى المسجد وهو يشتري هذاالباب من مال نفسه ←

مرض الموت میں وقف علی الوارث کا حکم

سوال (۱۴۵۵): قدیم۲/ ۵۶۸- اگر کوئی شخص چار مہینے سے سخت بیمار ہو قبل ایک دن موت کے ایک وارث کے نام تمام جائداد وقف کردیا واسطے ٹھگانے دوسرے وارثوں کے بعض وارث کے ورغلانے کے سبب سے پس یہ وقف نامہ عندالشرع معتبر ہوگا یا نہ؟ اور حد مرض موت کی کیا ہے؟

الجواب: صحت وقف کی بہت شرطیں ہیں از اں جملہ ایک شرط تابید ہے یعنی آخر اُس کی ایسی جہت کہے کہ منقطع نہ ہو بدون اُس کے صحیح نہیں پس اگر وارث معین پر بلا تابید وقف کیا اور یہ نہ کہا کہ بعد اُس کے یا اُس کی اولاد کے فقراء یا مصارف برّ میں وقف ہے تب تو یہ وقف صحیح نہیں ہوا۔

وأنه لا خلاف في بطلانه لو اقتصر علیٰ لفظ موقوفة مع التعيين كموقوفة على زيد (وبعد أسطر) والمراد بالمعين ما يحتمل لإنقطاع كأولاد زيد أو فقراء قرابة فلان وهم يحصون. شامي جلد ۳، ص ۱۲۲. (۱)

← **فقالوا: ليس له ذلک وعن شرط على نفسه ضمان نقصان ظهر في حائط المسجد.** (هندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۳۲۰/۵، جديد ۳۷۰/۵)

لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها. (عمدة القاري، كتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، مكتبه زكريا ديوبند ۴۳۵/۳، دار إحياء التراث العربي ۱۷۹/۴) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب مهم فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة وقوله فموقوفة على فلان، مكتبه زكريا ديوبند ۵۳۷/۶، كراچي ۳۵۰/۴۔

أما إذ ذكر لفظ الوقف فقط فلا يجوز إتفاقا إذا كان الموقوف عليه معينا. (البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند۳۳۱/۵، كوئٹه ۱۹۹/۵)

فإن عين وقال: وقفتها على فلان أو أولاد فلان وهم يحصون لا يجوز ......وهذا إذ لم يقرن بالوقف لفظ الصدقة. (بزازية على هامش الهندية، كتاب الوقف، الفصل الثالث في صحته وفساده، مكتبه زكرياديوبند قديم ۲۵۶/۶، جديد ۱۳۹/۳)

اوراگر بشرائط وقف صحیح ہوتو بشرط اجازت کل ورثہ کے موقوف میں جائز ہےاور بر تقدیم عدم اجازت ثلث میں جائز ہے(۱) لیکن تاحیات موقوف علیہ اُس ثلث کی آمدنی سب ورثہ پر علیٰ حصصھم تقسیم ہوگی اور بعد اُس کی موت کے اگر اُس کی اولاد وغیرہ پر موقوف کیا تو آمدنی کے مستحق وہ ہوں گے اور اگر فقراء پر کیا تو وہ ہوں گے کیونکہ یہ وقف تبرع ہے وارث پر اور اس کے بعد غیر وارث پر تو حق وارث میں تو بدون اجازت ورثہ اس وقف کا ثمرہ بالکل ظاہر نہ ہوگا اور بعد موت اس کے باوجود عدم اجازت ورثہ ثلث میں اثر تبرع کا ظاہر ہوگا۔

فافهم! فالصحيح أنه كوصية يلزم من الثلث بالموت لاقبله قلت ولو لو ارثه وإن ردّوه لكنه يقسم كالثلثين درمختار قوله لكنه يقسم أي إذا ردّوه يقسم الثلث الذى صار وقفا أي تقسم غلته كالثلثين فتصرف تصرف الثلثين على الوارثة كلهم مادام الموقوف عليه حيا اما إذا مات تقسم غلة الثلث الموقوف علىٰ من يصير له الوقف كما علمت. ج:۲، ص: ۳۶۲.(۲)

اورمرض الموت وہ حالت ہےجس میں غالب ہلاکی ہو: **من غالب حاله الهلاک.** (۳) درمختار واللہ اعلم بالصواب

۱۵/ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ (امداد ثانی، ص ۸۹)

---

(۱) **وإذا وقف المريض في مرض موته لا يجوز إلا من الثلث إلا أن يجيزوه الورثة أوبعضهم فيجوز بقدر ما خرج من الثلث وما أجازوا.** (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الخامس عشر في وقف المريض، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۱۲۱، رقم: ۱۱۳۸۱)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب في وقف المريض، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۵۳۰، كراچي ۴/ ۳۴۵۔

وإن وقف على بعض ورثته دون البعض فإن أجازوا جاز وإن لم يجيزوا صارت الأرض وقفا للفقراء من الثلث وتكون الغلة على قول هلال ومن تابعه للورثة على قدر مواريثهم، فإن مات الوارث الموقوف عليه كانت الغلة للفقراء. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الخامس عشر في وقف المريض، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۱۲۳، رقم: ۱۱۳۸۴)

المحيط البرهاني، كتاب الوقف، الفصل الخامس عشر في وقف المريض، المجلس العلمي بيروت ۹/ ۸۹، رقم: ۱۱۲۳۵۔

(۳) الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۳، كراچي ۳/ ۳۸۳۔ ←

وقف بصورت وصیت علی الوارث

سوال (۱۴۵۶): قدیم۲/ ۵۶۹ - ایک شخص نے ایک عورت کیساتھ نکاح کیا نکاح کے قبل اس نے الگ کاغذ کے اوپر اس طرح کا لکھان کر دیا کہ میں میری فلاں فلاں زمین چونکہ تو میرے ساتھ نکاح کرتی ہے اسلئے میں تجھ کو تیری خوراک کے لئے دیتا ہوں اگر تجھ سے کوئی اولاد میری ہوئی تو اُس وقت میں اس زمین کا مالک میرے مرنے کے بعد وہ اولاد ہے اور اگر تجھ سے کوئی اولاد نہ ہو اور میں مرجاؤں اُس کے بعد بھی تو اُس کے غلہ سے اپنی اوقات بسر کرنا اور جب تو مرجائے اُس کے بعد میں معتبر پانچ آدمی ایک کنواں عام لوگوں کے پانی پینے کے لئے اس ملکیت کی آمدنی سے یا اس کو بیچ کر کھدوادیں اور جو بعد کنواں بنانے کے جس قدر اس زمین سے بچے وہ مسجد اس قریہ کی وہ وقف ہے۔ اس صورت میں یہ شخص مرگیا اور کوئی اولاد اس عورت سے نہیں ہوئی اور یہ عورت ابھی زندہ ہے یہ زمین مذکور اُس شخص کی پوری ملکیت کا تیسرا حصہ ہے۔اس صورت میں یہ زمین مذکورہ ایسی ہے کہ کنواں بنانے کے بعد میں بہت بچتی ہے مسجد میں وقف ہوجائے گی یا نہیں اس طور کا وقف کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب: في الهداية. إذا قال أطعمتک هذه الأرض حيث يکون عارية. الخ(۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اُس شخص کا یہ کہنا کہ میں تجھ کو خوراک میں دیتا ہوں عاریت ہے اور عاریت بعد موت معیر کے باطل ہوجاتی ہے (۲) اور یہ کہنا کہ اگر تجھ سے اولاد نہ ہو الیٰ قولہ اوقات بسر کرنا اور یہ کہنا کہ جب تو مرجائے الخ یہ صورت وصیت کی ہے۔ مگر تصحیح عقد مکلّف کے واسطے اِس کو وقف کہا جائے گا۔

← الحالة التي يصير بها الرجل فارًا بالطلاق ولا ينفذ تبرعه فيها إلا من الثلث ما يغلب فيها الهلاک أي خوفه، وهذا حد للمريض مرض الموت شرعًا وهو شامل للرجل والمرأة. (مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، دار الکتب العلمية بيروت ۲/ ۷۲-۷۳)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) هداية، کتاب الهبة، مکتبه أشرفية ديوبند ۳/ ۲۸۴۔

(۲) وفي الخانية: وإذا مات المستعير، أو المعير تبطل الإعارة. (الفتاوى التاتارخانية، کتاب العارية، الفصل التاسع في المتفرقات، مکتبه زکريا يوبند ۱۶/ ۹۵، رقم: ۲۴۳۲۲)

خانية على هامش الهندية، کتاب العارية، مکتبه زکريا ديوبند قديم ۳/ ۳۸۴، جديد۳/ ۲۷۵۔

في رد المحتار: ص: ۵۵۵. من الجلد الثالث. يثبت الوقف بالضرورة و صورته أن يوصى بغلة هذه الدار للمساكين أبدا أو لفلان و بعده للمساكين أبدا فإن الدار تصير وقفا بالضرورة. اه (۱)

اور وقف علی الوارث جائز ہے (۲) اس لئے اس منکوحہ کی حیات تک اُس کی آمدنی اُس کے صرف میں لائی جائے گی پھر حسب وصیت اس کی آمدنی سے کنواں کھدوا دیویں گے اور بعد اس کے وہ زمین مسجد کے لئے وقف ہوجائے گی اور چونکہ ثلث سے زائد نہیں اس لئے وصیت جائز ہوگی (۳) البتہ کنواں کُھدوانے کے لئے اس زمین کا بیع کرنا بوجہ وقف کرنے کے جائز نہ ہوگا (۴) اور اس کی یہ شرط بوجہ غیر مشروع ہونے کے باطل ہوگی ۔ واللہ اعلم

۲۹/شعبان ۲۴ھ (امداد ثانی، ص ۱۰۶)

---

(۱) رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، مكتبه زكريا ديوبند ۵۲۲/۶، كراچي ۳۴۰/۴۔

فتح القدير، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۱۸۹/۶، كوئٹه ۴۱۹/۵۔

منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۳۱۹/۵، كوئٹه ۱۹۱/۵۔

(۲) **رجل قال أرضي صدقة موقوفة على ولدى ونسلي فالوقف صحيح.** (هندية، كتاب الوقف، الباب الثالث، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۳۷۵/۲، جديد ۳۶۱/۲)

(۳) **عن عامر بن سعد عن ابيه قال: مرضت فعادني النبي صلى الله عليه وسلم –إلى– قلت: أريد أن أوصى بالنصف؟ قال: النصف كثير، قلت: فالثلث؟ قال الثلث كثير أو كبير. قال: فأوصي الناس بالثلث فجاز ذلك لهم.** (صحيح البخاري، باب الوصية بالثلث، النسخة الهندية ۳۸۳/۱، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴۴)

وتصح الوصية بالثلث. (مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، دارالكتب العلمية بيروت ۴۱۹/۴)

ونجوز بالثلث. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوصايا، مكتبه زكريا ديوبند ۳۳۹/۱۰، كراچي ۶۵۵/۶)

(۴) **عن ابن عمر أن عمر تصدق بمال له على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان يقال له ثمغ وكان نخلا، فقال عمر: يا رسول الله إني استفدت ما لا وهو عندي نفيس،** ←

عام قبرستان کو فروخت کرنا جائز نہیں

سوال (۱۴۵۷): قدیم ۲/۵۷۰- کیا فرماتے ہیں علمائے دین در باب عام قبرستان کے کہ آیا یہ وقف غیر مملوک ہے یا جو اس کا متولی و محافظ و خادم و قابض ہو بحیثیت قبضہ اس کا مملوکہ ہو جاتا ہے اور وہ اس میں تصرفات مالکانہ بیع و شراء وغیرہ جاری کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور سوا اللہ جل شانہ کے کوئی اس کا مالک نہیں ہوتا اور جب وقف ہوا تو متولی بحیثیت قبضہ اس کا مالک نہیں بن سکتا اور اس میں کوئی تصرف مالکانہ بیع وشراء وغیرہ نہیں کرسکتا اور اگر کسی نے اسے بیع کیا وہ بیع قابل فسخ ہے کتاب ہدایہ میں جس جگہ مسائل مہمان سرائے و مسافر خانہ مقابر وغیرہ کے بیان کئے ہیں وہاں لکھا ہے۔

وعند أبي يوسفؒ يزول ملكه بالقول وعند محمد إذا استقى الناس من السقاية و سكنوا الخان والرباط ودفنوا في المقبرة زال الملك. (۱)

یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک یہ چیزیں مذکورہ بیان کردینے سے وقف ہو جاتی ہیں اور ملک سے نکل جاتی ہیں اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے پانی پینے لگیں اور مسافر خانوں میں رہنے اور اُترنے لگیں اور قبرستان میں مدفون ہونے لگیں ملک جاتی رہتی ہے اور وقف ثابت ہو جاتا ہے۔

← فأردت أن أتصدق به، فقال النبي صلى الله عليه وسلم تصدق بأصله لا يباع ولا يوهب ولا يورث؛ ولكن ينفق ثمره، فتصدق به عمر فصدقته تلك في سبيل الله وفي الرقاب والمساكين والضيف وابن السبيل ولذي القربي ولا جناح على من وليه أن يأكل منه بالمعروف أو يؤكل صديقه غير متمول به. (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب قول الله عزوجل وابتلوا اليتامى حتى إذا بلغوا النكاح، النسخة الهندية ۱/۳۸۷، رقم:۲۶۸۳، ف:۲۷٦٤)

وإذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه. (هداية، كتاب الوقف، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/٦٤٠)

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك أي لا يقبل التمليك بغيره بالبيع ونحوه. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٥٣٩، كراچي ٤/٣٥١-٣٥٢) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) هداية، كتاب الوقف، فصل في وقف المسجد، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/٦٤٦۔

ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الوقف، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۵۷۲-۵۷۳۔

ہدایہ مصطفائی جلد اول ص ۶۲۶ اور کتاب عالمگیری میں یہی مضمون لکھ کر لکھتے ہیں:

ذكر في المبسوط: أن الفتوىٰ علىٰ قولهما في هذه المسائل وعليه إجماع الأمة كذا في المضمرات. (۱)

پس ثابت ہوا کہ عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور کوئی شخص متولی وغیرہ اس میں استحقاق ملکیت کا نہیں رکھتا اور نہ کسی کا بیع وشراء اس میں جاری ودرست ہوسکتا ہے اور جو بیع واقع ہوئی ہو فسخ کرنا چاہئے۔(۲)

ہدایہ میں لکھا ہے:

إذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه. ص: ۶۲۰. (۳)

یعنی جب وقف درست ہو چکا اب اس کا بیع کرنا اور کسی کی ملک بنانا جائز نہیں۔ واللہ اعلم

(امداد ثانی، ص ۹۰)

---

(۱) **وعند أبي يوسفؒ يزول ملكه بالقول كما هو أصله وعند محمدؒ إذا استقي الناس من السقاية وسكنوا الخان والرباط ودفنوا في المقبرة زال الملک ...... ذكر في المبسوط أن الفتوى على قولهما في هذه المسائل وعليه إجماع الأمة.** (هندية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات الخ، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/۴۶۵، جديد ۲/۴۱۵)

البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۴۲۵، كوئٹه ۵/۲۵۳۔

(۲) **إذا وقع البيع الباطل وحدث فيه تسليم شئ من أحد الطرفين وجب رده؛ لأن البيع الباطل لايفيد الملک بالقبض ويجب على كل من الطرفين رد ما أخذه إن كان باقيا وهذا بإتفاق.** (الموسوعة الفقهية الكويتية ۹/۵۷)

(۳) هداية، كتاب الوقف، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/۶۴۰۔

عن ابن عمر أن عمر تصدق بمال له على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان يقال له ثمغ وكان نخلا، فقال عمر: يا رسول الله إني استفدت مالا وهو عندي نفيس، فأردت أن أتصدق به، فقال النبي صلى الله عليه وسلم تصدق بأصله لا يباع ولا يوهب ولايورث؛ ولكن ينفق ثمره، فتصدق به عمر فصدقته تلک في سبيل الله وفي الرقاب والمساكين والضيف وابن السبيل ولذي القربي ولا جناح على من وليه أن يأكل منه بالمعروف أو يؤكل صديقه غير متمول به. (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب قول الله عز وجل وابتلوا اليتامىٰ حتى إذا بلغوا النكاح، النسخة الهندية ۱/۳۸۷، رقم: ۲۶۸۳، ف: ۲۷۶۵) ←

وقف کا روپیہ بینک میں جمع کرنے سے خزانچی پر ضمان کا حکم

سوال (۱۴۵۸): قدیم ۲/ ۵۷۰- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کوئی خزانچی مال وقف کو بغرض حفاظت باجازت ممبران کمیٹی کسی بنک میں جمع کردے اور اتفاق سے اُس بنک کا دیوالہ نکل جاوے تو کیا اُس روپیہ کا دیندار خزانچی ہوگا یا نہیں؟ اور خزانچی ممبر بھی ہے۔

الجواب: **في الدر المختار: يقرض القاضي مال الوقف والغائب واللقطة واليتيم من ملئ موتمن (إلىٰ قوله) لا يقرض الأب ولو قاضيا لأنه لا يقضی لولده ولا الوصی ولا الملتقط فإن أقرضوا ضمنوا لعجزهم عن التحصيل بخلاف القاضي ويستثنى إقراضهم للضرورة كحرق ونهب فيجوز اتفاقا (بحر) ومتى جاز للملتقط التصدق فالإقراض أولىٰ في رد المحتار: قوله: ومتى جاز تقييد لقوله ولا الملتقط بما إذا كان قبل جواز التصدق بها. الخ(۱)**

ان روایات سے معلوم ہوا کہ بجز خاص صورتوں کے جن میں مال کا تلف ہوجانا مظنون قریب یا متیقن ہو کسی کو قرض دینا جائز نہیں اور بنکوں میں جو جمع کیا جاتا ہے گو عنوان اس کا ودیعت ہو لیکن اس کے قواعد میں یہ امر یقینی اور معروف ہے کہ وہاں بعینہ یہ ودائع نہیں رکھی جاتیں بلکہ اُن سے کاروبار کیا جاتا ہے پس بقاعدۂ **"المعروف کالمشروط"(۲)**

← **فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك. وتحته في الشامية: أي لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك بغيره بالبيع ونحوه.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب مهم: فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة الخ، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٥٣٩، كراچي ٤/ ٣٥١-٣٥٢)

وعندهما: حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته إلى العباد، فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث. (هندية، كتاب الوقف، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند ٢/ ٣٥٠، جديد ٢/ ٣٤٦) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب القضاء، مطلب: للقاضي إقراض مال اليتيم ونحوه، مكتبه زكريا ديوبند ٨/ ١١٠-١١٢، كراچي ٥/ ٤١٧-٤١٨۔

(۲) المبسوط للسرخسي، كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت ١٢/ ٥٤۔ ←

اس تصرف کومودع بکسرالدال کی جانب سے ماذون فیہ کہا جائے گا اور تصرف کا اذن دینا اقراض ہے(۱) پس خزانچی کا یہ فعل یقیناً اقراض ہوا جونا جائز تھا اس لئے بصورت اتلاف کے خزانچی پر اور جتنے ممبروں نے اس اقراض کی اجازت دی ہے سب پرضمان لازم آوے گا(۲) خزانچی پر بوجہ مباشرت کے اور ممبروں پر بوجہ اجازت کے کہ اقراض میں وکیل بنایا اور اقراض توکیل کا محل ہے۔

كما في الدرالمختار قبيل باب الوكالة بالبيع والشراء.(۳)

اوراگرچہ فتاویٰ میں بعض جزئیات ایسے اقراض کے جواز کی مذکور ہیں؛ لیکن اکثر میں توقید بامرالقاضی کی مصرح ہے اور جہاں مصرح نہیں وہ بمقابلہ متون کے معتمد نہیں۔

← **المعروف بالعرف كالشروط شرطا.** (قواعد الفقه، مكتبه اشرفيه ديو بند ص:١٢٥)

المعروف عرفا كالمشروط شرطا. (الأشباه والنظائر، القاعدة السادسة، المبحث الثالث قديم ص:١٥٦، جديد زكريا ١/٢٧٨)

(۱) **القرض في الإصطلاح: دفع مال إرفاقا لمن ينتفع به ويرد بدله.** (الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٣/١١١)

(۲) **ولا يجوز ذلک أي الإقراض للوصي ولا للملتقط ولا للأب إلا لضرورة كخوف ونهب في الأصح، ولو قاضيا لأنه لا يقضي لو لده فإن أقرضو ضمنوا لعجزهم عن التحصيل بخلاف القاضي.** (سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب القضاء، دارالكتب العلمية بيروت ٣/٢٤٠)

ويقرض القاضي مال اليتيم ويكتب الصک لا الوصي والأب (كنز) وفي البحر: أشار بالوصي إلى أن متولي الوقف ليس له إقراض مال المسجد فلو أقرضه ضمن وكذا يضمن المستقرض. (البحر الرائق، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره، قبيل باب التحكيم، مكتبه زكريا ديو بند ٧/٤١، كوئٹه٧/٢٤)

(۳) **وفي كل عقد لا بد من إضافته إلى مؤكله كنكاح وخلع وصلح عن دم عمد أو عن إنكار وعتق على مال وكتابة وهبة وتصدق وإعارة وإيداع ورهن وإقراض وشركة ومضاربة تتعلق بمؤكله لا به لكونه فيها سفيرا محضًا.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوكالة، قبيل باب الوكالة بالبيع والشراء، مكتبه زكريا ديو بند ٨/٢٤٦-٢٤٧، كراچي ٥/٥١٤)

وحقوق عقد يضيفه إلى مؤكله تتعلق بالمؤكل كنكاح وخلع وصلح عن إنكار ودم عمد وكتابة وعتق على مال وهبة وصدقة وإعارة ورهن وإقراض، وشركة ومضاربة. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الوكالة قبيل باب الوكالة بالبيع والشراء، دار الكتب العلمية بيروت٣/٣١١-٣١٢)

وفـي رد المحتار: لكنه أفتىٰ في وصايا الخيرية بأن للوصي إقراض مال اليتيم بأمر القاضي أخـذًا مـمـا في وقف البحر عن القنية من أن للمتولي إقراض مال المسجد بأمر القاضي قـال: والـوصـي مثل الـقيـم لـقـولهـم الـوصية والـوقف أخـوان اھ. وفيـه تحـت قول الـدرالـمـخـتـار: ولا يقرض الأب أي في أصح الروايتين فتح. قال في البحرو في خزانة الـفتـاوىٰ الـصـحـيـح أن الأب كالقاضي فقد اختلف التصحيح والمعتمد ما في المتون (إلىٰ قوله) واختلفوا في إعارة الأب مال ولده الصغير و في الصحيح لا. اھ (۱)

بلکہ خود حاکم کو اقراض کا جائز ہونا مشروط ہے چند شروط کے ساتھ ''كـمـا فـي الدرالمختار حيث لاوصى و لا من يقبله مضاربة لامستغلا يشترية'' اھ. (۲)

اورگوان شرائط میں سے بعض میں کچھ کچھ کلام ہے مگر یہ قدر مشترک متفق علیہ ہے کہ جواز اقراض حاکم کے لئے وہاں ہے جہاں اقراض انفع ہو عدم اقراض سے ۔(۳)

وهذه الروايات كلها قبل باب التحكيم. واللّٰه اعلم

یکم رجب ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالث ،ص ۱۴۲)

---

(۱) شـامـي، كتـاب الـقـضـاء، مطلب: للقاضي إقراض من مال اليتيم ونحوه، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۱۱۱-۱۱۲، كراچي ۵/۴۱۷-۴۱۸ـ

(۲) الـدر الـمـختار مع الشامي، كتاب القضاء، مطلب للقاضي إقراض مال اليتيم ونحوه، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۱۱۱، كراچي ۵/۴۱۷-۴۱۸ـ

ويـقـرض الـقاضي مال اليميم والوقف والغائب واللقطة من ملئ مؤتمن لا وصي، ولا مـن يـقـبـلـه مـضاربة ولا مستغلا يشتريه. (سـكـب الأنهـر عـلـى مـجـمع الأنهر، كتاب القضاء، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲۴۰)

ويـنـبـغـي أن يشتـرط لـجـواز إقـراض الـقـاضـي عـدم وصي لليتيم فإن كان لـه وصي ولـومـنصوب القاضي لم يجز. (البـحـر الـرائـق، كتاب القضاء، قبيل باب التحكيم، مكتبه زكريا ديوبند ۷/۳۹، كوئٹه ۷/۲۳)

(۳) **ويستـحـب لـلـقاضي الإقراض ولا يجوز للأب والوصي وإنما استحب منه لأن القاضي لكثرة إشتـغـالـه لا يـمـكـن أن يباشر الحفظ بنفسه فلا بدله من الدفع لغيره والدفع بـالـقـرض أنظر لليتيم لكونه مضمونا والوديعة أمانة.** (البـحـر الرائق، كتاب القضاء، قبيل باب التحكيم، مكتبه زكريا ديوبند ۷/۳۹، كوئٹه ۷/۲۳) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

چندہ وقف ہے یا نہیں

سوال (۱۴۵۹): قدیم۲/۲ ۵۷- چندہ کے احکام وقف کے ہوں گے یا اور مہتمم تنخواہ مقررہ سے زائد بطور انعام وغیرہ کے دے سکتا ہے یا نہیں؟۔

الجواب: یہ وقف نہیں۔ معطیین کا مملوک ہے(۱) اگر اہل چندہ صراحۃً یا دلالۃً انعام دینے پر رضا مند ہوں درست ہے ورنہ درست نہیں۔(۲)

۱۵/شعبان ۱۳۲۱ھ (امداد،ص۹۱)

وقف کی آمدنی سے زکاۃ ادا کرنے کا حکم

سوال (۱۴۶۰): قدیم۲/۲ ۵۷- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ایک گاؤں کے کسی قدر حصۂ وغیر منقسم کا مالک ہے مثلاً چار آنہ کا۔ اب وہ چاہتا ہے کہ اُس حصہ کو اسی طرح

---

(۱) **مستفاد: قوما بنوا مسجدًا و فضل من خشبهم شئ قالوا يصرف الفاضل في بنائه و لا يصرف إلى الدهن والحصر هذا إذا سلموه إلى المتولي ليبنى به المسجد وإلا يكون الفاضل لهم يصنعون به ماشاؤا.** (البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المسجد، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٤٢٠، كوئٹه ٥/ ٢٥٠)

(۲) **الوكيل يتصرف بولاية مستفادة من قبل المؤكل فيلي من التصرف قدر ما و لاه.** (بدائع الصنائع، كتاب الوكالة، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٢٦)

الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل، وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره. (شامي، كتاب الزكاة، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ١٧٩، كراچي ٢/ ٢٦٩)

لا يحل مال إمرئ إلا بطيب نفسه منه. أي: بأمر أو رضا عنه. (مرقاة، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، مكتبه امدادية ملتان ٦/ ١١٨)

بعث شمعا في شهر رمضان إلى مسجد فاحترق وبقي منه ثلثه أو دونه، ليس للإمام ولا للمؤذن أن يأخذ بغير إذن الدافع، ولو كان العرف في ذلك الموضع أن الإمام والمؤذن يأخذه من غير صريح الإذن في ذلك فله ذلك. (البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المسجد، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٤١٩، كوئٹه ٥/ ٢٥٠) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وقف کر دیا جائے اور اُس کی آمدنی واقف کی طرف سے بمدّ زکوٰۃ دی جایا کرے تو یہ وقف اِس طرح درست ہے یا نہیں اور اُس کی صحت کا کیا طریق ہے؟

الجواب: چونکہ زکوٰۃ مال مملوک میں اپنے مال مملوک کا دینا شرط ہے اور منفعت مطلق وقف کی ملک واقف سے خارج ہوجاتی ہے؛ اس لئے اس آمدنی سے زکوٰۃ نہیں ادا ہوسکتی و نیز وجوب زکوٰۃ مخصوص ہے حیات مکلّف کے ساتھ پس بعد وفات واقف کے اُس میں سے زکوٰۃ دینا محض امر بے معنی ہے(۱) لہٰذا یہ صورت شرعاً غیر صحیح ہے البتہ اگر واقف ابتدائے وقف کے وقت یہ شرط کرلے کہ اس میں اس قدر آمدنی میں لیا کروں گا یہ شرط جائز ہے(۲) اور اس قدر آمدنی لینے سے اُس کی ملک ہوجائے گی پھر اُس کو زکوٰۃ

---

(۱) **إتفق الفقهاء على أن البالغ العاقل المسلم الحر العالم بكون الزكاة فريضة، رجلا كان أو امرأة تجب في ماله الزكاة إذا بلغ نصابًا وكان متمكنا من أداء الزكاة وتمت الشروط في المال.** (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٣/٣٣٢)

أن من مات وعليه دين زكاة لم يؤده في حياته، فإنه يسقط بموته في أحكام الدنيا، ولايلزم الورثة بإخراجها من تركته ما لم يوص بذلك، فإن أوصى بأدائها من تركته فإنها تخرج من ثلثها كسائر الوصايا ومازاد إذا على الثلث لا ينفذ إلا بإجازة الورثة ...... وتعليل ذلك أن المقصود من حقوق الله تعالىٰ إنما هو الأفعال، إذا بها تظهر الطاعة الإمتثال، وما كان ماليًا منها، فالمال متعلق بالمقصود وهو الفعل، وقد سقطت الأفعال كلها بالموت لتعذر ظهور طاعته بها في دار التكليف. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٩/٢٨٢)

لو إرتد بعد وجوبها سقطت كما في الموت. (البحرالرائق، كتاب الزكاة، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٣٥٤، كوئٹه ٢/٢٠٢)

شامي، كتاب الزكاة، مطلب في أحكام المعتوه، مكتبه زكريا ديوبند ٣/١٧٤، كراچي ٢/٢٥٩ـ

هندية، كتاب الزكاة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ١/١٧١، جديد ١/٢٣٣ـ

(٢) **وجاز جعل غلة الوقف لنفسه أي كلها أو بعضها عند الثاني وعليه الفتوى.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب في إشتراط الغلة لنفسه، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٥٧٢، كراچي ٤/٣٨٤)

يجوز أن يشترط الواقف الغلة لنفسه، وهذا ما ذهب إليه الحنابلة وأبويوسف من الحنفية وعليه الفتوى عندهم. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/١٤٤) ←

میں دے سکتا ہے اور یہی صورت ہوسکتی ہے اُس کی صحت کی۔ اسی طرح اگر اپنے بعض ورثاء کے لئے کوئی جزو منفعت کا مقرر کردے اور وہ اُس کو لیکر اپنے اموال کی زکوٰۃ میں دیدیا کریں اس طور سے بعد وفات بھی دینا صحیح ہے۔(۱)

وهذه الأمور كلها ظاهر. والله اعلم.

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

مذکورہ مسئلہ پر شبہ کا جواب

سوال (۱۴۶۱): قدیم ۲/۵۷۳- اگر وہ واقف یہ کہدے کہ میرا وارث یا متولی اُس جائداد موقوفہ کی آمدنی کا ایک مقرر حصہ لیکر میری طرف سے زکوٰۃ میں دیدیا کرے تو اِس طریق سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

← **إذا وقف أرضه أو شيئًا آخر وشرط الكل لنفسه أو شرط البعض لنفسه ما دام حيًا وبعده للفقراء فالوقف باطل عند محمدؒ وهلال الرأئ، وقال أبويوسف: الوقف صحيح، ومشايخ بلخ أخذوا بقول أبي يوسف وعليه الفتوى ترغيبًا للناس في الوقف.** (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الرابع في ما يتعلق بالشروط في الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۳۹/۸، رقم:۱۱۱٤۷)

(۱) **وإذا وقف وقفًا وشرط لنفسه أن يأكل ويؤكل من أحب ما دام حيًا، ثم من بعده على ولده وولد ولده ونسلهم أبدًا ما تناسلوا فإذا إنقرضوا فهو على المساكين فهو جائز عند أبي يوسف.** (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الرابع في ما يتلق بالشروط في الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ٤۰، رقم:۱۱۱٤۸)

بزازية على هامش الهندية، كتاب الوقف، الفصل الأول، نوع فيما يتعلق بالشرط في الوقف، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٦/ ۲٥۰، جديد ۱/ ۳۲ـ

وقف وقفا على الفقراء وشرط فيه أن له أن يأكل ويؤكل مادام حيًا، فإذا مات كان لولده وكذلک، لولد ولده أبدًا ما تناسلوا جاز الوقف على هذا الشرط. (هندية، كتاب الوقف، الباب الرابع، فيما يتعلق بالشرط في الوقف، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/ ۳۹۸، جديد ۲/ ۳۷٤) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب: حیات میں تو یہ صحیح ہے متولی وکیل فی القبض و وکیل فی الاداء ہوگا اور بعد موت کے یہ صحیح نہیں، وجہ اس کی جواب سابق میں مصرح ہے بقولی و نیز وجوب زکوٰۃ مخصوص ہے حیات مکلّف کے ساتھ بعد وفات واقف کے اُس میں سے زکوٰۃ دینا محض امر بے معنی ہے۔(۱) واللہ اعلم

۷/ جمادی الاُخریٰ ۱۳۲۲ھ

مذکورہ جواب پر شبہ

سوال (۱۴۶۲): قدیم ۲/۳۷۵- وقف جائداد کی آمدنی سے زکوٰۃ نہ دینے کی نسبت جو جناب والا نے تحریر فرمایا تھا کہ بعد مرنے کے زکوٰۃ دینے کے کوئی معنی نہیں اُس کی نسبت گزارش ہے کہ واقف کی حیات میں جو زکوٰۃ اُس پر واجب ہوئی اگر وہ مرتے وقت کہہ مرے کہ وقف کی آمدنی فلاں کو دی جائے اور وہ واقف کی طرف سے زکوٰۃ میں دے تو کیسا ہے؟

الجواب (*): فقہاء نے جہاں اشتراط غلة الوقف لنفسه کو ذکر کیا ہے وہاں ایام حیات کی بھی قید لگائی ہے اور مفہوم تصنیف حسب تصریح علماء حجت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد حیات یہ جائز نہیں اور بعد موت جو غلہ حاصل ہوگا وہ اُس واقف کی ملک نہ ہوگا اس لئے ایسی وصیت جائز نہ ہوگی؛ البتہ دوسرے شخص کی ملک ہونے کے بعد اگر وہ اس کے کہنے سے تبرعاً ادا کردے تو مضائقہ نہیں۔(۲) فقط واللہ اعلم

۲/ رجب ۱۳۲۲ھ

(*) شبہ آئندہ کے جواب میں زکوٰۃ ایام ماضیہ کے بارے میں اس وصیت و وقف کو جائز مان لیا ہے، پس یہ جواب کہ فقہاء نے الخ صحیح نہ ہوا؛ کیونکہ اس سوال کے جواب میں تصریح ہے کہ متعلق زکوٰۃ ایام ماضیہ کے ہے، پس حاصل جواب کا اصل سے یہ ہوا کہ اعوام ماضیہ کے متعلق یہ وصیت و وقف درست ہے اور اعوام مستقبلہ کے متعلق درست نہیں۔ واللہ اعلم اولیٰ یہ ہے کہ اور علماء سے بھی اس کی تحقیق کرلی جائے؛ کیونکہ یہ جواب قواعد سے لکھا ہے شاید غلطی ہوگئی ہو۔۱۲ منہ

---

(۱) سوال نمبر: ۱۴۶۰/ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) **رجل أمر رجلا أن يؤدي عنه زكاة ماله فأدّاها قال: يجوز عنه ولا يرجع على الآمر بما أدیٰ.** (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل التاسع، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۲۲۷، رقم: ۴۱۹۸)

المحيط البرهاني، كتاب الزكاة، الفصل التاسع في المسائل المتعلقة بمعطي الزكاة، المجلس العلمي بيروت ۳/۲۲۵، رقم: ۲۸۲۰۔ ←

شُبہ متعلق جواب بالا

سوال (۱۴۶۳): قدیم ۲/۴۷۵- اعلیٰ حضرت نے ایک دفعہ تحریر فرمایا تھا کہ واقف وقف کی آمدنی زکوٰۃ میں بعد اپنی موت کے نہیں دے سکتا کیونکہ یہ اپنے خرچ میں لانا ہے اور اُس کے لئے بےحیاتہ کی فقہاء نے شرط لکھی ہے، عالمگیری کتاب الحیل باب الوقف اتفاقاً نظر سے گزرا اُس میں درج ہے کہ اگر وقف کی آمدنی کسی کو ادائے قرض میں دے اور لکھدے کہ میری زندگی میں اور بعد مرنے کے قرض خواہ وصول کرلیا کرے تو درست ہے کیا زکوٰۃ اور ادائے دَین میں کچھ فرق ہے اور وہ کیا ہے؟

الجواب: قرض اور زکوٰۃ میں امر فارق یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرض تو اُس کے ذمہ میں واجب ہو چکا اور مقرض اس کا نائب ہے اس کا لینا ہے اور زکوٰۃ اعوام مستقبلہ کی اس کے ذمہ نہیں ہوئی کیونکہ موت سے اموال اس کی ملک سے خارج ہو گئے اس لئے آخذ اس کا نائب نہیں (۱) البتہ زکوٰۃ واجبہ ماضیہ میں فقراء اس کے نائب ہو سکتے ہیں۔(۲) واللہ اعلم

۵/ رمضان ۱۳۲۲ھ (امداد ثانی، صفحہ ۹۱، ۹۲، ۹۳)

← **رجل أمر رجلا بأن يؤدئ عنه الزكاة من مال نفسه، فأدى المأمور فإنه لا يرجع على الأمر ما لم يشترط الرجوع.** (خانية علی هامش الهندية، كتاب الزكاة، فصل في أداء الزكاة، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/۲۶۲، جديد ۱/۱۶۱) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۱) سوال نمبر ۱۴۶۰/ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) **ومن صور الإشتراط لنفسه: مالو قال: على أن يقضي دينه من غلته، وكذا إذا قال: إذا حدث على الموت وعلى دين يبدأ من غلة هذا الوقف بقضاء ما عليّ، فما فضل فعلى سبيله كل ذلک جائز. وكذا إذا قال إذا حدث على فلان الموت يعني الواقف نفسه، أخرج من غلة الوقف في كل سنة من عشرة أسهم مثل أسهم تجعل في الحج عنه أو في كفارات أيمانه، وفي كذا وكذا وسمى أشياء أوقال أخرج من هذه الصدقة في كل سنة كذا وكذا.** (هندية، كتاب الوقف، الباب الرابع، فيما يتعلق بالشرط في الوقف، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/۳۹۸، جديد ۲/۳۷٤)

فتح القدير، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٢١١، كوئٹه ٥/٤٣٩۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بعض نواب کا بعض علماء کے نام وقف کرنے کا حکم

سوال (۱۴۶۴): قدیم ۲/۴ ۵۷- ملاحظہ دستاویز ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جائیداد کے وقف کا ذکر ہے اُس کے دو جزو ہیں ایک وہ جو جناب مولوی صاحب کی ملک میں داخل تھی اور نواب صاحب کے پاس رہن دوسرا جزو وہ جو نواب صاحب کی ملک تھی سو جزو اول تو وقف سے اس لئے خارج ہے کہ واقف کا مالک ہونا شرط ہے اور چونکہ نواب صاحب اس کے مالک نہیں وہ شرط مفقود ہے؛ لہٰذا اس تصرف کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ نواب صاحب نے مولوی صاحب کو اپنا قرضہ معاف کر دیا سو اس کو وقف سے کوئی علاقہ نہیں دوسرا جزو البتہ قابل وقف ہے لیکن چونکہ موقوف علیہم معین ہیں اور تابید للفقراء کا ذکر نہ لفظاً ہے نہ معنیً اور وہ بالاتفاق شرط ہے اس لئے اس جزو کا وقف صحیح نہیں ہوا لفظاً ذکر نہ ہونا تو ظاہر ہے معنیً اس لئے کہ کوئی لفظ جو اُس کے معنی کو مفید ہو مذکور نہیں جیسا لفظ صدقہ ونحوہا اور اگر لفظ پرورش سے شبہ ہو تو محاورات ومواقع استعمالات سے اُس کا مرادف یا مقارب صدقہ نہ ہونا یقینی ہے چنانچہ اہل عرف پر مخفی نہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک محض اسی میں گنجائش تھی سو اب وہ بھی محتمل نہیں چنانچہ علامہ شامی نے جلد ثالث صفحہ ۵۶۶ میں ایک بحث طویل کے بعد یہ تحقیق لکھی ہے:

والحاصل: أنه لا خلاف عندهما في صحة الوقف مع عدم تعيين الموقوف عليه إذا ذكر لفظ التابيد وما في معناه كالفقراء وكلفظ صدقة موقوفة وكموقوفة لله تعالىٰ (إلىٰ قوله) وأنه لاخلاف في بطلانه لو اقتصر علىٰ لفظ موقوفه علىٰ زيد الخ.(۱)

اور یہاں بھی صورت آخر کی ہے اس کے آگے جو ذخیرہ سے تین بطن کے ذکر کر دینے سے وقف مؤید قرار دیا ہے تو اُس میں بھی موقوفہ کے ساتھ لفظ صدقہ ہے جس کا یہاں نہ ہونا معلوم ہو چکا؛ لہٰذا وقف نہ ہونا ثابت ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

۲۵/ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ (امداد ثانی ص ۹۸)

---

(۱) رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب مهم فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة وقوله فموقوفة على فلان، مكتبه زكريا ديوبند ۵۳۷/۶، كراچي ۳۵۰/۴۔

امدادالفتاویٰ ج ۲، ص ۹۸ میں مسئلہ بعنوان وقف بودن یا نبودن جائداد مخصوصہ ہے اُس کے سطر اخیر میں لفظ صدقہ پر حاشیہ ذیل سمجھا جاوے۔ **وهی هذه**۔ مگر بعض کتب میں تین بطن کے ساتھ لفظ موقوفہ کو بھی کافی لکھا ہے **وهو الأظهر** لیکن یہاں ایک مانع پھر بھی موجود ہے۔ تتمۂ ثالثہ، ص ۳۵ میں اسی مسئلہ کا ضمیمہ دیکھو (ترجیح ثالث، ص ۲۳۳) (یہ ضمیمہ ذیل میں اس کے بعد ہی نقل کر دیا گیا ہے) (۱)

ضمیمہ مسئلہ مندرجہ جلد دوم امدادالفتاوی، ص: ۹۸، سطر اول کی تحقیق

خلاصہ بعض عبارات دستاویز جوان فتوی میں ہیں

سوال (۱۴۶۵): قدیم ۲/ ۵۷۵ - نمبر: ا ملکیت زرخرید خاص بروئے نیلام جناب مولوی صاحب مرحوم الخ۔ نمبر ۲ ہرسہ پٹیات ہرسہ باغات مذکور پر مالکانہ اور پٹی ساوی پر مطالبہ باقی زرڈگری رہن اپنے کے بدستور سابق مرتہنانہ قابض ومتصرف ہیں۔ نمبر ۳ یعنی ایک ایک ربع ہر ایک پسر کو وایک ایک ثمن ہر ایک دختر کو وقف کر دیا اور حق مرتہنی پٹی نمبر ۱۶ الیٰ قولہ ورثاء اصل راہن پر چھوڑ دیا۔ نمبر ۴ موقوف علیہم اور اُن کی اولاد۔ اور اولاد کی اولاد دواماً نسلاً بعد نسلٍ الخ۔ نمبر ۱۵ اپنی اور اولاد کی پرورش و پرداخت میں صرف کریں گے؟

الجواب: میں نے سب کاغذات مطبوعہ وقلمی بغور دیکھے اُس کے بعد دوسری کتب فقہیہ خصوصاً عالمگیری وشامی دیکھی ان سب سے جو سمجھ میں آیا معروض ہے۔ دستاویز میں دوقسم کی آراضی لکھی ہے۔ ایک وہ جس کا مالک مولانا کو لکھا ہے اور نواب صاحب اُس کے مرتہن ہیں چونکہ وقف کے لئے واقف کا مالک ہونا شرط ہے (۲) اس لئے اُس کا وقف ہونا سمجھ میں نہیں آتا اور جن روایات میں رہن کا مانع وقف نہ ہونا معلوم ہوتا ہے اُن کا مطلب یہ ہے کہ راہن جو کہ مالک ہے وقف کرے تو مرتہن کے حق کا متعلق ہونا اُس سے مانع نہیں بجز خاص صورت کے کہ وقف کرنے والا ترکہ بمقدار ادائے دَین نہ چھوڑے۔

---

(۱) اس سوال ہی میں جوابی مسئلہ بھی شامل ہے۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) **وشرطه شرط سائر التبرعات** (در مختار) **أفاد أن الواقف لا بد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكا باتا.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٥٢٣، كراچي ٤/٣٤٠)

يشترط أن يكون الواقف مالكا للموقوف وقت الوقف ملكا باتا وهذا باتفاق.

(الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/١٣٠)

في العالمگيرية: وأما عدم تعلق حق الغير كالرهن والإجارة فليس بشرط (إلى قوله) وإن لم يترک وفاء بيعت وبطل الوقف. ج:٣، ص: ١٩٩. (١)

اوردوسری آراضی جس کے مالک نواب صاحب تھے سووہ فی نفسہ محل صالح للوقف ہے جبکہ اُس کی صحت کی سب شرطیں پائی جاویں سواُس کے متعلق اول روایات ذیل بطور تلخیص لکھتا ہوں:

في رد المحتار: قال في الدرر والصحيح: أن التابيد شرط اتفاقاً لكن ذكره ليس بشرط عند أبي يوسف وفيه لو قال: وقفت أرضي هذه على ولد زيد و ذكرجماعة بأعيانهم لم يصح عند أبي يوسف أيضاً؛ لأن تعيين الموقوف عليه يمنع أرادة غيره بخلاف ما إذا لم يعين لجعله إياه على الفقراء ألاترى أنه فرق بين قوله موقوفة وبين قوله موقوفة على ولد فصحح الأول دون الثاني. الخ و فيه لكن ذكر في البزازية (إلىٰ قوله) حتىٰ لوقال: وقفت علىٰ أولادى ولم يزد جاز الوقف. الخ وفيه لكن ذكر في البحر: أن ظاهرالمجتبىٰ. والخلاصة: أن الروايتين عنه فيما إذا ذكر لفظ الصدقة أما إذا ذكر لفظ الوقف فقط

← الخامس من شرائطه الملک وقت الوقف. (البحر الرائق، کتاب الوقف، مکتبہ زکریا دیوبند ٥/٣١٤، کوئٹہ ٥/١٨٨)

(١) هندية، کتاب الوقف، الباب الأول، مکتبہ زکریا دیوبند قدیم ٢/٣٥٤-٣٥٥، جدید ٢/٣٤٨۔

إعلم أنه لا يشترط لصحته عدم تعلق حق الغير به فلو وقف ما في إجارة الغير صح ولا تبطل الإجارة، فإذا انقضت أو مات أحدهما صرفت إلى جهات الوقف، وأما وقف المرهون فإن افتكه أو مات عن وفاء عاد إلى الجهة، وإن مات عن غير وفاء بيع وبطل الوقف. (البحرالرائق، کتاب الوقف، مکتبہ زکریا دیوبند ٥/٣١٧، کوئٹہ ٥/١٩٠)

وأما عدم تعلق حق الغير كالرهن والإجارة فليس بشرط ...... وكذا لو رهن أرضه ثم وقفها قبل أن يفتكها لزم الوقف ولا يخرج عن الرهن بذلک، ولو أقامت سنين في يد المرتهن فأفتكها تعود إلى الجهة، فلو مات قبل الإفتكاک وترک قدر ما يفتک به إفتک ولزم الوقف، وإن لم يترک وفاء بيعت وبطل الوقف. (فتح القدیر، کتاب الوقف، مکتبہ زکریا دیوبند ٦/١٨٧، کوئٹہ ٥/٤١٧-٤١٨)

لايجوز اتفاقاً إذا كان الموقوف عليه معيناً. آه. قلت: ويشهد له ما في الذخيرة الخ وفيه فقوله لأن لفظ الوقف والصدقة يفيد أن الكلام في ذكرهما معاً لا في ذكر لفظ الوقف فقط ويوضحه ما في الخانية. الخ وفيه الحاصل: أنه لا خلاف عندهما في صحة الوقف مع عدم تعيين الموقوف عليه إذا ذكر لفظ التابيد أو مافي معناه كالفقراء و كلفظ صدقة موقوفة وكموقوفة للّٰه تعالىٰ وكموقوفة علىٰ وجوه البر لأنه عبارة عن الصدقة (إلىٰ قوله) وأنه لا خلاف في بطلانه لو اقتصرعلىٰ لفظ موقوفة مع التعيين كموقوفة علىٰ زيد خلافاً لما في البزازية (وانظر ما استدرك عليه بما في البحر من قوله ان ظاهر المجتبى والخلاصة. الخ وإنما الخلاف بينهما لو اقتصر بلا تعيين أوجمع مع التعيين كصدقة موقوفة علىٰ خلاف الخ وفيه والمراد بالمعين مايحتمل الإنقطاع كأولاد زيد أو فقراء قرابة فلان وهم يحصون وفي الذخيرة عن وقف الخصاف قال جعلت هذه الأرض صدقة موقوفة على فلان ولده وولد ولده وأولاد أولادهم فإذا سمى من ذلك ثلث بطون فهى وقف مؤبد إلىٰ يوم القيامة. اھ ج:۳، ص:۵۶۴-۵۶۵. (۱)

وفي العالمگيرية لو قال: أرضى هذه موقوفة علىٰ فلان أوعلىٰ ولدى (إلىٰ قوله) وعند أبي يوسف يصح لأن التابيد عنده ليس بشرط كذا في محيط السرخسي: (وراجع ما استدرك به عن البحر على البزازية) وفيه لو قال: أرضى هذه للسبيل فإن كان في بلدة تعارفوا مثل هذا وقفا صارت الأرض وقفا وإن لم يتعارفوا يسئال عنه إن أراد به الوقف فهو وقف وإن نوى الصدقة أولم ينو شيئا يكون نذرا فيتصدق بها أوبثمنها وكذلك لو قال جعلتها للفقراء. الخ وفيه في الفتاویٰ: رجل قال أرضى هذه صدقة كان نذرا بالتصدق (إلىٰ قوله) لو قال: تصدقت بأرضى هذه على المساكين لايكون وقفا بل نذراً يوجب التصدق (إلىٰ قوله) فهو نذر بالتصدق بالدار علىٰ المساكين عرفاً كذا في الفتاویٰ الصغریٰ. ج:۳، ص: ۱-۲ ثانياً. (۲)

---

(۱) شامي، كتاب الوقف، مطلب في الكلام على اشتراط التأبيد، مكتبه زكريا ديوبند ۵۳۵/۶-۵۳۸، كراچي ۳۴۸/۴-۳۵۰۔

(۲) عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الأول، فصل في الألفاظ التي يتم بها الوقف وما لا يتم بها، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۳۵۸/۲-۳۶۰، جديد ۳۵۱/۲-۳۵۲۔

ان روایات سے جو امور مستفاد ہوئے وہ لکھتا ہوں:

نمبر ۱: صرف لفظ وقف کہہ دینے سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف صحیح ہو جاتا ہے جبکہ مصارف کا بالکل ذکر نہ کرے یا ذکر کرے اور اُس میں کوئی لفظ دال علی التابید بھی ہو۔(۱)

نمبر ۲: لفظ وقف کے ساتھ اگر مصرف معین غیر مؤبد ذکر کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی وقف صحیح نہ ہوگا۔(۲)

لا علیٰ مافي البزازية لكن استدرك عليها.

نمبر ۳: البتہ اگر ذکر مصرف معین کے ساتھ جو کہ نمبر ۲ میں درج ہے لفظ صدقہ یا اللہ تعالیٰ یا علی وجوہ البر کا بھی ذکر کر دیا تب وقف صحیح ہو جاوے گا۔(۳)

---

(۱) ولو لم يذكر الصدقة؛ لكن ذكر الوقف وقال: أرضى هذه وقفا أو موقوفة فإنه يكون وقفا على الفقراء عند أبي يوسفؒ، وقال الصدر الشهيد: ومشايخ بلخ يفتون بقول أبي يوسفؒ ونحن نفتي بقوله أيضًا، هذا إذا لم يذكر الفقراء، أما إذا ذكر فقال: أرضى هذه موقوفة على الفقراء وكذا في الألفاظ الثلاثة يكون وقفا عند أبي يوسفؒ وكذا عند هلال.
(هندية، كتاب الوقف، الباب الأول، فصل في الألفاظ التي يتم بها الوقف وما لا يتم بها، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/ ۳۵۷-۳۵۸، جديد ۲/ ۳۵۰)

الخامس موقوفة فقط لا يصح إلا عند أبي يوسف فإنه يجعلها بمجرد هذا اللفظ موقوفة على الفقراء ...... قال الصدر الشهيد: ومشايخ بلخ يفتون بقول أبي يوسف ونحن نفتي بقوله أيضا لمكان العرف ...... السادس موقوفة على الفقراء صح عند هلالؒ أيضًا.
(البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۵/ ۳۱۷-۳۱۸، كوئٹه ۵/ ۱۹۰)
الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۴/ ۱۱۵۔

(۲) أما إذ ذكر لفظ الوقف فقط فلا يجوز اتفاقا إذا كان الموقوف عليه معينًا. (البحرالرائق، كتاب الوقف، مكتبة زكريا ديوبند ۵/ ۳۳۱، كوئٹه ۵/ ۱۹۹)

(۳) فإن عين وقال: وقفتها على فلان أو أولاد فلان وهو يحصون لا يجوز ...... وهذا إذا لم يقرن بالوقف لفظ الصدقة، أما إذا أقرنه بأن قال أرضى أو داري هذه صدقة موقوفة على فلان جاز. (بزازية، كتاب الوقف، الفصل الثالث، نوع في ألفاظ جارية في الوقف، مكتبه زكريا ديوبند جديد ۳/ ۱۳۹، وعلى هامش الهندية ۶/ ۲۶۲) ←

نمبر ۴: اگر مصرف تین بطون سے کم مذکور ہوں تو وہ معین ہے اور اگر تین یا زیادہ ہوں تو وہ غیر معین ہے اور اس میں وقف جائز ہے۔ (۱)

نمبر ۵: الفاظ محتملہ میں اول عرف دیکھا جاتا ہے اگر عرف نہ ہوتو نیت کا حال صرف واقف کے بیان سے معلوم ہوسکتا ہے یہ بھی نہ ہوتو لفظ محتمل سے وقف ثابت نہیں ہوتا۔ (۲)

← **لو قال أرضي هذه صدقة موقوفة على فلان صح ويصير تقديره صدقة موقوفة على الفقراء؛ لأن محل الصدقة الفقراء إلا أن غلتها تكون لفلان مادام حيا.** (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۳۳۱، كوئٹه ۵/۱۹۸)

ولو وقف على معين ولم يذكر آخره للفقراء فهو على ستة. الأول: هذه صدقة لله أو موقوفة لله أو صدقة موقوفة لله تعالىٰ صار وقفًا على الفقراء ذكر الأبد أو لا. الثاني: موقوفة صدقة على وجوه البر أو الخير أو اليتامى جاز مؤبدا كالفقراء. (البحرالرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۳۳۴، كوئٹه ۵/۲۰۰)

(۱) **إذا قال: جعلت هذه الأرض صدقة موقوفة على فلان وولده وولد ولده وأولاد أولادهم، فإذا سمى من ذلك ثلاث بطون فهو وقف مؤبد إلى يوم القيامة.** (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الأول، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۶، رقم:۱۱۰۶۵)

المحيط البرهاني، كتاب الوقف، الفصل الأول، المجلس العلمي بيروت ۸/۴۸۷، رقم: ۱۰۸۷۳-

(۲) **ذكر هلال عن أبي حنيفةؒ إذا قال جعلت أرضي هذه للفقراء إن كان هذا في تعارفهم وقفا كان وقفا، وإن لم يكن في تعارفهم وقفا يسئل ما أراد بقوله: جعلتها للفقراء؟ إن قال: أردت أن تكون وقفا على الفقراء تكون وقفا على الفقراء، وإن أراد به الصدقة أو لم تكن له نية فهو نذر بالصدقة ومتى صار نذراً كان عليه أن يتصدق بعينها أو بقيمتها كما لو نص عليه. وفي تجنيس الناصري: وإن مات صار ميراثًا عنه.** (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الأول، مكتبه زكريا ديوبند ۸/۷، رقم:۱۱۰۶۷)

المحيط البرهاني، كتاب الوقف، الفصل الأول، المجلس العلمي بيروت ۸/۴۸۸، رقم:۱۰۸۷۴-۱۰۸۷۵-

البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۳۱۸، كوئٹه۵/۱۹۰- شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

عالمگیریہ کے جزئیات اس کے لئے صریحاً مفید ہیں ثالثاً دستاویز میں اس اراضی مملوکہ نواب صاحب کے متعلق جولکھا ہے اس سے بلحاظ روایات مذکورہ وامور مستفادۂ روایات مذکورہ جو سمجھا ہوں اُس کو لکھتا ہوں۔

نمبر ۱: واقف نے اصل صیغۂ وقف کے مقام میں معین پر وقف کیا ہے۔

نمبر ۲: پھر اُس کے بعد کی عبارت میں موقوف علیہم کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو اس کے بعد دواماً نسلاً بعد نسلٍ ذکر کیا ہے اگر اس کو قائم مقام ذکر بطون ثلثہ کے کہا جاوے جبکہ ظاہر یہی ہے سو وہ مقام تفریع علی الوقف میں ذکر کیا ہے۔ پس اس میں یہ شبہ ہے کہ آیا یہ تفریع اصل عقد کے ساتھ ہوگی یا نہیں اور اگر یہ کہا جاوے کہ اُس عبارت کے ساتھ ہی یہ عبارت بھی ہے اپنی اولاد کی پرورش و پرداخت الخ سو یہ لفظ قائم مقام لفظ وقف ہو جاوے گا اور بطون کا ذکر اس طرح عین صیغۂ وقف کے مقام میں ہو جاوے گا سو اس میں یہ شبہ ہے کہ لفظ پرورش وقف پر صریح دال نہیں پس اول عرف کا اعتبار کریں گے اور یہ ہمارے عرف میں مفید معنی وقف کو نہیں پھر نیت کا اعتبار کریں گے اور اس کا معلوم ہونا موقوف تھا بیان واقف پر جو کہ اَب ممکن نہیں تو یہ صیغہ دال علی الوقف نہ ہوا پس وہی صورت تردد الحاق کی باقی رہی البتہ اگر اصل صیغۂ وقف کو جو کہ اوپر مذکور ہے اس کا قرینہ کہا جاوے کہ اس لفظ پرورش سے بھی نیت وقف ہی کی ہے تو پھر خود ہی صیغۂ مستقل ہو جاوے گا پس اگر لفظ نسلاً بعد نسلٍ مفید تابید ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے اور اس تفریع کو ملحق باصل الصیغہ کہا جاوے تب تو خاص اُس اراضی مملوکہ نواب صاحب کا وقف صحیح ہو جاوے گا اور اگر یہ تفریع ملحق باصل عقد نہ ہو تو عامۂ روایات پر تو وقف صحیح نہ ہوگا لیکن بزازیہ و محیط کی روایت پر جبکہ استدراک سے قطع نظر کر لی جاوے صحیح ہو جاوے گا، پس یہ شبہات و ترددات ہیں اس مسئلہ میں اور کاغذات قلمی کی روایات سے یہ شبہات رفع نہیں ہوسکے باقی آراضی مرہونہ کے وقف کی عدم صحت اوپر معلوم ہو چکی ہے اُن ترددات کو علمائے محققین سے رفع کر لیا جاوے۔

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۳۳ھ (تتمۂ ثالثہ ص ۳۵)

افتادہ قبرستان میں انجمن کی عمارت کی تعمیر کا حکم

سوال (۱۴۶۶): قدیم ۲/ ۵۷۹- ایک قبرستان عرصہ ۲۵ سال سے ویران پڑا ہے اور اُس میں موتی بھی دفن نہیں کیئے جاتے۔ اب اس میں ایک مکان انجمن اسلام بنانا چاہتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: عینی شرح بخاری میں ہے۔

قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى فيها مسجدا لم أربذلک بأسا و ذلک لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لأحد أن يملكها فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلىٰ المسجد لأن المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين لايجوز تمليكه لاحد فمعنا هما علىٰ هذا واحد.اھ (۱)

جواب مذکور سے بعلت اشتراک علت معلوم ہوا کہ انجمن کا مکان وقفی نفع عام کے لئے اس مقبرہ کی جگہ بنانا جائز ہے۔ واللہ اعلم

یکم رجب ۱۳۲۱ھ (امداد، ص ۱۰۹، ج ۲)

رمضان میں شیرینی کے لئے باغ وقف کرنے کا حکم

سوال (۱۴۶۷): قدیم ۲/ ۵۷۹- زید نے مسجد کہنہ محلّہ کو ازسرنو تعمیر کر کے ایک قطعہ باغ مختصر کہ جس کی سالانہ آمدنی بہ حساب اوسط پچیس روپیہ ہے بایں نیت کہ علاوہ خرچ فرش و مصلیٰ و شکست وریخت کے ماہِ رمضان میں تواضع امام تراویح و شیرینی واسطے مصلیان مسجد بواقعہ لیلۃ القدر آیا کرے اور عرصہ کثیر تک یہی عمل درآمد رہا مگر چند سال سے بعد معاینہ کتاب فتاویٰ نہ امام تراویح ہے نہ تواضع کی جاتی ہے؛ البتہ شیرینی بنابر نمازیاں کرتی ہے اور خاص کر ۲۷ شب صیام کو پس یہ شیرینی کا منگانا ز رموقوفہ سے بایں خیال کہ نیت واقف قبل از وقف تھی درست ہے یا نہیں اور قید تاریخ ۲۷/ بھی درست ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں جو حکم شرعی ہو ارشاد فرمایا جائے۔

الجواب: في الدر المختار: كتاب الوقف، وأن يكون قربة في ذاته معلوما .(۲)

---

(۱) عمدة القاري، كتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية، ويتخذ مكانها مساجد، مكتبه زكريا ديوبند ۳/ ۴۳۵، دار إحياء التراث العربي ۴/ ۱۷۹۔

فتح الملهم، كتاب المساجد، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/ ۱۱۸۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، مكتبه زكريا ديوبند ۶/ ۵۲۴، كراچي ۴/ ۳۴۱۔

وفيه وقف مصحفا علىٰ أهل مسجد للقراء ة، إن كانوا يحصون جاز. وفي رد المحتار: قوله: إن كانوا يحصون جاز، هذاالشرط مبنی علیٰ ما ذكره شمس الأئمة من الضابط وهو أنه إذا ذكر للوقف مصرفا لابد أن يكون فيهم تنصيص على الحاجة (إلیٰ قوله) ومتى ذكر مصرفا يستوى فيه الأغنياء والفقراء، فإن كانوا يحصون صح باعتبار أعيانهم وإلا بطل وروى عن محمد أن مالا يحصى عشرة وعن أبي يوسفؒ مائة وهو الماخوذ به عندالبعض. وقيل أربعون وقيل ثمانون والفتوىٰ أنه مفوض إلیٰ رأي الحاكم إسعاف وبحر. اه وفيه تحت قول الدرالمختار: وإن على طلبة العلم وجعل مقرها في خزانة التى في مكان كذا ففي جواز النقل تردد نهر. اه (۱)

ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے:

اوّل: شیرینی منگانا رقم وقف سے جائز ہے؛ کیونکہ یہ مصرف فی نفسہ جائز ہے (۲)؛ البتہ مفاسد سے جو کہ تقسیم شیرینی کے وقت پیش آتے ہیں احتراز واجب ہے۔

دوم: ستائیسویں کی قید بھی صحیح ہے۔ (۳)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب متى ذكر للوقف مصرفًا لا بد أن يكون فيهم تنصيص على الحاجة، مكتبه زكريا ديوبند ۶/۵۵۷-۵۵۹، كراچي ۴/۳۶۵-۳۶۶)

(۲) **أن يكون قربة في ذاته.** (هندية، كتاب الوقف، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند جديد ۲/۳۴۷، قديم ۲/۳۵۳)

ومن الشروط أيضًا أن يكون قربة في ذاته. (النهر الفائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۳/۳۱۳)

يشترط أن تكون الجهة الموقوف عليها جهة برّ وقربة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۴/۱۳۹)

(۳) **ومتى ذكر مصرفا يستوى فيه الأغنياء والفقراء، فإن كانوا يحصون فذلك صحيح لهم باعتبار أعيانهم، وإن كانوا لا يحصون فهو باطل.** (المبسوط للسرخسي، كتاب الوقف، دارالكتب العلمية بيروت ۱۲/۳۴)

قال شمس الأئمة إذا ذكر مصرفا فيهم تنصيص على الحاجة فهو صحيح سواء كانوا يحصون أولا يحصون؛ لأن المطلوب وجه الله تعالیٰ، ومتى ذكر مصرفًا يستوى فيه الأغنياء ←

سوم: البتہ اگر ستائیسویں کے مصلیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو بعد تراویح کے شب بیداری کے لئے اہتمام کے ساتھ جمع ہوتے ہوں تو یہ مصرف صحیح نہیں؛ کیونکہ اس اجتماع کے لئے اہتمام بدعت ہے۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸/ رمضان ۲۵ھ (امداد ثانی، ص۱۱۰)

فساد نیت یا غیر مصارف خیر کے انضمام سے وقف کا باطل ہونا

سوال (۱۴۶۸): قدیم ۲/ ۵۸۰- نواب......صاحب رئیس...... نے اپنی جائداد مالیتی تین لاکھ روپیہ وقف کردی جس کی آمدنی میں بعد ادائے مالگذاری کے تیس ہزار روپیہ سے زائد ہوگی اور بہت سی جائداد جو مالیت اور آمدنی میں اس سے کچھ کم ہوگی باقی چھوڑ دی جائداد موقوفہ کی آمدنی کو مساجد، عربی اسلامی مدارس اور انگریزی مدارس، یا طبی مدرسہ یا مزارات بزرگان: مثل اجمیر شریف وپیرانِ کلیر شریف وغیرہ کے لئے وقف کیا۔ نواب صاحب موصوف نے جائیداد موصوف کو ایسی حالت میں وقف کیا کہ بوجہ کبرسنی اور دائمی امراض درد اعضاء وغیرہ کے ضعیف تھے اور چلنے پھرنے سے بھی معذور تھے؛ لیکن عقل وحواس بالکل سالم تھے اور کوئی ایسا مرض لاحق نہ تھا، جس کو مرض الموت سے تعبیر کیا جاوے؛ بلکہ وہ اپنی صحت کی حالت میں تھے، انھوں نے بمقتضائے احتیاط متعدد ڈاکٹروں سے صحت

← **والفقراء، فإن كانوا يحصون فذلک صحيح لهم باعتبار أعيانهم، وإن كانوا لا يحصون فهو باطل**. (فتح القدير، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٢٢٧، كوئٹه ٥/ ٤٥٣)

والحاصل: أنه متى ذكر مصرفا فيه نص على الفقراء والحاجة فالوقف صحيح يحصون أم لا. وقوله: يحصون إشارة إلى أن التأبيد ليس بشرط ومتى ذكر مصرفًا يستوى فيه الغني والفقير إن كانوا يحصون صح بطريق التمليک، وإن كانوا لا يحصون فهو باطل.
(البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٣٣٢، كوئٹه ٥/ ١٩٩)

(۱) **ويكره الإجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي المتقدم ذكرها في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبيّ صلى الله عليه وسلم ولا أصحابه فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز منهم عطاء وابن أبي مليكة وفقهاء أهل المدينة وأصحاب مالک وغيرهم. وقالوا: ذلک كله بدعة.** (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحىٰ وإحياء الليالي، دارالكتاب ديوبند ص: ٤٠٢) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

و درستی حواس و قابلیت تصرفات کا سرٹیفکٹ بھی حاصل کرلیا تھا اور تحریر دستاویز و رجسٹری کرانے کے بعد بعض حکام کے سامنے باقاعدہ اظہار متعلق وقف کے دیئے کہ میں نے باختیار خود امور خیر کے لئے وقف کیا ہے وقف کرنے کے چار ماہ بعد نواب کا انتقال ہوگیا۔

نواب صاحب کے دو بھائی علاتی نواب صاحب اور نواب صاحب کے وقف کرنے کے مخالف تھے اورانھوں نے اسی وقت اس وقف سے اختلاف کر کے ایک درخواست دی کہ یہ جائداد کوٹ کرلی جاوے اور اسی بنا پر جائداد مذکور کے داخل خارج کو حکماً رکوا دیا بعد انتقال نواب صاحب موصوف ہر دو برادران نے بدعویٰ وراثت جائداد موقوفہ اور جائداد غیر موقوفہ کل کے متعلق اپنے نام داخل خارج کرانے کی درخواست دی ادھر منجانب متولی وقف اس کی کوشش ہوئی کہ وقف قائم رہے، مگر عدالت میں برادران نواب صاحب کامیاب ہوئے اور اُن کا نام سب جائداد میں درج ہوگیا برادران نواب صاحب بدیں حجت وقف کو باطل کرنا چاہتے ہیں کہ یہ وقف صحیح ہی نہیں ہوا کیونکہ نواب صاحب موصوف کو اجر وثواب مقصود نہ تھا بلکہ ہماری مخالفت کی وجہ سے ہم کو محروم کرنے کی غرض سے اپنے کارندوں کے کہنے سے وقف کیا ہے اور جو مصارف کارندوں نے مقرر کرنے چاہے اُنھی کو مقرر کردیا جو مصارف کہ آمدنی جائداد موقوفہ کے مقرر کئے گئے وہ تین قسم کے ہیں۔ بعض یقیناً مصرفِ خیر ہیں مثل مساجد اور مدارس عربیہ اسلامیہ کے یا خدمت حجاج وغیرہ۔ بعض یقیناً مصارف خیر نہیں اور بعض مشتبہ حالت میں ہیں اس میں بھی شک نہیں کہ نواب صاحب موصوف اور ان کے علاتی بھائیوں میں عرصہ سے اختلاف اور متارکت تھی کارکنان وقف کا خیال ہے کہ عدالت دیوانی میں چارہ جوئی کر کے وقف کو قائم کرایا جاوے، اُن کا اور اکثر واقفان قانون کا جنھوں نے کل حالت اور کاغذات و بیانات متعلقہ وقف دیکھے ہیں خیال ہے کہ عدالت دیوانی میں چارہ جوئی سے اُمید غالب کامیابی اور استحکام وقف کی ہے۔

واقعات مذکورہ کے بیان کے بعد امور ذیل قابل استفسار ہیں

نمبر ۱: نواب صاحب موصوف کا اُس حالت میں جس کا ذکر اوپر ہوا وقف کرنا صحیح ہوا یا نہیں؟ اور یہ وقف سمجھا جاوے گا یا وصیت؟

نمبر ۲: ایسی حالت میں کہ آمدنی وقف مذکور کے لئے بعض مصارف ایسے مقرر کئے گئے جن کو مصرف خیر نہیں کہہ سکتے وقف صحیح ہوگا یا نہیں؟

نمبر ۳ : اگرنواب صاحب اور اُن کے برادران میں اختلاف اور متارکت تھی؛ لیکن وقف نامہ کی کسی عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُن کی نیت محروم کرنے کی ہے؛ بلکہ الفاظ سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اجر وثواب مقصود ہے تو ایسی حالت میں الفاظ کو دیکھا جاوے یا مخالف باہمی کو خیال کرتے ہوئے اُن کے اس فعل کو محروم کرنے کی نیت پر محمول کیا جاوے گا؟

نمبر ۴ : اگر فی الواقع نواب صاحب کو وقف کرنے میں یہی مقصود تھا کہ براد محروم رہیں اور اُن کو یہ گوارا نہ ہوا کہ میری جائداد کے وہ وارث ہوں یا اُنھوں نے اپنے کارندوں کے کہنے سے ایسا کیا تو اس حالت میں یہ وقف تام ہوگا یا نہیں اور وہ اس فعل میں گنہ گار ہوں گے یا نہیں؟

نمبر ۵: اگر ایسے تہیّہ کرنے سے وہ گنہ گار ہوں تو اس کا اثر وقف کے تام اور نافذ ہونے پر پڑے گا یا نہیں؟ (یعنی باوجود اُن کے گنہ گار ہونے کے وقف قائم رہے گا یا نہیں) ؟

نمبر ۶ : درصورتیکہ نواب صاحب موصوف نے بہت سی جائداد علاوہ جائداد موقوفہ کے چھوڑی تو ایک جزو جائداد وقف کرنے میں وارثوں کا محروم ہونا لازم آتا ہے یا نہیں اور اس طرح کرنے میں کہ وارثوں کے لئے بھی کافی جائداد چھوڑی وہ مرتکب گناہ سمجھے جاویں گے یا نہیں؟

نمبر ۷ :جس حالت میں کہ نواب صاحب مرحوم کے ہر دو برادر جدا جدا نواب صاحب کے برابر صاحب جائداد ہیں تو اگر کل جائداد وقف کر دیتے کچھ حرج یا گناہ تھا یا نہیں۔ یا جزو جائداد کے کرنے میں (جیسا کہ کیا گیا) کچھ قباحت تھی یا نہیں؟

نمبر ۸ : اگر وقف مذکور صحیح اور تام مان لیا جاوے اور نواب صاحب کے برادر اُس کو باطل کرنا چاہیں تو خاص متولیان وقف یا عام مسلمانوں کو اُس کی حفاظت کرنی چاہئے یا نہیں؟ خصوصاً ایسی صورت میں کہ سعی کے کامیاب ہونے کی اُمید بھی ہو اور درصورت عدم حفاظت آثم ہوں گے یا نہیں؟

نمبر ۹: اگر وقف مذکور عام مسلمانوں کی کوشش سے تام اور نافذ ہو جاوے تو اُن مدارس یا مساجد کے متولیان اور منتظموں کو جن کے لئے حصہ مقرر کیا گیا ہے یہ جائز ہے کہ اُس حصہ آمدنی کو جو اُن کے لئے مقرر کیا گیا ہے چھوڑ دیں یا اگر اُن کو اپنے حصہ کے حاصل کرنے میں سعی کی ضرورت ہو تو ایسی حالت میں اُن کو ترک سعی جائز ہے یا نہیں؟ سعی نہ کرنے میں آثم ہوں گے یا نہیں؟

نمبر۱۰: اگر مصارف وقف مذکور میں سے بعض مصارف کی عدم سعی اس کا سبب بن جاوے کہ دوسرے لوگ اتمام وقف کی سعی سے باز رہیں تو ایسی حالت میں اُن کی عدم سعی موجب اثم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الاجوبة: نمبر۱: في الدرالمختار مع رد المحتار: الجلد الخامس، ص: ۶۴۸. وهبة مقعدومفلوج واشل ومسلول من كل ماله إن طالت مدته سنة ولم يخف موته منه وإن لم تطل وخيف موته فمن ثلثه لأنها امراض مزمنة لا قاتلة. (۱) وفي الدرالمختار: باب الوقف، وأن يكون منجزاً لامعلقاً (۲). وفي الدرالمختار: باب العتق في المرض يعتبر حال العقد في تصرف منجزٍ وإن كان في الصحة فمن كل ماله وإلا فمن ثلثه. (۳)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الوصايا، مكتبه زكريا ديوبند ۱/۳۵۲-۳۵۳، كراچي ۶/۶۶۰۔

وهبة المقعد والمفلوج والأشل والمسلول من كل ماله إن طال ولم يخف موته منه ولا أي، وإن لم يطل مدة مرضه وخيف موته منه فمن ثلثله. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، دارالكتب العلمية بيروت ۴/۴۲۴)

والمقعد والمفلوج والأشل والمسلول إن تطاول ذلك ولم يخف منه الموت فهبته من كل المال؛ لأنه إذا تقادم العهد صار من طبعه كالعمي والعرج ...... وإلا فمن الثلث أي إن لم يتطاول يعتبر تصرفه من الثلث. (البحر الرائق، كتاب الوصايا، قبيل باب العتق في المرض والوصية بالعتق، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۲۵۵-۲۵۶، كوئٹه ۸/۴۲۸)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، مكتبه زكريا ديوبند ۶/۵۲۴، كراچي ۴/۳۴۱۔

وأن يكون منجزا غير معلق. (البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۳۱۳، كوئٹه ۵/۱۸۸)

هندية، كتاب الوقف، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/۳۵۵، جديد ۲/۳۴۹۔

(۳) الدر المختار مع الشامي، كتاب الوصايا، باب العتق في المرض، مكتبه زكريا ديوبند ۱۰/۳۷۹، كراچي ۶/۶۷۹۔

العبرة بحال التصرف في التصرف المنجز، فإن كان في الصحة فمن كل المال، وإن في مرض الموت فمن ثلثه. (ملتقي الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، باب العتق في المرض، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۴۳۶)

روایت اولیٰ سے ثابت ہوا کہ نواب صاحب کا حال مرض موت کا نہ تھا اور روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ بوجہ اس کے کہ اس تصرف میں اضافۃ اِلیٰ مابعد الموت نہ تھی بصیغۂ تنجیز تھا اور حالت مرض الموت کی بھی نہ تھی اس لئے یہ وصیت نہیں؛ بلکہ وقف ہے اور بوجہ کسی امر مانع عن الصحۃ نہ ہونے کے وقف بھی صحیح ہے۔

نمبر۲ : في رد المحتار : الجلد الرابع، ص: ۳۵۲، ولا يلزم من ذكر المصنف له هنا أنه مما يبطل بالشرط الفاسد لما قدمناه غير مرة بل ذكر في العزمية ان قاضي خان صرح بأنه (أي الوقف)لايبطل بالشروط الفاسدة، ويمكن التوفيق بينه وبين ما في الإسعاف بأن الشرط الفاسد لايبطل عقدالتبرع إذا لم يكن موجبه نقض العقد من أصله فإن اشترط أن تبقى رقبة الأرض له أو أن لا يزول ملكه عنها أو أن يبيعها بلا استبدال نقض للتبرع. اھ(۱)

پس صورت مسئولہ میں اگر سب مصارف کو عقود متعددہ وصفقات متفرقہ کہا جاوے، تب تو شبہ کی گنجائش ہی نہیں اور اگر ایک ہی عقد کہا جاوے تو غایۃ المحذور فی الباب وقف علیٰ غیرالخیر شرط ہوگی وقف علی الخیر کی جو کہ شرط فاسد ہے، مگر روایت ہذا سے ثابت ہے کہ وقف شرط فاسد سے فاسد و باطل نہیں ہوتا۔

وظاهر ان الشرط المذكور ليس من موجبه نقض العقد من أصله.

اور اگر اس پر شیوع ارض موقوفہ کا شبہ ہو تو جواب یہ ہے کہ درمختار میں مصرح ہے:(۲)

---

(۱) رد المحتار، كتاب البيوع، باب ما يبطل بالشرط الفاسد ولا يصح تعليقه به، مكتبه زكريا ديوبند ۵۰۷/۷، كراچي ۲۴۸/۵۔

أقول في كونه مما يبطل بالشرط الفاسد نظر لما قدمه المؤلف من الأصل وهو أن ما كان مبادلة مال بغير مال أو كان من التبرعات لا يبطل بالشرط الفاسد والوقف من التبرعات. وفي العزمية على الدرر: صرح قاضي خان بأن الوقف لا يبطل بالشروط الفاسدة، وقد يجاب أن الشرط الفاسد إنما لا يبطل التبرعات إذا لم يكن موجبة نقض عقد التبرع من أصله، فإن اشتراط أن تبقي رقبة الأرض له أو أنه لا يزول ملكه عنها أو أنه يبيع أصلها بلا إستبدال شئ مكانها نقض للتبرع؛ لأنه بذلك الشرط لم يوجد التبرع أصلا. (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب البيع، باب المتفرقات، مكتبه زكريا ديوبند ۳۱۱/۶، كوئٹه۱۸۶/۶)

(۲) الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب: سكن المشتري دار الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۶۱۶/۶، كراچي ۴۰۸/۴۔

وكذا يفتى بكل ما هو أنفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه مطبوعة بمبئى، ص: ۴۴۰. (۱)

اور صحت وقف ارض شائعہ پر فتویٰ امام ابو یوسفؒ کا مشہور ہے پس شبہ مذکور رفع ہوگیا۔

نمبر ۳: فقہ کی فروع و نظائر بیشمار اس کی حاکم ہیں کہ عاقل بالغ کے فعل اور تصرف کو حتیٰ الامکان محمل صحیح پر محمول کر کے اس کی تصحیح کی جاتی ہے اور موانع ظاہرہ کی حتی الوسع تاویل و توجیہ کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ باوجود کسی مانع کے جزو عقد یا مقارن عقد نہ ہونے کے بلا دلیل مبائنات کو اُس کے ساتھ منضم کیا جاوے۔(۲)

نمبر٤ : نمبر٥: قال عليه السلام: إنما الاعمال بالنيات (۳) اگر دل میں اُن کی یہ نیت ہو فیما بینہ و بین اللہ گناہ ہوگا لیکن جب الفاظ وقف نامہ میں باظہار نیتِ ثواب واقف اس نیت حرمان ورثہ سے تبری ہے ظاہر شرع میں وقف کے تام ہونے میں اصلا شبہ نہ ہوگا۔

---

(۱) وقف المشاع المحتمل للقسمة لا يجوز عند محمدؒ وبه أخذ مشايخ بخاري، وعليه الفتوى كذا في السراجية والمتأخرون بقول أبي يوسفؒ أنه يجوز وهو المختار. (هندية، كتاب الوقف، الباب الثاني، فصل في وقف المشاع، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/۳٦٥، جديد ۲/۳٥٤)

فعند أبي يوسف يجوز وقف المشاع الذي يحتمل القسمة كالمشاع الذي لا يحتمل القسمة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/۱۷۰-۱۷۱)

(۲) أمور المسلمين على السداد حتى يظهر غيره، من مسائله أن من باع درهما وديناراً بدرهمين وديناريـن جاز البيع وصرف الجنس إلى خلاف جنسه تحريا للجواز حملا لحال المسلم على الصلاح إلا إذا نص أن الدرهم بالدرهم والدينار بالدينار فإنه يفسد البيع. (قواعد الفقه، مكتبه أشرفية ديوبند ص:٦٣، رقم:٥٢)

لو باع درهما وديناراً بدرهمين وديناريـن يصرف الجنس إلى خلاف الجنس إحتياطا للصحة. (المحيط البرهاني، كتاب الإجارة، الفصل السابع في إجارة المستأجر، المجلس العلمي ۱۱/۲٦۹)

(۳) بخاري شريف، باب كيف كان بدأ الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۱/۲، رقم:۱۔

نمبر ۶ : نمبر ۷ : نمبر ۸ : نمبر : ۹ : نمبر ۱۰ : ان سوالات کے جوابات قواعد معلومہ في الشرع سے ظاہر ہیں کہ اس سے حرمان ورثہ لازم نہیں آتا اور بلا قصد اضرار ورثہ کل جائداد بھی وقف کرنا اُن کا جائز تھا، بعض حضرات صحابہؓ کے جمیع اموال مملوکہ کے تصدق کر دینے کو جناب رسول مقبول ﷺ کا جائز رکھنا اس کی قطعی دلیل ہے۔(۱)

اور حسب مجموعہ ارشاد حق تعالیٰ: وَتَعَاوَنُوْ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوىٰ. (۲)

وارشاد حق تعالیٰ: لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (۳)

قادر علی السعی فی الحفظ کو اس جائداد کا حالت ضیاع میں چھوڑ دینا مباشرۃً وتسبباً کہ دوسرے بھی تفریط کریں گے موجب اثم ہے۔(۴) واللہ اعلم

۱۵/ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۷ھ (تتمۂ اوّل، ص ۱۲۳)

---

(۱) **عن عمر بن الخطاب يقول أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نتصدق ووافق ذلك عندي ما لا فقلت اليوم أسبق أبا بكر إن سبقته يومًا، قال: فجئت نصف مالي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما أبقيت لأهلك؟ قلت: مثله وأتي أبو بكر بكل ما عنده، فقال: يا أبا بكر ما أبقيت لأهلك؟ فقال: أبقيت لهم الله ورسوله، قلت: والله لا أسبقه إلي شئ أبدًا.** (ترمذي شريف، المناقب، باب رجاء صلى الله عليه وسلم أن يكون أبوبكر ممن يدعى من جميع أبواب الجنة، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۸، دارالسلام رقم:۳۶۷۵)

أبوداؤد شريف، كتاب الزكاة، باب الرخصة في ذلك،النسخة الهندية ۱/ ۲۳۶، دار السلام رقم:۱۶۷۸۔

(۲) **سورة المائدة: آيت: ۲۔**

(۳) **سورة البقرة: آيت: ۲۸۶۔**

(۴) **أخرج مسلم في صحيحه حديث أبي بكرة: قال أول من بدأ بالخطبة يوم العيد قبل الصلاة مروان فقام إليه رجل فقال: الصلاة قبل الخطبة، فقال قد ترك ما هنالك فقال أبوسعيد: أما هذا فقد قضىٰ ما عليه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من رأىٰ منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان.** (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون النهى عن المنكر من الإيمان، النسخة الهندية ۱/ ۵۱، بيت الأفكار رقم:۴۹) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

وقف کے متعدد متولی بنانا یا ایک کو نائب اور دوسرے کو اصل قرار دینا

سوال (۱۴۶۹): قدیم ۲/۵۸۴- کسی مسجد کے لئے دو متولی کا مقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز یا ایک متولی اور دوسرا اس کا معین یا نائب مقرر کرنا درست ہے یا نادرست جواب بحوالہ عبارت کتاب وصفحہ کتاب مرحمت ہو؟

الجواب: في الدر المختار: فلو وجد كتابا وقف في كل إسم. متوّل و تاريخ الثاني متأخر اشتركا بحر وفي رد المحتار: ولا يقال أن الثاني ناسخ. اھ جلد: ۳، ص: ۶۳۴ مصرية. (۱)

اس روایت سے دونوں امر کا جواز ثابت ہوا کیونکہ جب باوجود تقدم وتأخر کے اشتراک ثابت ہو گیا باوجودیکہ اس میں احتمال ناسخیت کا ہے تو اشتراک بالاولیٰ جائز ہے اور جب تشارک جائز ہے جس میں احتمال مزاحمت بھی ہے تو انابۃ ونیابۃ بالاولیٰ جائز ہے۔(۲)

۱۵/ جمادی الاُخریٰ ۱۳۲۷ھ (تتمۂ اول ص ۱۲۶)

(۳) **سوال** (۱۴۷۰): قدیم ۲/۵۸۴- شخصے مسمّٰی زید پنج پسر وسہ دختر ویک زوجہ میدارد ومسمّٰی زید میخواہد کہ کل جائداد خود را بنام مسجد وفي سبيل الله وقف سازد واولاد ذکور خود را متولی آں گرداندو

---

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطب نصب متوليا ثم آخر إشتركا، مكتبه زكريا ديوبند ۶۳۵/۶، كراچي ۴۲۲/۴۔

(۲) لو وجد كتابان لوقف واحد في كل كتاب إسم متول وتاريخ الثاني متأخر فإنهما يشتركان. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۲۰/۴۴)

قال في البحر: ومنه يعلم جواب حادثه وجد مكتوبًا وقف وفي أحدهما أن المتولي فلان والآخر أنه غيره. والثاني متأخر التاريخ فأجيب بأنهما يشتركان ولا يكون الثاني ناسخًا. (النهر الفائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۳۳۲/۳)

البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۳۸۷/۵، كوئٹه ۲۳۱/۵۔ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(۳) **ترجمۂ سوال**: زید کے پانچ لڑکے تین لڑکیاں اور ایک بیوی ہے زید چاہتا ہے کہ اپنی کل جائداد مسجد کے نام اور اللہ کے راستہ میں وقف کردے اور اپنی مذکر اولاد کو اس کا متولی مقرر کردے ←

دروقف نامہ تحریری سازد کہ از متولیان یکے را از متولی اول قرار میدہند و برمشاھرہ دیگر متولیان و ادائے خراج وانچہ ازاں متعلق میدارند در قبضہ تصرف آں میدارند و دیگراں رادرتابعیت متولی اول می نہند واگر متولیان خلاف متولی اول درزند اوشاں از احاطۂ متولی خارج خواہد گشت لاعلی العکس پس درولایت وقف یکے رامتبوع و دیگراں راتابع آں نمودن شرعاً جائز است یا نہ و یاہمہ متولیان درولایت وتصرف متساوی اند بدلائل کتب معتبرہ ارقام فرمایند؟

الاجوبة (۱): في الدرالمختار: ولاية نصب القيم إلىٰ الواقف (إلىٰ قوله) **أراد المتولي إقامة غيره مقامه في حياته و صحته، إن كان له التفويض له بالشرط عاما صح و لايملك عزله إلا إذا كان الواقف جعل له التفويض والعزل. وفي رد المحتار: تحت قوله: ولايملك عزله كالوكيل إذا أذن له الموكل في أن يوكل فوكل حيث لم يملك العزل جلد۳ ،ص۶۳۷ (۲). قلت: إنما لايملك العزل لأن هذا الوكيل يجعل وكيلا من جهة الأصيل إلا إذا أذن للوكيل الأوّل بعزله.**

ازیں روایت مستفاد شد کہ دو متولی یا دو وکیل مقرر کردن کہ بدرجۂ برابر نباشند بلکہ یکے تابع دیگر باشد جائزست۔(۳)

۷/محرم ۱۳۳۲ھ (تتمۂ ثانی،ص:۱۰۹)

← اوروقف نامہ میں تحریر کرے کہ متولیوں میں ایک کو متولی اول بنائے اور مشاہرہ اور خراج کی ادائیگی اور جو کچھ اس سے متعلق ہو اس کو دوسرے متولیوں کے سپرد کرے اور ان دوسروں کو متولی اول کی ماتحتی میں رکھے اور اگر دیگر متولیان متولی اول کی خلاف ورزی کریں تو عہدۂ تولیت سے خارج ہو جائیں اور اس کا برعکس نہ ہو، پس وقف کی تولیت میں ایک کو متبوع اور دوسروں کو تابع کرنا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ یا تمام متولیان تصرف میں برابر ہیں؟ کتب معتبرہ کے حوالہ سے تحریر فرمائیں۔

(۱) **ترجمۂ جواب**: اس روایت سے مستفاد ہوا کہ دو متولی یا دو وکیل مقرر کرنا جو درجہ میں برابر نہ ہوں؛ بلکہ ایک دوسرے کے تابع ہوں جائز ہے۔

(۲) الدرالمختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب: ولاية نصف القيم إلى الواقف ثم لوصيه ثم للقاضي، مكتبه زكريا ديوبند ۶/۶۳۳-۶۳۸، كراچي ۴/۴۲۱-۴۲۵۔

(۳) **وإذا أراد المتولي أن يقيم غيره مقام نفسه في حياته وصحته لا يجوز إلا إذا كان التفويض إليه على سبيل التعميم، هكذا في المحيط.** (هندية، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/۴۱۲، جديد ۲/۳۸۲) ←

حالت صحت میں یہ کہنا کہ فلاں زمین مسجد میں دیتا ہوں یا دے چکا ہوں

سوال (۱۴۷۱): قدیم ۲/ ۵۸۵- مسماۃ ہندہ زوجہ زید نے بحالت صحت نفس اپنے مرنے سے چند ماہ پیشتر بیان کیا کہ میں اپنی جائداد مسجد موضع .... میں دیتی ہوں اس کو لکھالو۔ مگر کوئی شخص لکھانے پر آمادہ نہ ہوا۔ بعدہٗ اپنے مرنے سے دس پندرہ روز پہلے جب کہ اس کے شکم پر قدرے ورم معلوم ہوا مگر مرض الموت نہ تھا کیونکہ چلتی پھرتی تھی اور کوئی علامت مرنے کی معلوم نہ ہوتی تھی بلکہ معمولی حالت میں تھی پھر اُس نے کہا کہ میں نے اپنی کل جائداد مسجد موضع .... میں دے دی ہے تم کو اختیار ہے کہ تم عدالت میں لکھالو یا یہاں لکھالو یا نہ لکھالو میں اپنی جائداد مسجد میں دے چکی ہوں مگر لکھانے میں پھر تساہل رہا آخر کار اپنے مرنے سے دو تین روز پیشتر پھر یہی کہا کہ میں اپنی جائداد مسجد میں دے چکی تم لکھالو یا نہ لکھالو تم کو اختیار ہے اُس کے بعد وہ مرگئی اُس کے مرنے پر عمرو مع اپنی ہمشیرہ کے جو ہندہ کے خاوند کا ہمشیرہ زادہ بھی ہے اور ہندہ متوفیہ کے چچازاد بہن کا بیٹا ہے مدعی ہوا کہ یہ ترکہ شرعاً مجھ کو پہنچتا ہے۔؛ لہٰذا شرع شریف سے اس مسئلہ میں کیا حکم ہے۔ شرعاً یہ مسجد میں رہنی چاہیے یا عمرو اور اُس کی ہمشیرہ کو بھی پہنچتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: في الدر المختار: وأن يكون منجزاً (۱). وفي رد المحتار: تحت قوله: **وركنه الألفاظ الخاصة ومنها ما في الفتح حيث قال (فرع) يثبت الوقف بالضرورة وصورته أن يوصى (إلى قوله) وقد سئلت عن نظير هذه المسئلة في رجل أوصى بأن يؤخذ من غلة داره كل سنة كذا دراهم يشترى بها زيت لمسجد كذا ثم باع الورثة الدار**

← البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٥ /٣٨٨، كوئٹه ٥/ ٢٣٢۔

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل السادس: في الولاية في الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٨/ ٦٢، رقم: ١١٢٠٩۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، مكتبة زكريا ديوبند ٦/ ٥٢٤، كراچي ٤/ ٣٤١۔

وأن يكون منجزا غيره معلق. (البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٥/ ٣١٣، كوئٹه ٥/ ١٨٨)

هندية، كتاب الوقف، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٢/ ٣٥٥، جديد ٢/ ٣٤٩۔

وشرطوا على المشترى وقع ذلك المبلغ في كل سنة للمسجد فافتيت بعدم صحة البيع وبأنها صارت وقفا حيث كانت تخرج من الثلث (حيث أوصى به) وفيه نعم تعيين المسجد لايضر لأنه مؤبد وفيه ينقض وقف استحق بملك أو شفعه وإن جعله مسجداً ووقف مريض أحاط دينه بماله بخلاف صحيح. ج:۳، ص:۵۵۵. (۱)

بنا برروایاتِ مذکورہ جواب یہ ہے کہ گو مسماۃ نے لفظ وقف نہیں کہا مگر یہ کہنا کہ مسجد میں دیتی ہوں یا دے چکی ہوں مثبت وقف ہے اور لفظ دیتی ہوں بھی بوجہ اس کے کہ صیغہ حال کا ہے منجز ہونے کی وجہ سے وقف کے لئے کافی ہوگیا لیکن اس کے بعد یہ کہنا کہ دے چکی ہوں کہ صیغہ ماضی کا ہے بالکل سارے احتمالات وعد یا اظہار قصد کے لئے قاطع ہوکر اثبات وقف میں زیادہ محکم ہے اور جو حالت مرض کی اس کے کہنے کے وقت لکھی ہے وہ حالت شرعاً حالتِ صحت ہے **کما صرحوا فی احکام المریض** (۲) اور لکھوانا شرعاً اثباتِ وقف کے لئے شرط نہیں (۳) لہٰذا وہ وقف صحیح اور تام ہوگیا اور عمرو اور اس کی ہمشیرہ

---

(۱) شامي، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٥٢٢-٥٢٣، كراچي ٤/٣٤٠۔

منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٣١٩-٣٢٠، كوئٹه ٥/١٩١۔

(۲) **وفي حقها أن تعجز عن مصالحها داخلة كما في البزازية: ومفاده أنها لو قدرت على نحو الطبخ دون صعود السطح لم تكن مريضة. قال في النهر: وهو الظاهر.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، مكتبه زكريا ديوبند ٥/٥، كراچي ٣/٣٨٤)

سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٧٣)

النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، مكتبه زكريا ديوبند ٢/٤٠٦۔

(۳) **ثم إن أبا يوسف يقول يصير وقفًا بمجرد القول؛ لأنه بمنزلة الإعتاق عنده وعليه الفتوى.** (شامي، كتاب الوقف، مطلب لو وقف على الأغنياء وحدهم لم يجز، مكتبه زكريا ديوبند ٦/٥٢٠، كراچي ٤/٣٣٨)

وقال أبويوسفؒ يزول ملكه بمجرد القول. (هداية، كتاب الوقف ٢/٦٣٧)

يلزم ويزول ملكه بمجرد قوله: وقفت داري هذه مثلا، ولا يحتاج إلى القضاء، ولا إلى التسليم عند أبي يوسف. (مجمع الأنهر، كتاب الوقف، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٥٧٢)

ہر چند کہ ذوی الارحام صنف رابع ہیں مگر چونکہ وقف فی حالۃ الصحۃ کے سبب وہ جائیداد خود مسماۃ کی ملک سے خارج ہو چکی ہے اس لئے عمرو وغیرہ کا اس میں کوئی حق نہیں۔ (۱)

۲۸/ رجب ۱۳۲۷ھ (تتمہ اول، ص: ۱۲۷)

موقوفہ زمین کے مشتری سے اُس کو خریدنے کا عدم جواز

سوال (۱۴۷۲): قدیم ۲/ ۵۸۶- جس موقوفہ زمین کو متولی نے بیع کر دیا ہو اور عرصہ دراز سے مشتری کے قبضہ میں ہو اُس زمین کو مشتری سے خریدنا اور اپنا ملک تصور کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جب پہلی ہی بیع باطل ہے تو دوسری بیع جو اُس پر مبنی ہے نیز باطل ہوگی۔ (۲)

۱۰/ صفر ۱۳۲۸ھ (تتمہ اول، ص ۱۲۸)

---

(۱) **عن ابن عمرؓ أن عمر تصدق بمال له على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان يقال له ثمغ وكان نخلا، فقال عمرؓ: يا رسول الله إني استفدت ما لا وهو عندي نفيس، فأردت أن أتصدق به، فقال النبي صلى الله عليه وسلم تصدق بأصله لا يباع ولا يوهب ولايورث؛ ولكن ينفق ثمره، فتصدق به عمر فصدقته تلك في سبيل الله وفي الرقاب والمساكين والضيف وابن السبيل ولذي القربي ولا جناح على من وليه أن يأكل منه بالمعروف أو يؤكل صديقه غير متمول به.** (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب قول الله عز وجل وابتلوا اليتامىٰ حتى إذا بلغوا النكاح، النسخة الهندية ۱/۳۸۷، رقم: ۲٦۸۳، ف: ۲۷٦٤)

من اتخذ أرضه مسجدًا لم يكن له أن يرجع فيه ولا يبيعه ولا يورث عنه. (هداية، كتاب الوقف، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ٦۳۷)

وعندهما: حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته إلى العباد، فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولايورث. (هندية، كتاب الوقف، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/ ۳۵۰، جديد ۲/ ۳٤٦)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۸/ ۳، رقم: ۱۱۰۵۹۔ *شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ*

(۲) **عن ابن عمر أن عمر تصدق بمال له على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان يقال له ثمغ وكان نخلا، فقال عمر: يا رسول الله إني استفدت ما لا وهو عندي نفيس، فأردت أن أتصدق به، فقال النبي صلى الله عليه وسلم تصدق بأصله لا يباع ولا يوهب ولايورث؛** ←

قبرستان کے پتھر بیچ کر مسجد کا فرش بنانا

سوال (۱۴۷۳): قدیم ۲/ ۵۸۷- زید نے بکر سے پتھر سنگ مرمر خریدے اور اُن پتھروں سے مسجد میں ممبر و مصلی بنوا دیا۔ اب بعد میں زید کو معلوم ہوا کہ وہ پتھر جو بکر نے اُس کے ہاتھ فروخت کئے تھے قبر کے پتھر تھے جو بکر نے قبرستان میں سے قبروں سے اُکھڑوا دئے تھے اور جو قبریں اُس کی ملکیت نہیں ہیں اس مصلے پر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور نیز وہ پتھر مسجد میں لگے رہنے جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب: پتھر قبر پر لگانے سے وقف نہیں ہوتا بلکہ لگانے والے کی ملک رہتا ہے۔ (۱)

← **ولكن ينفق ثمره، فتصدق به عمر فصدقته تلك في سبيل الله وفي الرقاب والمساكين والضيف وابن السبيل ولذي القربي ولا جناح على من وليه أن يأكل منه بالمعروف أو يؤكل صديقه غير متمول به.** (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب قول الله عز وجل وابتلوا اليتامىٰ حتى إذا بلغوا النكاح، النسخة الهندية ۱/ ۳۸۷، رقم: ۲۶۸۳، ف: ۲۷٦٤)

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملكه ولايعار ولايرهن. وتحته في الشامية: لايكون مملوكا لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لا ستحالة تمليك الخارج عن ملكه. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة وقوله موقوفة على فلان، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٥٣٩، كراچي ٤/ ٣٥١-٣٥٢)

وإذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه. (هداية، كتاب الوقف، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ٦٤٠)

البيع الباطل لا يترتب عليه أثر لأنه لا وجود له إلا من حيث الصورة وهو منقوض من أساسه. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۹/ ٥٦) *شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ*

(۱) **رجل كفن ميتا من ماله ثم وجد الكفن في يد رجل كان له أن يأخذه منه؛ لأنه مازال عن ملكه إلى الميت...... وكذا لو كفن ميتا فافترسه السبع كان الكفن له؛ لأنه بقي على ملكه.** (خانية على هامش الهندية، كتاب الصلاة، باب في غسل الميت، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۱/ ۱۰۹، جديد ۱/ ۱۱۸)

لو كفن ميتا من ماله ثم وجد الكفن فله أن يأخذه وهو أحق به. (البحر الرائق، كتاب الجنائز، قبيل فصل السلطان أحق بصلاته، مكتبه زكريا ديوبند ۲/ ۳۱۲، كوئٹه ۲/ ۱۷۸) ←

پس اجنبی آدمی کا بیع کرنا اُس کو صحیح نہیں ہوا(۱)؛ لیکن اگر لگانے والا معلوم نہ ہو یا معلوم ہو مگر اُس کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو وہ حکم لقطہ میں ہے اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ کسی نیک کام میں صرف کر دیا جائے کہ اس صورت میں مسجد میں لگا رہنے دیا جاوے کہ اپنے مصرف میں لگ گیا البتہ جس نے بیع کیا ہے اُس کے لئے قیمت درست نہیں اور اگر اس کا مالک یا مالک کا وارث معلوم ہو تو اس سے دریافت کیا جاوے اگر وہ اجازت دے لگا رہنے دیا جاوے خواہ مفت یا قیمت لیکر اور اگر اجازت نہ دے اُکھاڑ دیا جاوے(۲) اور اگر کئی وارث ہوں تو سب سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اور نابالغ کے حصہ کی قیمت دینا ضروری ہے۔(۳)

۱۰/ صفر ۱۳۲۸ھ (تتمۂ اوّل،ص: ۱۲۸)

← **رجل كفن ميتا من ماله ثم وجد الكفن في يدي رجل كان له أن يأخذه؛ لأنه بغي على ملكه.** (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، المجلس العلمي ٣/٦٨، رقم: ٢٤٣٠)

(١) **لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه.** (قواعد الفقه، اشرفية ديوبند ص: ١١٠)

الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٨/٢٩٦)

لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب، مكتبه زكريا ديوبند ٩/٢٩١، كراچي ٦/٢٠٠)

(٢) **عن عمر بن الخطاب قال في اللقطة: يعرفها سنة، فإن جاء صاحبها وإلا تصدق بها، فإن جاء صاحبها بعد ما يتصدق بها، خيره فإن اختار الأجر كان له، وإن اختار المال كان له ماله.** (مصنف عبد الرزاق، كاب اللقطة، المجلس العلمي ١٠/١٣٩، رقم: ١٨٦٣٠)

عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن اللقطة، فقال: لا تحل اللقطة، من التقط شيئا فليعرفه سنة، فإن جاء صاحبها فليردها إليه، وإن لم يأت صاحبها فليتصدق بها، فإذا جاء فليخيره بين الأجر، وبين الذي له. (سنن الدار قطني، كتاب الرضاع، دارالكتب العلمية بيروت ٤/١٠٨، رقم: ٤٣٤٣)

المعجم الأوسط للطبراني، دارالفكر بيروت ١/٦٠٠، رقم: ٢٢٠٨۔

فإن جاء صاحبها يعنى ما تصدق بها فهو بالخيار إن شاء أمضى الصدقة وله ثوابها، وإن شاء ضمن الملتقط. (هداية، كتاب اللقطة، مكتبه اشرفية ديوبند ٢/٤١٥)

(٣) **تصرفات ضارة ضررا محضا وهي التي يترتب عليها خروج شئ من ملكه دون مقابل كالطلاق، والهبة، والصدقة، والوقف والكفالة بالدين أو الكفالة بالنفس وهذه لاتصح من الصبي المميز.** (موسوعة الفقه الإسلامي والقضايا المعاصرة، تحديد سن البلوغ وأثره في التكليف، حالات أهليه الأداء، مكتبه أشرفية ديو بند ١٣/٥٦٠) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

موقوف کلام مجید میں تلاوت کرنے کا جواز اُس کی بیع کا عدم جواز

سوال (۱۴۷۴): قدیم ۲/ ۵۸۷- ایک قرآن شریف میرے ایک ملنے والے کے پاس تھا اُس کے اول صفحہ پر الوقف في سبیل اللہ اور دوسرے صفحہ پر الوقف مالایملک لکھا ہوا تھا، میں نے شخص مذکور سے مانگا اُنھوں نے مجھ کو دیدیا میں نے اُس قرآن مجید کی جلد بندھوا کر رکھی ہے مجھ کو اس میں تلاوت کرنا کیسا ہے اور اب مجھ کو اس قرآن کو قیمت سے دیدینا کسی کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: تلاوت کرنا جائز ہے مگر مالکانہ تصرف جائز نہیں بلکہ تلاوت میں آپ کا حق مثل دوسرے مسلمانوں کے ہے اس لئے مخصوص کرنا اپنے ساتھ جائز نہیں نہ بیع جائز ہے۔(۱)

۲۹/ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ (تتمۂ اول، ص ۱۳۰)

---

(۱) **عن ابن عمر أن عمر تصدق بمال له على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان يقال له ثمغ وكان نخلا، فقال عمر: يا رسول الله إني استفدت ما لا وهو عندي نفيس، فأردت أن أتصدق به، فقال النبي صلى الله عليه وسلم تصدق بأصله لا يباع ولا يوهب ولا يورث؛ ولكن ينفق ثمره، فتصدق به عمر فصدقته تلك في سبيل الله وفي الرقاب والمساكين والضيف وابن السبيل ولذي القربى ولا جناح على من وليه أن يأكل منه بالمعروف أو يؤكل صديقه غير متمول به.** (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب قول الله عزوجل و ابتلوا اليتامى حتى إذا بلغوا النكاح، النسخة الهندية ۱/ ۳۸۷، رقم: ۲٦۸۳، ف: ۲۷٦۵)

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملكه ولا يعار ولا يرهن. وتحته في الشامية: لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف، مطلب مهم: فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة وقوله موقوفة على فلان، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ۵۳۹، كراچي ٤/ ۳۵۱-۳۵۲)

وإذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه. (هداية، كتاب الوقف، مكتبه اشرفية ديوبند ۲/ ٦٤٠)

وعندهما: حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ فيزول ملكه ملك الواقف عنه إلى الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته إلى العباد، فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث. (هندية، كتاب الوقف، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ۲/ ۳۵۰، جديد ۲/ ۳٤٦)

هداية، كتاب الوقف، مكتبه أشرفية ديوبند ۲/ ٦۳۷ ۔ **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

مال گزاری کسی گاؤں کی کسی کے نام کردینا معافی وقف نہیں

سوال (۱۴۷۵): قدیم ۲/ ۵۸۸ - نواب صاحب نے ایک موضع جس کے مالک ایک شخص مسمیٰ زید تھے بحق مال گزاری بنام عمرو وبکر فرزندان خالد واسطے مصارف درگاہ خالد وامداد معاش ہر دو فرزندان معاف فرمایا جواب تک بدستور معاف چلا آتا ہے اور وارثان زید کو حق زمینداری ہفتمی حصہ دیا گیا۔

اب دریافت طلب امور مفصلہ ذیل ہیں:

(۱) شرعاً یہ ہبہ ہوا یا وقف اور لفظ معاف فرمودیم سے وقف صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب: نہ وقف ہے نہ ہبہ، حاصل اس کا یہ ہے کہ جو خراج اس زمین کا بیت المال میں آتا تھا وہ اہل معافی لے لیا کریں۔ پس جتنا لے لیں گے اتنے ہی کے مالک ہو جائیںگے جو نہیں لیا ہنوز اس کے مالک نہ ہوں گے (۱) اور وہ بھی جبکہ خراج بحق ہو ورنہ خود لینا ہی جائز نہیں۔

۲۹/ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ ص ۱۳۱)

---

(۱) حضرت والا تھانویؒ کی عبارت کی تائید شامی وغیرہ کے ذیل کے جزئیات سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

وما ذكره الجلال السيوطي من أنه لا يراعي شروطه إن كان سلطانا أو أميرا، وأنه يستحق ريعه من يستحق في بيت المال من غير مباشرة للوظائف، فمحمول على ما إذا وصلت إلى الواقف بإقطاع السلطان إياه من بيت المال كما لا يخفى. وحاصله أن ما ذكره السيوطي لا يخالف ما قلنا؛ لأنه محمول على ما إذا لم يعرف شراء الواقف لها من بيت المال؛ بل وصلت إليه بإقطاع السلطان لها؛ أي بأن جعل له خراجها مع بقاء عينها لبيت المال، فلم يصح وقفه لها ولا تلزم شروطه بخلاف ما إذا ملكها ثم وقفها كما قلنا ...... ففي جواز قبض معلوم الوظائف بلا حضور، ثم رأيت نحوه في شرح الملتقي، ففي هذا صريح بأن أوقاف السلاطين من بيت المال إرصادات لا أوقاف حقيقة، وأن ما كان منها على مصاريف بيت المال لا ينقض، بخلاف ما وقفه السلطان على أولاده أو عتقائه مثلا، وأنه حيث كانت أرضا لا يلزم مراعاة شروطها لعدم كونها وقفا صحيحًا. (شامي، كتاب الوقف، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج والخزينة، مطلب في وقف الأراضي التي لبيت المال ومراعاة شروط الواقف، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٣٠٠-٣٠١، كراچي ٤/ ١٨٣-١٨٤) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جائداد کی مال گزاری جو کسی خاندان کے نام کردی ہے اُس کے تقسیم کا طریقہ

سوال (۱۴۷۶): قدیم ۲/ ۵۸۸ - اگر وقف صحیح ہے تو اولا دعمرو کا بعد صرف درگاہ نصف حق ہے اور اولاد بکر کا نصف یا ہر دو صاحبان کی اولاد حصے میں مساوی ہے؟

الجواب: رؤس اولاد پر تقسیم ہوگا نہ کہ بطور میراث کے البتہ سلطان کو ہر وقت اختیار کمی بیشی کا ہے کیونکہ قبل قبض ملک نہیں ہوا۔(۱) کما مر .

۲۹/ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ (تتمہ اوّل ص ۱۳۱)

---

(۱) حضرت والا تھانویؒ کا لکھا ہوا حکم ذیل کے جزئیات سے ثابت ہوتا ہے:

أما لو ذكر الأولاد بلفظ الجمع فإن قال على أولادي وأولاد أولادي، فإن الغلة تصرف إلى أولاده وأولاد أولاده أبدًا ما تناسلوا ولا يصرف إلى الفقراء ما دام واحد منهم باقيا وإن سفل؛ لأنه إسم الأولاد يتناول الكل بخلاف إسم الولد، فإنه يشترط فيه ذكر ثلاثة بطون حتى يصرف إلى النوافل ما تناسلوا والأقرب والأبعد في الغلة سواء، فتقسم بينهم على عدد رؤسهم والأنثىٰ مثل الذكر. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/١٥٣)

ولو وقف ضيعة له على ابن له وأولاده وأولاد أولاده أبدًا ما تناسلوا تقسم الغلة بينهم على من كان ولد ابنه على عدد الرؤس يستوي فيه الذكر والأنثىٰ. (هندية، كتاب الوقف، الباب الثالث،الفصل الثاني، في الوقف على نفسه وأولاده ونسله، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٣٧٥/٢، جديد ٣٦١/٢)

خانية على هامش الهندية، كتاب الوقف، فصل: في الوقف على الأولاد والأقرباء والجيران، مكتبه زكريا قديم ٣٢١/٣، جديد ٢٢٥/٣۔

والمراد من عدم مراعاة شرطها أن للإمام أو نائبه أن يزيد فيها وينقص ونحو ذلك. (شامي، كتاب الوقف، مطلب: للسلطان مخالفة الشرط إذا كان الوقف من بيت المال، مكتبه زكريا ديوبند ٦٥٤/٦، كراچي ٤٣٧/٤)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ملوک اور غیر ملوک کے وقف میں فرق

سوال (۱۴۷۷): قدیم ۲/ ۵۸۸- اوقاف ملوک مانند اوقاف غیر ملوک کے ہیں یا کچھ دونوں میں فرق ہے اس عبارت سے تو فرق معلوم ہوتا ہے۔

وهذا أيضاً في غير أوقاف الملوك والأمراء أما هي فهي أوقاف صورية لا تراعي شروطها كما أفتى به المولى أبو السعود. شامي، ۳/ ۴۳۰ (۱) ولا يقاس علىٰ ذلك أوقاف غير الملوك والأمراء بل تجب مراعاة شروطهم لأن أوقافهم كانت أملا كا لهم. شامي ۳/ ۴۳۱؟ (۲)

الجواب: فرق اس لئے ہے کہ ملوک مالک نہیں (۳) اور ملک غیر میں تصرف جائز نہیں (۴) اور منافع ملک (مثل خراج) کا وقف صحیح نہیں وہ اباحت ہے۔ (۵) فقط

۲۹/ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ (تتمۂ اوّل ص ۱۳۱)

---

(۱) شامي، كتاب الوقف، مطلب ليس للقاضي أن يقرر وظيفة في الوقف إلا النظر، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٦٥٢، كراچي ٤/ ٤٣٥۔

(۲) شامي، كتاب الوقف، مطلب: للسلطان مخالفة الشرط إذا كان الوقف من بيت المال، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٦٥٥، كراچي ٤/ ٤٣٧۔

(۳) **إن أوقاف الملوك والأمراء لا يراعي شرطها؛ لأنها من بيت المال أو ترجع إليه .** (شامي، كتاب الجهاد، مطلب أوقاف الملوك والأمراء لا يراعي شرطها، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٣٠٠، كراچي ٤/ ١٨٤)

شامي، كتاب الوقف، مطلب: للسطان مخالفة الشرط إذا كان الوقف من بيت المال، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٦٥٤، كراچي ٤/ ٤٣٧۔

(۴) **لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه.** (قواعد الفقه، مكتبه أشرفية ديوبند ص: ١١٠)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه. (شرح المجلة، مكتبه إتحاد ١/ ٦١، رقم: ٩٦)

الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب، مكتبه زكريا ديوبند ٩/ ٢٩١، كراچي ٦/ ٢٠٠۔ الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٨/ ٢٩٦۔

(۵) **وحاصله أن ما ذكره السيوطي لا يخالف ما قلنا؛ لأنه محمول على ما إذا لم يعرف** ←

غیر کی زمین میں پرنالہ گرانے کا حکم

سوال (۱۴۷۸): قدیم ۲/ ۵۸۸ - ایک گوشہ آراضی کا قدیم سے بصورت مثلث افتادہ پڑا ہوا ہے اُس میں دو جانب شش پرنالہ جنگی مکانات زید کے اُسی آراضی مذکور میں پڑتے ہیں مگر ایک ورثاء بکر کی مملوکہ اُس آراضی کو قرار دیکر بحیلہ وقف دوکان بنانا چاہتے ہیں اور وارثانِ بکر سے نابالغ بھی ہیں اور جس کے پرنالے گرتے ہیں اُس کا کوئی حق سمجھا جاسکتا ہے یا کیا اس صورت میں بلحاظ اجراء پانی و نابالغان کے وقف ہوسکتا ہے؟

الجواب: اولاً اس کی تحقیق ضرور ہے اُس گوشہ آراضی بشکل مثلث کا مالک کون ہے قبل تعین مالک کے تو اُس میں کوئی تصرف دوکان وغیرہ بنانے کا یا وقف کرنے کا اگرچہ برضائے زید ہی ہو جائز نہیں۔(۱)

← **شراء الواقف لها من بيت المال بل و صلت إليه بإقطاع السلطان لها أي بأن جعل له خراجها مع بقاء عينها لبيت المال فلم يصح وقفه لها.** (شامي، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزية، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٣٠٠، كراچي ٤/ ١٨٣)

السلطان يجوز له مخالفة الشرط إذا كان غالب جهات الوقف قرىٰ و مزارع؛ لأن أصلها لبيت المال يعني إذا كانت لبيت المال، ولم يعلم ملك الواقف لها فيكون ذلك إرصادًا لا وقفا حقيقة. (شامي، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزية، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٣٠٠، كراچي ٤/ ١٨٤)

إنما يراعى شروطه إذ ثبت الناقل وهو كون الواقف ملكلها بشراء أو إقطاع رقبة بأن كانت مواتا لا ملك لأحد فيها فأقطعها السلطان لمن له حق في بيت المال، أما بدون ثبوت الناقل فلا لأنها بعد ما علم أنها من بيت المال فالأصل بقاؤها على ماكانت فيكون وقفها إرصادًا. (شامي، كتاب الوقف، مطلب: للسلطان مخالفة الشرط إذا كان الوقف من بيت المال، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٦٥٤) كراچي ٤/ ٤٣٧) **شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ**

(۱) **لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه.** (قواعد الفقه، مكتبه أشرفيه، ديوبند ص: ١١٠، رقم: ٢٧٠)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه. (شرح المجلة لسليم رستم باز، مكتبه اتحاد، ديوبند ١/ ٦١، رقم المادة: ٩٦) ←

پھر ثانیاً جبکہ مالک متعین ہوجائے اور اُس وقت دیکھنا چاہئے کہ اس میں سب بالغ ہیں یا کوئی نابالغ بھی ہے اگر کوئی نابالغ بھی شریک ہوتب بھی اس کو وقف کرنا درست نہیں اور دوکان بنانا اگر بہ نیت وقف یا بہ نیت انتفاع بالعین ہوجائز نہیں اگر چہ زید بھی راضی ہوجائے (۱) اوراگرسب بالغ ہوں اورسب وقف کرنے پررضامند ہوں یا بنیت انتفاع اُس میں دوکان بنانا چاہیں تو اس صورت میں دوحالتیں ہیں ایک حالت یہ کہ زید بخوشی دوسری طرف پانی اُتارلے تب تو یہ تصرفات بلاتکلف درست ہیں اور دوسری حالت یہ ہے کہ زید اس طرف سے پانی بند کرنے پرراضی نہ ہوتو اُس صورت میں زید کا حق آب چک بند کرنا اور قطع کرنا جبکہ اس طرف آب چک کرنا ظاماً نہ ہوا ہوجائز نہیں؛ البتہ اگر زید کا پانی اس دوکان کی چھت پرلے لیا جاوے تو کچھ حرج نہیں۔ (۲) فقط

۲۸/صفر ۱۳۳۰ھ (تتمۂ اول، ص۱۳۲)

← **لا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه ولا ولايته.** (الدرالمختار مع الشامي، كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح، مكتبه زكريا ديوبند ۹/۲۹۱، كراچي ۶/۲۰۰)

(۱) **وأما شرائطه: فمنها العقل والبلوغ فلا يصح الوقف من الصبى والمجنون كذا فى البدائع.** (هنديه، كتاب الوقف، الباب الأول في تعريفه وركنه، مكتبه زكريا قديم۲/۳۵۲، جديد ۲/۳۴۷)

أما الذى يرجع الى الواقف فأنواع منها العقل، ومنها البلوغ فلا يصح الوقف من الصبى والمجنون. (بدائع الصنائع، كتاب الوقف والصدقة، شرائط جواز الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ۵/۳۲۷)

(۲) اگر دونوں فریق کے درمیان صلح ورضامندی سے کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

عن كثير بن عبد اللّٰه بن عمر وبن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين الا صلحا حرم حلالا أو أحل حراما، والمسلمون على شروطهم الا شرطا حرم حلالا أوأحل حراما. (ترمذي شريف، أبواب الأحكام، باب ما ذكر عن النبي صلى الله عليه وسلم فى الصلح بين الناس، النسخة الهندية ۱/۲۵۱، دارالسلام رقم:۱۳۵۲)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مندر کی موقوفہ زمین کا تبادلہ

سوال (۱۴۷۹): قدیم۲/ ۵۸۹- کسی مسلمان کی زمین کے وسط میں تھوڑا سا حصہ کسی مندر پر وقف کیا گیا ہو جو کسی ہندو نے وقف کیا ہے لیکن اس زمین کے وسط میں رہنے سے اس مسلمان کو سخت نقصان ہے پس اس صورت میں مندر کے متولی کی رضا مندی پر زمین بدل کر مذکور مسلمان کا اپنی زمین کا کوئی حصہ متولی مندر کے حوالے کر کے خود اس مندر کی زمین کو لے لینا درست ہے کہ نہیں؟

الجواب: درست ہے۔(۱)

(تتمۂ اول، ص۱۳۲)

---

(۱) غیر مسلم نے جو مندر پر وقف کیا ہے، وہ شریعت اسلامی میں باطل ہے اسلئے غیر مسلم کا بیچنا اور مسلمان کا اس کو خرید لینا جائز اور درست ہے جزئیہ ملاحظہ فرمایئے:

ومنها أن يكون قربة فى ذاته وعند التصرف، فلا يصح وقف المسلم أو الذمي على البيعة والكنيسة، أو على فقراء أهل الحرب، كذا فى النهر الفائق: ولو وقف الذمي داره على بيعة أو كنيسة أو بيت نار فهو باطل. كذا في المحيط. (هندية، كتاب الوقف، الباب الأول، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٢/ ٣٥٢، جديد ٢/ ٣٤٧)

ولو جعل الذمي داره بيعة أو كنيسة، أو بيت نار فى صحته ثم مات يصير ميراثا، هكذا ذكر الخصاف في وقفه، وهكذا ذكر محمد رحمه الله تعالى فى الزيادات. وهذا لا يشكل على قولهما، لأنه معصية عندنا...... ولو وقف الذمى داره على بيعة أو كنيسة، أو بيت نار، فهو باطل. (المحيط البرهاني، كتاب الوقف، الفصل الخامس والعشرون في وقف الكفار، المجلس العلمي ٩/ ١٥٦، رقم: ١١٤٥٦ - ١١٤٥٨)

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الخامس والعشرون في وقف الكفار، مكتبه زكريا ديوبند ٨/ ٢٠١، رقم: ١١٦٣٤-١١٦٣٥

ومن الشروط أيضا أن يكون قربة في ذاته وعند المتصرف فلا يصح وقف المسلم والذمي على البيعة. (النهر الفائق، كتاب الوقف، مكتبه زكريا ديوبند ٣/ ٣١٣)

وفي الحاوي وقف المجوسى على بيت النار واليهود والنصارى على البيعة والكنيسة باطل. (مجمع الأنهر، كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ٥٦٨) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مسلمان کی زمین پر مندر کی زمین کے واسطے پانی کی نالی جاری کرنا

سوال (۱۴۸۰): قدیم ۲/ ۵۸۹- کسی مقام پر بہت سی بنجر زمین تھی جس کا اوپر کا حصہ کسی مسلمان کی ملک میں ہے اور نیچے کا حصہ کسی مندر پر وقف کیا گیا ہے پس اس صورت میں جبکہ وہ زمین آجکل زراعت کے لئے درست کی جارہی ہے اس مسلمان کی زمین پر سے اس مندر کی زمین کو اس کے متولی کی درخواست پر نالی کا پانی زراعت کے لئے چھوڑنا درست ہے یا نہیں؟

نمبر ۲: اگر نہ چھوڑنے کی تقدیر پر گورنمنٹ سے اس ہندو کی درخواست پر بجبر اس مسلمان کی زمین پر سے نالی رکھا دینے کا خوف ہے علاوہ بریں اس مسلمان کی زمین کے پانی کا مخرج اس مندر کی زمین ہی پر ہے اس ہندو کی ضرورت کے وقت پر پانی نہ چھوڑنے پر جبکہ مسلمان کو اپنی زمین کا زیادہ پانی خارج کردینے کی ضرورت ہوگی اس ہندو کے مانع ہونیکا خوف ہے پس اس صورت میں ہندو کے حسب دلخواہ پانی چھوڑنے کا کیا حکم ہے۔

الجواب: نمبر ۱: درست ہے۔ نمبر ۲: جائز ہے۔(۱)

۴/ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ (تتمۂ اول ص ۱۳۳)

---

(۱) یہ آپس میں صلح کی شکل ہے جو مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان جائز ہے، ملاحظہ فرمائیے

كل صلح جائز بين المسلمين جائز فيما بين اهل الذمة وما لا يجوز بين المسلمين لايجوز بين أهل الذمة ماعدا خصلة واحدة وهو الصلح على الخمر والخنزير فإنه يجوز الصلح عليهما فيما بينهم. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلح،الفصل الرابع والعشرون: في صلح أهل الذمة، مكتبه زكريا ديوبند ١٤/ ٣٨٧، رقم: ٢١٤٢٧)

هندية، كتاب الصلح، الباب السابع عشر: في صلح أهل الذمة و الحربي، مكتبه زكريا ديوبند قديم ٤/ ٢٧٧، جديد ٤/ ٢٨٤ ـ

المحيط البرهاني ـ كتاب الصلح، الفصل الرابع والعشرون في صلح أهل الذمة، المجلس العلمي ١٨/ ٤٦، رقم: ١٧٩٧١ ـ

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ